تحقیق مزید

بسلسلہ

خلافتِ معاویہؓ و یزیدؒ



مؤلّفہ

محمود احمد عباسی

مکتبہ محمود ۱/۲۶ بی ایریا (لالوکھیت)
لیاقت آباد کراچی

مطبوعہ باب الاسلام پریس کراچی

ذخیرہ محمد اقبال مجددی

Marfat.com

ڈاکٹر مولوی عبدالحق

بابائے اُردو

135835

کی

یاد میں

جنھیں موضوع کتاب اور تاریخی تحقیق (ریسرچ) سے خاص دلچسپی تھی۔ ایک تحریر کا عکس شامل کرتا ہوں جس میں مرحوم نے اپنی دلچسپی کا اظہار لطیف پیرایہ میں کیا ہے۔

محمود احمد عبّاسی

فون نمبر: ۳۲۷۸۳

کل پاکستان انجمن ترقی اردو

اردو روڈ، کراچی - ۱

مورخہ ۱۳ نومبر ۱۹۰۸ء

اجی عباسی صاحب۔ آپ کہاں ہیں۔ اب کے آپ بہت دن غائب رہے کیا معاملہ ہے۔ کیا "امیرالمومنین" کی خدمت میں اس قدر مصروف ہیں کہ ہم سب کو بھول گئے۔ اللہ اللہ! یہ انہماک اور یہ والہانہ عقیدت۔ غرض آپ نے دنیا اور آخرت میں اپنی جگہ بنالی۔ وہاں جنت ملے گی اور یہاں حیات جاوداں۔ خیر اگر مصروفیت کا یہ حال ہے تو کم سے کم ایک کارڈ ہی لکھ کر اپنی خیریت سے اطلاع کر دیا کیجیے۔

آپ نے پچھلی سردیوں میں مجھے ایک ٹوپی بنوا دی تھی۔ آپ کو معلوم ہے کہ کہ ہمارے پڑوسن چیل ایک روز جھپٹا مار کر میرے سر سے لے گئی۔ اب سردی کی شروعات ہے۔ ابھی سے چھینکیں آنے لگی ہیں۔ ہر چھینک پر بجلی الحمدللہ کے آپ کا نام زبان پر آجاتا ہے۔ مہربانی فرما کر ویسی ہی ایک ٹوپی پھر بنوا دیجیے۔ آپ کا یہ احسان میرے سر پہ رہے گا۔

والسلام

مکتوب لطیف بابائے اردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق رح

Marfat.com

Marfat.com

ترتیب

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	عرضِ مولف	۵
۲	صحابہ رسول اور امیر یزیدؒ کی بیعت	۲۴
۳	ازواج مطہراتؓ امہات المؤمنین	۲۶
۴	اصحاب عشرہ مبشرہ	۲۷
۵	اصحاب بدر	۲۸
۶	اصحاب بیعت الرضوان	۳۲
۷	دیگر صحابہ کرام	۳۶
۸	حاصل کلام	۹۳
۹	امہات المؤمنین	۹۴
۱۰	ام المؤمنین ام حبیبہؓ	〃
۱۱	〃 حفصہؓ	〃
۱۲	〃 جویریہؓ	۹۵
۱۳	〃 ام سلمہؓ	〃
۱۴	〃 میمونہؓ	۹۷
۱۵	〃 عائشہ صدیقہؓ	۹۸
۱۶	〃 زمانہ بیوگی	۱۰۴

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۷	شہادت عثمانؓ و بیعت علیؓ	۱۰۵
۱۸	ام المؤمنین کا اقدام	۱۱۳
۱۹	ایک وضعی حدیث اور جھوٹی روایت	۱۲۵
۲۰	خطائے اجتہادی کس کی؟	۱۳۰
۲۱	غلطیوں کے نتائج	۱۳۷
۲۲	حضرت معاویہؓ و تکمیل تصاص	۱۴۰
۲۳	امیر یزیدؒ کی ولیعہدی	۱۴۲
۲۴	صحابہ کا سیاسی موقف	۱۴۳
۲۵	خاندانی و موروثی خلافت	۱۴۷
۲۶	اسلامی سیاسی نظام کا رخ موڑ	۱۵۳
۲۷	تاریخی شخصیتیں اور جھوٹی روایتیں	۱۶۸
۲۸	شجرۂ خاندان عبد مناف	۱۷۱
۲۹	عبد المطلب بن ہاشم بن مناف	۱۷۲
۳۰	زبیر بن عبد المطلب	۱۷۳
۳۱	(ابو طالب) عبد مناف	۱۷۸
۳۲	ابو طالب نے اپنی بیٹی	

Marfat.com

	آنحضورؐ کے نکاح میں نہ دی	۱۸۶
۳۳	حضرت علی بن ابی طالب	۱۹۲
۳۴	خانہ کعبہ میں تولد	۲۰۳
۳۶	جہاد	۲۰۶
۳۷	سیاست میں ناکامی	۲۱۰
۳۸	علیؓ و معاویہؓ	۲۱۸
۳۹	فسق و فجور کی وضعی داستان	۲۲۷
۴۰	خروج	۲۳۴
۴۲	اولاد حسنینؓ اور دیگر علویوں کے خروج امویؓ عباسی خلفا کے خلافت	۲۴۱
۴۳	حسنی و حسینی نسب کا ادعا کرنے والوں کے خروج	۳۲۱
۴۴	حبشیوں کا سردار	۳۲۳
۴۵	عبیداللہ بن میموں القداح	۳۲۵
۴۶	قرامطہ	۳۳۲
۴۷	حاجیوں کا قتل اور کعبہ کی بیحرمتی	۳۳۸
۴۸	مغربی افریقہ میں دعوت کا اجرار	۳۴۶
۴۹	دعوت فاطمیہ عبیدیہ	۳۴۷
۵۰	مجوسی ایران کا حس کینہ و انتقام	۳۶۰
۵۱	قصۂ شہربانو	۳۶۵
۵۲	فاطمیت کا ادعا	۳۷۶
۵۳-	نام نہاد "دعوت فاطمیہ" کی خصوصیات	۳۸۲
۵۴-	علیؓ بن ابی طالب اور صحیح النسب فاطمی جنہیں امام معصوم قرار دے لیا ہے	۳۹۵
۵۵-	اقامت و امامت حج	۳۹۷
۵۶-	امرار حج	۴۰۱
۵۷	نوائے حق	۴۱۷
۵۸	ترک مکررات	۴۳۱
۵۹	امیر المجاہدین	۴۳۸
۶۰	فضل امیر یزیدؒ	۴۴۶
۶۱	یزیدؒ جسے خدا نے بخشا مگر بندوں نے نہیں بخشا	۴۵۷
۶۲	حسینؓ کی مفروضہ میت	۴۸۹
۶۳	قطعات تاریخ و کتابیات	۴۹۰

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

عرضِ مؤلف

(طبع دوم)

اس کتاب "تحقیق مزید لسلسلۂ خلافت معاویہؓ و یزیدؒ" کا پہلا اڈیشن جون سنہ ۱۹۶۱ء میں بتعداد دو ہزار طبع ہوا تھا جو عرصہ ہوا ختم ہو چکا تھا، مانگ برابر جاری تھی مگر دوسرے اڈیشن کی طباعت محض اس لئے ملتوی ہوتی رہی کہ بعض اہل علم کے مشورے کے مطابق یہ تجویز کیا گیا تھا کہ اس کتاب کے مواد کو بھی اختصار کے ساتھ اصل کتاب "خلافت معاویہؓ و یزیدؒ" ہی میں شامل کر دیا جائے تاکہ ایک ہی موضوع پر دو دو کتابوں کے مطالعہ کی ضرورت باقی نہ رہے، چونکہ اصل کتاب کو دوبارہ حکومت مغربی پاکستان کے حکم ۶ فروری سنہ ۱۹۶۳ء کی رو سے بحق سرکار ضبط کر لیا گیا تھا اور اس کے خلاف اپیل ہائیکورٹ میں دائر تھا جس کی سماعت بالآخر اپیشل بنچ ہائیکورٹ کے سامنے ۵ اور ۶ اپریل سنہ ۱۹۶۵ء دو دن ہو کر فیصلہ محفوظ رکھا رکھا گیا اور تقریباً چھ ماہ بعد ۲۲ نومبر سنہ ۱۹۶۵ء صادر کیا گیا جس میں حکم ضبطی منسوخ ہو کر اپیل منظور کیا گیا چنانچہ اسی وقت سے باضافہ مضامین جدید اڈیشن کی تیاری کی جا رہی تھی کہ حکومت نے اس درمیان ہائیکورٹ کے اس فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل کر دیا ہے ان حالات میں اب صرف کتاب تحقیق مزید ہی کو جس پر کوئی قانونی پابندی عائد نہیں شائقین کے طلب و تقاضے کے پیش نظر بصورت موجودہ دوبارہ طبع کرایا جاتا ہے۔

اس کتاب کا موضوع بھی اصل کتاب کی طرح بعض تاریخی حقیقتوں کا اظہار اور تشریح ہے فرقہ وارانہ مباحث سے اسکا تعلق نہیں جیسا کہ مولانا عبدالماجد دریابادی نے لکھا تھا کتاب مجادلہ کیا معنی مناظرہ کی بھی نہیں اور اس کا موضوع عقائد کی بحث نہیں

بلکہ تاریخی حقیقتوں کا انکشاف کیا ہے "

تحقیق مزید کے تبصرے میں مولانا موصوف لکھتے ہیں (صدق جدید لکھنؤ ۲۲ نومبر ۱۵ء

" غالباً ۵۹ء تھا کہ محمود احمد صاحب عباسی کی ایک بڑی معرکۃ الآرا بلکہ تہلکہ خیز کتاب خلافت معاویہ و یزید" کے نام سے شائع ہوئی تھی، اسوقت کے بعض معروف و متعارف مزعومات و عقائد سے ہٹ کر بالکل نئے دعوے گئے تھے اس لئے کتاب پر بڑا ہنگامہ برپا ہوا اور تند و تلخ تردید کا زبردست سلسلہ برسوں تک چلا گیا پیش نظر کتاب اسی نقش اول کا نقش ثانی ہے اور اگر کچھ کسر اس میں رہ گئی تھی تو وہ اس میں پوری کر دی گئی ہے۔ کتاب ان لوگوں کے لئے پڑھنے کے قابل پوری ہے جو اس موضوع پر محض تاریخی حیثیت سے نظر کرنا چاہتے ہیں انھیں یقیناً اس میں بہت سے بیانات چونکا دینے والے بھی ملیں گے اور اور بعض بڑے انقلاب آفریں۔ مصنف کا مطالعہ تاریخ اسلام پر بے شبہ بہت گہرا بھی ہے اور بڑا وسیع بھی البتہ اس سوال کا کہ جو نتیجے وہ کھٹ سے نکالتے چلے گئے ہیں کہاں تک صحیح و صائب ہیں۔ اس کا فیصلہ وہی اہل علم کر سکتے ہیں جو ہر قسم کے تعصب سے پاک ہوں اور جنکا مطالعہ مصنف سے وسیع تر و عمیق تر ہو کتاب قابل مدح و داد ہو یا مستحق ردّ و قدح انقلاب آفریں ہر حال و صورت میں ہے "

اس کتاب کے فرمے جلد بندی کے لئے جلد ساز کی دوکان میں تھے کہ طوفانی بارش سے سیلاب کا پانی دوکان میں بھر گیا اور یہ فرمے ضائع ہو گئے۔ جو دوبارہ کتابت کے بعد طبع ہوئے اس لئے اشاعت میں تاخیر ہوئی۔

۳۰ جولائی ۱۹۶۲ء

محمود احمد عباسی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

عرضِ مؤلف

داستانِ عہدِ گل را بشنو از مرغِ چمن زاں نمہا آشفتہ تر گفتند ایں افسانہ را

علّامہ ابن خلدون نے مقدمہ تاریخ میں مورخین و مفسرین اور ناقلین حکایات و روایات کی غلطیوں اور لغزشوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

وکثیراً ما وقع للمورخین والمفسرین	اکثر مورخین و مفسرین اور ناقلین حکایات
وائمۃ النقل من المغالط فی	اور واقعات کی روایتوں کے نقل کرنے
الحکایات والوقائع لاعتمادھم	میں غلطیوں کا شکار ہو گئے کیونکہ انھوں
فیہا علی مجرد النقل غثّا او	نے محض نقل ہی کرنے پر اعتماد کیا اور اس
سمیناً ولم یعرضوھا علی اصولہا	بات کا لحاظ نہ کیا کہ یہ حکایتیں اور
ولا قاسوھا باشباھہا ولا سیروھا	روایتیں رد کرنیکے لائق ہیں یا قبول کرنیکے
بمعیار الحکمۃ والوقوف علی	نہ انھوں نے انکو اصول پر جانچا نہ انکی مشابہات
طبائع الکائنات وتحکیم	پر قیاس کیا اور نہ حکمت کے معیار اور طبائع
النظر والبصیرۃ فی الاخبار	کائنات کے وقوف پر انکو پرکھا اور نہ بصیرت
فضلّوا عن الحق وتاھوا بیداء	سے اُن پر غور کیا، غرضیکہ اسطرح وہ حقیقت
الوھم والغلط	سے بہک گئے اور غلطیوں کی جنگل میں بھٹکتے پھرے

مورخین کے اس طرح بہکنے اور روایتوں کے جنگل میں بھٹکتے پھرنے کی بین اور عبرت آموز مثال حضرت عثمان غنی ذی النورین رضؓ کے مخالفانہ پروپیگنڈے اور اس کے نتیجے میں ان کی انتہائی مظلومانہ شہادت کے حالات کی ہے نیز امیر معاویہؓ و امیر یزیدؒ کے

ایامِ خلافت (۴۱-۶۴ھ) کے مشہور واقعات کی مکذوبہ روایتوں اور حکایتوں کی اور بھی واضح مثال ہے جو قدیم مورخین نے عہد عثمانی و اموی کے سیکڑوں برس بعد بغیر جانچے پرکھے اپنی کتابوں میں نقل کر دی ہیں، قدیم مورخین کی مولفہ کتب تاریخ جو بعد کے مصنفین کا ماخذ ہیں تعداد میں آٹھ ہیں ان میں سے پہلی دو کتابیں نسبتاً مختصر بھی ہیں اور اس قسم کی حکایتیں اور روایتیں بھی ان میں نہیں ہیں جن کا اشارہ ابن خلدون کی مندرجہ بالا عبارت میں ہے یعنی کتاب المحبر مولفہ ابو جعفر محمد بن حبیب متوفی ۲۴۵ھ و کتاب المعارف مسلم بن قتیبہ متوفی ۲۷۶ھ باقی چھ کتابیں جو عام طور سے مستند سمجھی جاتی ہیں یہ ہیں (۱) کتاب انساب الاشراف مؤلفہ احمد بن یحییٰ البلاذری متوفی ۲۷۹ھ (۲) اخبار الطوال ابو حنیفہ الدینوری متوفی ۲۸۲ھ (۳) تاریخ ابن واضح یعقوبی متوفی ۲۸۴ھ۔ یہ سب مورخین جیسا کہ ان کے سنین وفات سے ظاہر ہے امیر المؤمنین حضرت عثمانؓ اور حضرت امیر معاویہؓ و امیر یزیدؒ کے زمانوں سے سیکڑوں برس بعد کے ہیں۔ کوئی سوا دو سو برس بعد کا ہے، کوئی ڈھائی سو برس بعد کا بقول مسٹر فارس جو بیروت میں امریکن یونیورسٹی میں شعبہ تاریخ عرب کے پروفیسر ہیں، "جملہ ممتاز ابتدائی مورخین کی تحریرات میں شیعی رجحانات کا کم و بیش اظہار مختلف درجوں میں ہوتا ہے ابو حنیفۃ الدینوری تو ایرانی ذہنیت کا ہے۔ یعقوبی کٹر شیعہ ہے۔ طبری قدرے معتدل شیعہ ہے۔ مسعودی اپنے معتزلی عقائد کی بنا پر شیعی تعصبات سے پاک نہیں اور یہ سب مصنفین عباسیوں کے زمانہ شباب کے ہیں جو بدیہی طور سے امویوں کی پاسداری نہیں کر سکتے تھے (ص ۴۳۰ ہسٹورینس اوف دی مڈل ایسٹ) اسی کے ساتھ اس حقیقت ثابتہ کو بھی پیش نظر رکھئے کہ پہلی دو صدی ہجری کے دوران تاریخ کی کوئی کتاب حجاز و شام و مصر میں نہیں لکھی گئی تھی جسے یہ قدیم مورخین اپنا ماخذ قرار دے سکتے۔ ان مورخین کا مآخذ محض قبائلی روایتیں و حکایتیں ہیں۔ جو عراق کے ان عربی قبیلوں میں وضع ہوئیں جو حضرت علیؓ کی فوج میں شامل ہو کر جنگ جمل و صفین میں طالبانِ خون عثمانؓ سے برسر پیکار رہے تھے۔ ان ہی میں کوفی بلوائیوں کے لیڈر اور ان کے وہ ساتھی

(ترک عبارت) ص ۸ سطر ۹

"(۴) تاریخ ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ (۵ و ۶) مروج الذہب و التنبیہ و الاشراف مسعودی متوفی ۳۴۶ھ

Marfat.com

شامل تھے جنہوں نے مصری و بصری بلوائیوں سے گٹھ جوڑ کر کے مدینۃ الرسول کی بے حرمتی کی اور حضرت عثمان ذی النورین رضؓ کو بحالت تلاوت کلام پاک ان کے مکان مسکونہ میں وحشیانہ ظلم سے ذبح کر کے حضرت علی رضؓ سے بیعت خلافت کی تھی۔ اور ان کی سیاست پر اثر انداز رہے تھے۔ پھر یہ قبائلی روایتیں و حکایتیں بھی اموی عہد کے خاتمہ اور عباسی خلافت قائم ہونے کے تقریباً نصف صدی کے درمیان کوفہ کے راویان اخبار نے مرتب کیں۔ حضرت عثمان ذی النورین رضؓ کے واقعات کی روایتیں طبری نے بیشتر السری بن اسمٰعیل الکوفی سے لی ہیں جس کے متعلق محدث یحییٰ القطان کا قول ہے کہ ایک ہی مجلس میں اس کا جھوٹ مجھ پر کھل گیا تھا۔ محدث نسائی نے اسے متروک بتایا ہے اور کہا ہے کہ وہ تو لاشے محض تھا۔ (میزان الاعتدال جلد ۱ صفحہ ۲۷) امیر معاویہ رضؓ و امیر یزیدؒ کے عہد کے حالات و واقعات کی روایتیں بیشتر ان تین راویوں نے مرتب کیں۔ (۱) محمد بن السائب الکلبی الکوفی متوفی سنہ ۱۴۶ھ (۲) ابو مخنف لوط یحییٰ متوفی سنہ ۱۵۷ھ ہشام بن محمد الکلبی مذکور متوفی سنہ ۲۰۴ھ اول الذکر کا دادا بشیر عمرو بھی مع اپنے تین بیٹوں السائب و عبید و عبدالرحمٰن کے جمل و صفین کی لڑائیوں میں حضرت علی رضؓ کی فوج میں شامل تھا اور محمد الکلبی کا باپ السائب اموی خلیفہ عبدالملک کے خلاف حضرت حسین بن علی رضؓ کے داماد مصعب بن زبیر رضؓ کے ساتھ لڑائی میں مارا گیا تھا اور خود یہ راوی محمد الکلبی انہی اموی خلیفہ کے خلاف ابن اشعث کی بغاوت میں شریک ہو کر الجماجم کے معرکہ میں موجود تھا (المعارف صفحہ ۲۳۳) ہشام کلبی اس کا بیٹا تھا۔ ابو مخنف کا دادا سعید بھی جنگ صفین میں اپنے قبیلہ کے سردار کی حیثیت سے حضرت علی رضؓ کی عراقی فوج میں شامل رہا تھا۔ ان تینوں راویان اخبار کا تعارف کتاب خلافت معاویہ رضؓ و یزیدؒ میں مجمل طور سے ہو چکا ہے (صفحہ ۲۲) نیز اس کتاب میں یہ ذکر ضمناً آیا ہے کہ امام ذہبی و دیگر ائمہ رجال نے ان تینوں راویوں کو کذاب بتایا ہے اور لکھا ہے کہ یہ غالی

Marfat.com

رافضی و شیعی محترق تھے، مؤرخ یعقوبی و مسعودی تو انہی غالیوں کے ہم عقیدہ اور ہم مسلک تھے۔ بلاذری خلافت عباسیہ کے مرکزی دفتر میں ابتداءً فارسی کے مترجم رہے، پھر خلفاء عباسی کے ندیم اور ان کے بیٹوں کے اتالیق رہے۔ انھوں نے اور علامہ ابن جریر طبری نے عوانہ بن الحکم متوفی ۱۴۷ھ و سیف بن عمر متوفی ۱۸۰ھ و علی بن محمد المدائنی متوفی ۲۲۵ھ اور ایک معتدل شیعہ راوی عمار الدہنی کی روایتیں بھی لے لی ہیں۔ غرضیکہ یہ ہے وہ تاریخی مواد جس سے ہمارے ان قدیم مورخین نے عثمانی و اموی خلافتوں کے مشہور واقعات کی روایتیں اخذ کیں اور طبری نے قال ابو مخنف و قال ھشام کلبی کی تکرار کے ساتھ امیر یزیدؒ کے عہدِ خلافت کے بارے میں روایتوں اور حکایتوں کا انبار در انبار اپنے صفحات پر لگا دیا کہ صدیوں پر صدیاں گزر جانے کے بعد آج بھی یہ انبار روایات پوشیدہ و مستور حقائق کی دریافت کیلئے تحقیق (ریسرچ) کا زبان حال سے اسی طرح جو یاد منتظر ہے جس طرح ماہرین آثار قدیمہ۔ یعنی آرکیالوجسٹ (ARCHAEOLOGIST) خس و خاشاک اور تودہائے ریگ و سنگ و خشت میں دبے ہوئے ہزاروں سال کی مستور و مدفون حقیقتوں کا کھوج لگا لیتے ہیں [1]

---

[1] ایک صدی سے زیادہ مدت ہوئی جنرل الکزنڈر کننگھم نے محنت شاقہ برداشت کر کے برصغیر ہند میں آثار قدیمہ کا سروے کیا تھا، انکی مرتبہ رپورٹیں قیمتی معلومات کا خزانہ ہیں ایک دلچسپ واقعہ مذکور ہے کہ صوبہ بہار کے ویران کھنڈروں کا سروے کرتے وقت ایک مقام پر جسے توہم پرست ہندو متبرک جانتے تھے انھیں مشکل کا سامنا کرنا پڑا مگر عرصہ کے بعد جب محکمے نے کھدائی کر کے قدیم ہندو یونیورسٹی کے آثار برآمد کر لئے انہی ہندوں کی اولاد جنہوں نے دھرم بھرشٹ ہونے کا واویلا مچایا تھا ان آثار پر اب فخر کرتی ہے۔ یہی کچھ کیفیت افسانوی و نیم افسانوی حکایتوں اور روایتوں کی تحقیق کی ہے قدرتی سی بات ہے کہ ریسرچ سے جب مستور حقیقت ظاہر ہو کر ضیا پاش ہو جاتی ہے شپر چشم توہم پرست واویلا مچا دیتے ہیں ع نور می فشاند و سگ بانگ می زند خلافت عباسیہ کے قائم ہونے کے نصف صدی کے اندر کاغذ کی ایجاد ہو جانے سے عراقی پارٹی کے بعض منچلے لوگوں کو موقع ملا بیسیوں رسائل اور کتابچے قبائلی حکایتوں کے لکھ ڈالے زمانہ کی ہاتھوں یہ رسائل تو بحر فنا میں غرق ہو گئے ابن جریر طبری وغیرہ نے اس مجموعہ کے بعض اجزا کو جو کچھ کذب و افترا ہے اور کچھ کذب حق نما اپنے صفحات پر نوک پلک درست کر کے درج

باقی صفحہ ۱۱ پر

Marfat.com

کوفہ وعراق کی یہ قبائلی روایتیں وحکایتیں نمایاں طور سے حضرت علیؓ اور ان کے بیٹوں کے حق میں انکی پارٹی کی موافقت میں اور انکی مدح وثنا میں ہیں اور قلم درکف دشمن کے مصداق بنی امیہ کی منقصت ومخالفت اور انکی توہین وتضحیک میں ہیں۔ ابو مخنف کے رسائل مقتل حسینؓ وغیرہ جیسا کہ کتاب خلافت معاویہؓ ویزیدؒ میں ثابت کیا جا چکا ہے۔ افسانوی حد تک مبالغہ آمیز یک طرفہ اور تاریخی ترتیب کے اعتبار سے مبہم ہیں۔ طلب قصاص خون عثمانؓ کے بارے میں حضرت علیؓ سے جس کسی کا بھی کوئی اختلاف ہوا اور نوبت بچنگ پہنچی کوئی دقیقہ ان راویوں نے اس کے مطعون کرنے میں اٹھا نہ رکھا تفصیلی گفتگو کا تو یہاں موقع نہیں ایک دو مثالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے پہلے اس شرمناک اور زہریلے پروپیگنڈے کی کیفیت سنئے جو ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حق پرستانہ اقدام قصاص خون عثمانؓ کی بنا پر ان کے خلاف کیا گیا۔

کتب مغازی وسیر کی تصریحات سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہؓ کو ۶ھ میں ایک سریہ پر متعین کر کے بنو فزارہ کے سرکش قبیلہ کی تادیب کے لئے بھیجا تھا۔ اس لڑائی میں ایک عورت اُم قرفہ مع اپنی بیٹی ام زمل کے گرفتار ہوئی مسلمانوں کے ساتھ اس نے انتہائی دشمنی کی تھی پاداش جرائم میں قتل کر دی گئی اسکی بیٹی زمل جنگی قیدیوں کی تقسیم میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حصہ میں کنیز کے طور پر دیدی گئی۔ موصوفہ نے کچھ عرصہ کے بعد اس پر احسان کر کے آزاد کر دیا تھا چنانچہ وہ اپنے قبیلہ میں واپس چلی گئی مگر ماں کے خون کو فراموش نہ کر سکی تھی، مدعیان نبوت طلیحہ وغیرہ مرتدین کے استیصال کیلئے جب حضرت ابو بکر الصدیقؓ نے حضرت خالدؓ سیف اللہ کو متعین کیا یہ ام زمل اپنی ماں ام قرفہ مقتولہ کے اونٹ پر سوار ہو کر بنو طے وسلیم وہوازن و غطفان قبیلوں کے باغیوں کے ساتھ میدان میں آئی مسلمان مجاہدین نے اسکے اونٹ کو گھیرے میں لے کر کونچیں کاٹ دیں اور اس عورت کو بھی قتل کر دیا کہتے ہیں

کر دیا اور مصنفین نے اسناد ترک کر کے راویوں کے مضامین کو لے لیا اور اس طرح ملت کی گمراہی کا سامان مہیا کر دیا، خصوصاً حضرت حسینؓ اور ان کے اخلاف اور دوسرے علویوں کے خروج اور بغاوتوں کے حالات کے سلسلے میں جو تقریباً چوتھی صدی ہجری تک سیاسی اقتدار کے حصول کیلئے مختلف زمانوں میں ہوتے رہے جنکا تفصیلی تذکرہ ان اوراق میں دوسری جگہ ملاحظہ ہو۔

کہ الحوب کے کتے اسی پر بھونکے تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی عورت کو ام المؤمنین عائشہؓ اور بعض دیگر ازواج مطہرات کے پاس بیٹھے دیکھ کر فرمایا تھا کہ تم میں وہ کون سی ہو گی جس پر الحوب کے کتے بھونکیں گے۔ اصل واقعہ تو یہ تھا کہ کذابین نے ام المؤمنین کی ذات پاک پر اسے چسپاں کرنے کی شرمناک حرکت کی اور ابن جریر طبری نے خاص عنوان قائم کر کے اس مکذوبہ روایت کو اپنے صفحات پر درج کر دیا ان سے پھر متاخرین نے نقل کیا۔ اردو مصنفین خصوصاً دار المصنفین کی کتابوں میں اس مکذوبہ روایت کو طرح طرح سے بیان کیا جاتا ہے۔ اسی کذاب راوی ابو مخنف کی روایت سے ابن ابی الحدید نے اپنی شرح (جزو ۹) میں ام المؤمنین کی روانگی بصرہ کے بارے میں حضرت علیؓ سے یہ قول منسوب کیا ہے کہ انھوں نے کہا تھا انہا التی تنبحها کلاب الحوب یعنی یہی ہے جس پر الحوب کے کتے بھونکیں گے۔ پھر انہی کا یہ قول بھی لکھا ہے کہ عائشہ کے ساتھ ہم نے تو کوئی برائی نہیں کی سوائے اس کے کہ ان کو اپنے گھر لانے میں ہم نے داخل کر لیا تھا (انا ادخلناها فی حیزنا)

اس کے علاوہ مصنف نہج البلاغۃ نے تو یہ پورا خطبہ ہی حضرت علیؓ سے منسوب کیا ہے عنوان ہے "جنگ جمل سے فراغت کرنے کے بعد عورتوں کی مذمت کے بارے میں دیا تھا" اس میں یہ الفاظ حضرت علیؓ کے منہ سے کہلوائے ہیں۔

"عورتیں مردوں کے مقابلہ میں کم ایمان والی، کم حصہ والی اور کم عقلیں رکھنے والی ہوتی ہیں دیکھو بری عورت کے قریب جانے سے بھی پرہیز کرو رہ گئیں اچھی عورتیں تو ان سے بھی چوکنا اور خوف زدہ رہو۔ (کہ نہ جانے کس وقت تم پر یہ اپنا وار چلا دیں) نیک کاموں میں بھی ان کے مشوروں پر عمل نہ کرو تاکہ انھیں برے کاموں میں تمہیں رائے و مشورہ دینے کی طمع اور ہمت نہ ہو (خطبہ ۸۲)

ابن ابی الحدید نے اس خطبہ کی شرح کرتے ہوئے یہ مہمل بات کہی ہے کہ عورتوں کے ناقص الایمان ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ ایام حیض میں وہ نماز نہیں پڑھ سکتیں نیز فرمایا ہے کہ عائشہ و زبیر و طلحہؓ نے اقدام بغاوت سے توبہ کر لی تھی۔ توبہ نہ کرتے تو بغاوت پر اصرار کرنے کی

Marfat.com

وجہ سے داخل نار ہوئے، لولا التوبۃ لحکم بھم بالنار لاصرارھم علی البغی"
گویا قصاص کو جسے شریعت نے مقدم رکھا ہے بغاوت سے تعبیر کیا ہے اور ام المومنین رض اور طلحہ رض
و زبیر رض کے اقدام قصاص عثمان رض کی روشن ترین مثال کی عظمت پر حرف لانیکی غرض سے اور
کذاب راویوں کی ہمنوائی کرتے ہوئے مصنف نہج البلاغہ نے بھی حضرت علی رض کے
منہ سے یہ الفاظ کہلوائے ہیں

فخرجوا یجرون حرمۃ رسول اللہ
کما تجر الامۃ عند شرائھا
متوجھین بھا الی البصرۃ فحبسا
نساءھما فی بیتوھما ابرز احابیس
رسول اللہ لھما وبغیرھما خطبۃ (۱۷۵)

(طلحہ رض و زبیر رض) اس طرح نکلے کہ زوجہ رسول ص
کو یوں کھینچ رہے تھے جس طرح کنیز فروخت
کے لئے کھینچی جاتی ہے۔ یہ لوگ بصرے کی
طرف لیجا رہے تھے اور ان دونوں (طلحہ رض
و زبیر رض) نے اپنی عورتوں کو گھروں میں

محفوظ کیا اور رسول اللہ کی حرمت کو اپنے اور غیروں کے فائدہ کے لئے باہر نکالا۔

حضرت علی رض سے ایسے الفاظ ام المؤمنین کی شان میں منسوب کرنا جو ابن جریر طبری ہی
کی روایت کے مطابق "اے اماں جان" کہہ کر انہیں مخاطب کرتے تھے، شرمناک کذب
بیانی ہے، جنگ جمل کے خاتمے پر جب یہ ام المؤمنین کے پاس تشریف لے گئے "ای ام
و یا ام" کہہ کر گفتگو کی تھی (طبری جلد ۶ ص ۲۱۹) اور فرمایا تھا کہ یہ دنیا اور آخرت دونوں
میں رسول اللہ کی زوجہ محترمہ ہیں، ام المؤمنین مدینہ جانے لگیں احترام کے ساتھ سفر کے
انتظامات کئے خود بھی دور تک مشایعت کی اور اپنے دونوں صاحبزادوں کو ایک
منزل تک ساتھ گیا۔ ان واقعات کی موجودگی میں کس طرح باور کیا جا سکتا ہے کہ حضرت
علی رض نے کوئی کلمہ نازیبا انکی شان میں کہہ کر اساءت کا ارتکاب کیا ہو۔ طبری نے
متعدد جگہ حضرت عائشہ رض کا اسم گرامی لکھنے یا "ام المؤمنین" کہنے کے بجائے حضرت
علی رض کے منہ سے "ھذہ المرأۃ" (ج ۵ ص ۱۷۱) یعنی یہ عورت کہلوایا ہے"
غالی راویوں اور مصنف نہج البلاغہ نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ
ام المؤمنین کو حضرت علی رض سے خصومت تھی اس سلسلہ میں جو سب و شتم کیا گیا ہے
اور ناگفتہ بہ الفاظ حضرت علی رض کی زبان سے ادا کرائے گئے ہیں انہیں نقل کرنا ہی

Marfat.com

مناسب ہے ام المؤمنین موصوفہ کے اقدام تصاص خون عثمانؓ کے جو حالات اس کتاب میں پیش کئے گئے ان کے مطالعہ سے کذابین و وضاعین کی پست فطرت کا قدرے اندازہ ہو سکے گا۔ مقاتل لطالبین کے غالی مؤلف نے تو یہ کذب بیانی بھی کی ہے کہ حضرت علیؓ کے مقتول ہو جانے کی اطلاع ملتے ہی حضرت عائشہؓ نے سجدہ شکر ادا کیا تھا (ص ۴۳) حالانکہ واقعہ اس کے قطعاً برعکس ہے۔ علامہ شہاب الدین احمد ابن عبد ربہ نے عقد الفرید میں تفصیلاً بیان کیا ہے کہ اہلِ مدینہ میں سے کچھ لوگ شہادت علیؓ کو سنکر حرم ام المؤمنین کی خدمت میں گئے انھیں ابن عم رسول اللہ کے واقعہ پر غمگین پایا فنظر حزنہا علی ابن رسول اللہ (جلد ۲ صفحہ ۱۳۵) حضرت عائشہؓ روضۂ مبارک پر تشریف لے گئیں اور چشم پرنم نوحہ و تعزیت کے کلمات ادا کئے جسے لوگوں نے اپنے کانوں سنا اور بیان کیا۔ غالیوں کی بدگوئیوں کے مقابلہ میں جس کی ایک دو مثالیں نمونے کے طور سے پیش کی گئی ہیں ان دونوں بزرگ ہستیوں کے کردار اور طرز عمل کی یہ روایتیں جن سے ان کے اعلیٰ اخلاق پر روشنی پڑتی ہے کہ باوجود اختلاف رائے اور سیاسی مخالفتوں کے ایک دوسرے کی قدر کرتے۔ زیادہ مستند و معتبر ہیں۔

یہ مطاعن اور مکذوبہ روایتیں جن کا تذکرہ ہوا خون عثمانؓ کا قصاص لینے والوں کی بدگوئی میں ہیں اب خود ان مظلوم و شہید داماد رسول اللہ و خلیفہ راشد کے بارے میں اس خطبہ کے چند الفاظ سنئے جو حضرت علیؓ سے منسوب ہے اور خطبہ شقشقیہ کہلاتا ہے۔ حضرات شیخین کی اسارت ادب کے الفاظ کے بعد حضرت عثمان ذی النورینؓ کے بارے میں یہ الفاظ کہلوائے ہیں۔

"پھر قوم کا تیسرا آدمی (عثمانؓ) متکبرانہ انداز میں پیٹ پھلائے چارہ اور لید (کی چھچھالیدر) میں کھڑا ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی ساتھ اس کے باپ کی اولاد (بنی امیہ) کھڑی ہو گئی اور خدا کا مال خوب چبا چبا کر کھانے لگے، جیسے اونٹ

Marfat.com

فصل ربیع کی گھانس کھاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس تیسرے کی (بٹی ہوئی رسی کے) بل بھی نکل گئے۔ انہیں ان کے کرتوتوں نے مارا اور ان کی بدہضمی نے انھیں منہ کے بل گرا دیا[1]

اس قسم کے بیہودہ کلمات جو تہذیب و اسلامی اخلاق کے منافی اور واقعات کے بھی سراسر خلاف ہیں حضرت علیؓ جیسے پاکیزہ اخلاق صحابی کے منہ سے کسی دوسرے صحابی خصوصاً حضرت عثمانؓ کے لئے جو ہر اعتبار سے ان سے بمراتب بلند و برتر تھے ہرگز ادا نہیں ہو سکتے یہ تو غالی مصنفین ہی کے وضع کردہ ہیں۔ دنیا جانتی ہے کہ حضرت عثمانؓ بڑے تاجر تھے مال و دولت کی بہتات سے "عثمان غنی" کہلاتے تھے۔ طبعاً بڑے مخیر تھے۔ اسلام اور مسلمانوں کی خدمت میں اپنا مال بے دریغ خرچ کرتے۔ مالی جہاد میں جو ہاتھ سے جہاد کرنے میں افضل ہے سوائے حضرت صدیق اکبرؓ کے سب پر سبقت رکھتے تھے۔ مہاجرین کو مدینے آکر آب شیریں کی بڑی دقت کا سامنا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے یہودیوں سے میٹھے پانی کے کنویں خرید کر مسلمانوں پر وقف کر دیئے۔ قحط سالی میں سیکڑوں من غلّہ مفت تقسیم کیا۔ غزوہ تبوک کے موقع پر مجاہدین کے لشکر کے لئے جو "جیش عسرت" کہلایا نوسو اونٹ ایک ہزار گھوڑے مع ساز و سامان کے مہیا کئے اور ایک ہزار اشرفیاں اخراجات کے پیش کیں۔ خلیفہ منتخب ہو کر اپنے کل مال و متاع کے تین مساوی

---

[1] نہج البلاغہ کے خطبہ کے اس فقرے کا ترجمہ کتاب سلسبیل فصاحت ترجمہ نہج البلاغہ سے نقل کیا گیا ہے جو بقول مترجم ظفر مہدی جائسی بحکم محمد امیر احمد خاں آف محمود آباد ان کے قائم کردہ دار التصنیف امیریہ سے شائع ہوا تھا۔ مترجم نے ترجمہ کے ساتھ جو تشریحی حاشیئے تفصیل سے لکھے ہیں۔ کوئی سنجیدہ شخص دل پر جبر کر کے بھی بتمام و کمال مطالعہ نہیں کر سکتا۔ صدر اسلام کی واجب التعظیم ہستیوں اور عظمائے ملت کی حد درجہ بدگوئی کی گئی ہے۔

Marfat.com

حصے کئے ایک حصّہ صلہ رحمی میں قرابتداروں میں بانٹ دیا، دوسرے حصہ سے یتیموں بیواؤں اور محتاجوں کی پرورش کا انتظام کیا اور صرف تیسرا حصہ اپنے اہل و عیال کے لئے رکھ چھوڑا، بہت سادہ زندگی بسر کرتے بیت المال سے ایک حبہ بھی ذاتی یا خاندانی ضرورتوں پر خرچ نہ کیا۔

فتنہ کے دوران حفاظت ذاتی کے لئے فوجی دستہ رکھنے اور اس کے مصارف کا بار بیت المال پر ڈالنے کے روادار نہ ہوئے، حضرت علیؓ نے تو انکی نیکی، نیک کرداری صلہ رحمی انکی مروّت و نرم مزاجی کا واضح الفاظ میں اعتراف کیا ہے (البدایہ والنہایہ)

حضرت عثمان غنیؓ پر بیت المال خلافت کا روپیہ اپنے اعزہ کو بیدریغ دینے کے اتہامات محض بے بنیاد ہیں صفین وغیرہ کی خانہ جنگیوں میں جو لقبوں شاہ ولی اللہ طلب خلافت کی غرض سے تھیں نہ بجہت اسلام اسّی نوّے ہزار سپاہ بھرتی کر کے بیت المال کی کثیر رقوم ان پر صرف کرنے کی ابتداء تو خود حضرت علیؓ کی جانب سے ہوئی تھی۔ یہ کرایہ کے سپاہی MERCENARY بن میں ایسے بیوفا اور نافرمان ثابت ہوئے کہ حضرت موصوف کو بار بار اں کا شکوہ کرنا پڑا جس کا ذکر اس کتاب میں بھی اپنے محل پر آیا ہے حتیٰ کہ مصنف نہج البلاغہ نے ایک خطبہ میں اَوَ کُلَّمَا عجبًا انّ مَعَاوِیَۃَ یَدعُو الجفاۃ الطغام فیتبعونہٗ علی غیر معونۃٍ وَلا عَطَاءٍ (الی آخرہ)

شکوہ کے یہ الفاظ لکھے ہیں۔

"کیا یہ امر قابل تعجب نہیں کہ معاویہ تو اعانت اور عطا کے بغیر جفاکاروں کو دعوت دیتا ہے۔ اور وہ اس کی پیروی کرتے ہیں اور میں تم کو حالانکہ تم بقیہ اسلام اور بقیہ مردم ہو اعانت اور عطا کے ساتھ دعوت دیتا ہوں۔ تو تم میرے پاس سے متفرق ہو جاتے میرے سامنے اختلاف کرتے ہو"

چنانچہ ایک اور تقریر میں یہ بھی فرمایا تھا کہ معاویہ کے اطاعت کیش اور فرمانبردار دس سپاہیوں سے میں اپنے سو نافرمان آدمیوں کا تبادلہ کرنے کو تیار ہوں ان کے صاحبزادہ

Marfat.com

محمد بن الحنفیہ جو علم و زہد و عبادت و شجاعت میں معروف زعمائے وقت میں سے تھے۔ (عمدۃ الطالب ص۳۴۷) ——— ان ہی کا قول نقل ہوا ہے کہ ثالثی کے بعد سے میرے والد کے اہلِ شام سے لڑنے کے لئے چار مرتبہ جھنڈا گاڑا مگر لشکریوں کی نافرمانی کی بدولت ہر مرتبہ اکھاڑ دینا پڑا (لامن) یہ حالت کیوں پیش آئی اس کا سمجھ لینا ضروری ہے۔ اپنے اپنے متبعین اور فوجیوں کی نظروں میں ان دونوں قائدین۔ علیؓ و معاویہؓ کے پوزیشن کا فرق باعتبار حالات و واقعات یہ تھا کہ حضرت معاویہؓ تو ملک شام میں شروع ہی سے حاکمانہ اقتدار رکھتے تھے۔ تقریباً سترہ اٹھارہ برس سے نہ صرف گورنر رہے تھے بلکہ ان کے اور ان کے بھائی حضرت یزیدؓ کے ہاتھوں اس ملک کا بڑا حصہ فتح ہوا تھا۔ عہد صدیقی و فاروقی میں دیگر مجاہدین کے ساتھ انھوں نے اور ان کے اہل خاندان نے جہادوں میں نمایاں حصہ لیا تھا۔ قیادت اور سرداری کی عدیم النظیر صفات حسنہ کی وجہ سے بجد ہر دلعزیز تھے۔ شامی افواج ان کے ایک اشارے پر معونت و عطاء کے بغیر نیرد آزما ہو جانے کو موجود تھیں۔ حضرت علیؓ کا معاملہ اس کے برعکس تھا۔ عراقی لیڈروں کو غرہ اس بات کا تھا کہ جس انقلاب کی بنا پر حضرت علیؓ مسند خلافت پر فائز ہوئے اس میں ہمارا ہاتھ تھا اور ہماری ہی مدد سے بیعت خلافت ہوئی اور ہم ہی ان کی حربی قوت کی ریڑھ کی ہڈی کے مثل ہیں اور ہماری ہی حمایت کی بنا پر مدینہ چھوڑ کر کوفہ کو مستقر بنایا ہے۔ ہمارا کہنا انھیں بہرحال کرنا ہوگا۔ چنانچہ صفین کے موقع پر ان عراقیوں کی ایک جماعت نے ثالثی کی تجویز منوانے کے لئے یہ دھمکی بھی دی کہ ہماری بات نہ مانی گئی تو تمہارا بھی وہی حشر کریں گے جو ابن عفانؓ کا کیا تھا۔ او نفعل کما فعلنا بابن عفان (طبری ج۶ ص۲۹)

مالک الاشتر جو کارگذار اور بہادر تھا اس تجویز کا سخت مخالف تھا۔ وہ خوب جانتا تھا کہ شہادت عثمانؓ کے بارے میں تحقیق و تفتیش رنگ لائے بغیر نہ رہے گی۔ حالات نے اُسے مجبور کر دیا مگر بطور ثالث اس نے اپنا نام پیش کرایا۔ لوگوں نے نامنظور کیا۔ طبری نے ابو مخنف ہی کی روایت سے بیان کیا ہے کہ صفین کے معرکہ میں جاتے ہوئے عراقی دوستوں اور محبوں کی طرح گئے تھے وہاں سے لوٹے تو دشمنی و عناد کے جذبات لیکر لوٹے (ج۶ ص۳۵) ابو مخنف کی دوسری روایت

Marfat.com

یں ہے کہ صفین سے واپس ہوتے ہوئے حضرت علیؓ کا گزر جن جن قبائل پر ہوتا آہ و بکا کی آوازیں سنتے ایک ہی قبیلہ کے اکیاسی جوان مارے گئے تھے (ص ۳۵۵ الف) اس کثرت سے جانیں ضائع جانے کے باوجود گو ہر مقصود ہاتھ نہ آنے سے عراقیوں کے دلوں میں مایوسی اور غم و غصہ کے جذبات کا موجزن ہونا قدرتی تھا۔ ان کی مختلف جماعتوں کی ایک دوسرے پر الزام تراشیوں سے خصوصاً ثالثی کی تجویز کے بعد سے پھوٹ پڑ گئی۔ بلاذری نے ایک روایت میں بیان کیا ہے کہ عمارہ بن عقبہ نے حضرت معاویہؓ کو عراقیوں کی حالت کی اطلاع ان الفاظ میں دی تھی۔

"علیؓ کے قرآن خواں اور ہمکیش ساتھیوں نے ان سے بغاوت کی علیؓ ان سے لڑے اور انھیں نہروان کی جنگ میں قتل کر ڈالا اس کا اثر یہ ہوا کہ ان کے لشکر والے اور بہت سے اہل کوفہ جن کے عزیز نہروان میں مارے گئے تھے جن کی تعداد مورخین نے چار ہزار سے دس ہزار تک بتائی ہے۔ ان سے بگڑ بیٹھے ہیں۔ ان کے دلوں میں ایک دوسرے سے سخت عداوت پیدا ہو گئی ہے اور ان کا اتحاد و یک جہتی پارہ پارہ ہو گئی ہے۔"

بلاذری کی ایک اور روایت میں یہ کہا گیا ہے کہ حضرت معاویہؓ نے اس صورتحال سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ عراقی لیڈروں خصوصاً حضرت اشعث بن قیس سے خفیہ کتابت کی۔ انھیں عزت و منزلت کے سبز باغ دکھائے۔ یہ لوگ حضرت علیؓ سے ٹوٹ کر حضرت معاویہؓ کی جانب مائل ہو گئے اسی بنا پر معاویہؓ کہا کرتے تھے کہ صفین کے بعد علیؓ سے میری لڑائی میں نہ لشکر کی ضرورت پڑی نہ سامانِ جنگ کی۔ لیکن ثالثی کی کارروائی کا دقت نظر سے غیر جانبدارانہ مطالعہ کرنے پر اس حقیقت کا انکشاف ہو جاتا ہے کہ خونِ عثمانؓ کا قصاص نہ لے سکنے کی وجہ سے حضرت علیؓ کا پوزیشن خراب ہو گیا تھا۔ اس جریر طبری نے ثالثی کی کارروائی کے بارے میں یوں تو ابو مخنف کی پانچ روایتیں اپنی کتاب کے ڈھائی صفحوں پر درج کی ہیں جن میں ۵۰ سطریں ہیں مگر نفسِ معاملہ کو چھ سات سطروں میں مہمل طور سے بیان کر دیا ہے کہ معاویہؓ کے ثالث عمرو بن العاصؓ نے فریقِ ثانی کے ثالث ابو موسیٰ اشعریؓ کو دھوکہ دیکر ان ہی کے منہ سے حضرت علیؓ کی معزولی کا اعلان کرا دیا مگر اپنے فریق کو قائم رکھا اس پر دونوں ثالثوں

میں گلاب ہو پڑی ایک دوسرے کو گالیاں دینے لگے اور اس طرح اس اہم اجتماع کا خاتمہ اصل معاملہ کا تصفیہ کئے بغیر ہو گیا جو قصاص خون عثمانؓ سے متعلق تھا نہ انتخاب خلیفہ سے۔

یہ لغو روایت کہ ابو موسیٰ اشعریؓ نے ثالثی کا فیصلہ صادر کرتے ہوئے علیؓ اور معاویہ دونوں کو معزول کر دیا تھا۔ عمرو بن العاصؓ نے علیؓ کا معزول کیا جانا تو قبول کر لیا مگر معاویہؓ کو بحال اور برقرار رکھا۔ کھلا ہوا دھوکہ و فریب اور شرمناک مغالطہ ہے۔ معاویہؓ نہ خلیفہ تھے اور نہ خلافت کے مدعی ان کا بحال کیا جانا محض لغو اور مہمل ہے۔ ثالثی کا انتخاب خلیفہ سے کوئی دور کا تعلق بھی ہوتا تو حضرت علیؓ قبول منظور ہی کیوں کرتے۔ معاویہؓ تو محض طالب قصاص تھے چنانچہ خود حضرت علیؓ نے اپنے گشتی مراسلہ میں صاف اقرار کیا ہے کہ خون عثمانؓ کے معاملہ میں اہل شام سے ہمارا مقابلہ ہوا اور ہم اس خون سے بری تھے۔ بذات خود تو وہ بری تھے بار بار قسمیں بھی کھاتے تھے مگر ان کے معتمد خاص مالک الاشتر اور اس کے ساتھی جو ان کی فوج میں شامل تھے وہ تو بری نہ تھے۔ قاتلین سے قصاص نہ لے سکے بلکہ الٹا اپنی پناہ میں رکھنے اور عہدے دینے کے الزامات کی تحقیقات اور تصفیہ ہی کی غرض سے تو یہ ثالثی مقرر ہوئی تھی۔ فریقین کو ثبوت و شہادت اور صفائی پیش کرنے کے لئے چھ ماہ کی مہلت دی گئی تھی مگر عراقیوں کی حیلہ جوئی سے مقررہ وقت اور متعینہ مقام پر اجتماع نہ ہو سکا تھا۔ عراقی لیڈر حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ جیسے بے لاگ ثالث اور جلیل القدر صحابی کی منصفانہ تحقیقات سے تو شروع ہی سے خائف تھے چنانچہ ثالثی کا اجلاس بعد میں اذرح مقام پر ہوا اور حسب قرارداد سابق فریقین کے چار چار سو طرفدار حاضر آئے۔ حضرت معاویہؓ کے ساتھ علمائے ملت سعد بن ابی وقاص عبداللہ بن عمرؓ مغیرہ بن شعبہؓ وغیرہ ہم موقع پر موجود تھے انکے علاوہ صحابہ و تابعین میں سے دوسرے حضرات بھی تھے مگر حضرت علیؓ بذات خود موقع پر نہ گئے تحریرات کے ذریعہ ثالث سے سوال و جواب کرتے رہے جس میں کافی وقت لگ گیا۔ عراقیوں کے سامنے تو معاملہ بس اتنا تھا کہ ان کا فریق کسی نہ کسی طرح جیت جائے اور مستقر خلافت کوفہ ہی باقی رہے ثالث کے پاس کوئی تحریر ان کی آتی عراقی دوڑے ہوئے آتے ابن عباسؓ سے پوچھتے تم نے کیا لکھا تھا کیا جواب آیا۔ شامیوں کے سامنے تصفیہ طلب مسئلہ صرف یہ تھا کہ مدینہ میں جو انقلاب ہوا جس کے نتیجہ میں خلیفہ وقت مظلومیت سے شہید کئے گئے۔ اس سے علیؓ کا کوئی تعلق تھا یا نہیں قاتلین

سے انہوں نے قصاص کیوں نہ لیا کیوں بلوائی لیڈروں کو اپنا مقرب و معتمد بنایا، کیوں انھیں عہدے دیئے، اور کیوں مانع قصاص ہیں۔ شامیوں کا قاصد ثالث پاس آتا جواب لیکر خاموشی سے چلا جاتا، دونوں کیمپوں کی حالت ہی سے دونوں پارٹیوں کے غلط اور صحیح موقف کا اندازہ ہوتا تھا بالآخر شہادت ثبوت و صفائی گذر جانے کے بعد حضرت علیؓ کے ثالث نے جو ان کے بھتیجے داماد بھی تھے۔ واقعات کا غیر جانبدارانہ جائزہ لیکر انھیں ہی خطاوار ٹہرایا اور مفاد امت کے پیش نظر آٹھ نو سو حاضرین کے سامنے جن میں اکثر عظمائے ملت و صحابہ موجود تھے۔ منصب خلافت سے معزول کر دیا جس سے دوسرے ثالث نے بھی اتفاق کیا۔ غالی راویوں نے جو متبذل باتیں دونوں جلیل القدر صحابیوں سے منسوب کی ہیں کذب و افترا بھی ہیں اور بغض صحابہ کی مظہر بھی۔ ابو موسیٰ اشعریؓ بڑے پائے کے عالم و فقیہ تھے آنحضرت نے حضرت معاذؓ کے ساتھ انھیں یمن بھیجا تھا۔ حضرت عمرؓ ان کے فہم و قوت فیصلہ کے معترف تھے۔ جمہور امت نے ان کے پوتے تھے ذوالرمہ شاعر نے انھیں مخاطب کر کے یہ شعر کہے تھے کہ تمہارے دادا نے اذرح کے ایام ثالثی میں خانہ جنگی کی تباہ کاریوں کا سدباب کر کے دین و ملت کو بچا لیا تھا ؎

ابوک تلافی الدین والناس بعد ما ۔۔۔ نشاء و اوبیت الدین منقطع الکسر

فشدا صار الدین ایام اذرح ۔۔۔ ورد حروبا قد لقحن الی عقر

حضرت علیؓ کو اس فیصلہ کے بعد سے اپنے دوبارہ منتخب ہونیکی کوئی توقع نہو سکتی تھی، فیصلہ ماننے سے انکار کر دیا جس سے ان کے پوزیشن اور وقار کو صدمہ پہنچا، طالبان قصاص کے حق میں یہ فیصلہ البتہ کامیاب جنگ سے بھی زیادہ مفید ہوا اور رائے عامہ کا وزن روز بروز علیؓ کی مخالفت اور معاویہؓ کی موافقت میں زیادہ ہوتا گیا۔ طاقت استعمال کرنے کے باوجود جس کے نتیجہ میں ہولناک خونریزیاں ہوئیں علوی سیاست و قیادت اس درجہ ناکام رہی کہ مدتوں بعد تک اپنوں غیروں میں اس کے ذکر و افکار ہوتے۔ روایت ہے کہ ایک دن حضرت حسینؓ اپنے والد کی کچھ بڑائی اپنے تایا جعفر طیارؓ کے مقابلے میں کرنے لگے۔ عبداللہ بن جعفرؓ نے کہا میرے والد تو جنت کی سیریں کرتے ہیں مگر تمہارے والد تو خانہ جنگیوں کے خون میں نہا گئے ہے مریق الدماء فی الفتنۃ (یہ ذریعہ) مخبر صادق علیہ السلام نے خبر دی تھی کہ شہادت عثمانؓ سے خلافت خاصہ منقطع ہو جائیگی

ابن ابی الحدید کی روایت ہے کہ ایک مجلس مشاورت جو۔ حضرت عثمانؓ نے آخر ایام میں منعقد کی تھی علیؓ و معاویہؓ میں سخت کلامی کی نوبت آئی۔ وہ غصہ میں اٹھ کر جانے لگے۔ روکنے سے نہ رکے تو حضرت عثمانؓ نے کہا تھا واللہ لا تصل الیک ولا الی احد من ولدک قسم بخدا (یہ خلافت) نہ تمہیں ملے نہ تمہاری اولاد میں سے کسی ایک کو) اسامہؓ موجود تھے۔ یہ سنکر انہیں بڑا تعجب ہوا حضرت سعدؓ سے ذکر کیا انہوں نے کہا عثمانؓ نے سچ کہا میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ خلافت نہ علی کو ملے گی نہ ان کی اولاد کو لا ینالها علی ولا ولد۔ (شرح ابن ابی الحدید) آپ کی پیشن گوئی کس کس طرح پوری ہوئی وہ طلب خلافت کے مسلسل خرد جوں سے ثابت ہے جو اس کتاب میں اس غرض و مقصد سے پیش کئے گئے ہیں کہ معاویہؓ و یزیدؒ اور دیگر خلفا کے مفروضہ ظلم و جور کی حقیقت منکشف ہو جائے اور ساتھ ہی یہ بھی واضح ہو جائے کہ خاندانی و موروثی خلافت کے سلسلہ میں مدعیان خلافت کے مناقب اور خلفاء وقت کے مثالب کی وضعی حدیثوں اور روایتوں کے پروپیگنڈے سے سیاسی اقتدار کے حصول کی جدوجہد کو مذہبی رنگ دیکر کس کس روپ میں پیش کیا گیا اور فرقوں اور پارٹیوں کی کس کس نوعیت میں بنیاد ڈالی گئی اور یک جہتی و غیر طبقاتی ملت کس کس طرح فرقوں اور طبقوں میں متفرق ہو گئی۔ سیاسی اقتدار کے حصول میں ظلم و جور و خون ریزی ہاشمی افراد نے زیادہ کی۔ عبدالصمد بن علی بن عبداللہ بن عباسؓ نے اکابر بنی امیہ کو نہرانی قطرس پر جس شقاوت اور ظلم و جور سے قتل کرایا وہ تاریخ کا سیاہ باب ہے۔ بنی امیہ نے تو حالت غضب میں بھی حلم سے کام لیا۔

وما انقموا من بنی امیة الا	انهم یحلمون ان غضبوا
لوگ بنی امیہ سے اس لئے ناراض ہیں کہ	حالت غیظ و غضب میں بھی حلم سے کام لیتے ہیں

شہادت عثمان سے جنگ جمل و صفین و شہدائے کربلا کے حالات افسانوی اور نیم افسانوی طرز پر جن راویوں نے واقعے سینکڑوں برس بعد بیان کئے ہیں۔ ان کا مجملاً ذکر ہو چکا ہے۔ یہ بیانات زیادہ تر یک طرفہ اور مبہم ہیں مثلاً حادثہ کربلا کے بارے میں طبری نے مختلف روایتیں لکھی ہیں کبھی کہا ہے کہ کربلا میں نہیں نینوی میں یہ حادثہ پیش آیا اور محرم میں نہیں ماہ صفر میں ہوا۔ صاحب ناسخ التواریخ لکھتے ہیں کہ ۶۱ھ میں نہیں ۶۰ھ میں ہوا لہٰذا معاویہؓ کی وفات ایک سال پہلے ۵۹ھ میں قرار دی جائے پھر کہتے ہیں کہ عاشورہ کا دن یا تو شنبہ آتا ہے یا دوشنبہ لیکن ہندی زیجات

Marfat.com

سے چونکہ یکم محرم سنہ ۶۰ھ کو چہار شنبہ آتا ہے اور دسویں کو جمعہ لہٰذا بجائے سنہ ۶۱ھ کے سنہ ۶۰ھ کو کو قرار دینا مناسب ہے (ص ۱۵۰ جلد ششم از کتاب دوئم ملحضاً) جب وقوعہ کے سنہ اور مہینے اور تاریخ دون بھی ٹھیک نہ بتائے جاسکیں تو دیگر تفصیلات کا پھر کیا اعتبار وقوعہ کی تاریخ اور مقام کی اختلاف بیانی کے علاوہ خود ان تمام واقعات کے بارے میں جو قدیم و جدید مورخین نے اپنی کتابوں میں درج کئے ہیں زمانہ حال کے ایک شیعہ مولف اپنی کتاب "مجاہد اعظم" میں عربی و فارسی کی لوٹے کتابوں کی چھان بین کے بعد یہ لکھنے پر مجبور ہوئے کہ:۔

"عام کتابوں سے قطع نظر کرکے فریقین کی وہ مستند کتابیں جو اسلامی تاریخ کی جان سمجھی جاتی ہیں اسقدر مختلف البیان ہیں کہ دیکھنے والے ششدر رہ جاتے ہیں۔۔۔ اگر دو مستند سے مستند کتابوں کو بھی سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو تمام واقعات کی تحریریں اول سے آخر تک متفق اللفظ نہیں (ص ۱۷۲)"

پھر خود ہی سوال کرتے ہیں کہ "آخر اسلامی واقعات کے اس بڑے اور مہتم بالشان حادثہ کی نوعیت اسقدر ڈانواں ڈول اور سلسلہ روایات کے لاانتہا مختلف البیان ہونے کی کیا وجہ ہے" چنانچہ خود ہی یہ وجہ بتاتے ہیں کہ کسی کا "کوئی چشم دید واقعہ بیان نہیں ہوا اسکے علاوہ صدہا باتیں طبعزاد تراشی گئیں۔ واقعات کی تدوین عرصہ دراز کے بعد ہوئی (ص ۱۷۱) سب سے پہلا شخص جس نے اس حادثہ کو افسانوی رنگ میں بیان کیا ابو مخنف لوط بن یحییٰ ازدی متوفی سنہ ۱۷۵ھ تھا جس کی ولادت بھی اس زمانے کے کئی سال بعد ہوئی تھی اسے ایمہ رجال نے متفقہ طور سے غیر ثقہ بلکہ کذاب کہا ہے ابو مخنف کے بارے میں مولف "مجاہد اعظم" فرماتے ہیں کہ "وہ کربلا میں خود موجود نہ تھے اس لئے یہ سب واقعات انھوں نے بھی سماعی لکھے ہیں لہٰذا" مقتل ابو مخنف پر بھی پورا وثوق نہیں پھر لطف یہ کہ مقتل ابو مخنف کے متعدد نسخے پائے جاتے ہیں جو ایک دوسرے سے مختلف البیان ہیں اور ان سے صاف پایا جاتا ہے کہ خود ابو مخنف ان واقعات کے جامع نہیں بلکہ کسی اور ہی شخص نے ان کے بیان کردہ ماضی واقعات کو قلمبند کر دیا ہے (ص ۱۷۲)

13583S

Marfat.com

چنانچہ ان "سماعی واقعات" کے متعلق جو ذاکروں اور واعظوں کی زبان سے بیان ہوتے ہیں اور "شہادت ناموں" میں بھی بیان ہوئے ہیں۔ مولف" مجاہد اعظم" فرماتے ہیں کہ "اگر واقعات مثلاً تین شب و روز پانی کا بند رہنا، فوج مخالف کا لاکھوں کی تعداد میں ہونا، زینب کے صاحبزادوں کا تو دس برس کا ہونا، فاطمہ کبریٰ کا عقد قاسم کے ساتھ ہونا... شمر کا سینۂ مطہر پر بیٹھ کر سر جدا کرنا، نبی زادیوں کی چادریں چھین لینا سکینہ کی عمر تین سال کی ہونا (وغیرہ بیس واقعات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے) کہ یہ نہایت مشہور اور زبان زد خاص و عام ہیں حالانکہ ان میں سے بعض سرے سے غلط بعض مشکوک بعض ضعیف بعض مبالغہ آمیز اور بعض من گھڑت ہیں (ص ۱۷۸)

حضرت علی بن حسین (زین العابدین) کی زبانی جو چوبیس برس کے کڑیل جوان دو بچوں کے باپ تھے یا حضرت مثنیٰ کی زبان سے جو حضرت حسینؓ کے داماد مع اپنی زوجہ کے حسینی قافلے میں موجود تھے اور مع اپنے متعدد عزیزوں کے صحیح سلامت واپس آئے اور کربلا کے عرصہ دراز بعد تک حیات رہے کوئی واقعہ بیان نہ ہونا واضح دلیل اس امر کی ہے کہ اس حادثہ کی وہ نوعیت نہ تھی جو سیاسی اغراض سے عرصہ دراز بعد سبائیوں نے ملت میں انتشار و افتراق پیدا کرنے کی غرض سے کتابچوں میں لکھی اور بعد کے مورخین نے ان ہی سے اخذ کر کے کتابوں میں نقل راجہ عقل کے طور سے روایتیں درج کر ڈالیں۔

محمود احمد عباسی

کراچی

صحابۂ رسول اللہ صلعم اور یزیدؒ کی بیعت ولیعہدی و خلافت

کتب تاریخ میں صراحتاً بیان ہوا ہے کہ یزید بن امیرالمومنین معاویہؓ کی ولایت عہد کی تحریک سب سے پہلے حضرت مغیرہؓ بن شعبہ ثقفی متوفی ۵۱ھ نے پیش کی تھی جو جلیل القدر صحابی تھے نیز بڑے فرزانہ مدبر، سیاست داں اور عہد فاروقی کے نامور فاتح اور گورنر تھے۔ یہ تحریک اس زمانہ میں پیش کی تھی جب قسطنطنیہ کے زبردست معرکۂ جہاد میں اسلامی لشکر کے کمانڈر کی حیثیت سے یزیدؒ کی انتظامی قابلیت، حربی صلاحیت، شجاعت و بسالت کے اعتراف میں ملت نے اس نوجوان غازی کو فتی العرب (عرب کے سورما) کے خطاب سے نوازا تھا اور بعد معاودت جہاد امیر الحج کی حیثیت سے حج بھی کیا تھا، یعنی ۵۱ھ میں امیر یزیدؒ کے اس لشکر میں، جیسا کتاب خلافت میں تفصیلاً بیان ہوا ہے، صحابۂ کرام کی ممتاز جماعت بھی موجود تھی جس میں حضرت ابوایوب انصاریؓ میزبان رسول اللہ صلعم حضرت عبداللہ بن عمر فاروقؓ حضرت عبداللہ بن العباسؓ و دیگر صحابہ کے علاوہ حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ اور حضرت حسینؓ بن علیؓ بھی شامل تھے۔ حضرت حسینؓ کی شرکت جہاد قسطنطنیہ کو شیعہ مورخ مسٹر جسٹس امیر علی نے بھی تسلیم کیا ہے (ہسٹری آف سیرینز مطبوعہ لندن ۱۹۵۱ء صفحہ) یہی وہ پہلا اسلامی لشکر تھا جس نے مدینہ قیصر (قسطنطنیہ) پر جہاد کیا تھا اور جس کے ہر غازی کو لسانِ نبوی سے بشارت مغفرت دی گئی تھی:۔

وذلك الجيش اول جيش غزا القسطنطنيه وفي صحيح البخاري عن ابن عمر عن النبي انه قال اول جيش من امتي يغزون مدينة قيصر (القسطنطنيه) مغفور لهم	اور یہی لشکر وہ پہلا لشکر تھا جس نے قسطنطنیہ پر جہاد کیا تھا۔ صحیح بخاری میں ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ میری امت کا پہلا لشکر جو مدینہ قیصر (قسطنطنیہ) پر جہاد کرے گا اس کے لئے مغفرت ہے۔
منہاج السنۃ ابن تیمیہ ج ۲ صفحہ ۲۴۵	

اس جہاد کی واپسی پر امیر یزیدؒ نے حج کیا اور امیر الحج کی حیثیت سے لوگوں کو حج کرایا، اس کے بعد دو سال متواتر ۵۱ھ و ۵۲ھ میں بھی امیر حج رہے۔ رد فرد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے اور مدینہ کے دو خاندانوں میں یکے بعد دیگرے رشتہ مناکحت قائم کیا یعنی

Marfat.com

حضرت حسینؓ کی بھتیجی سیدہ ام محمد بنت حضرت عبداللہ بن جعفر طیارؓ ہاشمیؓ سے اور دوسری سریہ حضرت فاروق اعظمؓ کی پردتی سیدہ ام مسکین سے۔

اس نوجوان مجاہد و غازی کی علمی و اخلاقی صلاحیتوں سے صحابہ و تابعین کی ممتاز جماعت بخوبی واقف تھی۔ اس کے پیش نظر خانہ جنگیوں کے اندوہناک حالات بھی تھے جو حضرت عثمان ذی النورین کی مظلومانہ شہادت اور سبائی گروہ کے فتنہ و فساد سے ملت کے اختلال و انتشار کی صورت میں رونما ہوئے تھے۔ امیر المومنین حضرت معاویہؓ کے تدبر و فراست، حلم و کرم، عدل و انصاف اور انتظامی قابلیت کی بدولت حالات بہت کچھ سدھر گئے تھے، قریش و دیگر قبائل عرب کی بڑی اکثریت اموی قیادت کی معترف تھی۔ صحابہ و تابعین نے اس تحریک کا خیر مقدم کیا، ملت اسلامیہ کے فلاح و بہبود اور ان مصالح کے اعتبار سے اس تحریک کی تائید کی اور عالم اسلام کے ہر خطہ کے لوگوں نے بیعت کی

تبایع لہ الناس فی سائر الاقالیم	تمام علاقہ جات میں لوگوں نے انکی (ولیعہدی)
(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۹۱)	کی بیعت کی۔

چند سال بعد رجب ۶۰ھ میں امیر المومنین حضرت معاویہؓ کو سفر آخرت پیش آیا ممالک اسلامیہ کے ہر ہر علاقہ و صوبہ میں ولیعہد خلافت کی بیعت موکد کی گئی۔ سوائے حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ اور حسین بن علیؓ کے جنہوں نے بعد میں دعوی خلافت کیا اور سب نے بیعت کی اس زمانہ میں حجاز و شام و عراق و مصر و یمن و بلاد مغرب (افریقہ) و بلاد مشرق (ایران و ترکستان) میں جا بجا صحابۂ رسول صلعم کی وہ بزرگ ہستیاں موفشاں تھیں جنہوں نے سالہا سال تک شمع نبوت سے براہ راست اخذ نور کیا تھا۔ ان میں سے بہت سوں نے نبی کریم کی معیت میں غزوات میں اور آپ کے بعد جہادوں میں شریک ہو کر باطل قوتوں کا کامیابی سے مقابلہ کرنے کی سعادت حاصل کی تھی وہ کسی حالت پر۔ نہ باطل سے دبنے والے تھے اور نہ کسی جابر کی جبروت کو خاطر میں لاسکتے تھے صحابہ کی اس کثیر تعداد میں سے کسی ایک صحابی نے بھی نہ متفق علیہ خلیفہ وقت کے خلاف خروج و بغاوت کو کسی طرح جائز و مناسب سمجھا اور نہ حضرت حسینؓ کے خروج میں ان کا ساتھ دیا بلکہ ان صحابہ و تابعین نے جو حضرت حسینؓ سے وقتاً فوقتاً ملے انھیں طرح طرح سمجھایا، منع کیا اور خروج سے

Marfat.com

باز رکھنے کی کوششیں کیں۔

وقد کان فی ذلک العصر کثیر من الصحابہ بالحجاز والشام والبصرۃ والکوفہ ومصر وکلھم لم یخرج علی یزید لا وحدۃ لا مع الحسین ولم یقاتلوا مع یزید ایضا بل اعتزلوا ھذہ الفتنۃ اتمام الوفاء فی سیرۃ الخلفاء ص ۱۴

اس زمانہ میں صحابہ کی کثیر تعداد حجاز و شام و بصرہ کوفہ و مصر میں موجود تھی ان میں سے کوئی بھی یزید کے خلاف نہ کھڑا ہوا نہ خود اور نہ حسینؓ کے ساتھ اور نہ انھوں نے یزید کے ساتھ ہو کر قتال کیا بلکہ اس فتنہ سے الگ تھلگ رہے۔

ذیل میں ازواج مطہرات رسول اللہؐ، اصحاب عشرۂ مبشرہ، اصحاب بدر، اصحاب بیعت الرضوان اور دیگر صحابۂ کرام کی فہرست مع مختصر حالات و سنن وفات حروف تہجی کے اعتبار سے درج ہے جو امیر یزیدؒ کی ولایت عہد کے زمانہ نیز زمانہ خلافت میں اور بہت سے ان کے عہد خلافت کے بعد تک بقید حیات تھے۔ ان میں سے کسی ایک صحابی کی کوئی مخالفت یا خروج کی موافقت کسی طرح ثابت نہیں۔

ازواج مطہرات اُمہات المومنین

۱۔ ام المومنین حضرت حفصہؓ متوفی[1] ۵۴ھ یعنی بزمانہ ولیعہدی امیر یزید
۲ " " جویریہؓ " ۵۶ھ " "
۳ " " عائشہ صدیقہ " ۵۸ھ " "
۴ " " ام سلمہؓ " ۵۹ھ " "
۵ " " میمونہؓ " ۶۱ھ " "

[1] ام المومنین حضرت حفصہؓ کا سال وفات عام طور سے ۴۵ھ مشہور ہے لیکن یہ کسی طرح صحیح نہیں بخاری کی ایک روایت کے مضمون سے جہاں انھوں نے اپنے بھائی حضرت عبداللہ عمرؓ کو ہدایت کی تھی کہ جلدی سے جائیں ایسا نہ ہو کہ جانے سے افتراق کی کوئی شکل پیدا ہو جائے اور یہ بات کہنے کے لئے وہ غسل خانہ میں سے اتنی عجلت سے برآمد ہوئیں کہ بال بھی خشک نہ کر پائی تھیں۔ یہ مستفاد ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہؓ کو مدینہ ہی کی کسی مجلس میں بیعت کے لئے بلایا جا رہا تھا۔ نہ سینکڑوں کوس دور دومۃ الجندل کے جلسہ کی شرکت کی غرض سے جیسا کہ عام طور سے کہا گیا ہے۔ حضرت موصوف کے سنہ وفات میں

بقیہ حاشیہ ص ۲۷

اصحاب عشرۂ مبشّرہ

عشرہ مبشّرہ میں سے یہ دو جلیل القدر صحابی امیر یزیدؒ کی ولیعہدی کے زمانہ میں حیات رہے

۱۔ سعد بن ابی وقاصؓ، آپ اموی خاتون بنت طلیق بن سفیان بن امیہ بن عبد شمس کے فرزند سیدہ آمنہ کے ابن عم، رشتہ میں رسول اللہؐ کے ماموں ہیں۔ بدری ہیں جنگ احد میں ایک موقع پر جب آپ کفار پر تیر باری کر رہے تھے۔ آنحضرت صلعم نے آپ سے مخاطب ہو کر فرمایا

ارم فداک ابی وامی وقال ھذا خالی فلیأت کل رجل بخالہ (المعارف صفحہ ۱۰۶ ابن قتیبہ)

(یعنی اے سعد) تیر پھینکے جاؤ۔ میرے ماں باپ تم پر قربان، نیز فرمایا۔ یہ میرے ماموں ہیں اب لائے کوئی اپنا ایسا ماموں۔

سب غزوات نبوی میں شریک رہے اور کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ فاتح ایران ہیں اور ان چھ اصحاب میں سے ہیں جنہیں حضرت فاروق اعظمؓ نے خلافت کے لئے نامزد کیا تھا۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جو فتنہ اٹھا اُن سے قطعاً علیحدہ رہے۔ حضرت علیؓ سے بیعت خلافت نہیں کی۔ جب حضرت حسنؓ نے حضرت معاویہؓ سے بیعت کر لی اور فتنہ دب گیا۔ حضرت سعدؓ بھی اُن کی بیعت میں داخل ہو گئے۔ امیر یزیدؒ کی ولایت عہد کی تحریک سے اختلاف نہیں کیا۔ اس کے پانچ سال بعد ۵۵ھ اور بروایت دیگر ۵۹ھ میں اسّی سال سے زائد عمر میں فوت ہوئے

سخت اختلاف ہے۔ ایک روایت تو یہ ہے کہ ۴۱ھ میں وفات پائی، دوسری یہ کہ ۴۵ھ میں فوت ہوئیں اور تیسری یہ کہ ۲۷ھ میں بزمانۂ خلافت حضرت عثمانؓ انتقال ہوا، آخر الذکر روایت میں کہا گیا ہے کہ جس سال افریقہ فتح ہوا حضرت حفصہؓ کی وفات ہوئی، مگر یہ شدید غلطی ہے حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں بلاد افریقہ میں جہادی سرگرمیاں شروع ہوئیں اور ۵۰ھ میں حضرت معاویہؓ نے عقبہ بن نافع الفہری کو فتح افریقہ کے لئے متعین کیا۔ انھوں نے بلاد افریقہ کو فتح کیا قیروان کا شہر بسایا اس سے دو سال بعد حضرت مروانؓ بن الحکم دوبارہ نائب مدینہ مقرر ہوئے اور یہ ثابت ہے کہ انھوں نے حضرت حفصہؓ کی نماز جنازہ پڑھائی تھی۔ اس اعتبار سے وفات بجائے ۴۵ھ کے ۵۴ھ زاویوں میں قیاس ہے۔ واللہ اعلم شاید چار اور پانچ کے ہندسوں کے تقدم و تاخر سے یہ غلطی ہوئی

Marfat.com

حضرت مروانؓ نے جو عامل مدینہ تھے نماز جنازہ پڑھائی۔ امیر عمر بن سعدؓ جو بزمانہ خروج حضرت حسینؓ صوبہ عراق کے امیر عسکر تھے ان ہی کے فرزند تھے۔

۲۔ **سعید** بن زیدؓ۔ آپ منجملہ اُن چند صحابہ کے ہیں انہوں نے بعثت رسول اللہ صلعم کے بعد ہی اسلام قبول کیا تھا۔ حضرت فاروق اعظمؓ کے ابن عم بھی ہیں اور بہنوئی و برادر نسبتی بھی۔ حضرت عمرؓ کی بہن بی بی فاطمہؓ جو اپنے بھائی سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئیں اور ایک روایت کے مطابق ان ہی کے گھر میں حضرت عمرؓ کو قرآن پاک کی آیات پڑھ کر دیں حقہ سے رغبت پیدا ہوئی تھی حضرت سعیدؓ کی زوجہ تھیں اور ان کی بہن سیدہؓ عاتکہ حضرت عمرؓ کے حبالۂ عقد میں تھیں۔ ان کا پہلا نکاح حضرت عبداللہ بن سیدنا ابوبکر صدیقؓ سے ہوا تھا۔ کے غزوہ طائف میں شہید ہو جانے کے بعد حضرت عمرؓ کی زوجیت میں آئیں۔ حضرت سعیدؓ بدر اور دیگر تمام غزوات میں شریک رہے۔ امیر یزیدؒ کی ولایت عہد کی تحریک کے کچھ عرصہ بعد ۵۱ھ میں مدینہ کے قریب مقام العقیق میں منزل آخرت طے کی مدینہ میں مدفون ہوئے۔ انکی بیٹی عمر بن حسن بن ابی طالب کے حبالہ عقد میں تھیں (جمہرۃ الانساب ابن حزم)

اصحاب بدر

۱۔ **ابوایوب** خالد بن زید انصاریؓ، صحابی جلیل و میزبان رسول اللہ بعد ہجرت مدینہ تشریف آوری کے موقعہ پر رسول اللہ نے کچھ دن ان ہی کے گھر قیام فرمایا تھا بیعت عقبہ میں موجود اور تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ مجاہدین کے زمرہ میں سادات صحابہ کی ایک جماعت جس میں حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ عبداللہ بن عباسؓ نیز عبداللہ بن زبیرؓ اور حسین بن علیؓ بھی شامل تھے۔ سپہ سالار لشکر امیر یزیدؒ کیا تھا جہاد میں حجاز سے طویل سفر اختیار کر کے شریک ہوئی تھی، سیدنا ابوایوب انصاری بھی اس جماعت میں شامل تھے۔ عین موقع جہاد پر لبعارضہ بیمار پڑ گئے ان کو سفر آخرت پیش آگیا۔ آپ نے سپہ سالار لشکر امیر یزیدؒ کو وصیت کی کہ رسول اللہ صلعم کی جو دو حدیثیں مجھ کو یاد آئیں انہیں امت کو پہنچا دیں۔ نیز یہ وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو دشمن کی سرزمین پر جتنی دور لیجا سکو میرا جنازہ لیجا کر دفن کرنا چنانچہ امیر یزیدؒ نے آپ کے حسب وصیت اس مقام پر جہاں آپ کا مزار اور عالیشان مسجد واقع ہے دفن کیا۔

تاریخ زوال رومۃ الکبریٰ کے مشہور مؤلف ایڈورڈ گبن نے بیان کیا ہے کہ پیغمبر اسلام کے ان محترم صحابی کے نماز جنازہ و تدفین کو رومی عیسائیوں نے دوران جنگ میں حیرت و استعجاب سے

Marfat.com

یکھا تھا۔ سنہ وفات واقدی نے ۵۳ھ لکھا ہے اور محدث ابوزرعہ دمشقی نے ۵۵ھ بتایا ہے ابن
ثیر نے ۵۲ھ کے ذیل میں ان کی وفات لکھی ہے لیکن صحیح ۵۳ھ ہے اس بنا پر نیز اس اعتبار
ے کہ امیر یزیدؒ کو وہ عزیز رکھتے تھے۔ ان کی قیادت میں دم واپسیں تک شریک جہاد رہے۔ ان
کا تذکرہ اس فہرست میں درج کیا گیا ہے

۲۔ **ابواسید** مالکؓ بن ربیعہ انصاری الساعدیؓ بدر اور دیگر تمام غزوات میں شریک
ہے فتح مکہ میں اپنی قوم کا جھنڈا اٹھائے ہوئے تھے۔ اٹھتر برس کی عمر میں بزمانہ خلافت امیر یزیدؒ
یعنی ۶۰ھ میں فوت ہوئے۔ الاستیعاب و دیگر کتب سیر و رجال میں ہے کہ:۔

وھو آخر من مات من اھل بدر ۔ یعنی اہل بدر میں سے انکا انتقال سب کے بعد ہوا۔

۳۔ **ابوبردہ** ہانی بن نیار البلوی الحلفیؓ۔ بیعت عقبہ میں موجود تھے، بدر اور دوسرے
تمام غزوات میں بھی شریک رہے۔ فتح مکہ کے دن قبیلہ بنی حارثہ کا جھنڈا ان ہی کے ہاتھ میں تھا
۵۳ھ میں وفات پائی یعنی بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؒ (صلح ۶ البدایہ والنہایہ)

۴۔ **ابوعبداللہ** انصاری اسلمیؓ۔ نام جابر بن عتیک تھا۔ بعض نے سنہ وفات ۶۱ھ
لکھا ہے، یعنی امیر یزیدؒ کے عہد خلافت میں اور دوسروں نے اس سے بعد یعنی ۶۳ھ میں ان کی
وفات لکھی ہے۔ (البدایہ ص ۲۱۳ ج ۸)

۵۔ **ابولبابہ** انصاریؓ: نام بشیر تھا۔ بیعت عقبہ میں موجود تھے، انھیں یہ امتیاز حاصل
تھا کہ رسول اللہ صلعم نے نقیب بنا کر مدینہ بھیجا تھا۔ غزوۂ بدر میں یہ شرف بھی حاصل ہوا کہ
آنحضرت صلعم کے ساتھ اونٹ پر سوار تھے، راستہ میں آپ نے ان کو مدینہ پر اپنا نائب مقرر کر کے
واپس کیا۔ اور مال غنیمت میں مجاہدین کا جس طرح حصہ لگایا گیا ان کا بھی لگایا گیا۔ فتح مکہ کے
دن ان کے ہاتھ میں بھی جھنڈا تھا۔ سنہ وفات میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے ۵۰ھ کے
بعد تک حیات رہے عاش الی بعد الخمسین (الاصابہ) یعنی امیر یزیدؒ کے زمانہ ولیعہدی میں
انتقال ہوا۔

۶۔ **ابوحملہ** بن معاذ بن عفراء انصاریؓ۔ بدر میں اپنے والد کے ساتھ موجود تھے، اس کے
بعد کے غزوات میں بھی شریک رہے۔ امیر المومنین عبدالملک بن مروانؒ کے عہد خلافت میں وفات

Marfat.com

پائی یعنی زمانہ ولیعہدی و خلافت امیر یزیدؒ میں حیات رہ کر اس کے چند سال بعد فوت ہوئے

۷۔ ارقم بن الارقم بن عبد مناف بن اسد مخزومیؓ۔ سابقون الاولون میں سے تھے۔ اور اسلام لانے والوں میں ساتویں۔ ابتداً ان کے ہی گھر رسول اللہؐ اجتماع فرمایا کرتے تھے۔ بدر اور دیگر غزوات میں شریک رہے۔ سن وفات ۵۵ھ ہے۔ بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؒ۔

۸۔ جابر بن عبداللہ بن عمرو انصاری سلمیؓ صحابی بن صحابی۔ ان کے والد نے غزوہ بدر میں جام شہادت نوش کیا۔ اس وقت ان کی عمر سولہ سترہ برس کی تھی۔ اپنے والد کے ساتھ مرقع جنگ پر موجود تھے، اور تیر اٹھا کر دیتے جاتے تھے۔ نوعمری کی وجہ سے بعض اہل سیر نے اصحاب بدر میں ان کا شمار کرنے میں تامل کیا ہے۔ بیعت عقبہ میں بھی اپنے والد کے ساتھ موجود تھے مکثرین میں سے ہیں۔ یعنی حدیث کی روایت کثرت سے کی ہے۔ فتح مکہ میں اپنے قبیلہ کا جھنڈا اٹھائے ہوئے تھے۔ تمام غزوات نبویؐ میں شرکت کا موقع حاصل رہا۔ امیر یزیدؒ کے زمانہ خلافت سے چار سال بعد (ص ۲۲ ج ۹ البدایہ) اور طبری و تاریخ بخاری کے مطابق اس کے بھی بعد فوت ہوئے کان آخر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موتاً بالمدینۃ جابرؓ یعنی مدینہ منورہ میں صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے جن کا سب سے آخر میں انتقال ہوا وہ حضرت جابرؓ تھے ص ۱۳۳ المعارف ابن قتیبہ)

۹۔ حارثہ بن النعمان بن نفیع انصاریؓ۔ بدر اور دیگر مشاہد میں موجود اور غزوہ حنین میں ثابت قدم رہے۔ ۵۳ھ میں وفات پائی یعنی اول زمانہ ولیعہدی امیر یزیدؒ فضلائے صحابہ میں انکا شمار ہے۔

۱۰۔ ربیعہ بن کعب بن مالک ابو فراس اسلمیؓ۔ اصحاب صفہ میں سے تھے۔ سفر و حضر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے، کبھی جدا نہیں ہوتے تھے۔ لا یفارق النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر ولا فی الحضر۔ ۶۳ھ میں بعہد خلافت امیر یزیدؒ انتقال ہوا

۱۱۔ زید بن سہل ابو طلحہ انصاریؓ۔ بیعت عقبہ میں موجود، غزوہ بدر میں شریک تھے اور دیگر غزوات میں جانبازی کے کارہائے نمایاں انجام دیے۔ بڑے تیر انداز تھے۔ جنگ حنین میں جب قبیلہ ہوازن کے تیر انداز جو تیر اندازی میں مشہور تھے۔ تیر باری کر رہے تھے حضرت ابو طلحہ

نے بیس کافروں کو اپنے تیروں کا نشانہ بنا کر ہلاک کیا تھا۔ آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد ملک شام جا کر مقیم ہوئے۔ حضرت فاروق اعظمؓ کے آخر زمانۂ خلافت میں مدینہ واپس آئے، جب حضرت موصوف نے اپنے آخر وقت چھ صحابہ کو خلافت کے لئے نامزد کیا۔ حضرت ابوطلحہؓ کو یہ ہدایت فرمائی تھی کہ انصار کے پچاس آدمیوں کو لے کر ان لوگوں پر متعین رہیں۔ شوریٰ میں اگر اختلاف پیدا ہو چار آدمی ایک طرف ہوں اور دو مخالفت کریں تو ان دو کی گردن مار دیں اور اگر تین برابر ہو تو اس فریق کو قتل کر دیں جس میں عبدالرحمٰن بن عوفؓ شامل نہ ہوں اور اگر تین دن گزر جائیں اور یہ لوگ آپس کے شوریٰ سے کوئی فیصلہ نہ کر سکیں اور فتنہ کی کوئی صورت پیدا ہو جائے تو ان سب کے سر اڑا دیں۔ مگر امت کی بہتری خوش قسمتی تھی کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے ایثار و تدبر سے اختلاف کی صورت نہ پیدا ہوئی۔ حضرت عثمان ذی النورینؓ کا انتخاب بغیر کسی مخالفت کے ہو گیا۔ حضرت ابوطلحہؓ آنحضرت صلعم کی وفات کے چالیس سال تک حیات رہے" عاش بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اربعین سنۃ" الاصابہ، گویا ۵۳ھ میں زمانۂ ولیعہدی امیر یزیدؒ فوت ہوئے۔ المدائنی نے سال وفات ۵۱ھ لکھا ہے۔

(الاستیعاب)

۱۲۔ **سائب** بن خلاد ابوسہلہ انصاری خزرجیؓ۔ غزوۂ بدر اور بعد کے تمام دیگر غزوات میں شریک رہے۔ حضرت امیر معاویہؓ کے عہد مبارک میں یمن کے والی بھی رہے ۷۱ھ میں بعہد امیر المومنین عبدالملکؒ رحلت کی، یعنی امیر المومنین یزیدؒ کی خلافت کے سات سال بعد

۱۳۔ **شداد** بن اوس بن ثابت انصاریؓ۔ حضرت حسان بن ثابت انصاری شاعر اسلام کے بھتیجے، غزوہ بدر اور دیگر غزوات میں شریک رہے۔ آخر زمانہ میں فلسطین میں سکونت اختیار کی تھی۔ ابونعیم کا قول ہے کہ ۶۰ھ میں فوت ہوئے اور دوسری روایت کے مطابق امیر یزیدؒ کے آخر عہد خلافت ۶۴ھ میں انتقال ہوا۔ بڑے بہادر اوصاف حمیدہ سے متصف تھے "وکان من رجال العرب جراۃ ونجدۃ" یعنی عرب کے شجیع و بہادروں میں ممتاز تھے۔ امام بخاری کے قول سے بدری تھے دوسروں نے کہا ہے کہ یہ صحیح نہیں۔

۱۴۔ **عتبان** بن مالک بن عمرو انصاری الخزرجیؓ۔ جمہور کے نزدیک بدری ہیں ابن اسحٰق

Marfat.com

نے ان کا ذکر اہل بدر میں نہیں کیا۔ صحیحین میں ان کی مرویات ہیں۔ حضرت امیر معاویہؓ کے عہد خلافت میں بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؒ وفات پائی، سنہ وفات ۵۱ھ ہے۔

۱۵ عمرو بن امیہ الضمریؓ۔ بدر اور دوسرے تمام غزوات میں شرکت کی۔ بعض نے کہا ہے کہ بیر معونہ جس میں وہ شریک رہے۔ ہر معونہ تھا۔ نبی کریم نے ان کو سلطان نجاشیؓ کے پاس اس غرض سے سفیر بنا کر بھیجا تھا کہ ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ بنت ابوسفیانؓ کے تزویج کا اہتمام کرا کے ان کو اور دوسرے مسلمانوں کو جو ہجرت کر گئے تھے۔ مدینہ لے آئیں۔ حضرت عمرو الضمری کا شمار اہل حجاز میں تھا۔ آنحضرت صلعم نے ان کو اس وقت جبکہ مکہ میں تھے پر گیا تھا، اہل مکہ کے لئے معہ ہدیہ کے ساتھ ابوسفیان بن حرب کے پاس بھیجا تھا۔ بعث رسول اللہ عمرو بن امیہ ایضاً الی ابی سفیان بن حرب بھدیا الی مکۃ وھو معدود فی الحجاز" (معارج الاستیعاب) ان کی وفات کے بارے میں ایک روایت ہے کہ ۵۰ھ میں دوسری روایت کے مطابق امیر یزیدؒ کے اول عہد خلافت یعنی ۶۰ھ میں

۱۶۔ عمرو بن عوفؓ قدیم الاسلام تھے۔ غزوہ بدر میں شریک تھے۔ قرآن شریف کی آیت" تولوا واعینھم تفیض من الدمع" یعنی وہ اس حال میں واپس ہوئے کہ ان پر گریہ طاری تھا کہا گیا ہے کہ ان ہی کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ امیر المومنین حضرت معاویہؓ کے آخر عہد خلافت و بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؒ وفات پائی۔

۱۷۔ کعب بن عمرو ابوالیسر انصاری السلمیؓ۔ بیعت عقبہ میں حاضر تھے اور بدر اور دیگر غزوات میں بھی۔ بہت پستہ قد تھے۔ توند نکلی ہوئی تھی بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عباسؓ کو جو بڑے دراز قد تھے، بدر میں انھوں نے ہی گرفتار کیا تھا۔ مزاح میں ظرافت زیادہ تھی، حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ تجارتی سفر بھی کیا تھا۔ ۵۵ھ میں بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؒ انتقال ہوا

۱۸۔ نعمان بن عمرو بن رفاعہؓ۔ بدر اور دیگر غزوات نبویؐ میں شریک رہے۔ ۵۴ھ میں بزمانہ ولیعہدی امیر یزید فوت ہوئے۔

اصحاب بیعت الرضوان

مندرجہ بالا بدری صحابہ کے علاوہ یہ صحابہ کرام بھی ہیں جنہوں نے ۶ھ میں درخت کے نیچے رسول اللہ صلعم

Marfat.com

سے اس وقت بیعت کی تھی جب سیدنا عثمان ذی النورین رضؓ کے مکہ میں شہید ہو جانے کی خبر مشہور ہوئی تھی۔ جنہیں آنحضرت صلعم نے کفار قریش سے گفتگو کرنے کے لئے وہاں بھیجا تھا۔ یہ حضرات اصحاب الشجرہ بھی کہلاتے ہیں، ان ہی کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی تھی، اور ان کو بشارت کامیابی دی گئی تھی اور ان ہی پر سکینہ نازل کیا گیا تھا لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم فانزل السکینۃ واثابھم فتحا قریبا ط ان میں سے سوائے ایک دو کے سب امیر یزیدؒ کے عہد خلافت میں اور اس کے بعد تک حیات تھے۔ اور سب نے امیر موصوف سے خلافت کی بیعت کی، بعض نے حضرت حسینؓ کو خلیفہ وقت کے خلاف خروج کرنے سے روکا، منع کیا اور ان کے اقدام خروج کو امت میں تفرقہ ڈالنے سے تعبیر کیا۔

۱۔ **ابو ثعلبہ** بن جرثمؓ بیعت الرضوان میں موجود اور غزوہ حنین میں شریک رہے رسول اللہؐ کی وفات کے بعد ملک شام میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ وہیں ۷۵ھ میں رحلت کی اُن کے بھائی عمر بن جرثم بھی صحابی تھے

۲۔ **ابو رزمہ** اسلمیؓ بیعت الرضوان میں موجود تھے۔ حضرت معاویہؓ کے ساتھ افریقہ کے جہادوں میں شریک رہے۔ امیر یزیدؒ کے عہد خلافت میں قیروان (مراکش) میں فوت ہوئے۔

۳۔ **ابو الضبین** الجہنیؓ۔ واقدی کے قول کے مطابق بیعت الرضوان میں موجود تھے آخر عہد خلافت حضرت معاویہؓ میں بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؒ فوت ہوئے

۴۔ **ثابت** بن ضحاک انصاری خزرجیؓ، بخاری و ترمذی کی روایت کے مطابق غزوہ بدر میں شریک اور بیعت الرضوان میں موجود تھے یہ حدیث ان سے مروی ہے من حلف علی یمین بکفر فھو کما قال۔ یعنی جو شخص کسی مومن پر کفر کا اتہام لگائے وہ خود ہی ایسا ہوگا امیر یزیدؓ کی خلافت کے آخری ایام میں ۶۴ھ میں فوت ہوئے۔

۵۔ **سلمہ** بن عمرو بن الاکوع بن سنان اسلمیؓ۔ بڑے جانباز شہسوار و تیر انداز تھے۔ ایک موقع پر ان کی انگلی زخمی ہو گئی تھی۔ اسے مخاطب کر کے یہ شعر کہا تھا ؎

Marfat.com

ھل انت الا اصبعٌ دمیت وفی سبیل اللہ ما لقیت

یعنی تو ایک انگلی ہی تو ہے جو لہولہان ہوئی۔ اللہ کی راہ میں ہی تو تجھے یہ حادثہ گزرا کسی غزوہ میں نبی کریمؐ کی انگشت مبارک بھی زخمی ہوئی تھی تو آپ نے حضرت سلمہؓ کا یہی شعر پڑھا تھا (بخاری ج ۱ جز ۱۱) فضلائے صحابہ میں سے تھے۔ کچھ عرصہ تک مدینہ منورہ کے مفتی بھی رہے امیر یزید کی خلافت کے تقریباً دس سال بعد ۶۴ھ میں رحلت کی۔

۶۔ **عائذ** بن ثعلبہ بن دبرہ البلویؓ بیعت الرضوان میں موجود تھے۔ فتح مصر میں شریک رہے ۵۳ھ میں بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؒ جہاد روم میں شہادت پائی۔

۷۔ **عبداللہ** بن ابی حدرد اسلمیؓ۔ صحابی بن صحابی۔ بیعت الرضوان میں موجود اور دیگر مشاہد میں شریک رہے۔ آنحضرتؐ نے دو مرتبہ سریہ پر متعین کیا تھا۔ بعمر ۸۱ سال ۷۰ھ میں فوت ہوئے۔ بعض نے ان کے فرزند المقعقاع کو بھی صحابہ میں شمار کیا ہے۔

۸۔ **عبداللہ** بن عمر فاروقؓ قرشی العدوی۔ صحابی بن صحابی۔ حضرت فاروق اعظمؓ کے قابل فرزند اور اپنے زمانہ کے امام الفقہاء غزوہ خندق کے وقت پندرہ سولہ سال کی عمر تھی اس لئے آنحضرتؐ نے شرکت جنگ کی اجازت نہیں دی تھی۔ بعد کے اکثر غزوات میں شریک رہے۔ بیعت الرضوان میں موجود تھے اور سب سے اول انھوں ہی نے بیعت کی تھی، صحابہ کی تعداد ۱۴۱۵ تھی وکان اول من بایع عبداللہ بن عمرؓ (المعارف ابن قتیبہ ص ۱۱۱) بڑے عابد زاہد، عالم ومتقی بزرگ تھے، شہادت عثمانؓ کے بعد جو فتنے اٹھے ان سے قطعاً الگ تھلگ رہے۔ حضرت علیؓ کی بیعت خلافت میں چونکہ قاتلین عثمانؓ پیش پیش تھے انھوں نے بیعت نہیں کی جب مسلمانوں کے دو متحارب جماعتوں میں صلح ہو گئی اور حضرت حسنؓ کے بیعت حضرت معاویہؓ میں داخل ہو جانے کے بعد فتنہ جاتا رہا۔ حضرت عبداللہؓ نے بھی جمہور مسلمین کا ساتھ دیا۔ حضرت امیر معاویہؓ سے بیعت کی پھر جب امیر یزید کی ولیعہدی کی تحریک ہوئی آپ نے تفرق کے بجائے اتحاد ملی کو ترجیح دی۔ امیر یزیدؒ کی خلافت کی نہ صرف بیعت کی بلکہ اس پر مستقیم رہے اور اپنے اہل خاندان کو بھی مستقیم رکھا۔ حضرت حسینؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ کو خلیفہ وقت کے خلاف خروج کرنے سے منع کیا۔ اور جماعت مسلمین میں تفرق اندازی سے باز رکھنے پر نصیحتیں کیں اور فرمایا اتقیا اللہ ولا تفرقا جماعۃ المسلمین (ص ۱۱۱

ج مری) یعنی تم دونوں اللہ سے ڈرو اور مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ مت ڈالو سنین عمر کے اعتبار سے حضرت ابن عمرؓ حضرت حسینؓ سے اٹھارہ انیس برس بڑے تھے۔ حضرت حسینؓ کے ساتھ کھیل کود کی فرمائش کی جو کہانی عوام میں مشہور ہے وہ محض لغو ہے۔ اہل مدینہ کے اقدام بنو امیہ کے سخت خلاف تھے۔ ابن زبیرؓ سے بیعت نہیں کی۔ امیر المومنین عبدالملک بن مروانؓ سے بیعت کی اور ان ہی کے عہد مبارک یعنی ۷۳ھ میں رحلت کی۔ آپ کے بعض احوال اس کتاب میں دوسری جگہ درج ہیں۔

۹۔ **عبداللہ بن مغفل المزنی**۔ فضلائے صحابہ میں سے تھے۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے اہل بصرہ کی دینی تعلیم کے لئے بصرہ بھیجا، وہیں سکونت اختیار کی بیعت الرضوان میں موجود تھے امیر یزیدؒ کے عہد خلافت ۶۱ھ میں منزل آخرت طے کی۔

۱۰۔ **عبداللہ بن یزید خطمی انصاریؓ**۔ صحابی بن صحابی کان قد شهد بیعت الرضوان وما بعدها (الاصابہ) یعنی بیعت الرضوان اور اس کے بعد کے غزوات میں شریک رہے۔ کوفہ میں سکونت تھی۔ ابتداً حضرت علیؓ کے طرفداروں میں تھے۔ ان کی شہادت کے بعد حضرت امیر معاویہؓ کی بیعت میں داخل ہو گئے۔ امیر یزیدؒ کی خلافت کے زمانہ میں حیات تھے۔ اس کے پانچ چھ سال بعد فوت ہوئے۔ ان کے اخلاف میں مشہور محدث ابوموسیٰ اسحٰق ہوئے۔

۱۱۔ **علقمہ بن الاخطب انصاریؓ**۔ بنی کریمؐ کے اکیس غزوات میں سے تیرہ میں شریک رہے۔ قیام بصرہ میں تھا۔ آنحضرت صلعم کی دعا کی برکت تھی کہ سو برس کی عمر میں بھی چہرہ کی تابانی بحال تھی۔ امیر یزیدؒ کی خلافت کے زمانہ میں موجود تھے۔ اس کے چھ سال بعد رحلت کی

۱۲۔ **فضالہ بن عبید انصاریؓ**۔ غزوات میں شریک تھے۔ رسول اللہؐ کی وفات کے بعد حضرت امیر معاویہؓ کے پاس دمشق چلے گئے۔ وہاں کے عہدہ قضا کی خدمات انجام دیں پھر جب امیر معاویہؓ نے ۴۸ھ میں رومیوں کے خلاف جہاد کیا۔ تو حضرت فضالہؓ ایک فوج کے سردار کی حیثیت سے اس میں شامل ہوئے اناطولیہ کے علاقہ پر تسلط کر کے بزنطینی حکومت کے ایشیائی صدر مقام کلیدان (CALCIDON) کو فتح کیا۔ بڑے [illegible] گزار بزرگ تھے۔ ایک روایت کے مطابق آخر عہد خلافت حضرت امیر معاویہؓ میں اور دوسری روایت

Marfat.com

کے مطابق امیر یزیدؒ کے عہد خلافت کے چند سال بعد ۶۹ھ میں منزل عقبیٰ طے کی۔

۱۴۔ **مغیرہ** بن شعبہ بن عامر بن مسعود بن معتب الثقفیؓ۔ آنحضرتؐ کی پھوپی ام عمرو بنت المقوم بن عبد المطلب کے پوتے اور آنحضرت صلعم کے ماموں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے داماد تھے۔ ایک زوجہ ان کی حضرت ابو سفیانؓ کی دختر آمنہ بھی تھیں۔ ان کے بنو اعمام میں امیر الحجاج بن یوسف بن الحکم اور ان کے بھتیجے محمد بن القاسم بن محمد بن الحکم فاتح سندھ تھے۔ سیدنا مغیرہؓ صحابی جلیل تھے۔ غزوہ خندق کے موقع پر اسلام لائے۔ بیعت الرضوان میں موجود تھے عجمی دربار میں یہی سفیر ہو کر گئے تھے۔ اور رستم سے بھرے دربار میں اسلام کی برتری پر گفتگو کی تھی یمامہ یرموک و شام کے علاوہ ابتدائی فتوحات عجم قادسیہ و نہاوند میں شرکت کی اور کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے بصرہ کی حکومت پر فائز کیا۔ انہوں نے اہواز و ہمدان و ماہ نہاوند و دینور و اصبہان وغیرہ مقامات فتح کئے۔ دیوان بصرہ اول اول انہوں نے ہی مرتب کیا تھا حضرت عمر فاروقؓ نے زیاد بن ابو سفیان کو سب سے اول ان کا کاتب (سکرٹری) مقرر کیا تھا۔ بعد میں کوفہ کے عامل بھی رہے۔ کہا جاتا ہے کہ کان المغیرۃ مطلاقاً یعنی مغیرہ بہت طلاق دینے والوں میں سے تھے۔ اسّی نکاح کئے تھے۔ خلفائے عرب میں امتیازی شان رکھتے تھے۔ خدمات جلیلہ بہت سی انجام دیں۔ امیر یزیدؒ کی عمدہ صلاحیتوں کے اعتماد سے ان کی ولیعہدی کا مسئلہ سب سے پہلے انھوں نے ہی پیش کیا تھا۔ سال رحلت کے بارے میں اختلاف ہے ۴۹ھ اور ۵۰ھ بھی سال وفات بتایا گیا ہے۔ عوانہ نے ہشام بن عبید کی سند سے ۵۱ھ لکھا ہے (طبری ص ۱۳ ج ۶)

دیگر صحابہ کرام

۱۔ **ابو ادریس** الدوسی حجازیؓ۔ صحابی و راوی حدیث ہیں حضرت شیخین اللہ دینؓ کے بارے میں آنحضرت صلعم کا یہ ارشاد ان ہی سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا الحمد للہ الذی ایدنی بھما (اللہ کا شکر ہے جس نے ان دونوں یعنی ابو بکرؓ و عمرؓ کے ذریعہ میری امداد کرائی) ذوالحلیفہ میں سکونت تھی۔ امیر معاویہؓ کے آخر عہد خلافت یعنی زمانہ ولیعہدی امیر یزیدؓ فوت ہوئے۔

۲۔ **ابو امامہ** الباہلی نام نامی صدی بن عجلان تھا، راوی حدیث ہیں۔ قرآن پاک

Marfat.com

کی آیت فان اللہ ھو مولہٗ وجبرائیل وصالح المومنین کی تفسیر میں صالح المومنین سے مراد ابوبکرہؓ و عمرؓ بیان فرمایا کرتے تھے ملک شام میں سکونت تھی وہیں خلافت امیر یزیدؒ کے چند سال بعد بعمر ۹۱ سال انتقال ہوا وہو آخر من مات بالشام من اصحاب رسول اللہ (الاصابہ) یعنی اصحاب رسول اللہ میں ملک شام میں جن کا انتقال ہوا سب سے آخری تھے۔

۳۔ ابوبرزہ الاسلمیؓ نضلہ بن عبید نام تھا کنیت سے مشہور ہیں۔ غزوہ خیبر و فتح مکہ و غزوہ حنین میں شریک تھے خراسان کے جہادوں میں شرکت کی۔ کچھ عرصہ مرو میں بھی قیام رہا پھر بصرہ آکر مقیم ہوئے وہیں حضرت معاویہؓ کی وفات سے کچھ قبل ۶۰ھ میں اور بقول دیگر امیر یزیدؒ کے عہد خلافت کے آخری سال ۶۴ھ میں فوت

۴۔ ابوبشیر انصاریؓ۔ متعدد سفروں میں آنحضرت صلعم کے ساتھ رہنے کا شرف حاصل کیا۔ امیر یزید کے آخر عہد خلافت میں بعد واقعہ حرّہ فوت ہوئے (الاستیعاب)

۵۔ ابوبکرہ الثقفیؓ۔ غزوہ طائف کے ایام میں اسلام لائے۔ آنحضرت صلعم نے جب طائف کا محاصرہ کیا تو یہ اعلان کرادیا تھا کہ جو عبد (غلام) ہمارے پاس چلا آئیگا وہ آزاد سمجھا جائے گا۔ چنانچہ ابوبکرہ جو عرب کے مشہور طبیب الحرث بن کلدہ بن عمرو بن علاج کی طرف منسوب ہوکر "ابوبکرہ بن الحرث بن کلدہ" مشہور تھے، رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوکر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ اور اس کے بعد سے ہمیشہ اپنے کو "مولائے رسول اللہ" کہا کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی والدہ کا نام سمیہ تھا جو امام ابو محمد عبداللہ بن مسلم القتیبہ (المعارف صـ۱۲۵) کے مطابق ایک عجمی خاتون اہالیان زندرود سے تھی، جسے شہنشاہ کسریٰ نے یمن کے بادشاہ ابنی الخیر کو ہبہ کردیا تھا۔ یہ بادشاہ جب ایران سے یمن جاتا ہوا طائف سے گزرا، یہاں بیمار پڑگیا الحرث بن کلدہ کے علاج معالجہ سے صحتیاب ہوا، اپنی کنیز سمیہ کو اس نے طبیب کو دے دیا۔ طبیب خود عقیم (لاولد) تھا۔ اس کے غلام مسروح سے دو بیٹے نافع اور نفیع یعنی ابوبکرہ پیدا ہوئے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مسروح کے بعد سمیہ عہد جاہلیت میں سردار قریش ابوسفیانؓ بن حرب کے نکاح مقت میں آئی۔ "نکاح مقت" متعہ کی دوسری شکل تھی۔ اس خاتون کے بطن سے زیاد بن ابوسفیانؓ پیدا ہوئے۔ لیکن سب سے قدیم نساب ابوالیقظان متوفی سنہ ۱۹۰ھ کا یہ قول ابن قتیبہ متوفی سنہ ۲۷۶ھ نے کتاب المعارف میں لکھا کہ حضرت زیاد بن ابی سفیانؓ کی ماں

Marfat.com

اسماء بنت الاعور قبیلہ بنی عشیمی بن [illegible] تھیں (۱۵) ابوبکرہ نے بعد میں بصرہ میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ چالیس بیٹے بیٹیاں تھیں۔ بیٹیوں پوتوں نواسوں کی تعداد اُن کی زندگی میں سو سے زائد تھی۔ سب بیٹے لائق ہوئے، ان میں سے عبید اللہ بن ابی بکرہ پہلے شخص تھے جو قرآن شریف کی قرأۃ لحن کے ساتھ کرتے ان کے اخلاف میں عبداللہ بن عمر بن عبداللہ المذکور امیر المومنین ہارون الرشید عباسیؒ کے قاری تھے، جو اپنے اس جوہر کی وجہ سے معروف و مشہور تھے۔ (بصرہ بقاری امیر المومنین (المعارف ص۳۳۲) ابوبکرہؓ کا انتقال امیر معاویہؓ کی تحریک ولیعہدی کے بعد ۵۱ھ میں ہوا۔

۶۔ **ابوجہم** بن حذیفہ القرشیؓ۔ نام عبیداللہ، کنیت ابوجہم تھی، آنحضرت صلعم نے اُن کو حُنین کے مال غنیمت پہلے دراس کے بعد دیگر صدقات پر مقرر کیا تھا۔ علم انساب کے ماہر تھے اور ان چند صحابہ میں سے تھے جنہوں نے خلیفہ شہید مظلوم حضرت عثمانؓ کے لاش کو دفن کیا تھا۔ ان کے ساتھ حکیم بن حزامؓ جبیر بن معظمؓ۔ نیاز بن مکرمؓ۔ عبداللہ بن زبیرؓ وغیرہ بھی دفن میں شریک تھے۔ آخر عہد خلافت امیر معاویہؓ میں اور دوسرے قول کے مطابق فتنہ ابن الزبیرؓ کے ایام میں فوت ہوئے۔

۷۔ **ابوحثمہ** انصاریؓ۔ جنگ احد میں راہبری کی خدمات انجام دیں۔ اور اس کے بعد کے غزوات میں شریک رہے۔ آخر عہد خلافت امیر معاویہؓ دنبرانہ ولیعہدی امیر یزیدؒ وفات پائی۔

۸۔ **ابوحدرد** اسلمیؓ۔ نام سلامہ بن عمیر بن ابی سلمہ تھا تھا۔ ان کو، ان کے فرزند عبداللہ کو اور ان کی بیٹی ام الدرداء الکبریٰ کو جو بڑی فاضلہ و عابدہ تھیں شرف صحابیت حاصل تھا حضرت ابوحدردؓ نے طویل عمر پاکر آخر خلافت امیر معاویہؓ میں رحلت کی۔

۹۔ **ابوسعید** انصاریؓ۔ شرف صحابیت سے مشرف۔ خود بھی بڑے بہادر تھے۔ اور ان کی زوجہ حضرت اسماء بنت یزید بن السکن بھی جو صحابیہ تھیں، ایسی نڈر اور بہادر خاتون تھیں کہ جنگ یرموک کے ایک موقع پر نو رومی کفار کو انہوں نے اپنے ڈنڈے سے ہلاک کیا تھا۔ حضرت ابوسعیدؓ امیر المومنین عبدالملکؒ کے عہد خلافت تک حیات رہے۔

۱۰۔ **ابوسعید** بن المعلیؓ۔ آنحضرت صلعم کا یہ ارشاد ان سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ

ان لوگوں سے کسی کی صحبت اور مدد کا میں ممنون نہیں سوائے ابوبکرؓ کے۔ امیر یزیدؒ کے آخر عہد خلافت ۶۴ھ میں فوت ہوئے۔

۱۱۔ **ابوسعید المقبریؓ**۔ نام کیسان تھا۔ اور بنی لیثؔ کے موالی میں سے تھے۔ بعض اہل سیر نے ان کا شمار تابعین میں کیا ہے۔ دوسروں نے صحابی بتایا ہے۔ خلیفہ الولید اموی رح کے زمانہ تک حیات رہے۔

۱۲۔ **ابوسنان** العبدیؓ۔ اپنی قوم کے وفد کے ساتھ رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان کے چہرہ پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی۔ بڑے شریف اور وجیہہ تھے ۹۱ھ میں فوت ہوئے۔

۱۳۔ **ابوشیبہ** الخدریؓ۔ راوی حدیث ہیں۔ قسطنطنیہ کے جہاد میں امیر یزیدؒ کے لشکر میں شامل تھے۔ وہیں منزل عقبیٰ طے کی۔ وفات سے پہلے لوگوں کو جو ان کے پاس جمع ہو گئے تھے۔ رسول صلعم کا یہ ارشاد سنایا۔ آپ نے فرمایا من شھد ان لا الہ الا اللہ مخلصا بہا قلبہ دخل الجنۃ یعنی جس کسی نے خلوص قلب سے اس کی شہادت دی کہ اللہ کے سوائے کوئی اور معبود نہیں وہ جنت میں داخل ہوگا۔

۱۴۔ **ابوعامر** الاشعریؓ۔ قبائل یمن سے جو صحابہ ملک شام میں جا کر مقیم ہوئے یہ بھی ان میں سے تھے، امیر المومنین عبدالملکؒ کے عہد میں فوت ہوئے۔

۱۵۔ **ابوالعالیہ** الریاحیؓ۔ ابونعیم نے ان کو صحابی بتایا ہے۔ اور دوسروں نے کبار تابعی۔ یہ بھی کہا ہے کہ تابعین میں سب سے بڑے عالم قرآن تھے۔ ۹۰ھ میں امیر یزیدؒ کی خلافت کے کوئی ۲۵ برس بعد وفات پائی

۱۶۔ **ابوعنبہ** الخولانیؓ۔ رسول اللہ صلعم کے ساتھ قبلتین کی نمازیں پڑھنے کی سعادت پائی۔ ملک شام میں سکونت تھی۔ طویل عمر پا کر ۱۰۰ھ میں فوت ہوئے۔

۱۷۔ **ابوالعیال** بن ابی عتبہ الہذلیؒ۔ جاہلیت اور اسلام دونوں کا زمانہ پایا۔ خلافت فاروقی کے جہادوں میں حصہ لیا۔ مصر میں سکونت تھی۔ رومیوں کے خلاف امیر یزیدؒ کے ساتھ قسطنطنیہ کے جہاد میں بھی شریک ہوئے۔ شاعر تھے، اور جہاد قسطنطنیہ کے بارے میں ایک قصیدہ لکھ کر امیر

Marfat.com

المومنین معاویہؓ کی خدمت میں بھیجا تھا (الاصابہ)

۱۸۔ **ابوعیاش** الزرقیؓ۔ نام زید بن الصامت ہے غزوہ احد اور دوسرے غزوات میں شرکت کی صلوٰۃ الخوف کے بارے میں حدیث ان سے مروی ہے ۵۱ھ میں بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؓ وفات پائی۔

۱۹۔ **ابولغادیہ** الجہنیؓ۔ آنحضرت صلعم کے ساتھ صلح حدیبیہ میں موجود تھے اور آپ کے خطبہ حجۃ الوداع کے بعض فقرات ان سے مروی ہیں۔ خصوصاً آپ کا یہ ارشاد الا لا ترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض (یعنی خبردار! میرے بعد تم کافر کی طرح نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو) حضرت عثمانؓ کے خاص طرفداروں میں تھے عمر طویل پائی۔ حجاج بن یوسف کے زمانہ میں فوت ہوئے

۲۰۔ **ابوفراس** الاسلمیؓ۔ نام ربیعہ بن کعب ہے۔ اصحاب صفہ میں سے تھے۔ امیر یزیدؒ کے آخر عہد خلافت ۶۳ھ میں انتقال ہوا۔ بعض نے اہل بدر میں ان کا شمار کیا ہے اس لئے دو جگہ نام درج ہوا۔

۲۱۔ **ابوقتادہ** بن ربعی الانصاریؓ۔ بڑے شہسوار تھے، فارس رسول اللہ خطاب تھا۔ بدر کے سوا کے دیگر تمام غزوات میں شریک رہے۔ حدیثوں کو کثرت سے روایت کرنے سے لوگوں کو منع کرتے اور فرماتے کہ آنحضرت صلعم نے جھوٹی حدیث بیان کرنے والوں کو جہنم کی وعید سنائی ہے۔ سنہ وفات میں اختلاف ہے، بعض نے ۵۴ھ بیان کیا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ ۵۸ھ اور ۶۰ھ کے درمیان کسی سال فوت ہوئے۔ چنانچہ بعض جگہ یہ تصریح بھی ملتی ہے کہ ۵۸ھ میں وفات پائی۔ (الاستیعاب)

۲۲۔ **ابوقیس** الجہنیؓ۔ فتح مکہ میں آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے۔ آخر عہد خلافت امیر معاویہؓ یعنی بزمانہ ولیعہدی امیر یزید فوت ہوئے۔

۲۳۔ **ابوکاہل** الاحمسیؓ۔ راوی حدیث ہیں۔ کوفہ میں سکونت تھی۔ طویل عمر پاکر حجاج بن یوسف ثقفی کے زمانہ میں وفات پائی۔

۲۴۔ **ابولیلیٰ** النابغہ الجعدیؓ۔ شرف صحابیت سے مشرف تھے، ایک مرتبہ رسول اللہ

Marfat.com

صلعم کو اپنا کچھ کلام سنایا۔ آپ نے شکر فرمایا۔ احسنت یا ابوالملیح۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے ایام میں فوت ہوئے۔ یعنی امیر یزیدؒ کی خلافت کے چند سال بعد۔

۲۵۔ **ابو محذورہ** القرشی الجمحی۔ غزوہ حنین میں اسلام لائے۔ نبی صلعم نے موذن کی خدمت سپرد کی بعد وفات رسول اللہ صلعم مکہ میں مقیم ہوئے۔ ان ہی کے نسل میں مسجد حرم کے موذن کا عہدہ متوارث رہا ۵۹ھ میں بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؒ وفات پائی۔

۲۶۔ **ابوہریرہ** الدوسیؓ۔ نام و نسب عمیر بن عامر یا عبداللہ بن عامر ہے۔ کنیت سے زیادہ مشہور ہیں۔ رسول اللہ کی خدمت میں اکثر و بیشتر حاضر رہتے۔ حضرت عثمانؓ کا جب باغیوں نے محاصرہ کر رکھا تھا۔ حضرت ابوہریرہؓ مکان کی حفاظت کے لئے دروازہ پر مسلح موجود تھے حضرت علیؓ سے بیعت نہیں کی۔ بہت سی حدیثیں ان سے مروی ہیں ۵۹ھ میں بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؒ رحلت کی۔ ولید بن عتبہ بن ابوسفیانؓ عامل مدینہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ امیر المومنین معاویہؓ نے ان کے پس ماندگان کے لئے دس ہزار درہم عطیہ ارسال کیا۔

۲۷۔ **ادہم** بن محرز الباہلی ابومالکؓ۔ جاہلیت و اسلام دونوں کا زمانہ پایا۔ معمرین صحابہ میں ان کا شمار کیا گیا ہے۔ امیر المومنین عبدالملکؒ کے زمانہ تک حیات رہے۔

۲۸۔ **ارطاۃ** بن زفر المزنیؓ۔ ان کی والدہ کا نام متمیہ تھا، اس لے ارطاۃ بن متمیہ سے زیادہ مشہور تھے۔ انھوں نے بھی جاہلیت اور اسلام دونوں زمانے پائے۔ شاعر بھی تھے۔ امیر المومنین عبدالملکؒ کے عہد خلافت تک حیات رہے۔

۲۸۔ **اسامہ** بن زید بن حارثہ الکلبیؓ۔ حِبّ رسول اللہ یعنی "رسول اللہ کے محبوب" کہلاتے تھے، آپ کے محبوب اور متبنیٰ حضرت زیدؓ کے اور آپ کی دایہ حضرت برکہ ام ایمنؓ کے لخت جگر تھے۔ بچپن سے نبی صلعم کے آغوش محبت و دامن تربیت میں رہے۔ اپنی وفات سے چند دن پہلے کہ اسامہؓ کی عمر اس وقت بیس ۲۰ سال کے قریب تھی۔ آنحضرت صلعم نے انھیں اس فوج کا سردار مقرر کیا تھا۔ جو ان کے والد ماجد حضرت زیدؓ اور دیگر شہدائے جنگ موتہ کا جن میں حضرت علیؓ کے بڑے بھائی جعفر طیارؓ بن ابی طالب بھی شامل تھے، رومیوں سے بدلہ لینے کے لئے مستعد ہوئی تھی۔ ابھی فوج کی روانگی نہ ہونے پائی تھی کہ رسول اللہ صلعم کی علالت نے

Marfat.com

شدت اختیار کی۔ آپ کی وفات اور تدفین کے بعد خلیفہ رسول اللہ حضرت صدیق اکبرؓ نے اس لشکر کی روانگی کا حکم دیا۔ اسامہؓ نے یہ مہم کامیابی سے انجام دی اور اس کامیابی کا خاص اثر ردہ پر بھی پڑا چالیس روز کے بعد اسامہؓ کا لشکر جب واپس مدینہ آگیا، حضرت صدیق اکبرؓ نے اسامہؓ کو مدینہ کا حاکم مقرر کیا اور بنفس نفیس مرتدین کے خلاف ذوالقصہ ہوتے ہوئے پرگنہ ربذہ کے مقام ابرق تک گئے جہاں دشمن سے مقابلہ ہو کر فتح حاصل ہوئی۔ حضرت علیؓ بھی اس مہم میں خلیفہ رسول اللہ کے ساتھ تھے۔ حضرت عمر فاروق اعظمؓ کو بھی اسامہؓ سے بہت محبت تھی اور ان کی بڑی قدر کرتے۔ سلام کرتے تو یا ایہا الامیر فرماتے یوں تو فتح خیبر کے بعد سے ہی ان کو وظیفہ ملتا تھا۔ مگر حضرت فاروق اعظمؓ نے ۲۰ھ میں جب سالانہ وظائف مقرر کئے تو اسامہ کا چار ہزار درہم سالانہ وظیفہ اہل بدر کے برابر بوجہ اس محبت کے مقرر کیا جو آنحضرت صلعم کو ان سے تھی۔ قانون شریعت کے روبرو چھوٹے بڑے یا رشتہ و نسب کا مطلق کوئی امتیاز نہیں، اس کی ایک روشن مثال حضرت اسامہؓ کے ایک واقعہ سے ملتی ہے۔ بخاری و دیگر کتب احادیث میں عروہ بن الزبیرؓ سے مروی ہے کہ کسی ایک موقع پر ممتاز گھرانے کی ایک عورت نے جس کا نام فاطمہ تھا سرقہ کا ارتکاب کیا۔ اس کی قوم کے لوگوں نے حضرت اسامہؓ کی خوشامد کی کہ رسول صلعم سے سفارش کریں کہ سزا میں ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ اسامہؓ نے اس بارے میں جب عرض کیا۔ آپ کا چہرہ ناگواری سے متغیر ہو گیا اور فرمایا کیا تم حدود اللہ میں مجھ کو روکنا چاہتے ہو پھر نماز عشاء کے بعد آپ نے خطبہ دیا جس میں فرمایا:۔

اما بعد فانما هلك الناس قبلكم انهم كانوا اذا سرق فيهم الشريف تركوا واذا سرق فيهم الضعيف اقاموا عليه الحد. والذى نفس محمد بيده لو ان فاطمه بنت محمد سرقت لقطعت يدها

لوگو یاد رکھو تم سے پہلے کے لوگ یوں ہلاک ہوئے کہ جب ان میں کوئی شریف چوری کرتا اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی ضعیف چوری کرتا اسے سزا دیتے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے اگر محمدؐ کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرے تو ضرور اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔

اسامہؓ کو حضرت عثمان غنیؓ نے ۳۴ھ میں بصرہ بھیجا تھا کہ وہاں کے حالات کی تحقیق

کرکے رپورٹ دیں، انہوں نے وہاں کے انتظام میں کوئی خرابی نہیں پائی۔ خلیفہ شہید مظلوم کی شہادت کے بعد چونکہ قاتلین حضرت علیؓ کی بیعت خلافت میں پیش پیش تھے۔ حضرت اسامہؓ نے بیعت کرنے سے صاف انکار کردیا اور اپنے خیال کا اظہار بھی کردیا جس پر سبائی لیڈر مالک الاشتر نے ان پر حملہ بھی کیا تھا۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے بچالیا۔ اس کے بعد وہ وادی القریٰ میں مقیم ہوگئے پھر کچھ دن بعد حضرت معاویہؓ کے پاس دمشق چلے گئے۔ تمام فتنوں سے الگ رہے۔ ان کی سیاسی زندگی بے داغ رہی۔ آخر میں ملک شام سے واپس مدینہ منورہ آگئے تھے۔ مقام جرف میں ۵۴ھ یا ۵۹ھ میں بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؒ فوت ہوئے۔ ان کی ایک زوجہ آنحضرت صلعم کی چچری بہن سیدہ درہ بنت ابی لہب بن عبدالمطلب تھیں (ص ۴۵۰ کتاب المحبر) جو الحارث بن عامر اور حضرت دحیہؓ کلبی کے بعد ان کے عقد میں آئیں۔ حضرت اسامہؓ کے تین بیٹے محمد، حسن و زید تھے۔ جن کی نسل میں متعدد محدثین ہوئے۔

۳۰۔ اسماء بن حارثہ بن سعید اسلمیؓ۔ اصحاب صفہ میں سے تھے۔ رسول اللہ صلعم کی خدمت میں اکثر حاضر رہتے اور خدمت کرتے۔ آپ کی وفات کے بعد بصرہ میں سکونت اختیار کی اور وہیں امیر زیاد بن ابی سفیانؓ کے عہد حکومت میں اور ابن سعد کے قول کے مطابق اس کے بعد فوت ہوئے۔

۳۱۔ اسماء بن خارجہ بن حصین الفزاری ابو حسان الکوفیؓ۔ اپنے والد اور چچا کے ساتھ ان [illegible] اصل تھا۔ ابن حبان نے سنہ وفات ۶۵ھ تحریر کیا ہے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ امیر المومنین عبدالملکؒ کے ایام خلافت میں ان کے پاس گئے خلیفہ نے ان کا اکرام کیا ان ہی کے عہد میں وفات پائی۔

۳۲۔ اسلم مولیٰ عمرؓ۔ نبی صلعم کے دو سفروں میں ساتھ رہے تھے۔ آپ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ نے ان کو آزاد کردیا۔ ایک سو چودہ برس کی طویل عمر میں بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؒ انتقال ہوا۔ امیر مدینہ حضرت مروانؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

۳۳۔ الاسود بن ہلال المحاربی ابو سلام الکوفیؓ۔ جاہلیت اور اسلام دونوں کا زمانہ پایا۔ صحیحین میں ان کی مرویات ہیں۔ امیر حجاج بن یوسف ثقفی کے زمانہ میں اور دوسری روایت

کے مطابق ۸۴ھ میں فوت ہوئے۔

۳۴۔ الاسود بن یزید بن قیس النخعی ابو عمرؒ ادرک النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام مسلماً۔ ان کی یہ خصوصیت تھی کہ متواتر روزے رکھا کرتے تھے ۷۴ھ میں انتقال ہوا۔ یعنی امیر یزیدؒ کے عہد خلافت سے دس سال بعد۔

۳۵۔ اسید بن ابیحہ بن امیہ القرشی الجمحی۔ فتح مکہ میں اسلام لائے اور شرف صحبت سے مشرف ہوئے۔ ان کے بیٹے البو بجال تھے جو امیر معاویہؓ کے اصحاب خاص میں سے تھے وہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے علیحدہ ہو کر شام چلے گئے تھے اور امیر یزیدؒ کی فوج کے ساتھ مکہ معظمہ واپس آئے تھے۔ حضرت اسیدؓ کی وفات آخر عہد امیر معاویہؓ میں ہوئی۔

۳۶۔ اُسید بن ظہیر بن رافع انصاری الحارثی صحابیؓ۔ جنگ احد میں کمسنی کی بناء پر شریک نہ کئے گئے، دیگر غزوات میں شریک رہے صحاح میں ان کی مرویات ہیں۔ امیر المومنین عبدالملکؒ کے عہد میں فوت ہوئے۔

۳۷۔ اسیر بن عمرو الکندیؒ۔ بعض نے ان کا نام "یسیر" بائے تحتانیہ سے لکھا ہے۔ ان کی ولادت ہجرت کے سال ہوئی تھی اور انتقال امیر یزیدؒ کے عہد خلافت میں ہوا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ حجاج بن یوسف ثقفی کے زمانہ تک حیات رہے۔

۳۸۔ انس بن مالک الکعبیؓ ابو امیہ۔ سکونت بصرہ میں تھی۔ عبیداللہ بن زیاد کے عہد میں موجود تھے۔ ان سے ابن زیاد نے ایک حدیث کی روایت بھی کی ہے۔

۳۹۔ انس بن مالک انصاری خزرجیؓ۔ ان کی والدہ معظمہ ام سلیمؓ جو عبدالمطلب کی والدہ کے قبیلہ بنی النجار سے ہونے کی وجہ سے آنحضرت صلعم کی رشتہ کی خالہ ہوتی تھیں۔ وہ عقبہ ثانیہ سے پہلے مشرف باسلام ہوئی تھیں۔ حضرت انسؓ کی عمر کوئی دس برس کی تھی۔ جب آنحضرت صلعم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے۔ حضرت ابو طلحہؓ ان کے سوتیلے باپ ان کو ساتھ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ انسؓ کو اپنی غلامی میں لے لیجئے آپ نے یہ درخواست منظور کی اس طرح ان کو دس برس تک آپ کی قربت اور شفقت میں رہنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ حدیبیہ اور اس کے بعد کے غزوات میں موجود تھے، ایک قول کے مطابق بیعت

Marfat.com

الرضوان میں بھی شریک تھے۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے فقہ کی تعلیم دینے کی غرض سے ایک جماعت کے ساتھ ان کو بصرہ بھیج دیا تھا وہیں سکونت اختیار کر لی۔ اور عجم کی فتوحات میں بھی حصہ لیا۔ رسول اللہ صلعم نے کثیر مال و اولاد کی دعا دی تھی۔ اس دعا کی برکت تھی کہ انصار میں ان کے برابر اور کوئی متمول نہ تھا۔ اسی بیٹے اور دو بیٹیاں چھوڑیں۔ وقت وفات بیٹے پوتوں پوتیوں کی تعداد ایک سو تھی۔ خانہ جنگیوں اور فتنوں سے الگ رہے اور جماعت سے وابستہ۔ خلیفہ الولید بن عبدالملکؒ کے عہد میں منزل عقبیٰ طے کی۔

۴۰۔ اوسؓ بن حذیفہ الثقفیؓ۔ راوی حدیث ہیں۔ ملک شام میں سکونت تھی۔ ۵۹ھ میں بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؓ فوت ہوئے۔

۴۱۔ اوسؓ بن ضمیع حضرمیؓ۔ بعض نے صحابہ میں شمار کیا ہے اور بعض نے تابعین میں ۶۳ھ میں امیر یزیدؒ کی خلافت کے چند سال بعد وفات ہوئی۔

۴۲۔ اہبان بن صیفی غفاریؓ۔ کنیت ابومسلم۔ ابوذر غفاری کے بھانجے، بصرہ میں ساکن تھے۔ ان کی بیٹی عدیہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علیؓ ہمارے گھر آئے اور دروازہ پر کھڑے ہو کر میرے والد کو پوچھا کہ یہاں ابومسلم ہیں، میں نے کہا کہ ہیں، پھر انھوں نے میرے والد سے ملاقات کی اور کہا کہ ابومسلم! تم کو کیا چیز مانع ہے کہ تم اس کام میں (یعنی صفین کی خانہ جنگی میں) کچھ حصہ نہیں لیتے اور ہمارا ہاتھ نہیں بٹاتے۔ میرے والد نے جواب دیا کہ ایک وصیت میرے خلیل کی ہے۔ وہ مجھے اس بات سے مانع ہے۔ آنحضرت صلعم نے مجھے وصیت فرمائی تھی کہ جب فتنہ کا زمانہ ہو تو تم لکڑی کی تلوار بنا لینا، چنانچہ میں نے لکڑی کی تلوار بنائی ہے۔ وہ ٹکی ہوئی ہے انھوں نے نہ حضرت علیؓ کا ساتھ دیا اور نہ حضرت معاویہؓ کا فتنوں سے الگ رہے۔ آخر عہد خلافت معاویہؓ میں بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؓ وفات پائی۔

۴۳۔ البراء بن طالب بن الوارث انصاریؓ خود بھی صحابی ہیں اور ان کے والد بھی صحابی تھے۔ بدر کے سوائے دیگر اکثر غزوات میں شرکت کی عجم کی فتوحات میں بھی حصہ لیا سکونت کوفہ میں تھی وہیں امیر یزیدؓ کی خلافت کے چند سال بعد انتقال ہوا۔ بعض نے سنہ وفات ۷۱ھ بتاتے ہیں۔

۴۴۔ **بریدہ** بن الحصیب الاسلمیؓ۔ قبیلہ اسلم کے سردار تھے جنگ احد کے بعد سترہ غزوات میں شریک رہے۔ خلافت عثمانی میں خراسان میں جہاد کیا۔ مرو میں سکونت اختیار کی جہاں ان کے دو بیٹوں عبداللہ اور سلیمان کی نسل باقی رہی۔ یہ دونوں بھائی ایک ہی وقت میں توام پیدا ہوئے تھے۔ اور عجیب بات ان کے بارے میں یہ ہے کہ بڑھاپے میں جب دونوں سے رخصت ہوئے تو دونوں کا انتقال بھی ایک ہی وقت میں ہوا۔ حضرت بریدہؓ نے امیر یزیدؒ کے عہد خلافت میں انتقال کیا۔ مات بریدہؓ فی ولایۃ یزید بن معاویہ۔ (سفر بریدہ زمانہ خلافت یزید بن معاویہؓ فوت ہوئے (المعارف ابن قتیبہ)

۴۵۔ **بسر** بن ارطاۃ القرشی العامریؓ۔ ابو عبدالرحمن صحابہ صغار میں سے تھے۔ حنادہ بن امیہؓ کی ایک حدیث باسناد قوی ان سے مروی ہے کہ بحری سفر کے ایام میں ایک چور لایا گیا انھوں نے کہا کہ آنحضرت صلعم کو میں نے یہ فرماتے سنا ہے کہ لا تقطع الایدی فی السفر یعنی بحالت سفر (چور کے) ہاتھ نہ کاٹے جائیں۔ حضرت بسر امیر المومنین معاویہؓ کے بڑے کارگزار جنرل اور امیر البحر تھے۔ اس بحری معرکہ میں قیصر روم قسطنطین دوم (CONSTAN II) کے بیڑہ جہازات کو جس کی وہ خود کمان کر رہا تھا، ایسی زبردست شکست ہوئی تھی کہ یہ رومی بیڑہ بالکل تباہ ہو گیا تھا، بیس ہزار کے قریب رومی سپاہ ہلاک ہوئے تھے۔ خلافت امیر یزیدؒ نیز اس کے بعد دو بڑے بڑے معرکوں میں بھی کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ امیر المومنین عبدالملکؒ کے عہد خلافت میں وفات پائی۔

۴۶۔ **بشیر** بن عاصم بن سفیان الثقفیؓ۔ بڑے محتاط صحابی تھے۔ حضرت عمر فاروق اعظمؓ نے قبیلہ ہوازن پر عامل مقرر کرنا چاہا قبول نہ کیا اور آنحضرت صلعم کی ایک حدیث سنائی کہ ظالم عامل کو دوزخ کی آگ سے سابقہ پڑیگا۔ عمر بہت لمبی ہوئی سنہ ایک سو ہجری کے قریب وفات پائی۔

۴۷۔ **بشیر** بن عامر بن مالک العامری ابو عمرؓ شرف صحابیت حاصل تھا۔ ان کی ایک بیٹی حضرت مردانؓ کے عقد میں تھیں جن کے بطن سے بشر بن مردانؒ پیدا ہوئے جن کا نام نانا کے نام پر رکھا گیا تھا وہ کچھ عرصہ حاکم کوفہ بھی رہے تھے حضرت بشر کی وفات امیر معاویہؓ

کے آخر عہد خلافت بزمانہ ولیعہدی امیر یزید ہوئی۔

۴۸۔ **بشیر** بن عامر بن مالک بن جعفرؓ۔ ان کے والد بھی صحابی تھے اور ان کو بھی یہ شرف حاصل تھا۔ حضرت لبید بن ربیعہ صحابی اور شاعر کے ابن عم تھے۔ ان کے بیٹے عبداللہ نے خلافت آل مردانؓ کی خدمات انجام دیں، آخر عہد امیر معاویہؓ بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؒ رحلت کی۔

۴۹۔ **بشیر** بن عمروؓ۔ ہجرت کے سال ولادت ہوئی۔ رسول اللہ صلعم کے دیدار سے مشرف ہوئے ۸۵ھ میں وفات پائی۔

۵۰۔ **بشیر** بن عبید بن اوس انصاریؓ۔ باپ بیٹے دونوں صحابی تھے۔ ان کے والد نے یوم یمامہ میں درجہ شہادت حاصل کیا اور یہ یوم حرّہ میں قتل ہوئے۔

۵۱۔ **بلال** بن الحرثؓ، ابو عبدالرحمٰن۔ رسول اللہ صلعم نے قبیلہ مزینہ کے معاون ان کو عطا فرمائے تھے۔ امیر یزیدؒ کے اول عہد خلافت ۶۰ھ میں فوت ہوئے۔

۵۲۔ **ثعلبہ** بن الحکم اللیثیؓ۔ قال البخاری لہ صحبۃ۔ عہد نبوت میں جوان تھے ۷۰ھ اور ۸۰ھ کے درمیان فوت ہوئے۔

۵۳۔ **ثوبان** بن مجدّدؓ۔ عربی الاصل تھے، جنگی قیدیوں میں گرفتار ہو کر آئے۔ آنحضرت صلعم نے آزاد کر دیا۔ یہ برابر سفر و حضر میں آپ کے ساتھ رہتے تھے۔ ان کے یہ خصوصیت تھی کہ کبھی کسی شخص سے کسی شے کے طالب نہ ہوئے۔ رسول اللہ صلعم کی وفات کے بعد ملک شام میں حمص کے مقام پر سکونت اختیار کی اور وہیں ۵۴ھ میں بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؓ منزل عقبیٰ طے کی۔

۵۴۔ **جابر** بن سمرہ بن جنادہ العامریؓ۔ باپ بیٹے دونوں صحابی تھے۔ جابرؓ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے بھانجے صنادید قریش سے تھے۔ نبی صلعم کی خدمت میں اکثر حاضر رہتے بہت سی حدیثوں کے راوی ہیں ان میں مشہور حدیث وہ بھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین اسلام غالب رہے گا جب تک بارہ خلیفہ ہوں اور سب قریشی ہوں گے اور ان بارہ خلیفوں میں امیر یزیدؒ کا چھٹا شمار آتا ہے۔ دو ہزار سے زیادہ نمازیں آپ کی اقتدا میں

Marfat.com

اداکیں آخر میں کوفہ میں سکونت اختیار کی اور وہیں بشرین مروانؓ کے ایام حکومت میں ۷۴ھ میں فوت ہوئے۔

۵۵۔ جابر بن عبداللہ انصاریؓ۔ صحابی بن صحابی۔ بیعت عقبہ میں اپنے والد کے ساتھ موجود تھے ۷۲ھ میں اور ایک قول کے مطابق ۷۸ھ میں بعمر چورانوے سال وفات پائی

۵۶۔ عبداللہ قبطیؓ۔ ام المومنین ماریہ قبطیہؓ کے ساتھ سلطان نجاشی کی جانب سے آنحضرت صلعم کی خدمت میں گئے اور پھر یہیں رہ پڑے ۶۳ھ میں بزمانہ خلافت امیر یزیدؒ انتقال ہوا۔

۵۷۔ جبیر بن معظم بن عدی القرشیؓ۔ ان کے والد معظم بن نوفل بن عبد مناف بڑے کریم النفس تھے۔ اور وہ یہی تھے جنہوں نے رسول اللہ صلعم کو اس وقت اپنے جوار میں لیا تھا، جب آپ طائف کے سفر سے واپس آئے ہیں اور آپ کے بدبخت مخالف چچا ابولہب نے جو سردار قبیلہ تھا اپنے جوار سے الگ کر دیا تھا۔ حضرت جبیرؓ اکابر قریش سے تھے، صلح حدیبیہ کے بعد اسلام لائے۔ علم انساب کے عالم تھے اور اس علم میں سیدنا ابوبکر الصدیقؓ سے استفادہ کیا تھا۔ صحیح بخاری کی یہ حدیث ان سے مروی ہے کہ ایک خاتون آنحضرت صلعم کی خدمت میں کسی کام کی غرض سے حاضر ہوئی۔ آپ نے ہدایت فرمائی کہ کچھ عرصہ بعد پھر آئے اس نے عرض کیا کہ میں حاضر ہوئی اور آپ کو نہ پایا یعنی آپ کی وفات ہو گئی تو کیا کروں آپ نے ارشاد فرمایا لم تجدنی فائتی ابابکر یعنی اگر مجھ کو نہ پائے تو ابوبکرؓ کے پاس آنا۔ آنحضور صلعم کا یہ ارشاد حضرت صدیق اکبرؓ کے خلیفہ بلا فصل اور وصی ہونے کا ثبوت ہے۔ حضرت جبیرؓ ان چند صحابہ میں سے تھے جنہوں نے خلیفہ شہید مظلوم سیدنا عثمانؓ کے دفن میں شرکت کی تھی۔ ۵۹ھ میں اور دوسرے قول کے مطابق امیر یزیدؒ کے عہد خلافت کے بعد وفات پائی

۵۸ جبیر بن نفیر بن مالک الحضرمیؓ ابو عبدالرحمٰن۔ راوی حدیث ہیں۔ علمائے شام میں ان کا شمار ہے ۸۰ھ میں فوت ہوئے۔

۵۹۔ جُرہد بن خویلد مدنیؓ۔ اصحاب صفہ میں سے تھے۔ حدیث کے راوی ہیں۔ بزمانہ خلافت امیر یزید ۶۳ھ میں فوت ہوئے۔

Marfat.com

۶۰۔ جریر۔ بن عبداللہ البجلی رضؓ نزول سورۂ المائدہ کے بعد ۱۰ھ میں اسلام سے مشرف ہوئے۔ اپنی قوم کے اکابر میں سے تھے۔ جس وقت حاضر خدمت ہوئے آنحضرت صلعم نے کرم نوازی سے اپنی چادر ان کیلئے بچھادی اور فرمایا۔ اذا جاءکم کریم قوم فاکرموہ۔ آنحضرت صلعم نے ان کو ذی الکلاع وذی عمرؓ کے پاس یمن بھیجا تھا۔ ذی عمر نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا خلافت عثمانی میں ہمدان کے عامل رہے، نہایت حسین وجمیل تھے انکی خوبصورتی کی وجہ سے سیدنا فاروق اعظم رضؓ ان کو یوسف ھذہ الامۃ فرمایا کرتے تھے۔ یہ حدیث ان سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا، جس وقت تک خلافت اجماع کے ذریعہ ہوگی اور تلوار نہ چلے گی۔ مسلمان بخیر رہیں گے ایام فتنہ میں حضرت علی رضؓ اور امیر معاویہ رضؓ کے مابین قاصد کی خدمت انجام دی۔ حضرت علی رضؓ کا پیغام جب حضرت معاویہ رضؓ کے پاس لے کر گئے تھے اور وہاں سے واپسی پر قاتلین عثمان رضؓ سے قصاص لینے کے بارے میں ان کا مطالبہ پیش کیا تھا سبائی لیڈر الاشتر نے ان کی سخت ترین مخالفت کی۔ مصالحانہ کوششوں کی ناکامی سے متاثر ہو کر خانہ نشین ہو گئے۔ ۵۴ھ میں بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؒ فوت ہوئے۔ ان کی بیٹی حضرت مغیرہ بن شعبہ ثقفی رضؓ کی ایک زوجہ تھیں۔

۶۱۔ جعفر رضؓ بن ابی سفیان بن الحارث بن عبدالمطلب ہاشمی رضؓ نسبی رشتہ میں آنحضرت صلعم کے بھتیجے تھے ان کے والد ابوسفیان رضؓ ہاشمی فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے تھے۔ اور یہ بھی اسی وقت دائرہ اسلام میں داخل ہوئے جنگ حنین میں ثابت قدم رہے، ۵۲ھ میں بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؒ فوت ہوئے۔

۶۲۔ جنادہ۔ ابن ابی امیہ الازدیؒ۔ راوی حدیث ہیں۔ بعض نے انکا شمار تابعین میں کیا ہے۔ فتح مصر میں شریک تھے۔ آخر میں ملک شام میں سکونت اختیار کی اور وہیں امیر یزیدؒ کی خلافت کے تین سال بعد ۶۷ھ

Marfat.com

میں وفات پائی۔

۶۳۔ **جنادہ** بن امیہ بن مالک الدوسیؓ۔ یہ اپنے ہمنام کے علاوہ ہیں اور حضرت عبادہ بن الصامتؓ کے احیابِ خاص میں سے تھے۔ جاہلیت اور اسلام دونوں کا زمانہ پایا۔ امیر یزیدؒ کی عہد خلافت کے کچھ عرصہ بعد اور بقول دیگر ۶۰ھ میں فوت ہوئے۔

۶۴۔ **جندب** بن عبداللہ بن سفیان البجلیؓ۔ راوی حدیث ہیں ان سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے قبروں کی تعظیم کرنے کی سختی کے ساتھ ممانعت فرمائی ہے۔ اول کوفہ میں رہتے تھے، پھر بصرہ چلے گئے۔ فتنہ ابن الزبیرؓ کے ایام میں حیات تھے لوگوں کے سامنے تقریر کرتے اور فرماتے کہ رسول اللہ صلعم نے مسلمانوں کا ایک لشکر مشرکوں کی طرف بھیجا تھا۔ جب وہ مقابل ہوئے مشرکوں میں سے ایک شخص تھا جس نے کئی مسلمانوں کو شہید کر دیا تھا۔ حضرت اسامہؓ نے موقع پاکر اس پر تلوار اٹھائی، اس نے اپنے بچاؤ کے خاطر کلمہ طیبہ پڑھا۔ مگر اسامہؓ نے اس کو قتل کر دیا۔ اس واقعہ کا حال جب آنحضرت صلعم کو معلوم ہوا۔ آپنے اُسامہؓ سے دریافت کیا، انہوں نے عرض کیا کہ مقتول نے تلوار کا وار دیکھ کر کلمہ پڑھ دیا تھا، اس جواب پر آنحضرت صلعم نے فرمایا "کل قیامت کے دن وہ مشکل ہو کر آئے گا تو لا الٰہ الا اللہ کا تم پھر کیا جواب دوگے" لوگوں کے دل چیر کر نہیں دیکھے جاتے۔" حضرت جندبؓ نے مسلمانوں کو نصیحت کی کہ اب فتنہ کھڑا ہو گیا ہے۔ تم اپنے گھروں میں گھس جاؤ، لوگوں نے پوچھا اگر وہاں بھی آجائے۔ انہوں نے کہا اپنی کوٹھڑیوں میں چھپ جاؤ اور وہاں بھی آجائے تو بندۂ مقتول بنو بندۂ قاتل نہ بنو۔ کیونکہ یہی نصیحت رسول اللہؐ نے امت کو فرمائی ہے۔ ایک قول کے مطابق خلافت امیر یزیدؒ کے چند سال بعد ۶۹ھ ہجری میں انتقال ہوا۔

۶۵۔ **حارث** بن اوس بن المعلی انصاری، ابو سعدؓ۔ طبری نے اپنے ذیل میں بزمرہ صحابہ ان کے ذکر میں سالِ وفات ۶۴ھ لکھا ہے۔

Marfat.com

۶۶- حارث بن سوید التمیمیؓ، ابو عائشہ۔ جاہلیت اور اسلام دونوں کا زمانہ پایا اور نبی صلعم کی خدمت میں حاضر ہونے کی سعادت بھی پائی، ۷۲ھ میں فوت ہوئے۔

۶۷- حارث بن عمرو بن غزیہ مزنیؓ متعہ کی حرمت میں حدیث کی روایت ان سے ہے ۷۰ھ وفات ہے۔

۶۸- حارث بن عوف بن اسیدؓ، ابو واقد لیثی۔ قدیم الاسلام تھے بعض نے کہا ہے کہ اصحاب بدر سے ہیں، فتح مکہ کے دن بنی لیث کا جھنڈا ان ہی کے ہاتھ میں تھا۔ امیر یزیدؒ کے عہد خلافت کے دو سال بعد ۶۶ھ میں فوت ہوئے۔

۶۹- حارث بن نفیع بن معلی انصاریؓ۔ ابو سعید۔ جماعت سے وابستہ اور فتنوں سے الگ رہے، وہ جو ان کے ہمنام بدر میں شہید ہوئے دوسرے ہیں۔ ان کا انتقال امیر یزیدؒ کی خلافت کے آخر میں ۶۴ھ میں ہوا۔

۷۰- حارثہ بن بدر بن حصین التمیمیؓ۔ ادرک النبی صلی اللہ علیہ وسلم (الاصابہ) اسلامی فتوحات میں حصہ لیا۔ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظمؓ نیز حضرت علیؓ، حضرت معاویہؓ اور امیر یزیدؒ کی صحبتوں میں ان کے ذکر اذکار ہیں آخر عہد خلافت امیر یزیدؒ ۶۴ھ میں وفات پائی۔

۷۱- حسان بن ثابت انصاریؓ۔ صحابی جلیل و شاعر اسلام، کفار قریش کے ہجو یہ کلام کا جواب سیف زبان سے دیتے، سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کا قول ان کے بارے میں ہے وقد جاھد مع رسول اللہ بنفسہ ولسانہ یعنی اپنی ذات اور اپنی زبان سے رسول اللہ کے ساتھ جہاد میں سرگرم رہے ہیں ان کا مطبوعہ دیوان موجود ہے۔ مدح اور مرثیے میں بھی کلام کا ایک حصہ ہے ..... خلیفہ شہید مظلوم سیدنا عثمانؓ کی حفاظت کیلئے مسلح ہو کر باغیوں کے مقابلے میں ڈٹے رہے۔ سیدنا عثمان کے قتل کا الزام حضرت علیؓ پر لگاتے تھے۔ ان کا دردناک مرثیہ کہا ہے جس کا ایک شعر ہے:۔

Marfat.com

ضحّوا بأشمط عنوان السجود بہ — یقطع اللّیل تسبیحًا و قرآنًا

یعنی لوگوں نے اس کچے پکے بالوں والے — جسکی پیشانی میں سجدہ کا نشان تھا اور
کی قربانی کردی۔ — تمام رات تسبیح و قرآن خوانی میں گذارتا تھا

امام اوّل و خلیفہ رسول اللہ حضرت ابوبکر الصدیقؓ کی مدح میں چند شعر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھ کر سنائے تھے، اس پر آپ نے فرمایا۔ حسان! تم نے خوب کہا وہ ایسے ہی ہیں جیسا تم نے کہا، ایک شعر یہ تھا ؎

وکان حبّ رسول اللہ قد علموا — خیر البریۃ لم یعدل بہ رجلًا

یہ جان لو کہ وہ (ابوبکرؓ) رسول کی محبوب ہیں — اور کوئی شخص بھی لوگوں میں سے انکی مرتبہ کا نہیں

ان کی اور ان کے باپ دادا کی عمریں طویل ہوئیں۔ امیر یزیدؒ کے ایام خلافت ۶۴ھ میں فوت ہوئے۔

۲۷۔ حصین بن الحرؓ۔ سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں نواحی حیرہ کے عامل رہے حضرت عمر فاروقؓ نے میسان کا عامل مقرر کیا۔ امیر حجاج بن یوسف ثقفی کے زمانہ تک حیات رہے۔

۲۸۔ حصین بن نمیر السکونی الکندیؓ۔ حضرت معاویہ بن خدیج الکندی کے بنو اعمام میں تھے، سیدنا حضرت فاروق اعظمؓ کے زمانۂ خلافت میں الاردن کے عامل رہے۔ کتاب تجارب الامم اور التنبیہ والاشراف میں ان کو کاتبان رسول اور خاص کر المداینات والمعاملات کے کاتبین میں شمار کیا گیا ہے (ص ۲۸۲ التنبیہ) مدینہ کے باغیوں کی سرکوبی کے لئے امیر المؤمنین یزیدؒ نے لشکر بھیجا تھا اسکے ایک افسر یہ صحابی بھی تھے۔ امیر مسلم بن عقبہ کے فوت ہو جانے پر لشکر کی کمان ان کے ہاتھ میں تھی، مکّہ معظمہ کا حصار ان کی سرکردگی میں کیا گیا تھا جو امیر یزید کی وفات کی خبر آنے پر اٹھا لیا گیا تھا۔ حضرت ابن الزبیرؓ سے انہوں نے کہا ملک شام کو کہ مستقر خلافت ہے چلئے ہم سب اب آپ کی بیعت خلافت کرنے کو آمادہ ہیں۔ مگر ابن الزبیرؓ نے یہ پیش کش قبول نہ کی۔ حضرت حصینؓ امیر المؤمنین عبدالملکؒ کے عہد خلافت میں فوت ہوئے، ان کے فرزند یزید بن حصینؓ اور پوتے معاویہ بن یزید

Marfat.com

بن حصینؓ بھی اپنے اپنے زمانہ میں حمص کے گورنر رہے۔

۷۴۔ الحکیم بن عمر بن مجدع غفاریؓ۔ امیر المؤمنین معاویہؓ کے عہدِ خلافت اور امیر زیاد بن ابوسفیانؓ کے زمانہ ایالت میں کچھ عرصہ خراسان کے عامل رہے۔ ۵۱ھ میں بمقام مرو فوت ہوئے۔

۷۵۔ الحکیم بن حزام بن خویلد اسدیؓ ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بھتیجے قریش کے متمول شخص تھے، انہوں نے ہی حضرت زید بن حارثہؓ کو جو ایک حادثہ میں پکڑے گئے تھے خرید کر اپنی پھوپھی کی خدمت میں پیش کیا تھا اور انھوں نے آنحضرتؐ کو ہبہ کر دیا۔ آپ نے ان کو آزاد کر کے اپنا متبنّیٰ کر لیا حضرت الحکیمؓ کو رسول اللہ سے بڑی محبت تھی۔ اسلام لانے سے پہلے سے آپ کی خدمت میں سرگرم تھے۔ قریش نے جب بنی ہاشم کا مقاطعہ (بائیکاٹ) کر رکھا تھا، یہی تھے جو خورونوش اور دیگر ضروریات کی چیزیں آپ کی خدمت میں پہنچاتے رہتے تھے، فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے اور ایک سو بیس برس کی طویل عمر پا کر ۵۴ھ میں رہگرائے عالم جاودانی ہوئے۔ صرف یہی ایک قریشی تھے جو جوف کعبہ میں پیدا ہوئے تھے۔ حضرت علیؓ کے ولادت کعبہ کا قصہ من غرت ہے جس کا تفصیلی ذکر آگے آتا ہے۔ حضرت الحکیمؓ کی والدہ بتوں کی پوجا کرتی رہیں خانہ کعبہ میں جو اس وقت بت خانہ بنا ہوا تھا گئی ہوئی تھیں کہ یکایک دردزہ ہو کر وہیں وضع حمل ہو گیا (البدایہ والنہایۃ ص۶۸ ج۸)

وحکیم بن حزام ولد فی کعبۃ	اور حکیم بن حزام کعبہ میں پیدا ہوئے اور
وذلک ان امہ دخلت الکعبۃ	یہ اس لئے کہ انکی والدہ کعبہ میں گئیں
وھی حامل بہ فضربہا المخاض	وہ حاملہ تھیں، وہیں ان کے دردزہ
فیہا فولدتہ ھناک (کتاب المحبر ص۱۷۶)	ہو پڑا اور وہیں یہ پیدا ہوئے۔

حضرت الحکیمؓ کے ایک بیٹے ہشامؓ بھی صحابی تھے، جو ام المؤمنین حضرت عائشہ صلوٰۃ اللہ علیہا کے ساتھ جنگ جمل میں شریک ہو کر مقتول ہوئے تھے۔ دوسرے بیٹے عثمان تھے جن کی زوجہ رملہ بنت الزبیر بن العوام تھیں، جو ان کے بعد

Marfat.com

امیرالمؤمنین یزید بن معاویہؓ کے صاحبزادہ خالد بن یزیدؒ کے عقد میں آئیں، ان ریلہ کے بیٹے عبداللہ بن عثمان بن الحکیم اسدی تھے جن کی زوجیت میں حضرت حسین بن علیؓ کی صاحبزادی سکینہ بنت حسینؓ تھیں، ان کے بطن سے عبداللہ بن عثمان بن الحکیم اسدی مذکور کے ایک بیٹے عثمان بن عبداللہ ہوئے، ان کا لقب بروایت ابن حزم "مزلق" تھا اور ابن قتیبہ نے "قرین" لکھا ہے۔ حضرت حسین بن علیؓ کے ان اسدی نواسے سے سلسلہ نسب باقی رہا (جمہرۃ الانساب ابن حزم ص۱۱۲)

۷۶۔ حمزہ بن عمرو الاسلمیؓ۔ بڑے عبادت گزار و صائم الدہر تھے، فتوحات شام میں شرکت کی۔ امیر یزیدؒ کے اوّل عہدِ خلافت ۶۱ھ میں رحلت کی۔

۷۷۔ حو لیلیب بن عبدالعزیز العامریؓ۔ صحابی جلیل، غزوہ حنین میں موجود اور خلیفہ مظلوم و شہید سیدنا عثمانؓ کی تدفین میں شریک تھے ایک سو بیس برس کی طویل عمر پاکر ۵۷ھ میں بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؒ وفات پائی۔ انکی اولاد میں عبدالکریم بن محمد بن عبدالرحمٰن حو لیلیبؓ بڑے پایہ کے محدث ہوئے۔

۷۸۔ حیدرہ بن معاویہ القشیریؓ، ان کے بیٹے کا نام بھی معاویہ تھا اور باپ بیٹے دونوں کو شرف صحابیت حاصل تھا۔ لہ ولابنہ معاویۃ بن حیلۃ صحبۃ (الاصابہ) عمر طویل ہوئی۔ بشر بن مروانؒ کے زمانہ ولایت عراق میں انتقال ہوا۔

۷۹۔ حو بلیدہ بن عمرو کعبی الخزاعیؓ۔ ابو شریح۔ فتح مکہ میں رسول اللہ صلعم کی ہمرکابی کا شرف حاصل تھا، اپنی قوم کا جھنڈا اٹھائے ہوئے تھے، قیام برابر مدینہ منورہ میں رہا۔ امیر یزیدؒ کی خلافت کے چار سال بعد ۶۸ھ میں فوت ہوئے۔

۸۰۔ حو شبہ بن الحر الفزاریؓ یہ اور ان کی بہن دونوں یتیم اور سیدنا عمر فاروق اعظمؓ کی کفالت و پرورش میں رہے۔ ان دونوں کو صحابیت کا شرف حاصل تھا۔ ابن حبان نے تابعین میں شمار کیا ہے۔ بشیر بن مروانؒ کے زمانہ حکومت میں عراق میں فوت ہوئے۔

۸۱۔ خنابہ بن کعب العبسیؓ جاہلیت اور اسلام دونوں کا زمانہ پایا۔

Marfat.com

امیر یزیدؒ کی ولی عہدی کے زمانے میں امیر المؤمنین معاویہؓ کے پاس دمشق آئے اور فی البدیہہ چند شعر کہے۔ ایک سو چالیس برس کی طویل عمر ہوئی۔ امیر المؤمنین یزیدؒ کے عہد خلافت میں وفات ہوئی۔

۸۲۔ دحیہ بن خلیفہ الکلبیؓ۔ جلیل القدر صحابی ہیں۔ مشہور روایت ہے کہ انہی کی شکل میں متشکل ہو کر جبرئیل فرشتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمکلام ہوا۔ بدر کے علاوہ دیگر تمام غزوات میں شریک رہے۔ آنحضرتؐ کا فرمان موسومہ قیصر روم لیکر سفیر کی حیثیت سے رومی گورنر بصریٰ کے پاس گئے تھے۔ آنحضرت کی چچیری بہن ورقہ بنت ابولہب انکی زوجیت میں تھیں۔ انکے بعد اسامہؓ بن زیدؓ کے عقد میں آئیں۔ خود رسول اللہ نے حضرت دحیہؓ کی بہن شراف سے عقد کیا تھا۔ نیز ان کی بھانجی خولہ بنت الہذیل سے بھی، مگر یہ دونوں خلوت صحیحہ سے پہلے ہی فوت ہو گئیں۔ حضرت دحیہؓ نے دمشق میں سکونت اختیار کی تھی۔ امیر یزیدؒ ان کے فیض صحبت سے مستفید ہوئے وہ رشتہ میں امیر موصوف کے ماموں بھی ہوتے تھے۔ حضرت دحیہ کی نسل میں بعض اشخاص اندلس میں سکونت پذیر ہوئے۔ ابوالخطیب عمر محدث اندلسی جو دحیہ نسبتین کہلاتے تھے نسباً حضرت دحیہ الکلبی کے اخلاف میں تھے اور مادری نسب انکا حسینی تھا۔ حضرت دحیہؓ کی وفات امیر یزیدؒ کی ولیعہدی کے ایام میں ۵۴ھ میں دمشق میں ہوئی

۸۳۔ نافع بن خدیج، ابو عبداللہ حارثیؓ غزوہ احد میں اور اس کے بعد کے غزوات میں شریک رہے امیر المؤمنین معاویہؓ کے عہد مبارک میں جب زمینداری کی شرعی حیثیت زیر بحث آئی آپ ہی کی مروریہ حدیث معیار قرار پائی اور سیدنا عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے موقف سے رجوع کیا۔ طویل عمر میں امیر المؤمنین عبدالملکؒ کے عہد خلافت میں وفات ہوئی۔ سنہ وفات ۷۳ھ ہے۔

۸۴۔ الربیع بن زیاد الحارثیؓ اکثر کے نزدیک صحابی ہیں بعض نے تابعی بتایا ہے۔ خراسان میں کچھ عرصہ عامل رہے۔ ۵۳ھ میں بزمانہ ولی عہدی امیر یزیدؒ فوت ہوئے۔

Marfat.com

۸۵- رویفع بن ثابت انصاریؓ۔ غزوہ حنین میں شریک تھے، رسول اللہ صلعم کی وفات کے بعد مصر میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ امیر المؤمنین معاویہؓ نے ان کو طرابلس کا حاکم مقرر کر کے بھیجا تھا۔ بلاد مغرب کے متعدد مقامات فتح کئے، بڑے محتاط و پاکباز تھے، محض ایک تہدیدی حدیث کی بناء پر صاحب خراج کی خدمت قبول نہ کی۔ ۵۶ھ میں امیر یزیدؒ کی ولیعہدی کے زمانہ میں رحلت کی۔

۸۶- زرارہ- بن جزء بن عمرو الکلابیؓ۔ راوی حدیث ہیں، ان کے فرزند عبدالعزیز جو بڑے بہادر مجاہد تھے۔ امیر یزیدؒ کی قیادت میں جہاد قسطنطنیہ میں شریک ہو کر شہید ہوئے تھے۔ حضرت زرارہ کا انتقال ۶۷ھ میں ہوا۔

۸۷- زمل بن عمرو العذریؓ۔ رسول اللہؐ نے ان کیلئے فرمان لکھوایا اور انکی قوم کا جھنڈا ان کو عطا فرمایا۔ یہ اسی جھنڈے کو لے کر حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ جنگ صفین میں حضرت علیؓ کے مقابلہ میں موجود تھے اور تحکیم و ثالثی کیلئے جو اقرار نامہ طرفین سے لکھا گیا تھا اس پر انکی گواہی ثبت ہوئی، امیر المؤمنین یزیدؒ کے عہد خلافت میں مہر خلافت انہی صحابی رسول اللہ کی سپردگی میں رہتی تھی خلافت یزیدؒ کے بعد مرج راحط کے معرکہ میں جو ۶۴ھ میں پیش آیا مقتول ہوئے۔

۸۸- زہیر بن قیس البلویؓ فتح مصر میں شریک تھے، پھر وہیں سکونت اختیار کی۔ آخر میں مغرب کے مقام برقہ میں رومیوں کے خلاف جہاد میں شہید ہوئے ان کی شہادت کا واقعہ ۷۶ھ کا ہے۔

۸۹- زید بن ارقم انصاری خزرجیؓ۔ غزوہ احد میں کمسن تھے، بعد کے دیگر غزوات میں جن کی تعداد ۱۷ شمار کی گئی ہے شریک رہے۔ حضرت علیؓ کے طرفداروں میں تھے۔ جنگ صفین میں بھی ان ہی کے کیمپ میں موجود تھے۔ ان کی مروی احادیث کی تعداد سو کے قریب ہے۔ آخر عمر میں بوجہ کبر سنی نسیان غالب تھا، امیر عبیداللہ بن زیاد نے ایک مرتبہ ان سے کہا تھا کہ آپ ایسی حدیثیں روایت کرتے ہیں۔ جن کی نصوص قرآن سے مطابقت نہیں ہوتی۔ کوفہ میں ساکن رہے

Marfat.com

امیر یزیدؒ کی خلافت کے چار سال بعد ۶۸ھ میں فوت ہوئے۔

۹۰۔ زید بن خالد الجہنی رضؓ صلح حدیبیہ میں موجود تھے۔ اس کے بعد متعدد غزوات میں شرکت کی۔ فتح مکہ میں اپنی قوم کا جھنڈا لئے ہوئے تھے صحاح میں ان کی مرویات ہیں۔ ان کا انتقال بھی امیر یزیدؒ کی خلافت کے چار سال بعد ۶۸ھ میں ہوا، اور بقول دیگر ۷۲ھ یا ۷۸ھ میں۔

۹۱۔ **سائب** بن ابی وداعہ الحارث القرشی السہمی رضؓ۔ زبیر بن بکار کے قول کے مطابق حضرت سائبؓ مکہ میں آنحضرتؐ کے ساتھ تجارتی کاروبار میں شریک تھے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کے بھائی مطلب بن ابی وداعہ آپ کے شریک تجارت تھے، حدیث کے راوی بھی ہیں ۵۷ھ میں بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؒ وفات پائی

۹۲۔ **سائب** بن جناب مدنی ابو عبدالرحمٰن رضؓ۔ رسول اللہ سے وضو کے پانی میں حدیث سماعت کی اور روایت کی۔ ۷۷ھ میں فوت ہوئے۔

۹۳۔ **سائب** بن یزید الکندی رضؓ۔ خود بھی صحابی ہیں اور ان کے والد ماجد بھی صحابی تھے۔ بچپن میں آنحضرتؐ کی خدمت میں لائے گئے، آپ نے سر پہ ہاتھ پھیرا اور دعا دی، غایت عقیدت سے انہوں نے آپ کے وضو کے پانی کو چلو میں لے کر پی لیا۔ اور مہر نبوت دیکھنے کی سعادت حاصل کی۔ حجۃ الوداع میں موجود تھے ۸۰ھ یا ۸۶ھ میں اور بعض کے نزدیک ۹۰ھ میں وفات پائی۔

۹۴۔ **سعد** بن ایاس ابو عمرو الشیبانی رضؓ۔ ان سے حدیث کی روایت ہے۔ ایک سو بیس ۱۲۰ برس کی عمر پاکر ۹۵ھ میں انتقال ہوا۔

۹۵۔ **سعد** بن زید انصاری رضؓ عہد رسالت میں ولادت ہوئی، ابن سعد نے طبقات میں ان کا ذکر کیا ہے۔ الاستیعاب میں بزمرۂ صحابیان کا تذکرہ ہے امیر المؤمنین عبدالملکؒ کے عہد رسالت میں فوت ہوئے۔

۹۶۔ **سعد** بن مالک بن سنان انصاری الخدری رضؓ، ابو سعید۔ احد کے بعد کے غزوات میں شریک ہے۔ کثیر الروایات ہیں، فضلاء و علماء انصار میں سے

Marfat.com

تھے۔ حضرت حسینؓ کو خروج کا اقدام کرنے سے بہت منع کیتے رہے۔ امیر یزیدؒ کی ولایت عہد اور بیعت خلافت کے موید ین خاص میں سے تھے ۶۷ھ میں انتقال ہوا۔

۹۔ سعید بن العاص بن سعید ابی احیحہ بن العاص اموی صغار صحابہ میں سے تھے۔ قرآن شریف کی تلاوت کا لہجہ نبیؐ کے لہجہ سے مشابہ تھا۔ نہایت فیاض و دریا دل و کریم النفس نجبائے قریش سے تھے، انتظامیہ امور میں قائدانہ حیثیت رکھتے تھے۔ خلافت عثمانیؓ میں کوفہ کے عامل رہے اور اسی خلافت عثمانی کے ایام یعنی سنہ ۳۰ھ میں طبرستان و جرجان وغیرہ دور دست ممالک میں بڑے لاؤ لشکر کے ساتھ جہاد کئے۔ ان کی فوج میں قریش کے مختلف خانوادوں کے ممتاز اشخاص شامل تھے۔ ہاشمی گھرانے سے حسنؓ و حسینؓ و عبداللہ بن عباسؓ، بنی عدی سے عبداللہ بن عمرؓ بنی سہم سے عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ اور بنی اسد سے عبداللہ بن زبیرؓ اس اموی سپہ سالار و قائد عسکر کے تحت قیادت شریک غزا ہوئے تھے۔ طبری میں ہے۔

غزا سعید بن العاص من الکوفۃ سنۃ ۳۰ یرید خراسان ومعہ حذیفۃ بن الیمان وناس من اصحاب رسول اللہ صلعم ومعہ الحسن والحسین وعبداللہ بن عباس وعبداللہ بن عمرو وعبداللہ بن عمرو بن العاص وعبداللہ بن زبیر

سعید بن العاص سنہ ۳۰ھ میں کوفہ سے خراسان پر جہاد کرنے چلے۔ ان کیساتھ حذیفہ بن الیمانؓ اور رسول اللہ صلعم کے دیگر صحابی بھی تھے اور حسنؓ و حسینؓ و عبداللہ بن عباسؓ و عبداللہ بن عمرو بن العاص و عبداللہ بن زبیرؓ بھی ان کے ساتھ تھے۔

(۵۷ ص ۳ طبری)

حضرت حذیفہؓ جو صحابی جلیل تھے۔ صاحب سر رسول اللہ سے معروف تھے۔ سنہ ۲۲ھ میں ہمدان والے دالدینور وغیرہ انہی کے ہاتھ پر فتح ہوئے تھے اس مرتبہ کے صحابہ کبار کا حضرت سعید اموی قائد و سپہ سالار کے ساتھ شریک جہاد ہونا، ہاشمی اور دوسرے قریشی حضرات کا بھی غازیوں کے زمرہ میں بسر کردگی اموی سپہ سالار شامل ہونا اموی قیادت کی کامیابی اور متفق علیہا ہونے کی بین دلیل ہے۔ بعض روایتوں میں

کہا گیا ہے کہ جب حضرت سعید اموی ایک مرتبہ عراق سے مدینہ آئے اور کچھ تحائف ساتھ لائے، اکابر صحابہ کی خدمت میں پیش کئے، منجملہ ان صحابہ کے حضرت علیؓ کی خدمت میں بھی کچھ تحائف لے کر گئے، انہوں نے تحفے قبول فرمائے مگر بقول مؤلف نہج البلاغۃ وابن سعد اسی کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ "بنی امیہ نے تراث محمد علیہ السلام میں مجھ پر توفق حاصل کر لیا ہے، اگر میری زندگی رہی تو میں ان کو اس طرح جھجھوڑوں گا جیسے قصاب بکری کی خاک آلود اوجھڑی کو جھجھوڑتا ہے۔ (طبقات ابن سعد ج ۵ سطر ۱۱، نہج البلاغہ) حضرت سعید کی وفات ۵۹ھ میں یعنی خلافت امیر یزیدؒ سے چند ماہ پہلے واقع ہوئی۔ امیر المؤمنینؓ کے زمانہ میں کچھ عرصہ مدینہ کے عامل بھی رہے تھے۔ ان کی ایک پرورتی سیدہ خلیدہ بنت مروان بن عنبسہ بن سعید کی شادی حسن بن الحسن بن علیؓ بن ابی طالب سے ہوئی تھی جن سے اولاد بھی ہوئی (جمہرۃ الانساب ابن حزم ص ۷۵)

۹۸۔ **سعید** بن نمران الہمدانیؓ۔ صحابی ہیں۔ حضرت علیؓ کے زمانہ میں کاتب (سکریٹری) رہے تھے۔ یرموک کے غزوہ میں شریک تھے۔ جرجان میں سکونت اختیار کی اور وہیں ۷۰ھ میں فوت ہوئے۔

۹۹۔ **سعید** بن وہب الہمدانیؓ۔ اصابہ میں ہے کہ نبیؐ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور آپ کی حیات میں اکابر صحابہ حضرات معاذ بن جبلؓ سے یمن میں فیض صحبت اٹھایا۔ بخاری اور ابن سعد نے ان کو کبار تابعین میں شمار کیا ہے۔ ۹۵ھ یا ۹۶ھ میں وفات پائی۔

۱۰۰۔ **سعید** بن یربوع مخزومی۔ نام ان کا الصرام تھا۔ رسول اللہ صلعم نے تبدیل کر کے سعید رکھا۔ فتح مکہ سے قبل اسلام لائے۔ غزوہ حنین میں شریک تھے۔ ۵۴ھ میں بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؒ انتقال ہوا۔

۱۰۱۔ **سفیان** بن عوف الاسلمی الغامدیؓ۔ صحب النبی وکان لہ باس و نجدۃ والسخاء (الاصابہ) بڑے بہادر و شجاع و سخی صحابی تھے۔ امیر المؤمنین معاویہؓ کے نہایت کارگزار جنرل رہے۔ ۵۳ھ میں بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؒ فوت ہوئے۔

Marfat.com

۱۰۲۔ **سفینہ** مولیٰ رسول اللہؐ۔ ابتداءً ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے غلام تھے انہوں نے اس شرط پر آزاد کر دیا تھا۔ کہ رسول اللہ کی خدمت کیا کریں بعض احادیث بھی ان سے مروی ہیں سنہ ۷۰ھ میں انتقال ہوا۔

۱۰۳۔ **سلمہ** بن ابی سلمہ مخزومی رضؓ ان کے والد ماجد حضرت عبداللہ بن عبدالاسدؓ آنحضرت کے رضائی بھائی بھی تھے اور آپ کی پھوپی برّہ بنت عبدالمطلب کے فرزند ہونے سے آپ کے چچیرے بھائی بھی۔ ابتدائے بعثت رسول اللہ میں ہی مشرف باسلام ہو گئے تھے یعنی اسلام لانے والوں میں انکا نمبر گیارھواں تھا۔ حبشہ کو ہجرت بھی کی تھی وہاں سے واپسی پر جنگ احد میں شریک ہوئے۔ اس جنگ میں ایسا زخم لگا کہ اس کے صدمہ سے کچھ دن بعد ہی فوت ہو گئے، ان کی بیوہ ام سلمہ سے آنحضرت نے نکاح کر لیا اور اس طرح سلمہ بن ابی سلمہؓ کو اپنی والدہ معظمہ کے ساتھ رسول اللہ کے آغوش شفقت میں پرورش پانے کا شرف حاصل ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب حسن و حسینؓ کی ولادت بھی نہیں ہوئی تھی۔ سن بلوغ کو پہنچنے پر حضرت سلمہؓ کا نکاح آنحضرت صلعم نے اپنی چچیری بہن سیدہ امامہ بنت سید الشہداء حضرت حمزہؓ سے کر دیا تھا۔ حضرت سلمہؓ بھی امیر یزیدؒ کی ولیعہدی اور بیعت خلافت کے موید ین میں سے تھے اور ان ہی کی خلافت کے ایام میں کچھ عرصہ دمشق میں مقیم رہے۔ پھر مدینہ منورہ چلے آئے۔ جہاں امیر المومنین عبدالملکؒ کے عہد خلافت میں انتقال ہوا۔

۱۰۴۔ **سمرہ** بن جنادہ عمرو بن جندبؓ رسول اللہ صلعم کے ماموں حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کے بہنوئی تھے اور ان کے ساتھ مدائن کے معرکہ میں موجود تھے، شرف صحابیت بھی حاصل تھا۔ بارہ خلیفوں کی مشہور حدیث کے راوی ہیں۔ ان بارہ قریشی خلفاء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق امیر یزیدؒ شامل ہیں۔ امیر المومنین عبدالملک کے عہد خلافت میں وفات پائی۔ حضرت جابر بن سمرہؓ ان کے فرزند بھی صحابی تھے۔

۱۰۵۔ **سمرہ** بن جندب بن بلال الفزاریؓ۔ غزوہ اُحد میں نو عمر تھے اور بحالت نو عمری رسول اللہؐ سے بیعت کی تھی۔ امیر زیاد بن ابوسفیانؓ کے عہد میں بصرہ

کے حاکم تھے، ان کی وفات کے بعد بھی سال ڈیڑھ سال زندہ رہے، امیر یزیدؒ کے اول عہد خلافت میں فوت ہوئے اور لقول دیگر ۵۸ھ میں۔

۱۰۶۔ **سنان** بن سلمہ بن المحبق الہذلی رضؓ۔ صغار صحابہ میں شمار ہے، انکے والد ماجد بھی صحابی تھے۔ جہاد ہند میں شرکت کی۔ امیر حجاج بن یوسف ثقفیؒ کے زمانہ ایالت میں وفات ہوئی۔

۱۰۷۔ **سند** ر بن ابوالاسودؓ ان کو اور ان کے فرزند عبداللہ دونوں کو صحابی ہونے کا شرف حاصل تھا۔ حضرت سندرؓ نے رسول اللہ کے ساتھ حج بھی کیا تھا امیر المؤمنین عبدالملکؒ کے عہد خلافت تک حیات رہے۔

۱۰۸۔ **سنین** بن واقد النظفریؓ۔ حجۃ الوداع میں موجود تھے۔ بنی صلیم کے اس حج میں ساتھ رہنے کی سعادت حاصل کی۔ امیر یزیدؒ کے عہد خلافت کے پہلے یا دوسرے سال وفات ہوئی۔

۱۰۹۔ **سہل** بن ابی حثمہ انصاری اوسیؓ۔ راوی حدیث ہیں ۵۹ھ میں اور دوسرے قول کے مطابق فتنہ ابن الزبیرؓ کے ایام میں انتقال ہوا۔

۱۱۰۔ **سہل** بن حنیف انصاریؓ، ابوامامہ۔ عہد نبوی میں ولادت ہوئی سن تمیز میں رسول اللہ کی زیارت سے مشرف رہے۔ راوی حدیث بھی ہیں ۹۳ھ میں انتقال ہوا۔ ان کے ہمنام وہ دوسرے صحابی تھے جو ۳۸ھ میں فوت ہوئے

۱۱۱۔ **سہل** بن سعد بن مالک الساعدیؓ۔ رسول اللہ کی رحلت کے وقت پندرہ سال کی عمر تھی، مدینہ منورہ کے صحابہ میں انہی کا انتقال سب سے بعد یعنی ۹۱ھ میں ہوا۔ وھو اٰخر من مات فی المدینۃ من الصحابۃ (صفۃ المعارف)

۱۱۲۔ **شیبہ** بن عثمان بن ابی طلحہ الحجبیؓ۔ غزوہ حنین میں شریک تھے خانہ کعبہ کی حجابۃ کا عہدہ ان کے خاندان میں متوارث رہا۔ ابن سعد کے قول کے مطابق امیر المؤمنین یزیدؒ کے عہد خلافت تک حیات رہے۔ عاش الی خلافۃ یزید بن معاویۃ۔ یعنی خلافت یزید بن معاویہؒ کے زمانے تک

Marfat.com

زندہ رہے۔ سنہ ۶۱ھ میں فوت ہوئے۔

۱۱۳۔ **صعصعہ** بن ناجیہ الدارمیؓ۔ جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں میں نیک کردار رہے۔ جاہلیت میں تین سو ساٹھ ایسی بچیوں کو جن کے سخت دل ماں باپ زندہ گاڑ آتے تھے نکال نکال کر بچا لیا، بعض نے یہ تعداد اس سے بھی زیادہ بتائی ہے۔ ان کے اسلام لانے پر نبی صلعم نے ارشاد فرمایا تھا۔ لك اجر ذلك اذ من الله عليك بالاسلام سنہ ۵۳ھ میں انتقال ہوا۔

۱۱۴۔ **صفوان** بن المعطل السلمیؓ۔ بڑے رتبہ کے فاضل صحابی ہیں، غزوہ خندق اور دیگر مشاہد میں موجود تھے۔ سادات المسلمین میں انکا شمار ہے، امیر المؤمنین یزیدؒ کے شروع عہدِ خلافت میں وفات پائی ابن اسحٰق نے جو سنہ ۱۹ھ لکھا ہے وہ غلط ہے۔ کیونکہ حضرت معاویہؓ کی خلافت کے زمانہ میں رومیوں کے خلاف جہادوں میں شریک رہے تھے۔

۱۱۵۔ **ضحاک** بن قیسؓ الفہریؓ۔ رسول اللہ صلعم کی رحلت کے زمانہ میں آٹھ برس کے اور بقول دیگر بارہ برس کی عمر کے تھے۔ صغار صحابہ میں شمار ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے اولاً کوفہ کی ایالت پر مامور کیا پھر دمشق کی۔ امیر المومنین معصوف کے خواص میں سے تھے۔ امیر یزیدؒ نے بھی اپنے ایام خلافت میں دمشق کے عامل کی حیثیت سے برقرار رکھا۔ ولی معاویۃ الضحاك دمشق فاقرہ یزید حتی مات (الاصابہ) یعنی حضرت معاویہؓ نے ضحاک کو والی دمشق مقرر کیا۔ اور امیر یزیدؓ نے ہی ان کو برقرار رکھا۔ امیر یزیدؒ اور ان کے صاحبزادے امیر معاویہ ثانیؒ کے معتمد علیہ تھے۔ مرج راہط کی جنگ میں مقتول ہوئے یعنی سنہ ۶۵ھ میں

۱۱۶۔ **طارق** بن شہاب البجلی الاحمسیؓ، ابو عبداللہ۔ رسول اللہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ خلافت صدیقی و فاروقی کے زمانوں میں بہت سے جہادوں میں حصہ لیا۔ سنہ ۸۳ھ سال وفات ہے۔

۱۱۷۔ **عامر** بن مسعود بن امیہ الجمحیؓ۔ اوروں نے ان کو تابعین میں شمار کیا ہے۔ ابن معین نے زمرہ صحابہ میں۔ کتاب خلافت میں بیان ہو چکا ہے کہ

Marfat.com

کہ امیرالمؤمنین معاویہؓ کے انتقال کی خبر جب مکہ پہنچی حضرت عامرؓ نے اسکی اطلاع حضرت ابن عباسؓ کو جاکر دی، یہ خبر سنکر وہ کچھ دیر خاموش رہے پھر دعائے مغفرت مانگ کر لوگوں سے جو اس وقت موجود تھے فرمایا تھا کہ اب معاویہؓ جیسی صفات کا بھی کوئی شخص آنے والا نہیں ان کا فرزند یزیدؒ اپنے خاندان کا بہتر اور نیک شخص ہے۔ تم لوگ اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہنا، بیعت کرنا اور اطاعت کرنا پھر خود بھی بطیب خاطر بیعت کی (انساب الاشراف بلاذری) حضرت عامرؓ کا انتقال اس سے چند سال بعد ہوا۔

۱۱۸۔ **عامر** بن واثلہ لیثی، ابوالطفیلؓ۔ رسول اللہ صلعم کی وفات کے وقت تقریباً نو برس کی عمر کے تھے۔ بعد میں کوفہ میں جابسے تھے اور وہاں کے مقیم صحابہ میں ان کی وفات سب کے بعد ہوئی۔ وھو اٰخر من مات من الصحابۃ مطلقاً۔ یعنی تقریباً ۱۰۰ھ میں ان ہی کی بنوا عمام میں حضرت کلیب بن قیسؓ تھے، جنہوں نے حضرت عمر فاروقؓ کے قاتل کے ہاتھ سے خنجر چھین کر اسی وقت قتل کر دیا تھا۔ بعض مورخین کا یہ بیان صحیح نہیں کہ قاتل نے ان کو بھی شہید کر دیا تھا۔ حضرت عامرؓ حضرت علیؓ کے طرفدار دل میں تھے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی مدح میں ان کے اشعار بھی ہیں (اغانی ج ۱۲)

۱۱۹۔ **عائذ** بن عمرو مزنیؓ ابوہبیرہ۔ کہتے ہیں کہ یہ بھی بیعت الرضوان کے شرکاء میں سے تھے۔ بعد میں بصرہ جاکر مسکن گزین ہوئے۔ اور وہاں امیر عبیداللہ بن زیاد کے ایام گورنری میں وفات پائی۔ توفی فی امرۃ عبید اللہ بن زیاد ایام یزید بن معاویۃ یعنی زمانۂ خلافت یزید بن معاویہؓ عبیداللہ بن زیاد کی گورنری میں فوت ہوئے (الاستیعاب)

۱۲۰۔ **عبداللہ** بن ابی حدرد اسلمیؓ۔ باپ بیٹے دونوں صحابی تھے۔ حدیبیہ و خیبر کے غزوات میں شریک تھے۔ ۷ھ میں رسول اللہ نے ایک سریہ پر ان کو متعین کیا تھا۔ ۷۱ھ میں فوت ہوئے ان کے فرزند القعقاع کو بھی صحابہ صغار میں شامل کیا گیا ہے مگر یہ صحیح نہیں۔

۱۲۱۔ عبداللہ بن ابی طلحہؓ انصاری۔ حضرت انس بن مالکؓ کے برادر مادری تھے ان کے پیدا ہونے کے بعد پہلی چیز جو ان کے حلق میں گئی تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دہنِ مبارک کا لعاب تھا۔ ایران کے جہادوں میں شریک رہے ۶۴ھ میں رہ گرائے عالم آخرت ہوئے۔

۱۲۲۔ عبداللہ بن انیس الجہنیؓ ابو یحییٰ المدنی۔ صحابی جلیل تھے اور بیعت عقبہ میں موجود، غزوۂ بدر کی شرکت میں اختلاف ہے۔ دیگر غزوات میں شریک رہے۔ رسول اللہؐ نے ایک ایک سریہ پر مامور فرمایا تھا۔ اور ایک عصا بھی مرحمت فرمایا تھا۔ لیلۃ القدر کے رمضان کی تیسویں شب ہونے کے بارے میں ایک حدیث کی ان سے روایت ہے ملک شام میں ۵۴ھ میں فوت ہوئے

۱۲۳۔ عبداللہ بن بسر المازنیؓ خود بھی صحابی ہیں اور صحابی کے فرزند بھی ہیں۔ حمص (شام) میں سکونت تھی، وہیں سو برس کی عمر میں نماز کے لئے وضو کرتے کرتے وفات پا گئے۔ سال وفات ۹۶ھ ہے۔ وھو اٰخر من مات بالشام من الصحابۃ (الاصابہ)

۱۲۴۔ عبداللہ بن ثعلبۃ العذریؓ۔ قبیلہ بنی عذرہ سے تھے۔ رسول اللہ کی وفات کے زمانہ میں چودہ پندرہ سال کی عمر تھی۔ فتح مکہ کے دن آنحضرت نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی۔ ۸۹ھ میں منزل عقبیٰ طے کی۔

۱۲۵۔ عبداللہ بن جزء بن انس بن عباس السلمیؓ۔ ان کے دادا عباسؓ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ آں حضورؐ کے والد ماجد عبداللہ بن عبدالمطلب کے شریک تجارت تھے۔ ان کے چچا انس بن عباسؓ اور چچیرے بھائی رز بن بن انس سب صحابی تھے۔ حضرت عبداللہؓ راوی حدیث بھی ہیں۔ آخر عہد امیر المؤمنین معاویہؓ بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؒ ان کی وفات ہوئی۔

۱۲۶۔ عبداللہ بن جعفر طیار بن ابی طالب ہاشمیؓ۔ حضرت علیؓ کے یہ حقیقی بھتیجے اور داماد اپنے والد ماجد کے ایام ہجرت میں ملک حبشہ میں پیدا ہوئے غزوہ خیبر کے بعد اپنے والدین کے ساتھ حبشہ سے مدینہ آئے ان کے والد غزوہ موتہ

Marfat.com

میں شہید ہو گئے تو عبداللہؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آغوش محبّت وسایہ عاطفت میں پرورش پانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ رسول اللہؐ کی وفات کے زمانہ میں سولہ برس کی عمر تھی۔ حضرت صدیق اکبرؓ بھی ان پر شفقت فرماتے، ان کے حسنِ سلوک کے بارے میں حضرت عبداللہؓ کہا کرتے تھے۔ کان خیر خلیفۃ رسول اللہ وارحمہ بنا واحسنا الینا۔ یعنی حضرت ابوبکرؓ رسول اللہؐ کے بڑے اچھے خلیفہ تھے ہم لوگوں پہ مہربان رہے اور حسنِ سلوک پیش آتے۔ ان کے ساتھ امیر المومنین معاویہؓ و امیر یزیدؒ کے حسنِ سلوک کے حالات وواقعات کتاب خلافت میں بیان ہو چکے ہیں۔ یہ ان حضرت کے خاص طرفداروں میں سے تھے، ان کی ایک صاحبزادی سیدہ ام محمد امیر یزیدؒ کی زوجہ تھیں۔ حضرت حسینؓ کے عزیزوں نے اقدام خروج سے باز رہنے کی جو کوشش کی تھیں حضرت عبداللہؓ ان میں پیش پیش تھے جب حسینؓ کسی طرح نہ مانے اور ابن جعفرؓ کی زوجہ سیدہ زینب بنت علیؓ نے اپنے بھائی کے ساتھ اس سفر میں جانے کا عزم کر لیا۔ میاں بی بی میں علیحدگی ہو گئی، اس کے کچھ عرصہ بعد انہوں نے اپنی سالی سیدہ ام کلثوم بنت علیؓ سے جو اس زمانہ میں بیوہ تھیں عقد کر لیا (جمہرۃ الانساب ابن حزم) ان کی سخاوت وفیاضی کی بہت سی حکایتیں ہیں۔ امیر یزیدؒ کی ولیعہدی اور خلافت کے خاص موئیدین میں سے تھے۔ ایک موقع پہ فداک ابی وامی (میرے ماں باپ تم پر قربان) کہکر امیر یزیدؒ کو مخاطب کیا تھا۔ ۸۵ھ میں وفات پائی۔

۱۲۷۔ **عبداللہ** بن حارث بن جزء الزبیدیؓ۔ ملک مصر میں جو صحابہ مسکن گزین تھے ان میں سے ان کی وفات سب کے بعد ہوئی وھو آخر من مات من الصحابۃ بمصر (الاصابہ) انہی کی چچیری بہن سیدہ محیہ تھیں، جن کی شادی رسول اللہؐ نے حضرت فضل بن عباسؓ بن عبدالمطلب سے کی تھی، ان کے بطن سے ان کے ایک بیٹی ام کلثوم ہوئیں جو بعد میں حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ کے حبالہ عقد میں آئیں۔ عبداللہ موصوف کا انتقال ۸۶ھ میں ہوا۔

۱۲۸۔ **عبداللہ** بن الحارث بن نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب ہاشمیؓ۔

Marfat.com

عہد رسالت میں جب ولادت ہوئی ان کی خالہ ام المومنین ام حبیبہؓ نومولود کو آنحضرتؐ کی خدمت میں لائیں، آپ نے لعاب مبارک اس بچہ کے تالو سے لگایا اور دعا دی۔ آپ کی حیات مقدسہ میں سن تمیز کو پہنچ گئے تھے اور آپ کے ہم شبیہ ہونے کا امتیاز بھی حاصل تھا۔ ماں ان کی امویہ خاتون حضرت ابوسفیانؓ کی دختر ہند تھیں۔ امیر یزیدؒ کی وفات کے چند سال بعد فوت ہوئے۔

۱۲۹۔ **عبداللہ** بن حازم اسلمیؓ، ابوصالح، بڑے شجیع و بہادر شہسوار تھے، کان من اشجع الناس واشدھم نفساً وبطشاً الیہ کچھ عرصہ خراسان کے حاکم بھی رہے تھے۔ ابوعبداللہ الحاکم نے ان کا ذکر ان صحابہ میں کیا ہے جو خراسان میں جا بسے تھے وہیں ۷۲ھ میں بمقام نیشاپور فوت ہوئے۔

۱۳۰۔ **عبداللہ** بن حوالہ الازدیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے ملک شام میں جا بسنے کی ان کو بشارت دی تھی وہیں ۵۸ھ میں منزل عقبیٰ طے کی۔

۱۳۱۔ **عبداللہ بن خالد** بن اسید الاموی رضؓ۔ حدیث کے راوی ہیں۔ امیر زیاد کے زمانہ میں فارس کے عامل رہے پھر بصرہ کے۔ امیر زیاد کی وفات پر امیر معاویہؓ نے ان کا تقرر بحال رکھا۔ امیر یزیدؒ کے عہد خلافت میں وفات ہوئی۔

۱۳۲۔ **عبداللہ** بن زمعہ القرشی الاسدیؓ۔ ام المومنین ام سلمہؓ کے بھانجے تھے، راوی حدیث ہیں۔ امیر یزیدؒ سے ان کے تعلقات دوستی کے تھے۔ کان صدیقاً لیزید بن معاویہ (الاصابہ) اپنے بیٹے کا نام انہوں نے اپنے دوست کے نام پر یزید رکھا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے یہ بیٹے یوم حرہ میں قتل ہوئے۔ اور خود حضرت زمعہؓ کی وفات اس سے سال ڈیڑھ سال پہلے ہوئی حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کرنے والوں سے لڑ کر ان کے قتل ہونے کی روایت صحیح نہیں۔

۱۳۳۔ **عبداللہ** بن زید بن عاصم انصاریؓ۔ غزوہ بدر میں شریک ہونے نہ ہونے میں اختلاف ہے، ان کے بعد کے تمام غزوات میں شریک رہے ہیں۔ مسیلمہ کذاب کے قتل کرنے میں وحشی بن حرب کے ساتھ رہے، امیر یزیدؒ کے عہد خلافت میں یعنی ۶۳ھ میں وفات پائی یوم حرہ میں مقتول ہونے کی روایت

Marfat.com

ضعیف ہے۔

۱۳۴۔ **عبداللہ** بن سائب المخزومی رضؓ القاری۔ کہتے ہیں کہ ان کے باپ رسول اللہ صلعم کے شریک تجارت رہے تھے۔ یہ کلام اللہ کے بڑے اچھے قاری تھے اور اہل مکہ نے فن قرأت انہی سے سیکھا تھا ۷۱ھ میں وفات ہوئی۔

۱۳۵۔ **عبداللہ** بن سبرہ الحرشی نوعمر صحابہ میں شمار ہے ابتدائی فتوحات میں اس کے کارنامے ہیں ایک رومی کو لڑائی میں قتل کر دیا تھا مگر ایک ہاتھ انکا یہی کٹ گیا تھا شاعر تھے امیر یزیدؒ کو مخاطب کر کے کہا تھا۔

تجاوز بحلم منک عنی هذه لک الخیر وانظر بجدک کیف اکون

۱۳۶۔ **عبداللہ** بن سعد بن ابی سرح القرشی العامری رضؓ سیدنا عثمانؓ کے دودھ شریک بھائی تھے۔ فتح مکہ کے دن حضرت عثمانؓ کے عرض کرنے پر رسول اللہ نے ان سے بھی بیعت لی تھی اور قصور معاف کر دیا تھا۔ فتح افریقہ میں ان کے بڑے بڑے کارنامے ہیں، وہاں کے جہادوں میں زیر دست کامیابیاں اور بے شمار غنائم حاصل کیے، کچھ عرصہ مصر کے والی بھی رہے۔ حضرت امیر معاویہؓ کے انتقال سے کچھ ہی پہلے یعنی آخر ۵۹ھ میں وفات ہوئی ۳۷ھ یا ۳۸ھ سال وفات بعض روایتوں میں آیا ہے۔ مگر وہ صحیح نہیں۔ ان کی نسل میں ابراہیم بن عمرو متوفی ۲۹۱ھ مصر کے مشہور محدث تھے۔

۱۳۷۔ **عبداللہ** بن سعدۃ الفزاری رضؓ بعض نے ان کو تابعین کبار میں شامل کیا ہے اور بعض نے صحابہ صغار میں دمشق میں سکونت تھی، وہیں امیر یزیدؒ کی خلافت کے ایک سال بعد ۶۵ھ میں انتقال ہوا۔

۱۳۸۔ **عبداللہ** بن سعد انصاری رضؓ یرموک و قادسیہ کے غازیوں میں سے ہیں۔ شرف صحابیت سے مشرف تھے ۴۳ھ میں فوت ہوئے۔

۱۳۹۔ **عبداللہ** بن السعدی القرشی العامری ابو محمد رضؓ۔ ان کے والد کا نام تو وقدان تھا۔ اور کنیت سعدی۔ باپ بیٹے دونوں صحابی تھے۔ حدیث کے راوی ہیں اور ان کی روایت سے بلا طلب مال کے بارے میں جو

حدیث ہے وہ سلسلۃ الذہب کہلاتی ہے کیونکہ اس کے پہلے راوی سیدنا عمر فاروقؓ ہیں۔ ان سے ان عبداللہ بن السحدیؓ نے اور ان سے خولیب بن عبدالعزیؓ نے اور ان سے السائب بن یزیدؓ نے روایت کی اور یہ سب راوی صحابی ہیں۔ حضرت عبداللہ کو رسول اللہؐ نے بعض صدقات کا عامل بھی مقرر کیا تھا۔ امیر یزیدؒ کے زمانہ ولیعہدی یعنی ۵۸ھ میں فوت ہوئے۔

۱۴۰۔ عبداللہ بن سندر الجذامیؓ۔ صحابی بن صحابی و راوی حدیث۔ امیر المومنین عبدالملک امویؒ کے عہد میں انتقال ہوا۔

۱۴۱۔ عبداللہ بن شداد بن الہاد اللیثیؓ۔ ان کی والدہ سلمی بنت عمیس ام المومنین میمونہؓ ام الفضل زوجہ حضرت عباس بن عبدالمطلب کی بہن تھیں۔ یہ عہد رسالت میں نو عمر تھے صغار صحابہ میں شمار ہے ۸۱ھ کے ایک حادثہ میں جان دی۔

۱۴۲۔ عبداللہ بن عامر کریز امویؓ۔ ان کے والد عامر بن کریز رسول اللہؐ کی پھوپی البیضا ام حکیم بنت عبدالمطلب کے فرزند دلبند تھے اور آں حضورؐ کی یہ پھوپی آپ کے والد ماجد عبداللہ بن عبدالمطلب کی حقیقی بہن تھیں اور توام پیدا ہوئی تھیں۔ عبداللہ بن عامر انہی کے پوتے تھے۔ عہد رسالت میں پیدا ہوئے اور آنحضرت صلعم کے حضور میں جب اس نومولود کو لایا گیا، آپ نے لعاب دہن تالو سے لگایا، عبداللہ آپ کے لعاب دہن کو چوستے رہے آپ نے فرمایا۔ انہ لمستسقی یعنی یہ بڑا سیراب کرنے والا ہوگا۔ خلافت عثمانی میں بصرے کے عامل رہے۔ فارس کے متعدد علاقے فتح کئے نیز دگرد آخری ایرانی شہنشاہ کا قلع قمع کیا۔ خراسان، سجستان اور کابل انہی کی قیادت میں فتح ہوئے۔ مفتوحہ علاقہ جات کی سرسبزی اور شادابی کی تدبیریں۔ نہریں کھدوائیں، رفاہ عام کے کاموں میں بے دریغ روپیہ صرف کرتے۔ عرفات میں کئی حوض بنوائے۔ بصرے میں اپنے صرف سے ایک بازار بنوایا۔ اس کی آمدنی رفاہ عامہ کے کاموں کے لئے وقف کی۔ مقام نخلہ میں ان کا لگایا ہوا باغ تھا جس کی بنا پر یہ مقام

Marfat.com

بستان ابن عامر سے موسوم ہوا۔ ان کی خوبیاں زبان زد عوام تھیں۔

کان کثیر المناقب وافتتح خراسان وقتل بزدجرد فی ولایتہ واحرم من نیسابور شکراً للہ (ص ۱۴۸ کتاب نسب قریش)	ان کے مناقب بہت ہیں خراسان کو انہوں نے فتح کیا اور ان کے عہد حکومت میں یزدگرد قتل ہوا۔ اللہ تعالےٰ کے ادائے شکر میں نیسا پور سے احرام باندھ کے (حج کے لئے گئے)

امیر المومنین سیدنا عثمانؓ کے قصاص خون کے لئے ام المومنین حضرت عائشہ صلوٰۃ اللہ علیہا ان ہی کی رائے سے مکہ سے بصرہ جہاں یہ عامل رہے تھے تشریف لے گئی تھیں۔ حضرت عبداللہ امیر یزیدؒ کے عہد خلافت سے تقریباً ایک سال قبل فوت ہوئے، ان کی ایک زوجہ حضرت امیر معاویہؓ کی دختر ہند تھیں اور ان کی دوسری زوجہ امۃ اللہ بنت الوارث کے بطن سے ان کی دختر کلثوم تھیں جو امیر یزیدؒ کی زوجیت میں تھیں۔ حضرت عبداللہ کے فرزند عبدالرحمن کی زوجیت میں حضرت علیؓ بن ابطالب کی دختر خدیجہ تھیں۔

۱۴۳۔ عبداللہ بن العباس بن عبدالمطلبؓ ہاشمی۔ ابن عم رسول اللہ بتبحر علمی کی بناء پر حبرامت وترجمان القرآن کہلاتے تھے۔ امیر یزیدؒ کی صلاحیتوں اور علمی فضیلت کے معترف تھے، ان کی ولیعہدی اور خلافت کی بطیب خاطر بیعت کی اور دوسروں کو بھی ہدایت کی۔ حضرت حسینؓ مدینہ سے مکہ آکر اپنے انہی چچا کے پاس مقیم ہوئے تھے، اور امیر یزیدؒ نے بھی مراسلہ بھیجکر انہی سے خواہش کی تھی کہ حضرت حسینؓ کو سمجھائیں کہ وہ عراقی مفسدین کے ورغلانے میں نہ آئیں۔ حضرت ابن عباس کے اقوال امیر یزیدؒ کی صلاحیت ونیکوکاری کے بارے میں دوسری جلد میں ملاحظہ ہوں۔ امیر یزیدؒ کی خلافت کے چند سال بعد رحلت کی۔

۱۴۴۔ عبداللہ بن عصام الاشعریؓ۔ بعض نے ان کی ولدیت عصمۃ لکھی ہے، صحابی وراوی حدیث ہیں جنگ صفین میں حضرت امیر معاویہؓ

کے ساتھ تھے۔ امیر المومنین یزیدؒ کے سفیر کی حیثیت سے طلب بیعت کے لئے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس گئے تھے۔ کان رسول یزید بن معاویۃ الی عبد اللہ بن الزبیر فی طلب البیعۃ (الاصابہ) واقعہ حرہ کے چند سال بعد فوت ہوئے۔

۱۴۵۔ عبداللہ بن علقمہ ابی اوفی۔ صحابی بن صحابی۔ صلح حدیبیہ سے قبل اسلام لائے سات غزوات میں شریک رہے۔ آخر میں کوفہ جا بسے اور وہاں کے مقیم صحابہ میں سے ان کا انتقال آخر میں ہوا۔ وھو آخر الصحابۃ موتاً بالکوفہ (الاستیعاب وجمہرۃ الانساب) یعنی ۸۷ھ میں۔

۱۴۶۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص القرشی السہمیؓ۔ صحابی جلیل کے فرزند اور خود بھی فاضل صحابی، فقہا و عبّاد امت میں سے تھے، سریانی دبان سے بھی واقف تھے۔ احادیث نبوی کا مجموعہ سب سے پہلے انہوں نے ہی مرتب کیا تھا، مگر بعد میں رسول اللہ صلعم کے ارشاد کی تعمیل میں کہ سوائے قرآن کے اور کچھ قلم بند نہ کیا جائے ضائع کر دیا تھا۔ امیر یزیدؒ کی ولیعہدی کی تائید کی۔ آخر میں حجاز سے ملک شام جا کر مقیم ہوئے۔ حضرت عبید اللہ بن العباسؓ بن عبد المطلب کی دختر سیّدہ عمرۃ ان کی زوجہ تھیں اور اس ہاشمیہ خاتون کے بطن سے اولاد ہوئی، جس سے نسل چلی۔ امیر یزیدؒ کی خلافت کے چند سال بعد ۶۸ھ یا ۶۹ھ میں عالم جاودانی کو رحلت کی۔

۱۴۷۔ عبداللہ بن عنم الاشعریؓ۔ فضلائے صحابہ میں سے تھے۔ حضرت معاذ بن جبلؓ کے ساتھ یمن میں رہے تھے اور "صاحب معاذ" کہلاتے تھے۔ اہل شام میں دین کی تعلیم کی اشاعت کے لئے حضرت فاروق اعظمؓ نے انہیں وہاں بھیجا تھا۔ آخر دم تک وہیں رہے۔ ۷۸ھ میں منزل عقبیٰ طے کی۔

۱۴۸۔ عبداللہ بن قیس ابو موسیٰ الاشعریؓ۔ جلیل القدر صحابی ہیں۔ یہ بھی کچھ عرصہ حضرت معاذؓ کے ساتھ یمن میں رہے تھے۔ پھر امیر المومنین عمر الفاروقؓ نے بصرہ کے عہدہ قضا پر مامور کیا، بعد میں صوبہ کی حکومت سپرد

Marfat.com

ہوئی ۔ ایام حکومت میں اہواز و الرے و اصبہان وغیرہ علاقے فتح کئے۔ حضرت عمرؓ کے متعدد فرامین و مراسلات ان کے موسومہ کتب سیر و تاریخ میں محفوظ ہیں جن کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ کی نظر میں ان کی اصابت رائے وتدین کا کیا مرتبہ تھا۔ خلافت عثمانی کے ابتداء میں بصرہ ہی تھے پھر کوفہ کے گورنر ہوئے ۔خلیفہ مظلوم شہید کی شہادت تک وہیں رہے۔ مالک الاشتر جیسے سبائیوں کی ریشہ دوانیوں سے حضرت علیؓ کے ابتدائی ایام خلافت میں عہدہ سے برطرف کئے گئے۔ فتنوں سے الگ تھلگ ہو کر گوشہ نشین ہو گئے۔ خانہ جنگی سے بچے رہنے کے لئے لوگوں کو نصیحتیں کیا کرتے تھے ۔ صفین کی خانہ جنگی ختم کرنے کو جب ثالثی کی تجویز پیش ہوئی حضرت علیؓ کے عراقی گروہ کے بعض سرکردہ اشخاص نے ان کے ثالث مقرر کئے جانے پر اصرار کیا۔ چنانچہ حضرت علیؓ کی جانب سے ثالث مقرر ہوئے۔ آپ نے صورت حال کا صحیح جائزہ لے کر اور یہ دیکھ کر کہ قاتلین حضرت علیؓ کے لشکر کے ساتھ ہیں اور خون ناحق کا قصاص جو شرعاً واجب تھا نہیں لیا گیا اور نہ قصاص لئے جانے کا کوئی امکان ہے۔ کیونکہ بعض مفسدین و قاتلین سیاست وقت میں دخیل ہیں اور امت فتنہ و انتشار میں مبتلا ہے۔ حضرت علیؓ کے منصب خلافت سے معزول کئے جانے کا فیصلہ سنا دیا اور فریق ثانی کے ثالث کے اتفاق رائے سے یہ قرار دیا کہ خلیفہ معزول کے بجائے ارباب حل و عقد کے استصواب سے خلافت کے لئے کسی موزوں شخص کا انتخاب کیا جائے اور جب تک نیا خلیفہ منتخب نہ ہو لے فریقین اپنے علاقہ جات پر قابض رہیں لیکن لڑائی ملتوی رہے۔ چونکہ حضرت معاویہؓ نے نہ اس وقت تک خلافت کا دعویٰ کیا تھا اور نہ وہ خلیفہ تھے، ان کے معزول یا برقرار رکھنے کا تو کوئی سوال ہی نہ تھا۔ سبائیوں کو یہ فیصلہ سخت ناپسند و ناگوار ہوا۔ انہوں نے دونوں محترم ثالثوں کے بارے میں غلط اور بے سر و پا باتیں مشہور کیں، جن کو ابن جریر طبری نے اپنے مسلک کے اعتبار سے اپنی کتاب میں درج کر دیا اور طبری سے بعد میں آنے والے مورخین نے نقل کر کے ان کی تشہیر کی۔ حضرت ابو موسیٰؓ رشتہ کے اعتبار سے حضرت علیؓ کے بھتیجے داماد تھے۔

Marfat.com

حضرت فضل بن العباسؓ کی دختر سیدہ ام کلثوم ان کے حبالہ عقد میں تھیں، جنکے بطن سے ان کے فرزند موسیٰ ہوئے وہ قرآن کے بڑے اچھے قاری تھے، وہ عہدہ قضاء پر بھی مامور ہوئے۔ ان کے بیٹے ابو بردہ بھی قاضی رہے اور پوتے بلال بن ابی بردہ بھی بصرہ کے قاضی رہے۔ یعنی خلافت فاروقی کے زمانہ سے لیکر تین پشت تک عہدہ قضا ان کی نسل میں رہا۔ حضرت ابو موسیٰ نے ۵۳ھ میں وفات پائی (المعارف ابن قتیبہ)

۱۴۹۔ عبداللہ بن قیس الحارثی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضری کا شرف تھا۔ زمانہ خلافت امیر معاویہؓ رومی عیسائیوں کے خلاف جہاد میں شریک رہے ۵۴ھ میں بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؒ وفات پائی۔

۱۵۰۔ عبداللہ بن کعب انصاریؓ۔ ابو فضالہ۔ عہد رسالت میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کی کنیت ابو بشیر تھی ان کی ولادت پر ابو عبداللہ ہوئی۔ عبداللہ ۹۷ھ یا ۹۸ھ میں فوت ہوئے۔

۱۵۱۔ عبداللہ بن مالک الازدی۔ قدیم الاسلام اور بڑے متقی و صائم الدہر تھے، ۵۴ اور ۵۶ ہجری کے درمیان کسی وقت انتقال ہوا۔

۱۵۲۔ عبداللہ بن معقل انصاریؓ۔ غزوہ احد میں اپنے والد کے ساتھ موجود تھے۔ بڑے سفر کرنے والوں میں ان کا شمار ہے۔ شاعر تھے اور دولت امویہ کے شعراء کے زمرہ میں ان کے ذکر اذکار ہیں۔ ۷۰ھ میں وفات پائی۔

۱۵۳۔ عبداللہ بن نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب ہاشمیؓ رسول اللہ صلعم کے ابن عم اور ہم شبیہ تھے۔ امیر المومنین مروان بن الحکمؓ کے زمانہ میں مدینہ طیبہ کے قاضی رہے اور یہی پہلے شخص ہیں جو خلافت راشدہ کے بعد وہاں اس منصب پر فائز رہے۔ امیر المومنین عبدالملکؒ کے عہد خلافت میں فوت ہوئے۔ ان کے ایک بھائی سعید تھے جو فقیہہ تھے دوسرے مغیرہ تھے، جنہوں نے رسول اللہ کی بڑی نواسی سیدہ امامہ بنت زینب بنت رسول اللہ صلعم سے حضرت علیؓ کے فوت ہو جانے کے بعد نکاح کیا تھا، ان سے ان کے اولاد بھی ہوئی۔

۱۵۴۔ عبداللہ بن یزید الاوسی۔ ایک روایت میں ان کو بیعت الرضوان کا

Marfat.com

شریک بھی بتایا گیا ہے۔ متعدد غزوات میں موجود رہے۔ امیر یزیدؒ کی خلافت کے چار سال بعد ۶۸ھ میں فوت ہوئے۔

۱۵۵۔ عبدالرحمٰن بن ابی سبرہ الجعفی رضؓ۔ باپ بیٹے دونوں صحابی تھے۔ نام عزیز تھا۔ رسول اللہ صلعم نے بدل کر عبدالرحمٰن رکھا اور فرمایا کہ عبداللہ اور عبدالرحمٰن نام اللہ تعالےٰ کو زیادہ پسند ہیں۔ وادی جعفی (یمن) آنحضورؐ نے ان کے خاندان کو عطا فرمائی تھی۔ اس نسبت سے جعفی کہلائے۔ امیر حجاج بن یوسف ثقفی کے زمانہ ایالت عراق میں اصبہان کے والی رہے۔ مشہور فقیہہ خیثمہ ان ہی کی اولاد میں تھے۔

۱۵۶۔ عبدالرحمٰن بن حاطب بن ابی بلتعہ اللخمی رضؓ۔ ابو یحییٰ۔ عہد رسالت کے مولود تھے ۸ھ میں فوت ہوئے (الاستیعاب)

۱۵۷۔ عبدالرحمٰن بن زید بن الخطاب العدوی رضؓ۔ سیدنا عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضؓ کے بھتیجے اور ایک بدری صحابی حضرت ابولبابہ انصاری رضؓ کے یہ نواسے عہد رسالت میں پیدا ہوئے۔ نومولود کو اس کے نانا آنحضورؐ کی خدمت میں لائے، آپ نے کان میں اذان کہی، سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا دی۔ صغار صحابہ میں شمار ہے۔ امیر یزیدؒ نے مکہ معظمہ کا ان کو عامل مقرر کیا تھا ۷۰ھ کے قریب منزل عقبیٰ طے کی۔

۱۵۸۔ عبدالرحمٰن بن سمرہ بن حبیب بن عبد شمس رضؓ۔ فتح مکہ کے زمانہ میں اسلام لائے۔ حدیث کے راوی ہیں۔ خلافت عثمانی میں خراسان، سجستان اور کابل کے جہادوں میں حصہ لیا پھر کچھ عرصہ سجستان کے والی بھی رہے۔ آخر میں سکونت بصرہ میں اختیار کی اور وہیں ۵۲ھ میں بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؒ وفات پائی۔

۱۵۹۔ عبدالرحمٰن بن مل، ابو عثمان النہدی رضؓ۔ ایک سو تیس برس کی طویل عمر پائی۔ ساٹھ برس زمانہ جاہلیت میں اور اس سے قدرے زائد عہد اسلام میں زندگی گزاری۔ یہ محض غلط ہے کہ رسول اللہؐ کی زیارت سے مشرف

Marfat.com

نہیں ہوئے۔ خلافت فاروقی میں ایران کے متعدد معرکہ ہائے جہاد یعنی جنگ قادسیہ وجلولا، وتستر ونہاوند نیز موک وآذربائیجان کے معرکوں میں شریک رہے۔ ۹۵ھ اور بقول دیگر ۱۰۰ھ میں رحلت کی۔

۱۶۰ عبدالمطلب بن ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب الہاشمیؓ۔ ان کے والد حضرت ربیعہ بن الحارث رسول اللہ صلعم کے چچیرے بھائی تھے اور صحابی بھی۔ اس رشتے سے عبدالمطلبؓ آپ کے بھتیجے بھی تھے اور مادری رشتہ سے بھانجے بھی کیونکہ ان کی والدہ محظمہ سیدہ ام الحکم بنت الزبیر بن عبدالمطلب آپ کی چچیری بہن بھی تھیں اور صحابیہ بھی۔ ماں باپ دونوں ان کے نسباً ہاشمی تھے اور ہاشمی خاندان میں حضرت علیؓ کے بعد یہ نسبی خصوصیت صرف حضرت عبدالمطلب بن ربیعہؓ کو حاصل تھی۔ حضرت علیؓ کے والد ابوطالب نے تو اسلام قبول نہیں کیا تھا، مگر حضرت عبدالمطلبؓ کے ماں باپ دونوں مسلمان تھے اور شرف صحابیت سے مشرف۔ یہ خود بھی صحابی ہیں اور راوی حدیث بھی عہد رسالتؐ میں جوان تھے، ان پر خاص شفقت فرماتے، ان کی شادی آپ نے ان کے چچا حضرت ابوسفیان بن الحارث کی دختر سے کرائی تھی۔ عبدالمطلبؓ کی والدہ سیدہ ام الحکمؓ کو آنحضرت صلعم خیبر کی پیداوار سے ایک حصہ دیتے اور ان کو عزیز رکھتے۔ اپنے دادا عبدالمطلب کی وفات کے بعد آنحضورؐ اپنے حقیقی چچا اور سیدہ ام الحکم کے والد زبیر بن عبدالمطلب کی کفالت میں رہے تھے وہ اپنے زمانہ کی ممتاز شخصیت تھے۔ ابوطالب کے حقیقی بڑے بھائی تھے اور اپنے والد کے انتقال پر ہاشمی خاندان کے سردار تھے۔ آنحضورؐ سے ان کو بڑی محبت تھی آپ کی صغر سنی اور چھٹپن میں آپ کو ہاتھوں پر جھلاتے اور لوری گاتے جاتے کہ یہ محمد میرے بھائی کی نشانی ہے، خوب پروان چڑھے اور بڑے شرف وعزت والا ہو (الاصابہ) بلیس اکھلیں سال کی عمر تک آپ اپنے انہی حقیقی تایا کے پاس رہے، حرب فجار میں یہی زبیر بن عبدالمطلب بنی ہاشم کے سردار کی حیثیت سے موجود تھے، اور آنحضورؐ کہ عمر شریف اس وقت تقریباً سترہ اٹھارہ برس کی تھی اپنے انہی

Marfat.com

شفیق تایا کے ساتھ تھے اور تیرا ٹھا اٹھا کر دیتے جاتے تھے۔ حلف الفضول کے انعقاد کے وقت کہ زبیر بن عبد المطلب ہی اس کے بانی تھے۔ آنحضورؐ اس جلسہ میں اپنے ان تایا کے ساتھ موجود تھے، اس وقت عمر شریف تقریباً ۲۰ سال کی تھی (شرح نہج البلاغہ جزء ۱۵) اس کے کچھ دن بعد جب زبیر بن عبد المطلب نے وفات پائی ان کے چھوٹے بھائی ابو طالب سردار قبیلہ ہوئے اور ان کے ہی زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ سردار قبیلہ کی حیثیت سے ابو طالب نے آپ کی حمایت تو کی مگر آنحضرت صلعم نے جب اپنے تایا زبیر بن عبد المطلب کی وفات کے بعد ابو طالب کی بیٹی ام ہانی کو پیام دیا تو قبول نہ کیا اور بھتیجے کے عقد میں اپنی بیٹی دینے کے بجائے اپنے ماموں کے بیٹے ہبیرہ سے اسکی شادی کر دی تھی۔ زبیر بن عبد المطلب کے چار بیٹے اور چار ہی بیٹیاں تھیں۔ ان کے ایک بیٹے عبد اللہ بن زبیر بن عبد المطلب یعنی سیدہ ام الحکم کے بھائی بھی صحابی تھے، ان پر بھی آپ بہت شفقت فرماتے اور ان کو "ابن اُمی" میری ماں کا بیٹا کہتے (الاصابہ) کیونکہ سیدہ آمنہ کے بعد آپکی انہی چچی نے آپ کی پرورش کی تھی۔ غرضیکہ حضرت عبد المطلب بن ربیعہؓ نے ایسے ماحول میں شعور کی آنکھیں کھولیں اور مشکوۃ نبوی سے براہ راست اخذ نور کیا، سیدنا فاروق اعظمؓ کے عہد خلافت تک مدینہ میں رہے۔ پھر ملک شام میں جا بسے دمشق میں مسکن گزین ہوئے۔ امیر یزیدؒ کے بچپن سے جوانی تک کے سب حالات ان کے اپنی آنکھوں دیکھے تھے اور ان کی صلاحیتوں کی بناء پر ان سے ایسی محبت کرتے تھے کہ وفات سے قبل انہی کو اپنا وصی کیا۔ واوصی الی یزید بن معاویۃ وقبل وصیۃ (الاصابہ ص۴۳۰ ج۲ والبدایۃ ص۲۱۴ ج۸ والاستیعاب وجمہرۃ الانساب ابن حزم) (یعنی انہوں نے یزید بن معاویہؓ اپنی وصیت کی جو انہوں نے قبول کر لی) امیر یزیدؒ کے اول عہد خلافت میں رحلت کی۔ مات فی امرۃ یزید سنۃ اثنتین وستین (الاصابہ) ان کے ایک بیٹے محمد بن عبد المطلبؓ تھے جن کی وہاں بڑی قدر و منزلت تھی ان محمد کے فرزند عمرو کو امیر المومنین جعفر المنصورؒ

Marfat.com

عباسی نے دمشق کا والی مقرر کیا تھا، اور دوسرے پوتے عبداللہ بن سلیمان بن محمد بن عبدالمطلب کو یمن کا، اور عبداللہ بن سلیمان کے فرزند کو امیر المومنین ہارون الرشیدؒ نے مدینہ کا والی مقرر کیا تھا (کتاب نسب قریش ص۸۷)

۱۶۱۔ عبیداللہ بن العباس بن عبدالمطلب الہاشمیؓ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی اور صحابی بن صحابی۔ آپ کی وفات کے وقت سن تمیز کو پہنچ گئے تھے۔ حضرت علیؓ نے اپنے زمانے میں یمن کا والی مقرر کیا تھا۔ جود وسخا و دریا دلی کے انکے بہت سے واقعات کتب سیر میں منقول ہیں امیر یزیدؒ کے عہد خلافت تک حیات رہے۔ ولقبی الی دھر یزید بن معاویۃ (الاصابہ)

۱۶۲۔ عبیداللہ بن عدی بن الخیار بن عدی بن نوفل القرشیؓ۔ عہد رسالت میں پیدا ہوئے اور امیر المومنین الولید بن عبدالملک اُموی کے زمانہ میں وفات پائی یعنی ۸۲ھ میں۔

۱۶۳۔ عبید بن عمیر بن قتادہ اللیثیؓ۔ ابو عاصم المکی۔ عہد نبوی میں ولادت ہوئی۔ آپ کی زیارت سے مشرف تھے تھے۔ ان کے والد کو شرف صحابیت حاصل تھا۔ بعض نے ان کو کبار تابعین میں شمار کیا ہے۔ ذی علم تھے اور خطیب۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی وفات سے کچھ قبل فوت ہوئے اور ایک قول کے مطابق ۷۴ھ میں۔

۱۶۴۔ عتبہ بن عبدالسلمیؓ۔ نام ان کا عتلہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر عتبہ رکھا اصحاب صفہ میں سے تھے، بعد میں ملک شام کے مقام حمص میں جا بسے تھے اور وہیں ۸۷ھ میں بعہد خلافت امیر المومنین الولید بن عبدالملک اُموی فوت ہوئے کہتے ہیں کہ ملک شام کے مقیم صحابہ میں ان کا انتقال سب سے بعد میں ہوا۔ (الاستیعاب والاصابہ)

۱۶۵۔ عثمان بن ابی العاص الثقفی ابو عبداللہ الطائیؓ۔ ثقیف کے وفد کے ساتھ رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے طائف کا انکو عامل مقرر فرمایا۔ خلافت صدیقی میں بھی اسی منصب پر مامور رہے۔

سیدنا عمر الفاروقؓ نے عمان اور بحرین کا حاکم بنایا ۵۵ھ میں بزمانہ ولیعہدی امیر یزید فوت ہوئے۔

۱۶۶ عثمان بن عبید اللہ التیمیؓ۔ یہ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کے بھائی تھے۔ اسلام لائے اور ہجرت بھی کی۔ (الاصابہ) ۷۴ھ میں وفات پائی۔

۱۶۷۔ العدّا بن خالد بن ہوذۃ الحامریؓ۔ غزوہ حنین کے بعد مع اپنے والد اور بھائی کے اسلام سے مشرف ہوئے۔ راوی حدیث ہیں۔ رسول اللہؐ نے بنی عامر کے تالاب اور کنوئیں ان کو عطا کئے۔ خلیفہ یزید بن عبدالملک اموی کے زمانہ تک حیات رہے۔ ۱۰۲ھ ان کا سنہ وفات بتایا گیا ہے۔ (الاصابہ)

۱۶۸۔ عدی بن حاتم الطائیؓ۔ حدیث کے راوی ہیں اور صفین کی خانہ جنگیوں میں حضرت علیؓ کے کیمپ میں تھے، مگر ان کا فرزند طریف خوارج کے ساتھ ہوگیا تھا اور ان کے چچا کے بیٹے۔ بنو عطیف۔ امیر معاویہؓ کے ساتھ تھے۔ امیر معاویہؓ سے جب حضرت حسن بن علیؓ نے بیعت خلافت کر لی حضرت عدیؓ بھی ان کی بیعت میں داخل ہوگئے۔ امیر یزیدؒ کے عہد خلافت کے تین چار سال بعد ۶۸ھ میں رحلت کی۔

۱۶۹۔ العرباض بن ساریہ السلمیؓ۔ قدیم الاسلام تھے اور اصحاب صفہ میں شامل۔ ملک شام میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ ۷۵ھ میں انتقال ہوا۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ فتنہ ابن الزبیرؓ کے ایام میں فوت ہوئے (الاصابہ)

۱۷۰۔ عطیہ بن بسر المازنیؓ۔ ملک شام کے مقام حمص جو صحابہ مسکن گزین تھے ان میں یہ بھی شامل تھے۔ سال وفات ۷۵ھ ہے۔

۱۷۱۔ عفان بن وہب الخولانیؓ۔ الوایمن۔ راوی حدیث ہیں، بلاد مغرب (افریقہ) کے جہادوں میں حصہ لیا، مصر میں سکونت تھی وہیں ۸۲ھ میں منزل عقبیٰ طے کی۔

۱۷۲ عقبہ بن عامر الجہنیؓ۔ رسول اللہؐ کی مدینہ تشریف آوری کے وقت اسلام قبول کیا۔ غزوات نبوی میں شریک رہے بعد میں ملک شام میں

Marfat.com

سکونت اختیار کی۔ صفین کی خانہ جنگی میں امیر معاویہؓ کے ساتھ تھے کچھ عرصہ مصر کے عامل رہے۔ امیر المومنین یزیدؒ نے اپنے زمانہ خلافت میں افریقہ میں امیر عسکر مقرر کیا تھا۔ وفات ان کی امیر المومنین عبدالملکؒ کے عہد میں ہوئی ۸۵ھ میں ان کے وفات ہونے کی روایت صحیح نہیں۔ ابوزرعہ نے عبادہ بن نسی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ امیر المومنین عبدالملکؒ کے زمانہ میں ایک صحابی کو حدیث بیان کرتے سنا وہ حضرت عقبہ بن عامر الجہنی تھے۔

۱۷۳۔ عقبہ بن نافع الفہریؓ۔ سیدنا عمرو بن العاصؓ کے خالہ زاد بھائی عہد رسالت کے مولود ہیں، بعض نے ان کا شمار تابعین میں کیا ہے۔ خلافت راشدہ اور اس کے بعد کی خلافتوں کے زمانہ میں بڑی بڑی مہمات میں خاص کر شمال مغربی افریقہ کے معرکوں میں کامیابی اور ناموری حاصل کی۔ بڑے بہادر اور مجاہد تھے یہی ہیں جنہوں نے رومیوں کو شکست دے کر اپنا گھوڑا بحر ظلمات میں ڈال دیا تھا اور ہاتھ اٹھا کر بارگاہ خداوندی میں عرض کیا تھا کہ "الٰہی! اگر سمندر میرا راستہ نہ روکتا تو جہاں تک جا سکتا تیرا نام بلند کرتا۔" قیروان (مراقش) ان ہی کا بسایا ہوا ہے اور یہی اس خوبصورت اور عالیشان مسجد کے بانی ہیں جس کی وجہ سے مغربی افریقہ میں قیروان حرمین شریفین اور بیت المقدس کے بعد چوتھا متبرک مقام سمجھا جاتا ہے۔ امیر المومنین یزیدؒ کے عہد خلافت میں مقام بسکرہ ۶۳ھ میں شہید ہوئے۔ اس مقام پر ان کا مقبرہ اور اس کے متصل مسجد موجود ہے جو افریقہ میں سب سے قدیم طرز عمارت کا نمونہ ہے۔ ان کے فرزند ابوعبیدہ کی نسل کے لوگ افریقہ و اندلس میں رہے۔ مصر کے محدث ابوبکر محمد بن الحارث متوفی ۳۴۰ھ ان ہی کی نسل سے تھے اور ان کا تعلق امیر یزیدؒ کے اخلاف سے برابر قایم رہا تھا۔

۱۷۴۔ عقیل بن ابی طالب الہاشمیؓ حضرت علیؓ کے حقیقی بڑے بھائی جو عمر میں ان سے بیس برس بڑے تھے۔ ۲ھ کے غزوہ بدر میں یہ بھی اپنے چچا حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کے نیز اپنے بڑے بھائی طالب بن ابی طالب اور دوسرے ہاشمی

Marfat.com

عزیزوں کے ساتھ کفار قریش کے لشکر میں شامل ہو کر گئے تھے۔ طالب کا خاتمہ تو اسی غزوہ میں ہو گیا تھا۔ عقیلؓ اور دوسرے ہاشمی گرفتار کر لئے گئے۔ حضرت عباسؓ نے اپنا اور ان سب کا فدیہ ادا کیا۔ اسی وقت یا بروایت دیگر صلح حدیبیہ کے زمانے میں اسلام لائے۔ جنگ موتہ میں بھی ان کی شرکت بتائی جاتی ہے۔ سیدنا عثمان ذی النورینؓ کے قصاص خون کے معاملہ میں اپنے بھائی کے طرز عمل کے خلاف تھے۔ حضرت معاویہؓ کے پاس چلے گئے اور صفین میں انہی کے ساتھ موجود رہے۔ شیعہ مورخ و نساب۔ مولف عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب۔ لکھتے ہیں کہ:۔

وفارق (عقیل) اخاہ علیاً امیر المومنین فی ایام خلافتہ وھرب الی معاویۃ وشھد صفین معہ غیر انہ لم یقاتل۔ (ص ۱۵)	اور (عقیل) نے اپنے بھائی علی امیر المومنین سے ان کے ایام خلافت میں جدائی اختیار کر لی اور معاویہ کے پاس بھاگ گئے اور ان ہی کے ساتھ صفین میں موجود رہے سوائے اسکے کہ قتال نہیں کیا۔

منافقین نے اسی بناء پر ان کی تنقیص میں روایتیں وضع کی ہیں (الاستیعاب) عمر بھر تک دمشق میں مقیم رہے۔ مکہ معظمہ میں ان کی املاک تھی اور اپنے ان عزیزوں کی جائیداد کے جو مدینہ منورہ کو ہجرت کر گئے تھے۔ یہی وارث ہوئے۔ وکانت ورث اقرباءہ الذین ھاجروا وترکوا اموالھم۔ حتیٰ کہ ام المومنین حضرت خدیجہؓ کا مکان بھی انہی کے قبضہ و تصرف میں رہا۔ ایک قول یہ ہے کہ امیر یزیدؒ کے اوّل عہد خلافت میں فوت ہوئے صاحب عمدۃ الطالب کی تحقیق کے مطابق ۶۰ھ میں وفات پائی۔ یعنی خلافت امیر یزیدؒ سے چند ماہ قبل۔ ناسخ التواریخ کا یہ قول کہ ۵۱ یا ۵۲ھ میں فوت ہوئے صحیح نہیں۔ ان کی کنیت اپنے ایک بیٹے یزید نام سے ابو یزید تھی۔

۱۷۵۔ **علقمہ** بن جنادہ الازدیؓ۔ شرف صحابیت حاصل تھا، امیر معاویہؓ کے بیڑے جہازات کے افسر اعلیٰ تھے۔ فتح مصر میں بھی حصہ لیا۔ امیر یزیدؒ کے ایام ولیعہدی

Marfat.com

میں فوت ہوئے۔ سنہ ۵۹ھ سال رحلت ہے۔

۱۷۶۔ **علقمہ** بن خالد الجزاعیؓ۔ نام علقمہ تھا۔ عبداللہ ابن ابی اوفی سے مشہور تھے۔ حدیبیہ میں موجود تھے۔ کوفہ میں جو صحابی مقیم تھے ان کی وفات ان سب سے بعد ہوئی یعنی سنہ ۸۷ھ میں بعمر ننوے سال۔

۱۷۷۔ **علقمہ** بن وقاص اللیثیؓ۔ غزوہ خندق اور اس کے بعد کے غزوات میں شریک رہے۔ امیر المومنین عبدالملکؒ کے عہد خلافت میں فوت ہوئے۔

۱۷۸۔ **عکراش** بن ذویبؓ۔ بنی فزارہ بن مرہ کے صدقات وصول کئے اور نبی کریم صلعم کی خدمت میں لاکر پیش کئے۔ جنگ جمل میں ام المومنین حضرت عائشہ صلوٰۃ اللہ علیہا کے ساتھ تھے۔ امیر المومنین عبدالملکؒ کے عہد میں انتقال ہوا۔

۱۷۹۔ **عمر** بن ابی سلمہ مخزومیؓ۔ رسول اللہ کے ربیب اور ام المومنین ام سلمہؓ کے فرزند، صغر سنی سے رسول اللہ صلعم کے دامن عاطفت و آغوش شفقت میں پرورش پائی۔ حضرت علیؓ کے زمانہ میں بحرین کے عامل بھی رہے۔ جماعت سے ہمیشہ وابستہ رہے اور فتنوں سے الگ تھلگ۔ امیر المومنین عبدالملکؒ کے عہد خلافت میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

۱۸۰۔ **عمر** بن اخطب انصاریؓ، ابوزید۔ ہجرت رسول اللہ کے بعد ہی اسلام لائے اور تیرہ ۱۳ غزوات میں شرکت کی۔ آنحضرت صلعم ان پر خاص شفقت فرماتے۔ ایک مرتبہ جسد مبارک سے کرتہ اٹھا کر فرمایا کہ میرے پاس آؤ اور بیٹھ چھو لو۔ ان کا ہاتھ پیٹھ پر سے خاتم نبوت تک پہنچا، جسے اچھی طرح دیکھا، پھر ایک مرتبہ آپؐ نے ان کے سر اور چہرہ پر ہاتھ پھیر کر دعا دی۔ ۹۵ برس کے سن میں جن لوگوں نے انھیں دیکھا تھا ان کا بیان ہے کہ سر اور داڑھی میں ایک بال بھی سپید نہ ہوا تھا۔ چہرہ کی تابانی بحال تھی۔ امیر یزیدؒ کے عہد خلافت میں رحلت کی یعنی سنہ ۶۲ھ میں۔

۱۸۱۔ **عمران** بن حصین الجزاعیؓ۔ کنیت ابو نجیبہ تھی۔ قدیم الاسلام تھے۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے غزوہ خیبر کے زمانہ میں اسلام لائے اور اس کے بعد کے تمام غزوات میں شرکت کی۔ امیر زیاد بن ابوسفیانؓ کے زمانہ ایالت میں بصرہ کے عہد قضا پر

Marfat.com

مامور تھے۔ فضلائے صحابہ میں سے تھے۔ یہ حدیث ان سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم ایک قرن کی مدت اسّی سے ایک سو بیس برس شمار ہوتی ہے۔ اس اعتبار سے امیر یزید کا عہد خلافت قرن اول میں شامل ہے۔ بعض نے چالیس سال کی مدت شمار کی ہے۔ اس کے اعتبار سے امیر موصوف کا زمانہ قرن ثانی کا شروع آتا ہے۔ حضرت عمران رضؓ ۵۳ھ میں فوت ہوئے

۱۸۲۔ **عمران** بن ملحان، ابو رجاء العطاردی رضؓ۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم کی بعثت کے بعد ہی اسلام قبول کیا تھا۔ اور قول دیگر یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد اسلام لائے عمر بہت طویل پائی۔ امیر المومنین ہشام بن عبدالملکؒ کے شروع زمانہ خلافت میں فوت ہوئے۔ مات فی اوّل خلافۃ ھشام بن عبد الملک (الاستیعاب)

۱۸۳۔ **عمرو** بن ابی اراکہ الثقفی رضؓ۔ حدیث کے راوی ہیں، ایک مرتبہ امیر زیادؒ نے ایک جھوٹے گواہ کی زبان کاٹ دینے کی دھمکی دی، اس وقت حضرت عمروؓ امیر موصوف کے پاس موجود تھے، انہوں نے رسول اللہ صلعم کا ارشاد سنایا، جس میں جسم کا مثلہ کرنے اور عضو کاٹنے کی ممانعت ہے آخر عہد خلافت حضرت امیر معاویہؓ میں رحلت کی۔

۱۸۴۔ عمرو بن حریث القرشی المخزومی رضؓ، ابو سعید۔ ہجرت سے دو سال پہلے پیدا ہوئے۔ حدیث کی روایت بھی کی ہے۔ کچھ عرصہ امیر زیادؒ کے نائب رہے۔ کوفہ میں سکونت تھی اور وہیں ۸۵ھ میں انتقال ہوا۔

۱۸۵۔ **عمرو** بن حزم بن زید انصاریؓ۔ صحابی جلیل تھے۔ غزوہ خندق اور اس کے بعد کے غزوات میں شریک ہے۔ رسول اللہ صلعم نے کچھ دن کے لئے انکو نجران کا عامل بھی مقرر کیا تھا۔ اس وقت نوعمر تھے۔ مسند ابو یعلیٰ میں ہے کہ انہوں نے حضرت امیر معاویہ رضؓ سے یزیدؒ کی ولی عہدی کے بارے میں زور کی گفتگو کی تھی انہ تکلم معاویۃؓ فی امر بیعۃ لیزید بکلام قوی۔ امیر یزید کی خلافت کے دوسرے سال یعنی ۶۲ھ میں فوت ہوئے۔ (البدایہ)

۱۸۶۔ **عمرو** بن سفیانؒ البکائی۔ بعض نے انکی ولدیت سیف بیان کی ہے

Marfat.com

اور کسی نے عبداللہ۔ جو جھوٹی حدیثیں وضع کرنے والوں پر لعنت کیا کرتے تھے، امیرالمؤمنین مروانؓ کے زمانہ تک حیات رہے۔

۱۸۷۔ **عمرو** بن سفیان بن عبد شمس ابو الاعور السلمیؓ۔ غزوہ حنین میں کفار کے شریک تھے اس کے بعد اسلام لائے۔ حضرت علیؓ کے سخت مخالف تھے۔ سنہ ۵۳ھ غزوہ عموریہ میں شامی فوج کے ایک دستہ کے سردار تھے۔ امیرالمؤمنین مروانؓ کیساتھ مصر بھی گئے تھے۔ (الاصابہ) سنہ ۷۵ھ میں فوت ہوئے۔

۱۸۸۔ **عمرو** بن عوفؓ المزنی قدیم الاسلام صحابی تھے۔ مدینہ ہی میں برابر مقیم رہے اور آخر عہد امیر معاویہؓ میں انتقال ہوا۔

۱۸۹۔ **عمرو** بن غیلانؓ الثقفی۔ بعض نے صحابی بتایا ہے اور بعض نے تابعی جاہلیت اور اسلام دونوں زمانے پائے۔ بخاری کی تصریح کے اعتبار سے امارت بصرہ پر کچھ دن مامور رہے۔ ان کے بیٹے عبداللہ امیر معاویہؓ کے کبار رجال میں سے تھے۔ امیر یزیدؒ کے ایام خلافت میں وفات ہوئی۔

۱۹۰۔ **عمرو** بن مرۃ بن عبسؓ۔ قدیم الاسلام تھے، اور متعدد مشاہد میں رسول اللہ صلعم کے ساتھ رہے۔ متعدد حدیثیں ان سے مروی ہیں۔ حضرت معاویہؓ کے آخر عہد خلافت میں اور بقول دیگر امیرالمومنین عبدالملکؒ کے زمانہ میں رحلت کی۔

۱۹۱۔ **عمرو** بن میمون الازدیؓ۔ ابو عبداللہ۔ جاہلیت اور اسلام دونوں زمانے پائے۔ بعض نے ان کو کبار تابعین میں شمار کیا ہے۔ ملک شام میں حضرت معاذؓ کی اور کوفہ میں ابن مسعودؓ کی علمی صحبت اٹھائی۔ کہتے ہیں کہ پچاس سے زیادہ حج کئے تھے۔ سنہ ۷۵ھ میں وفات پائی۔

۱۹۲۔ **عمیر** ابو عیاضؓ ابن الاسود۔ لہ صحبۃ ولہ ادراک دمشق میں رہتے تھے بعد میں حمص میں ساکن ہوئے۔ ایک مرتبہ مدینے آئے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے انہیں نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا کہ جو کوئی رسول اللہ صلعم کی نماز کے مشابہ نماز پڑھتا دیکھے تو ان کو دیکھے۔ عبادا ہل شام میں سے تھے آخر

Marfat.com

خلافت حضرت معاویہؓ میں منزل عقبیٰ طے کی۔

۱۹۳۔ **عوف** بن مالک اشجعی، ابو عمروؓ۔ سب سے پہلا موقع جہاد کا غزوہ خیبر میں ملا۔ فتح مکہ کے دن اپنی قوم کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا۔ خلافت صدیقی کے زمانہ میں ملک شام چلے گئے اور حمص میں مسکن گزین ہوئے۔ ۷۳ھ میں بعہد خلافت امیر المؤمنین عبدالملکؒ منزل عقبیٰ طے کی۔

۱۹۴۔ **قبیصہ**ؓ بن ذویب الخزائی۔ ہجرت کے اول سال ولادت ہوئی ان کے والد بھی صحابی تھے۔ حضرت قبیصہؓ کا علمائے امت میں شمار ہے۔ علم فقہ میں بلند پایہ رکھتے تھے۔ فقہائے اربعہ کے ایک رکن یہ بھی ہیں۔ باقی تین رکن عروہ بن الزبیرؓ سعید بن مسیبؓ اور عبدالملک بن مروانؓ امیر المؤمنین ہیں۔ ۸۸ھ سال وفات ہے۔ بعض نے ان کو کبار تابعین میں شمار کیا ہے۔

۱۹۵۔ **قثم** بن عباس عبدالمطلب الہاشمیؓ۔ رسول اللہ صلعم کے چچیرے بھائی آپ کے ہم شبیہہ تھے۔ آپ کی تدفین کے وقت یہی تھے جو لحد سے سب کے بعد باہر آئے تھے۔ حضرت علیؓ کے ایام میں مدینہ کے عامل رہے۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے زمانے میں متعدد جہادوں میں شریک ہوئے۔ امیر سعید بن عثمان بن عفانؓ کے ساتھ سمرقند کے جہاد میں شریک ہوئے اور وہیں ۵۵ھ میں جام شہادت نوش فرمایا۔ سمرقند میں ان کا مزار زیارت گاہ ہے۔

۱۹۶۔ **قیس** بن ثور السلولیؓ۔ کنیت، ابو بکر تھی۔ رسول اللہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ فتح مصر میں شریک تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد اپنے فرزند عمرو کے ساتھ امیر یزیدؒ کے پاس آئے تھے۔

۱۹۷۔ **قیس** بن خرشۃ القیسیؓ۔ بعض نے ان کو تابعین میں شمار کیا ہے اور ابن شاہین نے زمرہ صحابہ میں حاکموں پر شدت سے نکتہ چینی کیا کرتے تھے سکونت کوفہ میں تھی۔ وہیں امیر زیادؒ کے زمانہ میں فوت ہوئے۔

۱۹۸۔ **قیس** بن سعد بن عبادہ الانصاریؓ صحابی بن صحابی۔ حضرت علیؓ کے خاص طرفداروں میں تھے اور ان کے زمانہ میں مصر کے عامل رہے۔ حضرت حسنؓ

Marfat.com

نے جب حضرت امیر معاویہؓ سے بیعت خلافت کرلی حضرت قیسؓ نے بھی دمشق جاکر امیر موصوف سے بیعت کی۔ فلما اجتمعت الکلمۃ علی معاویۃ جاء ہ اینبغایہ کما بایعہ اصحابہ (البدایہ والنہایۃ صفحہ ۹۹ جلد ۸) امیر یزیدؒ کے اول عہدِ خلافت یعنی سنہ ۶۰ھ میں وفات ہوئی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ امیر معاویہؓ کی آخر زمانہ خلافت یعنی سنہ ۵۹ھ میں انتقال ہوا۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ خلیفہ عبدالملک کے زمانہ تک حیات رہے، مگر قول اوّل اصح ہے۔

۱۹۹۔ **قیس** بن بایعہ الخولانیؓ کہتے ہیں کہ غزوہ بدر میں موجود تھے۔ مگر لم یشھد بدرًا وھو حدیث السن (الاصابہ) ملک شام کی فتوحات میں حصّہ لیا۔ امیر یزیدؒ کے زمانہ ولیعہدی میں وفات پائی۔

۲۰۰۔ **کعب** بن عجرۃ الانصاریؓ ابو محمد۔ صحابی جلیل تھے، امیر یزیدؒ کے زمانہ ولی عہدی سنہ ۵۴ھ میں انتقال ہوا۔

۲۰۱۔ **کعب** بن مالک السلمیؓ۔ قدیم الاسلام تھے اور بیعت عقبہ میں موجود شاعر بھی تھے۔ سیدنا عثمان ذی النورینؓ کی شہادت کے دردناک مرثیے کہے ہیں حضرت علیؓ سے انہوں نے بیعت خلافت نہیں کی تھی۔ سال وفات ۵۱ یا ۵۲ھ

۲۰۲۔ **کعب**۔ بن مرّہ السلمیؓ۔ شام میں جا بسے تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھیوں میں سے تھے، بمقام اردن سنہ ۵۷ھ میں بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؒ وفات پائی۔

۲۰۳۔ **اللجلاج** العامریؓ۔ جب اسلام لائے پچاس برس کی عمر تھی اکیسو تیس برس کی طویل عمر پاکر فوت ہوئے، بزمانہ امیر المؤمنین عبدالملکؒ

۲۰۴۔ **مالک** بن اوس النضریؓ۔ حدیث کے راوی ہیں۔ سنہ ۹۲ھ میں مدینہ میں فوت ہوئے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ۹۴ برس کی عمر میں سنہ ۵۲ھ میں انتقال ہوا

۲۰۵۔ **مالک** بن الحویرث اللیثیؓ۔ اپنی قوم کے مندوب کی حیثیت سے بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے تھے۔ آخر میں بصرے میں سکونت اختیار کی سنہ ۹۴ھ میں وہیں منزل آخر طے کی۔

۲۰۶۔ **مالک** بن عبداللہ بن سنان الخثعمی اس حدیث کے راوی ہیں۔

Marfat.com

کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جہاد فی سبیل اللہ میں جس کے پاؤں گرد آلود ہوں دوزخ کی آگ اس پر حرام ہے، حضرت امیر معاویہؓ اور امیر یزیدؒ و امیر عبدالملکؒ کی خلافتوں میں متعدد جہادوں میں شرکت کی تھی۔

۲۰۷۔ مالک بن ہبیرہ بن خالد الکندیؓ۔ راوی حدیث ہیں۔ فتح مصر میں شریک رہے۔ اور رومیوں کے خلاف جہاد میں فوجی دستہ کے سردار تھے۔ امیر المؤمنین مروانؓ کے زمانہ خلافت میں وفات پائی۔

۲۰۸۔ مجمع بن جاریہ عامر انصاریؓ عہد رسالت میں جن صحابہ نے قرآن جمع کر لیا تھا ان میں ایک صحابی یہ بھی تھے، سیدنا فاروق اعظمؓ نے اہل کوفہ کی تعلیم قرآن کے لئے انہیں کوفہ بھیجا تھا۔ امیر معاویہؓ کے آخر عہد یعنی بزمانہ ولی عہدی امیر یزیدؒ وفات پائی۔

۲۰۹۔ محجن بن الادرع اسلمیؓ۔ قدیم الاسلام تھے۔ آخر میں بصرے میں سکونت پذیر ہوئے۔ پھر خلافت حضرت معاویہؓ اور بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؒ انتقال ہوا۔ انہ مات فی آخر خلافۃ معاویۃ (الاصابہ)

۲۱۰۔ محمد بن الخطاب القرشی الحمیؓ۔ خود بھی صحابی تھے اور ان کے والد ماجد بھی، ملک حبشہ میں جہاں ان کے والدین ہجرت کر گئے تھے پیدا ہوئے اور صحابہ کی اولاد میں یہ محمد نام سب سے پہلے ان ہی کا رکھا گیا، امیر معاویہؓ کے خاص طرفداروں میں تھے اور انہی کے آخر ایام خلافت میں رہ گرائے عالم جاودانی ہوئے۔

۲۱۱۔ محمود بن الربیع انصاری الاشہلیؓ۔ حدیث کے راوی ہیں۔ ان کا خاندان اہل مدینہ کی بغاوت کے خلاف رہا اور انہی کے محلہ سے گزر کر امیر مسلم بن عقبہؓ کے فوجی دستے نے شہر پر قبضہ کر کے بغاوت کا قلع قمع کر دیا تھا۔ سال وفات ۹۷ھ

۲۱۲۔ محمود بن لبید بن رافع انصاری الاشہلیؓ علمائے صحابہ میں سے تھے راوی حدیث ہیں۔ ۹۶ھ میں وفات ہوئی۔

۲۱۳۔ مروان بن الحکم الاموریؓ۔ ابن کثیر کا قول ہے کہ حضرت مروانؓ کثیر جماعت محدثین کے نزدیک صحابی تھے۔ (البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۵۷ جلد ۸)

Marfat.com

سنہ ۲ھ میں ولادت ہوئی، انکی روایت سے احادیث صحیح بخاری (کتاب الوکالۃ) میں نیز مسند امام احمد بن حنبل وغیرہ میں ہیں۔ جن بزرگوں نے ان سے روایت کی ہے ان میں حضرت سہل بن سعد صحابی ہیں اور تابعین میں علی بن الحسین (زین العابدینؒ) سعید بن المسیب، عروہ بن الزبیرؓ وغیرہم شامل ہیں۔ حضرت مروانؓ فقہاء المسلمین میں صاحب افتا تھے۔ اخرج اھل الصحاح عدۃ احادیث عن مروان رض ولہ قول مع اھل الفتیا (ص۱۱۱ العواصم من القواصم) ان کے فتاوی واقضیہ کتاب المؤطاء وبعض دیگر کتب اہل سنت والجماعت میں ہیں، جو ائمہ مسلمین کے معمول بہا رہے ہیں۔ سیدنا عمر فاروقؓ ان کو سید شباب قریش فرمایا کرتے تھے حضرت عثمان ذی النورینؓ کے کاتب (سکریٹری) رہے امام شافعیؒ نے جناب جعفر بن محمد الباقرؒ کی روایت سے اپنے دادا علی بن الحسین (زین العابدینؒ) کا یہ قول نقل کیا ہے۔ کہ حضرت حسنؓ وحسینؓ، حضرت مروانؓ کی امامت میں نمازیں پڑھا کرتے تھے (ص۲۵۸ جلد البدایہ والنہایۃ) کیونکہ حضرت مروانؓ امیر المؤمنین معاویہؓ کے عہد خلافت میں متعدد مرتبہ مدینہ کے عامل رہے اور چھ سال امیر حج کی حیثیت سے صحابہ وتابعین اور دوسرے مسلمانوں نے ان کی اقتداء میں مناسک حج ادا کئے، ان کے خطبات سنے اور ان کی امامت میں نمازیں ادا کیں۔ طبعاً حد درجہ سیر چشم اور سخی وفیاض تھے۔ علی بن الحسین (زین العابدینؒ) سے ان کو موانست ومحبت تھی۔ ایک مرتبہ کسی ضرورت کے وقت چھ ہزار دینار ان کو قرض دیئے تھے جو ان سے ادا نہ ہو سکے تھے۔ وقت وفات اپنے بیٹے عبد الملکؒ کو وصیت کر گئے کہ یہ رقم وصول نہ کریں۔ آخر میں منصب خلافت پر فائز ہوئے اور تقریباً چار سو برس تک بشمول خلافت اندلس سیادت وحکمرانی ان کی نسل میں باقی رہی۔ سنہ ۶۵ھ میں بعارضہ طاعون جو اس زمانہ میں وبائی صورت میں پھیلا ہوا تھا۔ فوت ہوئے۔ کذابین نے طرح طرح کے اتہامات کی علاوہ انکی موت کا واقعہ بھی حد درجہ مسخ کر کے مشہور کیا۔ کارل بروکلمین ایک جرمن مستشرق نے اپنی تالیف "تاریخ مسلم اقوام" میں یہ صحیح ریمارک کیا ہے کہ یہ روایت محض کذب وافتراء ہے کہ امیر یزیدؒ کی بیوہ نے جن سے انہوں نے نکاح کر لیا تھا۔ ان کا

Marfat.com

نگلا گھونٹ کر مار ڈالا تھا۔ حضرت مروانؓ کے بارہ بیٹوں سے نسل چلی۔ ان بیٹوں میں سے عبدالملکؒ اور معاویہ بن مروانؓ حضرت علیؓ کے داماد تھے، سیّدہ رملہ بنتِ علیؓ آخر الذکر کے حبالۂ عقد میں تھیں (کتاب نسب قریش صفحہ ۴۵) عبدالملک بن مروانؓ کے ایک بیٹے امیرالمؤمنین ولید بن عبدالملکؒ بن مروانؓ کی زوجہ حضرت حسنؓ کی پوتی زینب بنت حسن ابن الحسن بن علیؓ بن ابی طالب تھیں (کتاب نسب قریش صفحہ ۵۲ جمہرۃ الانساب ابن حزم صفحہ ۸۰) امیرالمؤمنین عبدالملکؒ کے عقد میں حضرت علیؓ کی جو دختر تھیں ان سے ان کے اولاد نرینہ بھی ہوئی (صفحہ ۹۶ جلد ۹ البدایہ

۲۱۴۔ **مسلم** بن مخلد انصاریؓ صغار صحابہ میں شمار ہے، فتح مصر کے ایک ایک جہاد میں شریک تھے۔ امیر یزیدؒ نے ان کو مغربی افریقہ پر عامل مقرر کیا تھا ۶۳ھ میں بعمر ۷۳ سال وفات پائی۔

۲۱۵۔ **مسلم** بن عقبۃ المری۔ بدیں صحابہ ان کا ذکر کیا گیا ہے ذکرہ ابن عساکر وقال ادرک النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفین میں حضرت معاویہؓ کے ایک فوجی دستے کی کمان کر رہے تھے (الاصابہ) باغیان مدینہ کی سرکوبی کے لئے متعین ہوئے تھے۔ اس وقت کبیر السن بھی تھے اور مریض بھی۔ مکہ کے راستے میں فوت ہوئے۔

۲۱۶۔ **مسلم** بن مخلد خزرجی انصاری۔ صحابہ صغار میں سے تھے۔ خلافت معاویہؓ میں نیز شروع زمانہ خلافت امیر یزیدؒ میں مصر کے حاکم رہے ولی امرۃ مصر لیزید بن معاویۃ ومات بھا ۶۲ھ میں وہیں انتقال ہوا۔

۲۱۷۔ **مسور** بن مخرمہ بن نوفل القرشی الزہری رضؓ۔ صحابی بن صحابی۔ امین الامت، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے بھانجے اور آنحضرت کے ماموں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے چچیرے بھائی کے فرزند تھے۔ ان کی والدہ معظمہ بھی صحابیہ و مہاجرہ تھیں۔ ان کا شمار صغار صحابہ میں ہے۔ حضرت علیؓ نے جب حضرت فاطمہ کی زندگی میں اپنا دوسرا نکاح کرنا چاہا اور ابوجہل کے مارے جانے کے بعد اس کی بیٹی کو جو مسلمہ تھی۔ پیغام دیا۔ اس کی شکایت حضرت فاطمہؓ نے آنحضرت

Marfat.com

سے کی آپؓ نے صحابہ کے سامنے اس بارے میں تقریر فرمائی تھی اور کہا تھا کہ میں کبھی اس کی اجازت نہ دوں گا، علیؓ میری بیٹی کو طلاق دیدے، اس تقریر کے بعض فقرات حضرت مسورؓ سے کتب احادیث میں منقول ہیں حضرت عثمانؓ کی مظلومانہ شہادت سے جو فتنہ اٹھا، اس سے یہ الگ رہے۔ امیر یزیدؒ کے آخر ایام خلافت یعنی ۶۴ھ میں منزل عقبٰی طے کی۔

۲۱۸۔ **معاویہ** بن خدیج بن جفنۃ بن قتیرہ انصاریؓ، ابونعیم۔ سیدنا عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں، مصر کے جہاد میں شرکت کی پھر افریقہ کی فتوحات میں حصہ لیا اور نمایاں خدمات انجام دیں۔ حضرت علیؓ سے بیعت کرنے سے صاف انکار کیا، ولم یبایع علیًا بالکلیہ (البدایہ) ان کے جد اعلیٰ قتیرہ کی نسل میں بحریہ بن حوۃ بن حارث بن قتیرہ تھا جو حضرت عثمانؓ کے قاتلین میں سے تھا، ان ہی کے ہم جد حضرت الحصین بن نمیرؓ تھے جو بحکم امیر المومنین یزیدؒ حضرت ابن زبیرؓ کی بیعت لینے اور بصورت انکار گرفتار کر لینے پر متعین ہوئے تھے، آخر میں ان کا محاصرہ کیا تھا۔ حضرت معاویہ بن خدیجؓ حضرت عمرو بن العاصؓ کے بعد کچھ عرصہ مصر کے والی بھی رہے تھے انکی وفات امیر یزیدؒ کے زمانہ ولی عہدی میں ہوئی۔

۲۱۹۔ **معاویہ** بن الحکم السلمیؓ۔ صرف ایک حدیث کے راوی ہیں، مدینہ منورہ میں بنی سلیم میں رہتے تھے پھر کوفہ جا بسے اور وہیں طویل عمر پاکر ۱۰۰ھ یا ۱۱۰ھ میں وفات پائی۔

۲۲۰۔ **معبد** بن خالد الجہنی، ابوزرعہؓ۔ قدیم الاسلام تھے۔ فتح مکہ میں اپنی قوم کے ان چار صحابہ میں سے یہ بھی تھے جو جھنڈا اٹھائے ہوئے تھے۔ ۷۲ھ میں انتقال ہوا۔

۲۲۱۔ **معبد** بن یربوع مخزومیؓ۔ فتح مکہ میں اسلام لائے، غزوہ حنین میں شریک ہوئے۔ نبی کریمؐ نے سو اونٹ مال غنیمت میں ان کو عطا فرمائے۔ ایک سو برس کی طویل عمر پائی اور امیر یزیدؒ کے اول عہد خلافت میں رحلت کی۔

۲۲۲۔ **معقل** بن سنان اشجعیؓ۔ ابویزید۔ فتح مکہ میں رسول اللہ صلعم کے

Marfat.com

ہم رکاب تھے۔ خوبصورت وخوب سیرت اور فاضل صحابی تھے۔ کہتے ہیں کہ یوم حرّہ میں مقتول ہوئے۔

۲۲۳۔ **معقل** رضؓ بن یسار المزنی ابوعبداللہ۔ راوی حدیث ہیں۔ حدیبیہ میں موجود تھے۔ آخر میں بصرے جا بسے تھے۔ امیر زیاد کے زمانہ میں جو نہر وہاں کھودی گئی انہی کے نام سے "نہر معقل" کہلائی۔ امیر یزیدؒ کے عہد خلافت میں رہ گرائے عالم جاودانی ہوئے۔ عاش الی اخرۃ یزید (الاصابہ)

۲۲۴۔ **معن** بن یزید السلمی رضؓ۔ ان کے والد اور دادا سب صحابی تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اپنے باپ دادا کے ساتھ بدر میں موجود تھے مگر یہ قول ضعیف ہے۔ سیدنا فاروق اعظم رضؓ سے تقرب خاص حاصل تھا۔ صفین میں حضرت امیر معاویہ رضؓ کے کیمپ میں تھے۔ امیر المؤمنین عبدالملکؒ کے اول عہد خلافت میں وفات پائی۔

۲۲۵۔ **مقدام** بن معدی کرب الکندی ابوکریمہ رضؓ۔ وفد کندہ کے ساتھ آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ سکونت شام کے مقام حمص میں تھی اور وہیں ۸۷ھ میں منزل آخرت طے کی۔

۲۲۶۔ **مولہ** بن کثیف بن حمل الضابی رضؓ۔ بیس سال کی عمر میں رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ کے ہم جلیس رہے بڑے فصیح و بلیغ تھے اور اس وصف کی بنا پر "ذواللسانین" کہلاتے تھے، انہی کے دادا حمل کے نبوا عمام میں شمر ذی الجوشن کا گھرانا تھا۔ حضرت مولہ رضؓ نے ایک سو بیس برس کی طویل عمر پائی اور امیر یزیدؒ کے عہد خلافت میں فوت ہوئے۔

۲۲۷۔ **نعمان** بن بشیر انصاری رضؓ، ابوعبداللہ۔ رسول اللہ صلعم کی مدینہ تشریف آوری کے بعد انصار میں سب سے اول انہی کی ولادت ہوئی تھی۔ آپ کی رحلت کے زمانہ میں دس سال کی عمر تھی۔ صحابی بن صحابی ہیں۔ انہی کے والد حضرت بشیر رضؓ نے سقیفۂ بنی ساعدہ کے اجتماع میں سب سے پہلے سیدنا ابوبکر الصدیق رضؓ سے بیعت کی تھی۔ رسول اللہ صلعم کی وفات کے بعد کوفہ میں مسکن گزین ہو گئے تھے حضرت عثمان ذی النورین رضؓ کی مظلومانہ شہادت کے زمانہ میں کوفہ سے حجاز

آئے ہوئے تھے، یہاں سے دمشق جاکر سب حالات سے حضرت امیر معاویہؓ کو مطلع کیا تھا صفین کے معرکہ میں انہی کے ساتھ تھے۔ ان کے عہد خلافت میں یمن اور کوفہ کے والی رہے۔ امیر یزیدؒ کے زمانہ میں بھی کوفہ کے والی تھے۔ طبعاً نرم مزاج تھے۔ مسلم بن عقیلؓ کے کوفہ آنے پر جب سبائی جماعت کے پروپیگنڈے سے حکومت وقت کے خلاف بغاوت پھیلنی شروع ہوئی۔ حضرت نعمانؓ نے امن قائم رکھنے کی بہت کوشش کی مگر فتنہ بڑھتا رہا۔ ناکام رہ کر معزول کئے گئے پھر ملک شام کے مقام حمص میں مقیم ہوئے۔ امیر یزیدؒ کی وفات کے بعد اہل حمص کو حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کی بیعت خلافت پر آمادہ کرنا چاہا۔ اسی فتنہ کے زمانہ میں مقتول ہوئے

۲۲۸۔ نوفل بن معاویہ الدیلیؓ غزوہ خندق کے بعد مشرف بہ اسلام ہوئے فتح مکہ اور غزوہ حنین میں شریک رہے۔ عہد رسالت میں جب سیدنا ابوبکر الصدیقؓ نے امیر حج ہو کر لوگوں کو حج کرایا۔ حضرت نوفلؓ نے ان کے ساتھ حج کیا تھا پھر حجۃ الوداع میں بھی موجود رہے۔ طویل عمر پائی۔ امیر یزیدؒ کے عہد خلافت میں نزل عقیلی طے کی مات بالمدینۃ فی خلافۃ یزید بن معاویۃ۔

(کتاب المعارف ابن قتیبہ، الاستیعاب والاصابہ)

۲۲۹۔ واثلہ بن الاسقع کنانی اللیثیؓ اصحاب صفہ میں شمار ہے آنحضورؐ کے حضور میں اکثر رہتے۔ آپ کی رحلت کے بعد دمشق کے قریب موضع بلاط میں مسکن گزین ہوئے اور وہیں سو برس سے زیادہ عمر میں فوت ہوئے، سال رحلت ۸۵ یا ۸۶ھ ہے۔

۲۳۰۔ الولید بن عبادہ بن الصامتؓ صحابی اور صحابی جلیل کے فرزند، صلحائے وقت میں سے تھے۔ امیر المؤمنین عبدالملکؒ کے عہد خلافت میں وفات پائی۔

۲۳۱۔ الولید بن عقبہ بن ابی معیط القرشی الاموی، سیدنا عثمان ذی النورینؓ کے دودھ شریک بھائی اور رسول اللہ صلعم کی پھوپی ام حکیم بنت عبدالمطلب کے نواسے فتح مکہ کے وقت مشرف بہ اسلام ہوئے۔ سیدنا ابوبکر الصدیقؓ نے صدقات قضاعہ پر مامور کیا، پھر شرق الاردن پر امیر عسکر کی حیثیت سے مقرر ہوئے۔ سیدنا

Marfat.com

فاروق اعظمؓ نے صدقات بنی تغلب پر مامور کیا۔ خلافت عثمانی میں کوفہ کے عامل رہے۔ عدل و انصاف۔ نرم مزاجی و احسان پروری کی بناء پر بڑے اچھے والی تھے۔ وکان خیر ولاتھا عدلاً و رفقاً و احساناً (ص۱۸۷ العواصم من القواصم) مفسدین نے ان کی نرم مزاجی سے ناجائز فائدہ اٹھایا، شراب نوشی کا اتہام لگایا چار سال تک فرائض مفوضہ بحسن و خوبی انجام دینے کے بعد معزول کئے گئے، کوفہ کے قریب مقام الرقہ میں سکونت اختیار کی۔ خانہ جنگیوں سے قطعاً الگ رہے ان کے بھائی خالد بن عقبہ بھی ان کے ساتھ رہتے تھے، وہ حضرت حسینؓ کی نماز جنازہ میں شریک تھے (جمہرۃ الانساب ابن حزم صفحہ ۱۰۶) حضرت ولیدؓ نے بزمانہ خلافت یزیدؒ ۶۳ھ میں وفات پائی۔

۲۳۲۔ وہب بن عبداللہ ابو جحیفہ العامریؓ۔ راوی حدیث ہیں۔ بشر بن مروانؓ کے زمانہ ایالت میں فوت ہوئے انہی کے بنو اعمام میں حضرت جابر بن سمرہؓ صحابی تھے جو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے بھانجے اور حضرت حسینؓ کے خروج کے زمانہ میں امیر زیاد کے کوتوال تھے۔ حضرت وہب کا سال وفات ۶۴ھ ہے

۲۳۳۔ ہلال بن حارث مزنیؓ۔ ابو عبدالرحمٰن ۵ھ میں وفد مزینہ کے ساتھ رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ فتح مکہ میں شریک تھے، اور اپنی قوم کا جھنڈا اٹھائے ہوئے تھے۔ آخر میں بصرہ جا رہے تھے وہیں امیر یزیدؒ کے اول عہد خلافت میں رحلت کی۔

۲۳۴۔ یزیدؓ بن الاسود الجرشی السکونیؓ، بڑے عابد و زاہد صحابی تھے ملک شام میں مسکن گزین تھے۔ جب کبھی وہاں امساک باران سے قحط پڑتا انہی کی امامت میں نماز استسقا پڑھی جاتی اور دعائیں مانگی جاتیں۔

۲۳۵۔ یزیدؓ بن شجرہ الرہاوی۔ حدیث کے راوی ہیں۔ مجاہد تھے اور ایک جہاد میں جام شہادت نوش کیا۔ یہ واقعہ ۵۸ھ کا بتایا گیا ہے۔

۲۳۶۔ یزیدؓ بن رکانہ بن عبد یزید بن ہاشم بن مطلب القرشیؓ۔ صحابی بن صحابی و راوی حدیث۔ دیگر اشخاص کے علاوہ ابو جعفر محمد بن علی بن الحسینؓ

Marfat.com

نے بھی ان سے روایت کی ہے انہی کے بھائی کی اولاد میں امام شافعیؒ ہوئے حضرت امیر معاویہؓ کے آخر عہد خلافت یعنی بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؒ وفات پائی اور بقول دیگر امیر المؤمنین عبد الملکؒ کے زمانہ خلافت میں۔

۲۳۷۔ یسار بن بلال ابی لیلیٰؓ۔ صحابی و راوی حدیث ہیں۔ ان کے پوتے محمد بن عبد الرحمٰن بن یسار بن ابی لیلیٰ۔ متوفی ۱۴۸ھ اموی عہد کے آخر سے امیر المؤمنین ابو جعفر المنصور عباسیؒ کے عہد خلافت تک کوفہ کے عہد قضا پر مامور رہے تھے حضرت یسارؓ کا انتقال حضرت معاویہؓ کے آخر عہد خلافت میں ہوا۔

۲۳۸۔ یسیر الانصاریؓ۔ ان صحابی رسول اللہ صلعم نے امیر یزیدؓ کی ولیعہدی کے بارے میں جس خیال کا اظہار کیا تھا ابو عوانہ نے حمید بن عبد الرحمٰن کی روایت نقل کی ہے۔

دخلت علی یسیر رجل من اصحاب النبیؐ حین استخلف یزید بن معاویہ فقال انھم یقولون ان یزید لیس بخیر امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وانا اقول ذٰلک ولکن لان یجمع اللہ امر امۃ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احب الی من ان یفترق قال النبی صلعم لا یأتیک فی الجماعۃ الاخیر

(الاستیعاب صفحہ ۶۱۷ جلد ۲)

یزید بن معاویہ کے استخلاف کے زمانہ میں رسول اللہ صلعم کے صحابہ میں سے ایک صاحب ان کے پاس جب گئے یعنی حضرت یسیرؓ کے پاس / تو انہوں نے فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ یزید امت محمد صلعم میں سے بہترین شخص نہیں ہے اور میں بھی یہی کہتا ہوں لیکن اللہ تعالےٰ امت محمدیہ کو اگر کسی کام پر متفق کر دے۔ یہ مجھے زیادہ محبوب ہے بہ نسبت اس کے کہ تفرقہ پڑے۔ کیونکہ نبی صلعم کا ارشاد ہے کہ جماعت ہی میں اچھائی ہے۔

Marfat.com

حاصل کلام

عہد رسالت و صدر اسلام کی جن محترم ہستیوں یعنی ۔ ازواج مطہرات و صحابۂ کرام — کے اسمائے گرامی اور مختصر حالات ابتدائی صفحات میں درج ہیں۔ باعتبار خصوصیات و شانِ امتیاز حسب ذیل ہیں —

۱- ازواج مطہرات (امہات المؤمنین)	۵
۲- اصحاب عشرہ مبشرہ	۲
۳- بدری صحابہ	۱۸
۴- اصحابِ بیعت الرضوان	۱۴
۵- دیگر صحابہ	۲۳۸
	۲۷۷

ان میں سے تقریباً ایک تہائی (یعنی) ۸۳ تو امیر یزیدؒ کی ولیعہدی (۵۱ھ-۶۰ھ) کے مختلف سنین میں رہ گزر کے عالم جاودانی ہوئے۔ باقی (۹۴) ان کے عہد خلافت میں حیات رہے اور بعض اسکے بھی بعد تک۔ انمیں سے کسی ایک صحابی نے بھی حضرت حسینؓ کے خروج میں نہ ان کا ساتھ دیا اور نہ اس غلط اقدام کی موافقت کی۔ سب کے سب خلیفہ وقت کی بیعت پر مستقیم رہے بلکہ جنہیں موقع ملا انہوں نے حضرت حسینؓ کو منع کیا۔ روکا اور نصیحتیں کیں

لہ یہ تعداد تو ان صحابہ کی ہے جن کے سنین وفات صراحتاً کتب سیر و اسماء الرجال میں مذکور ہیں ورنہ متعدد صحابہ ایسے ہیں جن کے سنین وفات کہیں درج نہیں لیکن ان کے حالات سے پتہ چلتا ہے کہ وہ امیر یزیدؒ کے عہد خلافت تک اور بعض اس کے بعد تک بقید حیات تھے ان کو شامل فہرست نہیں کیا گیا اور نہ صحابیات کو ورنہ یہ تعداد تین سو سے بھی زائد ہو جاتی۔

اُمہاتُ المؤمنین

غیر صحابی خلفائے اسلام میں امیر یزیدؒ ہی تنہا خلیفہ ہیں جن کی یہ خوش بختی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد ازواج مطہرات ان کے ایام ولی عہدی میں حیات تھیں، اور ایک ان کے اول عہد خلافت میں۔ سنین وفات کے اعتبار سے ان کے مختصر حالات یہ ہیں:۔

ام المؤمنین اُمّ حبیبہ رضؓ

امیر یزیدؒ کی پھوپی صاحبہ تھیں، سنہ وفات عام طور سے ۴۴ھ ہے کتاب المحبر کے مؤلف ابو جعفر بن حبیب متوفی ۲۵۴ھ نے البتہ ۵۹ھ بیان کیا ہے مگر قول اوّل زیادہ مستند ہے، زمام خلافت ہاتھ میں لینے کے بعد حضرت معاویہؓ مع اہل و عیال پہلی مرتبہ ۴۴ھ میں مدینہ آئے تھے، اس وقت امیر یزیدؒ کو کہ بائیس سالہ نوجوان تھے اپنی محترم پھوپی کی زیارت سے مشرف ہوئے، ان کی دعائیں لینے کی سعادت حاصل ہوئی تھی۔ خلیفہ مظلوم شہید حضرت عثمانؓ پر بلوائیوں کی یورش کو ام المؤمنین موصوفہ جس درجہ فعل شنیعہ جانتی تھیں وہ ان کے جرأت مندانہ اقدام سے ثابت ہے کہ مسلح بلوائیوں کے نرغہ کے باوجود انھوں نے امیر المؤمنین کے گھر پانی پہنچانے اور بنی امیہ کے یتامیٰ کے وصایا و اوقاف کے بارے میں امیر المؤمنین عثمانؓ سے گفتگو کی کوشش میں جسمانی اذیت بھی برداشت کی تھی، قاتلین سے قصاص لئے جانے میں اپنے بھائی کے اقدام کو اسی طرح ضروری و مستحسن جانتی تھیں جس طرح ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ اس کا ذکر اپنے محل پر آگے آتا ہے۔

۲۔ ام المؤمنین حفصہؓ

ان کے سنہ وفات کے بارے میں مختلف اقوال ہیں جن کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ ۵۴ھ میں

Marfat.com

وفات پاتا صحیح ہے تو یہ محترم خاتون بھی امیر یزیدؒ کے زمانہ ولی عہدی میں حیات تھیں۔ صحیح بخاری کی روایت میں بیان کیا گیا کہ اپنے بھائی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو ہدایت کی کہ اس مجلس میں فوراً شریک ہوں جس کے لئے ان کو بلایا جا رہا تھا، ایسا نہ ہو کہ عدم شرکت کی بناء پر کوئی صورت اختلاف کی پیدا ہو اور یہ بات کہنے کیلئے وہ غسل خانہ سے اتنی عجلت سے برآمد ہوئیں کہ بال بھی سکھانے نہ پائیں تھیں، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے بھائی کو مدینہ ہی کی کسی مجلس میں طلب کیا گیا تھا نہ دومۃ الجندل جیسے بعید تر مقام پر جیسا بعض لوگوں نے غلط سمجھا ہے، یہ معاملہ تحکیم (ثالثی) کا نہ تھا بلکہ امیر یزیدؒ کی ولی عہدی کا مسئلہ تھا حضرت ابن عمرؓ نے امیر یزیدؒ کی ولی عہدی اور خلافت کی بیعت بلا تذبذب کی تھی ان کے اس عمل سے ان کی محترم بہن کے موقف پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

۳۔ ام المؤمنین جویریہؓ

یہ بڑی عابد و زاہد خاتون قبیلہ بنو المصطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار کی دختر تھیں بنو المصطلق قبیلہ خزاعہ سے تھا اور اس قبیلہ سے بنو کلب کے تعلقات مصاہرت و حلیفی تھے۔ جو امیر یزیدؒ کا ننہالی قبیلہ تھا۔ امّ المومنین موصوفہ امیر یزیدؒ کے ایام ولی عہدی میں موجود تھیں ۵۶ھ سنہ وفات ہے۔

ام المؤمنین امّ سلمہؓ

حضرت جویریہؓ کے انتقال سے تین سال بعد یعنی ۵۹ھ میں ام المؤمنین ام سلمہؓ کی وفات ہوئی، بالفاظ دیگر حادثہ کربلا سے تقریباً سوا سال پہلے، جملہ معتبر و مستند مورخین کی تصریحات سے ثابت ہے کہ ۵۹ھ کے ماہ شوال میں انکی وفات ہوئی اور نماز جنازہ حضرت ابوہریرہؓ نے پڑھائی۔ جو خود بھی اسی سال کے آخر میں فوت ہوئے تھے۔ (المعارف ابن قتیبہ ص۶۰ و طبری صفحہ ۷۲ جلد ۱۳ و تنبیہ الاشراف مسعودی ص۳۰۳ والبدایہ والنہایہ ص۱۱۱ جلد ۸ و دیگر کتب) حضرت ابوہریرہؓ کے انتقال کے سلسلہ میں صراحتاً بیان کیا گیا ہے کہ:-

وھوالذی (یعنی ابوھریرۃ) اور انہوں نے (یعنی ابوہریرہؓ نے) ۵۹ھ

صلی علی عائشۃ فی رمضان وعلی امّ سلمۃ فی شوال سنۃ تسع وخمسین ثم توفی ابوھریرۃ بعدھما فیھا۔

(صفحہ ۱۱۴ جلد ۸ البدایہ والنہایۃ)

کے ماہِ رمضان میں حضرت عائشہ رضؓ کی نماز جنازہ پڑھائی پھر ماہ شوال میں حضرت ام سلمہ رضؓ کے جنازے کی اس کے بعد خود ابوہریرہ رضؓ کا ان دونوں کے بعد اسی سنہ میں انتقال ہوا۔

وضّاعین نے حضرت ام سلمہ رضؓ کا نام متعدد وضعی روایتوں اور حدیثوں میں بار بار لیا ہے، مثلاً خروج مہدی اور کسار کی موضوعات میں اسی طرح مقتل حسین کی چند روایتیں گھڑ کر ان سے منسوب کر دی ہیں اور اس غرض سے ان کے سنہ وفات (یعنی سنہ ۵۹ھ) سے تین چار سال بعد تک ان کو زندہ قرار دے لیا ہے حضرت ام سلمہ رضؓ کی روایت سے چونکہ متعدد وضعی حدیثیں اور روایتیں بیان ہوئی ہیں۔ علامہ ابن کثیر رحؒ فرماتے ہیں کہ یہ اس بات کی دلیل ہیں کہ وہ مقتل حسین کے بعد تک زندہ رہیں مگر ساتھ ہی "واللہ اعلم" کہہ کر شبہ کا اظہار بھی کرتے جاتے ہیں۔ اب دو ایک وضعی حدیثیں اور روایتیں ملاحظہ ہوں۔

حضرت ام سلمہ رضؓ متوفی سنہ ۵۹ھ سے یہ قول منسوب کیا ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ کے سر اور ریش مبارک کے بال گرد آلود تھے۔ وجہ پوچھنے پر فرمایا "میں حسین کے مقتل سے ابھی واپس آرہا ہوں" اسی کے ساتھ حضرت ابن عباس رضؓ سے یہ قول منسوب کیا ہے "میں نے ٹھیک دوپہر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، آپ کے ہاتھ میں شیشہ کا پر تن تھا جو خون سے بھرا ہوا تھا۔ دریافت کرنے پر آپ نے فرمایا۔ ھذا دم حسین واصحابہ "(یہ حسین اور ان کے ساتھیوں کا خون ہے)

پھر حضرت امّ سلمہ رضؓ سے یہ قول بھی منسوب کیا ہے کہ میں نے جنوں کی عورتوں کو حسین رحؒ پر ماتم کرتے اور ان کا نوحہ پڑھتے سنا جس میں قاتلوں پر تمام اہل آسمان اور سب نبی و رسول موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام لعنت بھیج رہے ہیں۔ نوحہ کے چند عربی شعر بھی حضرت موصوفہ کی زبان سے نقل کر دیئے ہیں۔ آخری شعر ہے۔

Marfat.com

قد لعنتم علی لسان ابن داؤد ؛ وموسیٰ وصاحب الانجیل

لطف یہ ہے کہ چند سطر بعد یہ علامہ فرماتے ہیں کہ مقتل حسینؓ کے بارے میں شیعوں نے کثیر تعداد میں حدیثیں وضع کی ہیں جو سربجا جھوٹ ہیں۔ چند مثالیں بھی دی ہیں۔ مثلاً قتل حسینؓ کے دن آفتاب کو گھن لگا اور ایسا زرد پوش ہوگیا کہ تاریکی پھیل گئی، تارے چمکنے لگے، آسمان سے خون برسنے لگا، جس پتھر کو اٹھاؤ نیچے سے خون نکلتا تھا، وغیرہ وغیرہ۔ ان کے متعلق تو فرماتے ہیں کہ یہ سب اکاذیب و احادیث موضوعہ ہیں، کوئی بات بھی صحیح نہیں۔ لیکن ام سلمہؓ و ابن عباسؓ کے نام کی روایتوں کو یہ کہہ کر باور کرلیا کہ ان کے اسناد قوی ہیں۔ روایت پرستی نے درایتاً غور کرنے کا موقعہ نہ دیا اور ۵۹ھ کی متوفی خاتون کو ۶۳ھ تک زندہ قرار دے لیا۔ حالانکہ انساب و تاریخ کی تصریحات سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں جن کی وفات سب سے آخر میں ہوئی وہ ام المؤمنین میمونہؓ متوفی ۶۱ھ تھیں۔ نہ ام المومنین ام سلمہؓ متوفی ۵۹ھ۔

اُمّ المؤمنین میمونہؓ

یہ امیر یزیدؒ کے اوّل عہد خلافت تک حیات تھیں۔ ۶۱ھ میں وفات ہوئی۔ ابن قتیبہ نے سنہ وفات البتہ ۵۱ھ لکھا ہے اور بعض نے ۵۱ھ اور ۶۳ھ اور ۶۶ھ۔ لیکن علامہ ابن جریر طبری نے صراحتاً بیان کیا ہے کہ:۔

وتوفیت میمونۃ سنۃ ۶۱ھ فی خلافت یزید بن معاویۃ وھی اٰخر من مات من ازواج النبی صلی اللہ علیہ و سلم (ص ۷، ج ۷ طبری)	اور حضرت میمونہؓ کا انتقال ۶۱ھ میں بزمانہ خلافت یزید بن معاویہؓ ہوا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں آپ کی یہی زوجہ ہیں جو سب سے آخر میں فوت ہوئیں۔

حضرت میمونہؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی خالہ[1] تھیں۔ بچپن میں وہ اکثر ان کے گھر رہتے، راتوں کو اٹھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز تہجد ادا کرتے، وضو کے لئے پانی لاکر رکھتے، از دیاد علم و فہم قرآن کی دعائیں لیتے اس کی برکت تھی کہ ابن عباسؓ اعلم اہلِ زمانہ ہوئے، حبر امت کہلائے، وہ امیر یزیدؒ کی علمی و اخلاقی صلاحیتوں، ان کی نیکی و نیک کرداری کے معترف تھے۔ ولیعہدی و خلافت کی بطیب خاطر خود بیعت کی اور دوسروں کو بھی ترغیب دی۔ حضرت میمونہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تقریباً نصف صدی تک حیات رہیں ان کے گھر کے پاک ماحول کے اثرات تھے کہ ان کے غلام یسار کے چاروں بیٹے عطاء و سلیمان و مسلم و عبدالملک عالم فاضل فقہائے مدینہ میں سے تھے، یہی حالت دوسری ازواج کے لواحقین کی تھی۔ حضرت ام سلمہؓ متوفی ۵۹ھ کے غلام شیبہ بن نصاح فن قرأۃ میں اہل مدینہ کے امام تھے اور حضرت موصوفہ کی کنیز خیرۃ کے فرزند حسن بصری فضلائے تابعین میں ہوئے (المعارف ابن قتیبہ ص۶)

ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ محبوب ترین زوجہ امیر یزیدؒ کے زمانہ ولیعہدی میں کئی سال حیات رہیں۔ محبوبیت کا یہ درجہ حسن و جمال کی بدولت

---

[1] ۔ ام المؤمنین میمونہؓ کی سب بہنیں اکابر قریش و اعیان بنی ہاشم کو بیاہی گئیں ایک بہن حضرت خالد سیف اللہؓ کی والدہ تھیں، دوسری زینب نام حضرت حمزہؓ عم رسول اللہ کی زوجہ تھیں، تیسری اسماء حضرت جعفر طیارؓ کو بیاہی تھیں، انکی شہادت کے بعد حضرت ابوبکر الصدیقؓ کے نکاح میں آئیں۔ ان کے انتقال کے بعد حضرت علیؓ نے ان سے عقد کیا۔ چوتھی حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب عم رسول اللہ کے حبالہ عقد میں تھیں۔ پانچویں حضرت شداد الہاد اللیثی کی زوجہ تھیں۔

Marfat.com

نہیں بلکہ فطری ذکاوت وذہانت، غیر معمولی فراست وفرزانگی، نیز دیگر اوصاف و صفات حسنہ روشن نگہی وبلند خیالی واصابت رائے اور معاملات کی سوجھ بوجھ کے سبب حاصل تھا۔ سترہ اٹھارہ برس کی عمر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آئیں اور تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی اعلیٰ صلاحیتوں سے محترم شوہر کی نگاہ میں وہ بلند مقام حاصل کیا جو اور کسی کو حاصل نہ ہوا۔ وہ ایسی زوجہ تھیں جو اپنے شوہر کی عظیم شخصیت سے تبادلہ احساس وشعور کرتیں، ایسی ذہین وفطین شاگرد تھیں جو معلم اعظم واکمل سے "کتاب وحکمت" کا درس لیتیں۔ اور اسمیں پختگی پیدا کرلیتیں کہ آنحضورؐ کی وفات کے بعد فقہ وسنت کے مسائل میں مرجع خلائق بن گئیں، اسی کے ساتھ وہ ایسی فرمانبردار رفیقہ حیات تھیں کہ کاشانہ نبوت کی روزافزوں وگوناگوں ذمہ داریوں کی انجام دہی میں، اپنے عالی مرتبت شوہر کی نہ صرف شریک وسہیم تھیں بلکہ چند سال بعد سے خانگی معاملات کی ذمہ داریوں کو اکثر وبیشتر خود ہی انجام دیتیں، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پبلک مصروفیات اس زمانہ سے آخر وقت تک اتنی کثیر ومتوافر اور متنوع ہوتی گئیں کہ پرائیویٹ معاملات کی جانب متوجہ ہونیکا نہ وقت تھا نہ فرصت۔ جیسا کہ وضعی روایتوں میں اپنی ایک بیٹی کے بچوں کو گود میں اٹھائے کندھے پر چڑھائے چڑھائے پھرنے کی غلط بیانیاں کی گئی ہیں۔

خانگی امور کی مصروفیات کے باوجود حضرت عائشہؓ اکتساب علم میں مستعد رہتیں۔ طبی معلومات کے بارے میں عروہ ابن الزبیرؓ کے سوال کا یہ جواب کتب احادیث وغیرہ میں منقول ہے۔

قالت ای عروۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یستقم عند آخر عمرہ فکانت تقدم علیہ وفود العرب من کل وجہ فتنعت لہ الانعات

فرمایا، اے عروہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر عمر میں علیل تھے اور آپ کے پاس عرب کے وفد آیا کرتے تھے، وہ طرح طرح کی دوائیں اور ان کے اوصاف بیان کرتے تھے۔ میں ان دواؤں کو تیار

کرتی تھی، پس میری معلومات اسی وجہ سے ہیں۔

علوم دینیہ میں ایسا تبحر تھا کہ اکابر صحابہ علمی مسائل اور مشکلات میں ان ہی کی جانب رجوع کرتے۔ ترمذی میں حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ جیسے فاضل صحابی کی روایت ہے کہ:۔

ما اشکل علینا اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم حدیث قط فسالنا عائشۃ الا وجدنا عندھا منہ علما

ہم اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی کوئی مشکل بات پیش نہیں آئی جس کو ہم نے عائشہؓ سے پوچھا ہو اور ان کے پاس سے اس کے متعلق معلومات نہ ملی ہوں۔

اسی طرح امام الزہری فرماتے ہیں کہ "حضرت عائشہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ عالم تھیں۔ اکابر صحابہ ان سے مسائل پوچھا کرتے تھے" یسئلھا الاکابر من اصحاب رسول اللہ۔

حضرت عروہ بن الزبیرؓ جو علم میں ان کے فیض یافتہ تھے کہتے ہیں۔

ما رایت احدًا اعلم بالقرآن ولا بفریضۃ ولا بحلال ولا بفقہ ولا بشعر ولا بطب ولا بحدیث العرب ولا بایام نسب من عائشۃ

قرآن و فرائض، حلال و حرام، فقہ شاعری، طب، واقعات، تاریخ عرب اور انساب کا عالم میں نے عائشہ سے بڑھکر نہیں دیکھا۔

انساب کی معلومات اور تاریخ عرب و شاعری میں یہ اعلیٰ درجہ۔ انہوں نے اپنے والد ماجد حضرت ابو بکرؓ کے فیضان تعلیم و تربیت سے جو ان علوم میں مہارت رکھتے تھے حاصل کیا تھا۔ شعرائے عرب کے بے شمار اشعار نیز امثال حافظہ میں محفوظ تھے جنہیں برمحل اور بے ساختہ استعمال کرتیں۔ یہ واقعہ مختلف طریقوں سے

لہ ابن ابی الحدید شارح نہج البلاغۃ نے حضرت علیؓ سے منسوب ایک خطبہ کی شرح کرتے

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

منقول ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تعلین مبارک گانٹھ رہے تھے تپش زیادہ ہونے کے سبب پسینہ جبین مبارک سے رخساروں پر بہہ رہا تھا۔ حضرت عائشہؓ پاس کھڑی محبت بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں، آپ نے نظر اٹھا کر دیکھا اور فرمایا "عائشہ تم کچھ حیران سی نظر آتی ہو" عرض کیا "ابو بکر ہذلی آپ کو اس حالت میں دیکھ لیتا تو سمجھتا کہ اس کے شعر کے مصداق آپ ہی ہیں" فرمایا۔ اس نے کیا کہا ہے" حضرت عائشہ نے اس کے شعر سنائے جن میں سے ایک یہ تھا ؎

واذا نظرت الی اسرۃ وجہہ	برقت برو ق العارض المتھلل
اگر تم اس کے چہرے کے خطوط کی طرف دیکھو	تو ایسا نظر آئیگا جیسے چمکنے والے ابر میں بجلیاں کوند رہی ہوں۔

اپنے والد ماجد کے ایام علالت میں اکثر پاس بیٹھی رہتیں، تیمارداری کرتیں اور موقع و محل کے اعتبار سے شعر بھی سناتیں جس کے متعدد نمونے کتب سیر میں منقول ہیں۔ اپنے عظیم المرتبت شوہرؐ سے جو گہری محبت تھی اس جذبہ کا پرتو یہ دو بیتیں ہیں۔ سادہ سے بول ہیں جذبات محبت سے بھرپور، دنیا والوں کا بھی آفتاب ہے اور ہمارا بھی، مگر ہمارا اس سے بہتر ہے۔ لوگوں کا آفتاب تو بعد فجر طلوع ہوتا ہے اور میرا بعد عشاء ؎

لنا شمس والآفاق شمش
وشمسی خیر من شمس السماء

ایام عرب کے حوادث ہی نہیں عرب جاہلیت کے رسوم و رواج، ان کے مختلف قبائل کے انساب و طرز معاشرت کی وسیع معلومات حاصل تھیں، ظاہر

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) ہوئے جس میں ان الفاظ سے کہ "واما فلانۃ" مراد حضرت عائشہؓ سے لی گئی ہے اور ساتھ ہی ام المؤمنینؓ پر صوفہ پر زہر افشانی بھی کی گئی ہے، یہ تسلیم کیا ہے کہ وہ فقیہہ بھی تھیں اور "راویۃ للشعر" بھی۔

Marfat.com

ہے کہ یہ سب کچھ کاشانۂ نبوت میں آنے سے قبل ہی پیارے باپ کی تعلیم و تربیت سے جنکی وہ چہیتی بیٹی تھیں، میکے میں حاصل کیا تھا۔ ان حالات کی روشنی میں کیا یہ روایت قرین صحت قرار دی جا سکتی ہے کہ عائشہؓ وقت نکاح چھ برس کی اور بوقت رخصتی آٹھ نو برس کی نادان بچی تھیں۔ گڑیاں کھیلتی حرم نبوی میں آئی تھیں اور ستم یہ ہے کہ یہ سب باتیں خود انہی کی زبانی وضعی روایتوں میں بیان ہوئی ہیں۔

علامہ ابن کثیرؒ محقق مورخ کہلاتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ کے تذکرے میں تو وہی چلتی سی بات ان کی عمر کے بارے میں کہہ جاتے ہیں لیکن انکی بڑی بہن حضرت اسماء کے حالات بیان کرتے ہوئے حق برزبان جاری اس امر کا صراحتاً اظہار بھی کر دیتے ہیں کہ انکی وفات ۷۳ھ میں ہوئی۔ بوقت وفات وہ سو برس سے زیادہ عمر کی تھیں اور اپنی چھوٹی بہن عائشہؓ سے دس برس بڑی تھیں (وھی اکبر من اختہا عائشۃ بعشر سنین ص ۳۴۶ ج ۸ البدایہ) اب دیکھئے ۷۳ھ میں جس خاتون کی وفات سو برس سے زیادہ عمر میں ہوئی ۱ھ میں وہ ستائیس ۲۷ برس کی ہوں گی اور ان سے دس برس چھوٹی سترہ برس کی۔

ابن جریر طبری نے جہاں حضرت ابوبکر الصدیقؓ کی اولاد کا تذکرہ کرتے ہوئے صراحتاً بیان کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں وہ یکے بعد دیگرے دو خواتین کو حبالہ عقد میں لائے پہلی خاتون قتیلہ بنت عبدالعزیٰ تھیں جن سے ایک بیٹے عبداللہ اور ایک بیٹی اسماء ہوئے پھر ام رومان بنت عامر سے شادی کی ان سے عبدالرحمٰن اور عائشہؓ ہوئے اور یہ چاروں بہن بھائی قبل اسلام پیدا ہوئے تھے چنانچہ لکھتے ہیں:

فکل ھؤلاء الاربعۃ من اولادہ ولد وامن زوجتیہ اللتین سمیناھما فی الجاھلیۃ (ج ۴ ص ۵۰)	ان کی (حضرت ابوبکرؓ) کی اولاد میں سے یہ چاروں زمانہ جاہلیت میں ان دونوں بیبیوں سے پیدا ہوئے تھے جن کا ذکر ہم نے کیا ہے۔

حضرت عائشہؓ کی ولادت جب قبل اسلام زمانہ جاہلیت میں ہوئی تو اس

حساب سے بھی ان کی عمر بوقت نکاح وہی سولہ سترہ برس کی ہوتی ہے۔

علامہ موصوف ہی کی مندرجہ بالا تصریحات سے نیز اکمال فی اسماء الرجال و تجرید بخاری وغیرہ کی تشریحات سے جب یہ ثابت ہے کہ حضرت عائشہ رضؓ رخصتی کے وقت آٹھ نو برس کی نہیں بلکہ سترہ اٹھارہ برس کی تھیں تو کیا یہ روایت پرستانہ تقلید جامد کا نتیجہ نہیں کہ حقائق سے چشم پوشی کرکے چھ اور نو برس کی وضعی روایتوں کو بھی درج کر دیا اور اس بات کا بھی مطلق لحاظ نہ کیا کہ آٹھ نو برس کی لڑکی کو تاریخ ایام عرب، کلام عرب، علم انساب میں ایسی دستگاہ کب حاصل ہو سکتی جیسی حضرت عائشہ رضؓ کو کاشانۂ نبوت میں آنے سے پہلے ہی حاصل تھی[1]۔ شادی کے بعد تو فن شعر وغیرہ کی تحصیل کا کوئی موقع نہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک صحبت اور تعلیم سے ان کی صلاحیتوں میں چار چاند لگ گئے۔ اکتساب علم کی غیر معمولی استعداد سے اور فطری ذہانت سے آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہو گئیں بخاری میں ابو عثمان النہدی رضؓ صحابی سے روایت ہے کہ میں نے جب آنحضور صلعم سے دریافت کیا کہ آپ کو سب لوگوں میں کون سب سے زیادہ محبوب ہے۔ فرمایا "عائشہ" پھر عرض کیا "اور مردوں میں" ارشاد ہوا "ان کے باپ" آپ کی اس محبت کو دیکھ کر آپ کی سن رسیدہ زوجہ حضرت سودہ رضؓ نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہ کو دیدیا تھا۔ صحابہ بھی اکثر ان ہی دنوں میں ہدیئے بھیجتے تھے اسکے متعلق جب حضرت ام سلمہ رضؓ نے شکایت کی آپ نے فرمایا تھا۔

یا ام سلمۃ! لا تؤذینی	اے ام سلمہ! عائشہ کے معاملہ میں
عائشۃ فانہ واللہ ما نزل	تم مجھے اذیت مت پہنچاؤ کیونکہ بخدا
علی الوحی فی بیت وانا فی	ان کے سوا تم بیبیوں میں کوئی بھی بیوی

---

[1] محمد حسین ہیکل نے اپنی تالیف "حیاۃ محمد" میں بوقت خلوتِ صحیحہ ان کی عمر گیارہ برس کی بتائی ہے (صـ ۲۳۳) جو چھ سات سال کم ہے۔

Marfat.com

لحاف امرأۃ منکن غیرھا۔ (صحیح بخاری ص۵۳۲ ج۱ والبدایہ ص۹۳ ج۸)

ایسی نہیں جس کے لحاف میں ہونے کی حالت میں میرے پاس وحی آئی ہو۔

سبحان اللہ! کیا بلند مرتبہ ہے ان حبیبہ رسولؐ کی طہارت طینت و پاکیزگی کا پھر کیوں نہ آپ کو اس درجہ محبوب ہوتیں کہ دوسروں سے بھی یہی چاہتے کہ وہ ان سے محبت کریں۔ بعض دیگر ازواج کے پیامبر کی حیثیت سے جب حضرت فاطمہؓ نے ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں کچھ گذارش پیش کی آپ نے فرمایا۔

یا بنیۃ! الا تحبین من احبّ؟ قالت قلت بلی قال فاحبی ھذہ (ص۹۳ ایضاً)

اے بیٹی! کیا تم اس سے محبت نہ کرو گی جس سے ہم محبت کرتے ہیں۔ کہتی ہیں میں نے عرض کیا ضرور، ارشاد ہوا پھر ان سے (عائشہ سے) محبت کرو۔

زمانہ بیوگی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حیات طیبہ کے آخری ایام اپنی ان حبیبہ ہی کے حجرے میں بسر کئے۔ علالت کے دنوں میں وہی زیادہ تر تیمارداری کرتیں وفات سے ذرا پہلے آپ کی خواہش کا احساس کر کے حضرت عائشہؓ نے اپنے دانتوں سے مسواک نرم کر کے پیش کی جسے آپ نے دندانِ مبارک پر اچھی طرح ملا اور اس طرح ان کا اور آپ کا لعاب دہن دنیا کی آخری اور حیات ابدی کی اوّلین ساعت میں اللہ تعالیٰ نے یک جا کر دیا۔ پھر اپنی انہی محبوب رفیقہ حیات کے باری کے دن انہی کے حجرے میں انہی کے آغوش میں اور انہی کے سینے سے لگ کر روح پاک عالم قدس کو صعود کر گئی اور بعد وفات ان ہی کے حجرے میں مدفون ہوئے[1]

---

[1] وفات سے چند گھنٹے پہلے آنحضورؐ کے چہرہ انور پر ایسی رونق تھی کہ سب کو آپ کی صحت یابی کا یقین ہو گیا تھا۔ حضرت عباسؓ و علیؓ و فاطمہؓ سب اپنے گھروں کو چلے گئے تھے حضرت ابوبکر الصدیقؓ جو آپ کے اشتداد مرض کی حالت میں کئی دن سے گھر نہ جا سکے تھے آپ سے اجازت لیکر اپنے گھر چلے گئے تھے۔ آپ کے انتقال کے وقت سوائے حضرت عائشہؓ اور کوئی حجرے میں موجود نہ تھا۔

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عائشہؓ ۴۸ برس حیات رہیں بیوگی کی یہ طویل مدت علم دین کی خدمت میں بسر کی۔ دو ہزار سے زیادہ حدیثیں ان سے مروی ہیں۔ خلفائے ثلاثہ کے زمانوں میں فتوی دیتیں بعض معرکۃ الآراء مسائل یعنی معراج، علم غیب، رویت باری تعالےٰ، عصمت انبیاء کے بارے میں جو تشریحات کی ہیں وہ ان کے تبحر علمی ذکاوت وذہانت وبالغ نظری کا ثبوت ہیں۔

مجتہدین صحابہ میں ان کی علمی حیثیت سب سے بلند وبالا تھی۔ علم الفرائض میں یکتا حیثیت رکھتی تھیں۔ وضعی روایتوں میں "باب العلم" کی کیسی کچھ شہرت ہے مگر حضرت عائشہؓ تو بجا طور سے "شہر علم" کی ملکہ تھیں۔ سیکڑوں تابعین کرام ان کے دامن تربیت سے پروان چڑھے جن میں ان کے بھتیجے قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ اور بھانجے عروہ بن الزبیرؓ ممتاز تھے۔ نہایت فصیح البیان، شیریں زبان بلند آواز تھیں۔ مسائل دینیہ کے علاوہ اکابر صحابہ امت محمدیہ کے سیاسی معاملات میں بھی مشورہ لیتے۔ حضرت عثمان ذی النورینؓ کو جب سبائی انقلابی اور ان کے حامی طرح طرح سے ستا رہے تھے انہوں نے اپنی مشکلات ام المؤمنین کے سامنے پیش کیں اور مشورہ لیا۔

شہادت عثمانؓ وبیعت علیؓ

ہر سال حج کرتیں۔ ۳۵ھ میں بھی حج کو جانے لگیں، بلوائیوں نے حضرت عثمانؓ کا مکان گھیر رکھا تھا۔ لوگوں نے عرض کیا بہتر ہوتا آپ یہیں مکہ میں ہتیں شاید یہ بلوائی آپ کا کہنا مان لیں۔ فرمایا میں ان لوگوں سے کوئی بات کہوں اور سمجھاؤں میرا بھی شاید وہی حال ہو جو ام حبیبہؓ کا ہوا۔ یہ کہہ کر روانہ ہو گئیں اثنائے راہ میں ابن عباسؓ[1] سے جو خلیفہ مظلوم کی آخری تحریر مختلف اکناف واطراف عالم اسلامی سے آئے

---

[1] ابن عباسؓ کے ہاتھ امیر المؤمنین نے جو آخری خط حاجیوں کے نام بھیجا تھا مورخین

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

ہوئے حاجیوں کو سنائے اور حضرت عثمانؓ کے نائب کی حیثیت سے امیر حج کے فرائض ادا کرنے کے لئے مکہ معظمہ جا رہے تھے، حضرت عائشہؓ نے ان سے کہا

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) نے نقل کیا ہے اس کے بعض فقرات سے یہ انکشاف حال ہوتا ہے کہ انقلاب حکومت سے بلوائیوں کی اصل غرض کیا تھی امیر المومنین نے لکھا تھا:—

"میں آپ کو یہ خط لکھ رہا ہوں اور میرے وہ ساتھی جنہیں خلافت کی طمع ہے جلد بازی سے کام لے رہے ہیں انہوں نے مجھے نماز سے روک دیا ہے میرے اور مسجد کے درمیان حائل ہو گئے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ یہ لوگ میری جان کے پیچھے پڑے ہیں۔ اب ہی یہ بات کہ میں اللہ عزّ و جلّ کے کام اور خلافت سے دست بردار ہو جاؤں تو یہ مجھے گوارا نہیں۔ اس سے زیادہ پسندیدہ میرے لئے یہ ہے کہ مجھ پر کتے چھوڑ دئے جائیں۔ مجھ کو جو چیزیں پیش کی جا رہی ہے وہ حقیقت میں موت ہے اور دوسرے کو خلیفہ بنا دینا۔ میں خونریزی کو، امت میں نفاق کو اور بُرے طریقے کو ناپسند کرتا ہوں میں اللہ اور اسلام کا واسطہ دے کر تم سے کہتا ہوں کہ صرف حق اور عدل کا دامن پکڑو۔" (طبری ص ۱۴۱ ج ۵۔)

اسی خط میں حضرت عثمانؓ نے بلوائیوں کے مطالبہ کے سلسلہ میں کہ حضرت معاویہؓ وغیرہ کو ان کے عہدوں سے ہٹا دو، امہات المؤمنین سے مشورہ کرنے کے بارے میں لکھا تھا۔ وجئت نسوۃ النبی صلعم حتی کلمتھن فقلت ما تامرن (میں ازواج نبی صلعم کے پاس گیا اور سوال کیا کہ مجھے اس بارے میں کیا حکم دیتی ہیں) انہوں نے کہا کہ معاویہؓ اور ابو موسیٰ اشعری کو اپنی جگہ رہنے دو، انکو تم سے پہلے خلیفہ نے حاکم بنایا تھا، پھر ان سے انکی حکومت کے لوگ خوش ہیں اور عمرو بن العاصؓ کے

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

Marfat.com

"اے ابن عباس اللہ نے تم کو بڑی شیریں زبان عطا کی ہے عثمان کو بلوائیوں کے چنگل سے نکالو۔ مگر ابن عباسؓ تو بلوائیوں سے مایوس ہو کر ان پر جہاد کرنا حج پر مقدم سمجھتے تھے اور تلوار حمائل کئے امیر المؤمنین کے گھر پر موجود تھے۔ حضرت عثمانؓ نے جب ان سے مکہ جانے کو کہا عرض کیا یا امیر المؤمنین الجهاد وهولاء احبُّ الیّ من الحج (طبری ص۳۷ ج ۵) اے امیر المؤمنین! ان لوگوں سے جہاد کرنا مجھے حج ادا کرنے سے زیادہ مرغوب ہے۔ مگر امیر المؤمنین کے حکم کی تعمیل لازم جان کر مکہ روانہ

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) حاکم بناؤ۔ یہ مشورہ درحقیقت ام المؤمنین عائشہؓ صدیقہ کا تھا اور اس سے ثابت ہے کہ اکابر صحابہ کے نزدیک ان کے مشورہ کی کس درجہ وقعت تھی۔ حضرت عثمانؓ کا یہ خط بعض تاریخی واقعات کے انکشاف کے سلسلہ میں بڑی اہم اور قیمتی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے اور اسکا ناقابل تردید ثبوت ہے کہ قتل عثمانؓ کے منصوبہ میں حضرت معاویہؓ وغیرہ کی معزولی بھی بطور پیش بندی شامل تھی تاکہ ان کے ہاتھ سے وہ قوت چھین لی جائے جس سے وہ قتل عثمانؓ کا سبائیوں سے قصاص لے سکیں۔ اس موقع پر یہ بات بھی پیش نظر رکھنی چاہئے کہ حضرت عثمانؓ نے ایسے نازک وقت میں بنی ہاشم میں سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو جو حضرت علیؓ کے چچازاد بھائی تھے اپنا نمایندہ اور نائب بنا کر مکہ معظمہ بھیجا تھا۔ یہ اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ ہاشمیوں اور امویوں میں نہ خاندانی رقابت تھی اور نہ کوئی نسلی عداوت و تنازعہ۔ حضرت عثمانؓ کے اموی عامل مکہ خالد بن العاص کو بھی صحیح اندازہ تھا کہ بلوائیوں کی ایک جماعت کا مقصود انقلابی تحریک سے کیا تھا۔ ابن عباسؓ سے عامل مذکور نے کہا تھا فحج انت بالناس فانت ابن عم الرجل وهذا الامر لا یقضی الا الیه یعنی علیاً وانت احق ان تحمل له ذلك (طبری ص۱۴۰ ج ۵) یعنی آپ لوگوں کو حج کرائیں۔ کیونکہ آپ ان صاحب کے چچیرے بھائی ہیں جن کو یہ خلافت پہنچنے والی ہے یعنی علیؓ کو، اس لئے آپ ہی زیادہ مستحق ہیں کہ یہ کام ان کیلئے انجام دیں۔ حضرت معاویہؓ کی برخاستگی کا مشورہ الاشتر ہی کا تھا جس کی انہوں نے گوشمالی کی تھی۔

Marfat.com

ہو گئے، لوگوں کو حج کرایا، حاجیوں کو امیر المؤمنین کا خط سنایا، واپسی میں جلدی کی مگر دو دن پہلے ہی امیر المؤمنین کو ظلم و شقاوت سے شہید کر دیا گیا تھا[1]

ابن عباسؓ جس وقت شہر میں داخل ہوئے دیکھا کہ بلوائی حضرت علیؓ سے بیعت لینے پر اصرار کر رہے ہیں۔ ابن عباسؓ کو آتا دیکھ کر وہ بلوائیوں سے پیچھا چھڑا کر ان کے پاس آئے اور مشورہ کرنے لگے۔ ابن عباسؓ نے اس حالت میں بیعت لینے سے منع کیا اور کہا جو کوئی بھی اس طرح اپنی بیعت لے گا خون عثمانؓ کا الزام اسپر لگ جائے گا (طبری ص۱۴۰۰ ج ۵)

شاید اسی وجہ سے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، طلحہؓ و زبیرؓ و عبداللہ بن عمرؓ جیسے عظمار ملت نے انکار کر دیا تھا اور ان ہاتھوں سے جو خون عثمانؓ سے رنگین تھے خلافت قبول کرنے کے روادار نہ ہوئے تھے۔ حضرت علیؓ نے شاید یہ سمجھا کہ وہ حالات پر قابو حاصل کر لیں گے اس لئے قدرے تذبذب کے بعد بیعت لے لی۔ فامتنع قلیلا ثم اجاب ذلک (محاضرات تاریخ الخضری ص۱۱۷) مورخین کا بیان ہے کہ سبائی لیڈر الاشتر نے سب سے پہلے بیعت کی تھی۔

واخذ الاشتر یبیعہ قبایعہ
وبایعہ الناس واھل الکوفۃ
یقولون اول من بایعہ الاشتر
النخعی۔

ان کار (علیؓ) کا ہاتھ الاشتر نے تھام لیا اور بیعت کر لی پھر اور لوگوں کی کوفہ والوں کا قول ہے کہ الاشتر نخعی نے سب سے پہلے بیعت کی تھی

(البدایہ ص۱۶۶ ج۷، و طبری ص۱۵۶ ج ۵)

علامہ ابن کثیرؒ و ابن جریر طبری نے کہا ہے کہ حضرت علیؓ کی یہ بیعت خلافت

---

[1] حضرت مغیرہؓ بن الاخنس بن شریق صحابی رسول اللہ حج سے واپس ہو کر حضرت ابن عباسؓ سے دو دن پہلے اس وقت مدینہ پہنچ گئے تھے جب بلوائی کاشانۂ خلافت پر ہجوم کئے ہوئے تھے حضرت مغیرہ سیدھے وہیں پہنچے اور بلوائیوں پر جہاد کر کے شہید ہوئے

Marfat.com

۲۴ یا ۲۵ ذی الحجہ کو ہوئی تھی۔ یعنی قتل عثمانؓ سے ایک ہفتہ اور حج سے دو ہفتے
بعد۔ بعض روایتوں میں جو بیان ہوا ہے کہ قتل عثمانؓ کے دوسرے دن ۱۹ ذی الحجہ
کو ابن عباسؓ کی واپسی سے چند روز پہلے ہی بیعت ہو چکی تھی صحیح نہیں[1]، حالات معمول
پر ہوتے تو ایسا ہی ہوتا۔ کیونکہ صحابہ ایک دن بھی ایسا گزارنا پسند نہ کرتے تھے کہ جماعت
میں منسلک نہ ہوں مگر اس وقت مدینہ کی فضا ابتر ہو چکی تھی۔ شہر میں بلوائیوں کا
زور بالا تھا اور خود ان میں بھی تین جماعتیں تھیں، ایک کسی کو خلیفہ بنانا چاہتی،
دوسری کسی کو اور تیسری ان دونوں کے علاوہ کسی اور کو۔

اکابر صحابہ نے جب بلوائیوں کو منہ نہ لگایا تو چند روز کے بعد یہ تینوں جماعتیں
یعنی کوفی و بصری اور مصری حضرت علیؓ کی بیعت خلافت پر متفق ہو گئیں قاتلین
عثمانؓ انتخاب خلیفہ میں پیش پیش نہ ہوتے تو حضرت علیؓ کی بیعت سے کسی کو کوئی
وجہ انکار نہ ہو سکتی تھی۔ سیاسیات ملیہ میں ان سبائی بلوائیوں کی دراندازیوں
کو صحابہ برداشت نہ کر سکے۔ ان کو یہ اندیشہ ہوا کہ ان کے اثر سے جس کسی کی بھی
بیعت ہو گی وہ ان سے کنارہ کش نہ ہو سکے گا۔ یہ وجہ تھی کہ اکابر صحابہ کی غالب
اکثریت نے جو ارباب حل و عقد تھے حضرت علیؓ کی بیعت سے تخلف کیا، اس لئے
نہ بیعت مکمل ہو سکی اور نہ خلافت منظم۔ سبائی لیڈر الاشتر تو بزور شمشیر بیعت
لینے پر تلا ہوا تھا۔ حضرت طلحہؓ و زبیرؓ سے بہ جبر بیعت لی گئی، خود حضرت علیؓ کو اقرار
کرنا پڑا کہ اتفاق و اتحاد پیدا کرنے کے لئے یہ جبر بیعت لی گئی تھی۔ (محاضرات
تاریخ الخضری ص ۱۲۷)

---

[1] عبداللہ بن سبا کا خاص چیلہ غافقی بن حرب العکی جو مصری پارٹی کا لیڈر تھا قتل
عثمانؓ کے بعد پانچ دن تک امیر مدینہ رہا (طبری ص ۵۵ ج ۵) یہی حضرت عثمانؓ کی
محصوری کے ابتدائی ایام میں مسجد نبوی میں نماز پڑھاتا تھا۔ جمعہ اور عید کی نماز
البتہ حضرت علیؓ نے پڑھائی تھی۔ (طبری ص ۴۷۹ ج ۵)

Marfat.com

حضرت اسامہؓ حبّ رسول اللہ نے کعب بن سوّدہ قاضی بصرہ سے جو تحقیق حال کے لئے مدینہ آئے تھے صاف کہہ دیا تھا کہ طلحہؓ و زبیرؓ نے برغبت و رضا ہرگز بیعت نہیں کی۔ آنحضرت صلعم کے ماموں اور فاتح ایران حضرت سعد بن ابی وقاصؓ پر بھی بیعت کیلئے زور ڈالا گیا، انہوں نے کہا جب اور لوگ بیعت کرلیں گے میں بھی کرلوں گا میری طرف سے کوئی مخالفانہ طرز عمل نہ ہوگا انہیں چھوڑ دیا گیا تھا، حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کو بھی الاشتر پکڑ لایا تھا، انہوں نے بھی یہی عذر کیا تھا الاشتر بولا کہ ضامن لاؤ ورنہ تلوار سے سر اڑا دوں گا۔ حضرت علیؓ نے کہا میں ان کا ضامن ہوں انہیں جانے دو۔ مگر اس وقت کی فضا سے وہ اس درجہ بددل ہوئے کہ وطن چھوڑ کر مکّے جانے لگے تو انہیں گرفتار کرنے کا حکم صادر ہوا۔ انکی مادر ام کلثوم بنت علیؓ دوڑی ہوئی آئیں اور اپنے والد سے کہا کہ ابن عمرؓ آپ کی مخالفت میں نہیں جارہے تب ان کا پیچھا چھوٹا، پھر ان کے بھائی عبیداللہ کی گرفتاری کا حکم دیا گیا۔ انہوں نے ہرمزان ایرانی کو اپنے گرامی قدر والد کے قتل کی سازش کے سلسلہ میں قتل کردیا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے زمام خلافت ہاتھ میں لیتے ہی اس قضیہ کو طے کردیا تھا۔ بارہ برس کے دفن شدہ قضیہ کو از سر نو زندہ کیا گیا اور عبیداللہ کو ہرمزان کے قصاص میں قتل کیا جانے لگا۔ وہ جان بچانے کیلئے بھاگ کر دمشق پہنچ گئے۔ اسی کے ساتھ عمالِ حکومت کے ردوبدل خاص کر حضرت امیر معاویہؓ کی معزولی کی کارروائی میں غیر معمولی عجلت برتی گئی۔ مورخ الخضری نے لکھا ہے کہ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اس معاملہ میں تو ایسی جلد بازی، سرعت غریبہ سے کام لیا گیا اور قصاصِ خونِ عثمان کو مؤخر کردیا گیا[1]۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ

---

[1] یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت معاویہؓ کو صوبہ شام کی گورنری سے جہاں وہ بیس برس سے بڑی حسن کارگزاری سے خدمات انجام دے رہے تھے برطرف کرنے میں مالک الاشتر نخعی کا ہاتھ تھا۔ کیونکہ وہ اس گوشمالی کو کبھی فراموش نہ کرسکتا تھا جو دو برس

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت علیؓ سے اس بارے میں گفتگو کی، معاملہ کا
پہلوان کے سامنے رکھا اور نتائج سے خبردار کیا۔ مگر وہ اپنی رائے پر جمے رہے

(حاشیہ گذشتہ صفحہ) پہلے ۲۳ھ میں حضرت معاویہؓ نے اس کی اور اس کے ساتھیوں
دوبارہ اشخاص تھے اسوقت کی تھی جب حضرت عثمانؓ کے حکم سے یہ لوگ فتنہ کھڑا
کے جرم میں تادیب کے لئے کوفہ سے شام بھیج دئے گئے تھے۔ بعد میں الاشتر تائب ہوکر
رت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ فاتی عثمان بالتوبۃ و
دام والنزوع (طبری ص۸۸ ج۸) اب جب حضرت عثمانؓ کے خلاف شورش میں
نمایاں حصہ لیا تھا اس کو امیر معاویہؓ سے خوف تھا جن کی قوت کا اندازہ وہ شام
رہ کر بخوبی کر چکا تھا اور اس کو یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ ابھی چند ماہ پیشتر جب
عمال خلافت کی طرح وہ بھی حضرت عثمانؓ کی طلبی پر مدینہ آئے تھے، اور حالات
نزہ لے کر خلیفہ مظلوم کی جان کی حفاظت کے لئے چند احتیاطی تدبیریں پیش کی
ں جنہیں حضرت عثمانؓ نے یہ کہہ کر منظور نہ کیا تھا کہ جوار رسولؐ کے رہنے والوں
رجی دستہ رکھنے کا بار نہیں ڈال سکتا، اور نہ کسی کلمہ گو کا بلد حرام میں خون
نے کا ذمہ دار ہوں۔ حضرت امیر معاویہؓ مایوس ہو کر خاموش ہو گئے تھے، لیکن
مشق واپس جانے کے لئے روانہ ہوئے راستہ میں حضرت علیؓ و زبیرؓ کو بیٹھے
ہ کر ان کے سامنے اپنی کمان پر ٹیک لگا کر ایک مؤثر اور بلیغ تقریر کی جسے
سنکر حضرت زبیرؓ نے کہا تھا کہ اس دن سے معاویہؓ کی وقعت میری نظروں
بہت بڑھ گئی۔ اس تقریر میں یہ بھی کہا تھا جسے مورخین نے نقل کیا ہے کہ
بھائی! میں واپس جا رہا ہوں اور آپ لوگوں کے درمیان ان بڑے میاں (عثمانؓ)
چھوڑے جاتا ہوں اور آپ لوگوں کو وصیت کئے جاتا ہوں کہ ان کی جان کی
ظت کریں کہ ان کا بال بیکا نہ ہو اور ان کو دشمنوں کے ہاتھ میں نہ پڑنے دیں
دایہ، وطبری ج۵ الاشتر جانتا تھا کہ اگر کسی اور نے قصاص نہ لیا تو معاویہؓ

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

وقد حذرہ عاقبۃ ذلک المغیرۃ بن شعبۃ اوّلاً وابن عباس ثانیاً فابیٰ ذلک اباء تاماً (ازالخضری صـ۱۲۱) ان واقعات او حالات سے اکابر صحابہ کا یہ شبہ کہ قصاص خون عثمانؓ کا معاملہ کھٹائی میں پڑ گیا اور قوی ہو گیا۔ حضرت طلحہؓ و زبیرؓ دو ڈھائی مہینے تک انتظار کرتے رہے کہ حضرت علیؓ اپنا وعدہ قصاص کے بارے میں پورا کریں۔ بالآخر مایوس ہو کر مدینہ سے چلے گئے۔ خود حضرت علیؓ کے برادر بزرگ حضرت عقیلؓ بھی جو خلیفہ مظلوم کے عزیز اور احباب خاص میں سے تھے سبائی پارٹی اور قاتلین عثمانؓ کو اپنے بھائی کی سیاست میں دخیل دیکھ کر اور یہ سمجھ کر اب قصاص کا کوئی امکان باقی نہیں رہا۔ بالآخر طلب قصاص میں حضرت معاویہؓ کے پاس دمشق چلے گئے ادھر حضرت علیؓ نے حضرت معاویہؓ سے جنگ آزمائی کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں، ان کے بڑے صاحبزادے حضرت حسنؓ نے منع کیا اور اپنے والد سے عرض کیا

یا ابتی دع ھذا
فان فیہ سفک
دماء المسلمین ووقوع
الاختلاف بینھم
(البدایہ صـ۲۲۹ ج۷)

اے میرے ابا جان! آپ اس (قصد جنگ) کو چھوڑ دیجئے۔ کیونکہ (اس سے سوائے اس کے کوئی نتیجہ نہ ہوگا) کہ مسلمانوں میں خونریزی ہو اور آپس میں اختلاف پیدا ہو۔

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) ضرور لیں گے۔ لہٰذا ان کے ہاتھ سے وہ قوت انکی معزولی کے ذریعہ نکال لی جائے۔ جس کی بدولت وہ قصاص لینے میں کامیاب ہو سکیں یعنی شام کی امارت و گورنری سے برطرف کر دئے جائیں۔ ابن ابی الحدید شارح نہج البلاغہ نے تو حضرت اسامہ بن زید کی سند سے لکھا ہے کہ حضرت معاویہؓ نے حضرت علیؓ وغیرہ سے کہہ دیا تھا کہ اگر عثمانؓ کی غیر طبعی موت واقع ہو گئی تو اس کا بدلہ تلوار سے لیا جائے گا۔ (شرح نہج البلاغہ جزو اول)

Marfat.com

اُمّ المومنین کا اقدام

حضرت عثمانؓ کے مظلومانہ قتل اور اس کے بعد کے حوادث وحالات سے کہ قاتلین باوجود ہولناک جرم کے مرتکب ہونے کے کھلے بندوں مدینہ میں گھومتے پھرتے ہیں، حضرت علیؓ کے مشیر[1] اور ہمدرد بنے ہوئے ہیں اور خود حضرت علیؓ کا بھی یہ حیرت انگیز رویہ ہے کہ قصاص عثمانؓ لینے سے زیادہ وہ ہرمزان ایرانی کے قتل کا قصاص لینے کے درپے ہیں جسے بارہ برس پہلے خلیفۂ وقت وحاکم حجاز فیصل کر چکے تھے اور عمر فاروق اعظمؓ کے صاحبزادے عبیداللہ کو قصاص میں قتل کرتے اور بڑے بڑے کارگزار گورنروں کو معزول و برطرف کئے جانے کو اہمیت دے رہے ہیں۔

اس سے تمام ممالک اسلامیہ میں ایک آگ سی لگ گئی اور ہر طرف سے انتقام انتقام کا نعرہ بلند ہونے لگا۔ اب سب کی نظریں مرکز اسلام مکہ معظمہ کی طرف اٹھنے لگیں، جہاں مادر مومنین حضرت عائشہ صلوٰۃ اللہ علیہا اور دیگر ازواج مطہرات موجود تھیں۔ صحابہ اور دوسرے ذمہ دار حضرات جوق در جوق مکہ آنے لگے۔ خلفائے ثلاثہ حضرت ابوبکر الصدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت

---

[1] ان قاتلین میں سے حصوصاً کنانہ بن بشر التجیبی مصری کو جس نے حضرت عثمانؓ کو برچھی ماری تھی اور آپ کے خون کی چھینٹیں قرآن شریف پر جس کی تلاوت کر رہے تھے پڑی تھیں، حضرت علیؓ نے مصر میں محمد بن ابی بکر کے مشیر کی حیثیت سے بھیجا تھا، حالانکہ اسی زمانہ میں سب کی زبان پر تھا کہ یہی قاتل ہے، یہ شعر اس وقت مشہور تھا

الا ان خیر الخلق بعد ثلاثۃ ؎ قتیل التجیبی الذی جاء من مصر

اس کے علاوہ مالک الاشتر کو جو بلوائیوں کا سرغنہ تھا اپنا مشیر خاص بنایا اور مصر کی گورنری عطا کی تھی۔

عثمان ذی النورین رضؓ کے اہل خاندان میں سے سوائے حضرت علی رضؓ کے ربیب محمد بن ابی بکر رضؓ کے جو قاتلین کے سرغنہ تھے کسی نے حضرت علی رضؓ سے بیعت نہیں کی تھی ان میں متعدد حضرات مکہ جا پہنچے۔ خصوصاً حضرت مروان بن الحکم رضؓ اور دوسرے اموی طالبان قصاص نیز حضرت طلحہ رضؓ و زبیر رضؓ مکہ کے عامل عثمانی تو موقع پر موجود ہی تھے، یمن سے حضرت یعلی بن امیہ[1] رضؓ عامل یمن، بصرے سے حضرت عبداللہ بن عامر رضؓ عامل بصرہ، کوفہ سے حضرت طلیحہ بن عدی رضؓ اور اسی طرح متعدد صحابہ و تابعین مکہ پہنچ گئے تھے۔

---

[1] حضرت یعلی بن امیہ رضؓ رسول اللہ صلعم کے صحابی تھے، طائف و حنین و تبوک کے غزوات میں شریک رہے تھے، حضرت ابوبکر رضؓ نے حلوان پر اور حضرت عمر رضؓ نے نجران پر عامل مقرر کیا تھا، حضرت عثمان رضؓ کے زمانہ میں صنعا (یمن) کے عامل تھے، یہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے حضرت عمر رضؓ کے زمانہ میں تحریرات میں تاریخ ڈالنے کی ابتدا کی وکتب الی کتاباً مورخاً فاستحسن عمر ذلک فسرع التاریخ (الاعلام زرکلی صفحہ ۲۶۹) یعنی انہوں نے حضرت عمر رضؓ کو جو مکتوب ارسال کیا اس میں تاریخ درج کی تھی، حضرت عمر رضؓ نے اس کو پسند کیا اور تاریخ ڈالنا شروع کیا۔ بڑے مالدار اور سخی تھے، حضرت علی رضؓ نے بھی ان کو "اعطی الناس" کہا تھا، یعنی لوگوں میں سب سے زیادہ عطا و بخشش کرنے والے۔ یمن سے چلتے وقت تمام مال و متاع ساتھ لئے اور طالبین قصاص کے لئے گھوڑوں و اسلحہ کا انتظام اپنے پاس سے کیا اور ہر سوار کو تیس تیس دینار عطا کئے انہوں نے یمن کا ایک بہترین اونٹ دو سو دینار میں خرید کیا تھا جس کا نام عسکر تھا وہ ہی اونٹ ام المومنین کی خاطر کے لئے پیش کیا تھا۔

(معارف ابن قتیبہ صفحہ ۱۴۸ و العواصم)

Marfat.com

فاجتمع فیھا خلق من سادات الصحابۃ وامھات المومنین (البدایہ ص۲۳۰ ج۷)

اور وہاں (مکہ میں) بہت سے صحابہ اور امہات المومنین کا اجتماع ہوا۔

اس اجتماع میں قتل عثمانؓ اور مسئلہ قصاص زیر بحث آئے حضرت عائشہؓ کے اس سوال پر کہ قصاص کس سے طلب کرنا ہے کہا گیا :-

انھم معروفون وانھم بطانۃ علیّ ورؤساء اصحابہ (اخبار الطوال ص۱۵۳)

وہ لوگ تو جانے پہچانے ہیں وہ علیؓ کے راز دار ان کے رفقاء کے سردار ہیں۔

یہ لوگ اس وقت کچھ مدینہ میں تھے، کچھ بصرہ، کوفہ اور مصر میں، ان سے قصاص لئے جانے کے سلسلے میں صحابہ وتابعین وعمال عثمانی کی اس کانفرنس میں مختلف تجاویز پیش ہوئیں ایک یہ کہ مکہ سے مدینہ جاکر علیؓ سے قصاص کا مطالبہ کیا جائے دوسرے یہ کہ معاویہؓ سے مدد لی جائے۔ حضرت عائشہؓ نے دونوں تجویزوں کو مسترد کر دیا، کیونکہ مقصد اصلی خلافت علیؓ کی مخالفت سے نہ تھا بلکہ اصلاح بین الناس اور نظام سیاسی کی حرمت کے تحفظ اور مجرموں سے قصاص لینے سے تھا، حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں محدث المہلب کے یہ قول "اخبار بصرہ" مولفہ عمر بن شعبہ سے نقل کیا ہے۔

ان احداً لم ینقل ان عائشۃ ومن معھا نازعوا علیاً فی الخلافۃ ولا دعوا احد منھم لیولوہ الخلافۃ (ج۱۳ ص۴۱)

کسی ایک (محدث ومصنف) نے بھی یہ روایت نقل نہیں کی کہ (حضرت) عائشہؓ نے اور جو لوگ ان کے ساتھ تھے انہوں نے خلافت کے معاملہ میں (حضرت) علیؓ سے تنازعہ کیا اور نہ انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ ہم میں سے کسی کو (مثلاً طلحہؓ وزبیرؓ کو) خلافت پر قائم کیا جائے۔

Marfat.com

ام المومنین کے اس اقدام میں حضرت علیؓ کی مخالفت کا کوئی جذبہ اگر کارفرما ہوتا تو بجائے بصرہ جانے کے مدینہ جاتیں، معاویہؓ سے مدد طلب کرتیں، شامی فوجیں شمال سے چلتیں اور طالبین قصاص کا یہ تین ہزار سواروں کا لشکر جنوب سے، مالک الاشتر اور اس کے ساتھی تاب مقاومت نہ لا سکتے۔ حضرت علیؓ کی خلافت گو شرعاً قائم ہو چکی تھی مگر جس طرح اور جس نوعیت کی ہوئی تھی، اس کا ذکر گزر چکا۔ خود ایک شیعہ مورخ فرماتے ہیں :۔

"جن لوگوں نے علی مرتضیٰ کا تعلق اور رسول خدا سے ان کی خصوصیت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔۔۔۔ انہوں نے علیؓ سے بیعت تک نہ کی تھی درانحالیکہ یزید اور عبدالملک جیسوں (؟) کی بیعت کو بخوشی گوارہ کر لیا[1]۔ ان بزرگواروں میں (۱) سعد بن ابی وقاص

---

[1] شیعہ مورخ نے اکابر و مشاہیر اسلام کی جو فہرست درج کی ہے چند نام ترک کر دیئے ہیں خصوصاً حضرت علیؓ کے سگے بڑے بھائی حضرت عقیلؓ کا شاید اس لئے کہ وہ اپنے بھائی کی سیاست سے دل برداشتہ ہو کر حضرت معاویہؓ کے پاس چلے گئے تھے، ان سترہ مشاہیر اسلام کے ساتھ ان کے خاندان و قبیلہ کے سیکڑوں قریشی و انصاری تھے اور یہی ارباب حل وعقد تھے۔ اہل مدینہ کی غالب اکثریت کا بیعت سے تخلف کرنا حضرت علیؓ کی ذات سے کسی مخالفت کی بنا پر نہ تھا بلکہ جیسا عرض کیا گیا سبائی پارٹی کی دخل اندازی کی وجہ سے تھا۔ حضرت علیؓ کا مدینہ چھوڑ کر کوفہ میں سکونت اختیار کرنا محض اہل مدینہ سے دل برداشتہ ہونے کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اپنی سیاسی مصلحتوں کی بنا پر تھا اور جیتے جی مدینہ میں قدم نہ رکھنا بھی اہالیان مدینہ سے دل برداشتہ ہونے کی بنا پر نہ تھا، شائد ان کے ضمیر نے اجازت نہ دی کہ جب یہ تین اندوہناک حالات ان کی سیاسی لغزشوں کے نتیجہ میں پیش آچکے ہوں، یعنی خلیفہ وقت کا قتل جس کی بیعت میں وہ داخل تھے نہ روکنا۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ

Marfat.com

(۲) عبداللہ بن عمر (۳) عبداللہ بن سلام (۴) صہیب بن سنان (۵) اسامہ بن زید (۶) قدامہ بن مظعون (۷) مغیرہ بن شعبہ (مہاجرین) اور

(۱) احسان بن ثابت (۲) کعب بن مالک (۳) مسلمہ بن مخلد (۴) محمد بن مسلمہ (۵) نعمان بن بشیر (۶) زید بن ثابت (۷) رافع بن خدیج (۸) فضالہ بن عبید (۹) کعب بن عجزہ (۱۰) سلمہ بن سلامؓ (انصار) جیسے اکابر شامل ہیں۔ انہوں نے جناب امیر سے بیعت تک نہ کی، امداد دینا تو درکنار یہاں تک کہ آپ نے دل برداشتہ ہوکر مدینہ سے ہجرت اختیار کی، کوفہ کو اپنا دارالسلطنت قرار دیا اور پھر جیتے جی قدم نہ رکھا۔" (مجاہد اعظم ص ۱۴۹)

مادرِ ملت کا مرتبہ اور ان کی پوزیشن ہر فرد ملت سے خواہ وہ زمام حکمرانی اپنے ہاتھ میں رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو بفرمان خداوندی کہ وازواجہ امہٰتھم (ان کی (رسول) کی بیبیاں تمہاری (مسلمانوں کی) مائیں ہیں) بلند و بالا ہے۔ حضرت عثمانؓ درجہ و فضیلت میں حضرت علیؓ سے بلند و برتر تھے۔ رسول اللہ کے چہیتے اور دوہرے داماد "ذی النورین" تھے، جب وہ ام المومنین کے حضور میں پہنچ کر جیسا کہ

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) (۲) قتل کے بعد ان کے خون کا قصاص نہ لینا اور (۳) سب سے بڑھ کر اپنی ماں ام المومنین سے جو قاتلین سے قصاص لینے گئی تھیں برسر پیکار ہونا اور ان سبائیوں کی سازش سے جو ان کی فوج میں شامل ہوکر گئے تھے اور ان کی اہانت کے موجب اور اذیت جسمانی پہنچ جانے کے باعث ہوئے تھے ان کو بدستور اپنا مشیر بنائے رکھنا ان حالات میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آرام گاہ کے سامنے کیسے حاضر ہو سکتے تھے، خصوصاً آپ کی محبوب ترین رفیقہ حیات کے ساتھ اس طرز عمل کے بعد!

ان کے آخری خط کے اقتباس میں ظاہر کیا گیا ہے عرض کرتے ہیں کہ اب مجھے آپ کیا حکم دیتی ہیں - اور مادر مومنین کی ہدایات پر عمل پیرا ہوتے تو کیا اپنے پیش رو خلیفہ کی مثال کے پیش نظر حضرت علیؓ کو جن کی خلافت بھی مستحکم نہیں ہوئی تھی - امت کی بھاری اکثریت نے بیعت نہیں کی تھی - یہ مناسب نہ تھا کہ ان مخدومہ جہان ام المومنین کے سامنے اپنی مشکلات پیش کرتے، ان کے مشورہ اور ہمدردانہ موافقت کے جویا ہوتے خصوصاً ایسی حالت میں کہ ان کے سوتیلے بھائی محمد[1] بن ابی بکر جو حضرت کے بھی سوتیلے بیٹے ورپیسہ تھے بلوائیوں کے سرغنہ اور خلیفہ مظلوم شہید کے قاتلوں میں شامل تھے

---

[1] ان محمد کی والدہ اسماء بنت عمیسؓ پہلے حضرت علیؓ کے برادر بھائی حضرت جعفرؓ کی زوجیت میں تھیں ان کی شہادت کے بعد حضرت ابوبکر الصدیقؓ نے ان سے نکاح کر لیا تھا اور حجۃ الوداع کی واپسی میں یہ محمد اثنائے راہ میں پیدا ہوئے تھے حضرت صدیق اکبرؓ کی وفات کے بعد یہ اسماء حضرت علیؓ کے عقد میں آئیں اور اس طرح یہ محمد دو ڈھائی برس کی عمر کے اپنی ماں کے ساتھ آئے اور حضرت علیؓ کی پرورش میں پلے بڑھے - ان کو ان سے بہت محبت تھی، فرمایا کرتے تھے کہ محمد صلب سے تو ابوبکرؓ کے ہے، بیٹا میرا ہے - کوفی و بصری و مصری بلوائیوں نے پہلی مرتبہ جو شکایات اور مطالبات حضرت عثمانؓ کے سامنے پیش کئے تھے ان میں مصر کے والی کو معزول کر کے ان محمد کو والی مصر مقرر کرنے کا مطالبہ بھی تھا جو منظور ہوا اور محمد کہ اس وقت چوبیس پچیس برس کی عمر کے تھے اپنے عہدہ کا چارج لینے مصر کو چلے - سبائی جعل سازوں نے امیر المومنین کی جانب سے ایک جعلی خط اس مضمون کا بنا کر ایک ہرکارے کے ہاتھ معزول والی مصر کے نام بھجوایا کہ جیسے ہی محمد تم سے چارج لینے کو پہنچیں انہیں قتل کرا دینا پھر اس خط کو راستہ ہی میں مع اونٹ اور ہرکارے کے پکڑوا دیا - اس کارروائی سے محمد کو بھی اشتعال دلانا تھا اور حضرت مروانؓ کو جو امیر المومنین کے سیکریٹری تھے مہر خلافت ان کے پاس رہتی تھی اس طرح مجرم ٹھہرانا اور خود امیر المومنین

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

مگر حضرت علیؓ نے یہ نادر موقع اپنی افتاد طبیعت سے ضائع کر دیا۔ قصاص عثمانؓ کے لئے یہ عذر پیش کرتے رہے کہ ابھی تو بلوائیوں کو غلبہ اور قوت ہے خدا حالت سنبھل جائے تو اس کی نوبت بھی آئے گی، مگر یہ نوبت قصاص عثمان کی ——— پھر کبھی نہ آئی۔[1]

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) کو نا اہل بتا کر معزول کرانے کا جواز پیدا کرنا تھا۔ اس جعل سازی کو سب سے پہلے حضرت محمد بن مسلمہ انصاری نے بھانپ لیا کیونکہ کوفی و بصری و مصری بلوائیوں کی تینوں پارٹیاں جب مخالف سمتوں کو کئی کئی منزل چلی گئیں تھیں پھر یکایک ایک ساتھ محمد کے ساتھ واپس آگئیں جس سے ثابت ہوا کہ یہ سب ملی بھگت تھی۔

[1] حالت بدقسمتی سے یہ پیش آگئی کہ قاتلین کے سرگروہ الاشتر و کنانہ بن بشر تجیبی وغیرہ حضرت علیؓ کے گرد و پیش رہنے لگے اور ان کے مشیر و مددگار بن گئے لوگوں کو شبہ کرنے کا موقع مل گیا۔ اسی لئے ان کے بڑے صاحبزادے حسنؓ ان لوگوں سے دور رہنے کا بار بار مشورہ دیتے ان کے چچیرے بھائی حضرت ابن عباسؓ نے تو صاف کہہ دیا تھا کہ اس حالت میں اپنی بیعت لیں گے، لوگ خون عثمانؓ کا الزام لگا دیں گے کہ قیامت تک نہ مٹے گا۔ ان انت قمت الامر الآن الزمک الناس دم عثمان الی یوم القیامۃ (تاریخ الاسلام ذہبی ج ۳ ص ۳۱)

اب وہ بار بار قسمیں کھاتے قاتلین پر لعنت کرتے اور اپنی بریت کا اظہار کرتے۔ جمل کے موقع پر جب حضرت طلحہؓ نے ان سے کہا تھا کہ تم نے لوگوں کو عثمانؓ کے خلاف اکسایا تھا فرمایا تھا "اے طلحہ! تم مجھ سے خون عثمان کا مطالبہ کرتے ہو میں تو انکے قاتلین پر لعنت بھیجتا ہوں۔ جمل کے بعد حضرت معاویہؓ سے مراسلت کا سلسلہ چھیڑا، ایک خط انہیں لکھا تھا کہ تم خون عثمانؓ سے بریت کا اظہار کرتے ہو" اور اپنے قول کے سچے ہو تو قاتلوں کو ہمارے حوالے کر دو ہم ان سے قصاص لیں پھر ہم سے زیادہ

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

دوسری طرف اکثر صحابہ امہات المومنین، حرمین شریفین کے اکثر باشندے کُل اہل شام اور امت کا سوادِ اعظم قصاص عثمانؓ کے مسئلہ پر متحد و متفق تھا اور اس امر کا شدت سے احساس عام طور سے صحابہ کو تھا' خلیفہ برحق کیوں ظلماً

باقی حاشیہ گذشتہ صفحہ)

تمہاری بیعت کرنے میں کوئی سبقت نہ کریگا۔ اب یہ ان کے بس کی بات نہ رہی تھی۔ حضرت معاویہؓ کی طرف سے جب جلیل القدر صحابہ کا وفد ان کے پاس آیا جس میں یہ حضرات شامل تھے یعنی معن بن یزید بن الاخنسؓ بدری صحابی، حبیب بن مسلمہؓ القرشی جو حضرت عثمانؓ کی حفاظت کے لئے فوجی دستہ لے کر مدینہ گئے تھے۔ وادی القریٰ سے ان کے شہید ہو جانے کی خبر سن کر دمشق لوٹ گئے تھے نیز نعمان جبیل بن السمعؓ جو حضرت علیؓ کو قتل عثمانؓ میں شریک جانتے تھے (الاستیعاب ص۵۸۵ ج ۲) وفد نے قاتلین کے حوالے کر دینے کا مطالبہ کیا اور کہا کہ اس کے بعد آپکی بیعت سے کسی کو انکار نہ ہوگا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہ میری طاقت سے باہر ہے کیونکہ یہ لوگ بیس ہزار سے زیادہ ہیں (اخبار الطوال ص۱۸۲) پھر دوسرے دن مسجد میں ان لوگوں نے مجتمع ہو کر وفد کے سامنے صاف کہدیا تھا کہ ہم سب قاتلین ہیں۔

یہ واقعات تو اس زمانہ کے ہیں جب دونوں پارٹیوں میں سخت کشاکش تھی صفین سے لوٹتے وقت حضرت علیؓ نے جو فرمان اپنے علاقہ میں گشت کرایا تھا اس میں اس کا اظہار کر دیا تھا کہ اہل شام میں اور ہم میں خون عثمانؓ کے معاملہ میں مقابلہ ہوا اور ہم اس خون سے بری ہیں۔ زیادہ قرین صحت یہی ہے کہ وہ قتل کی سازش میں شریک نہ تھے البتہ انہوں نے اس قتل کے روکنے کی کوئی موثر کوشش نہیں کی اور یہ سخت فروگذاشت ہوئی بقول ایک مستشرق سر ولیم میور علیؓ کی شہرت پر جو ان مٹ دھبہ ہے وہ یہی ہے کہ انہوں نے اس خلیفہ کے قتل کو روکنے میں کوئی موثر کوشش نہیں کی جس کی بیعت میں وہ داخل تھے اور اس لئے ان کا فرض تھا کہ نازک وقت میں ان کا ساتھ دیتے یہ عذر کہ وہ خود بلوائیوں سے دبے ہوئے تھے قابل پذیرائی نہیں اگر خلوص نیت سے کوشش کرتے تو ضرور اس کی تدبیر کی جا سکتی تھی۔ (مصلخصاً)

قتل کر کے قاتلین کا اپنے اثر سے دوسرے کو اس کی جگہ قائم کر دینا نظام خلافت کی بربادی اور خلافت نبوت کے ختم ہو جانے کے مرادف ہے۔ دور نزدیک کے سب صحابہ اس خیال کے تھے۔ حضرت ثمامہ بن عدیؓ القرشی صحابی کو جو عہد عثمانی میں صنعا (یمن کے عامل تھے، جب ان اندوہناک حالات کی اطلاع ملی مسجد میں خطبہ دینے کھڑے ہوئے، شدت غم سے رونے لگے اور دیر تک روتے رہے پھر کہا "آج امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے خلافت نبوت کا خاتمہ ہو گیا اور اب ملوکیت اور جبری حکومت کا دور دورہ شروع ہوا (الاستیعاب ص۷۹ ج ۲ وازالۃ الخفا ص۲۵۱ ج ۲) اس حالت میں صحابہ کرام وام المومنین نے یہ دیکھ کر کہ حضرت علیؓ وقتی مصلحتوں کی بناء پر قصاص کو موخر کر رہے ہیں[1] اور اپنی بیعت کی تکمیل کو مقدم سمجھتے ہیں یہ طے کر لیا کہ نظام

---

[1] حضرت عثمانؓ کے بارے میں حضرت علیؓ کا یہ قول مختلف طریقوں سے منقول ہے کہ عثمانؓ نے ایسی کارروائیاں کیں جن کو لوگوں نے برا سمجھا انہیں قتل کر دیا حضرت شرجیلؓ کے اس سوال پر کہ عثمانؓ آپ کے نزدیک ظلماً قتل کئے گئے یا نہیں۔ حضرت علیؓ کا یہ قول بھی نقل کیا گیا ہے کہ "نہ میں اس کا قائل ہوں کہ وہ ظلماً قتل ہوئے اور نہ اس کا قائل ہوں کہ قتل کے وقت وہ ظالم تھے (ابن خلدون ص۴۳۳ ج ۲) ابن ابی الحدید شارح نہج البلاغۃ نے ایک خطبہ مشمولہ نہج البلاغۃ کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ علیؓ نے نہ ان کے قتل کا حکم دیا اور نہ اس سے منع کیا کیونکہ ان کے نزدیک وہ ان امور مباح سے تھا جنکے کرنے نہ کرنے کا حکم ہی نہیں دیا جا سکتا "فی حکم الامور المباحۃ التی لا یؤمر بھا ولا ینھی عنھا (شرح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید) لیکن دوسرے موقع پر ان کا یہ قول بھی نقل کرتے ہیں کہ "بخدا نہ میں نے عثمانؓ کو قتل کرایا اور نہ ان کے قتل کو پسند کیا"۔ ان متضاد اقوال سے جو مختلف کتب میں نقل ہوئے ہیں۔ صحیح نتیجہ اخذ کرنا دشوار ہے۔ نہج البلاغۃ کے مولف نے جو ناشائستہ الفاظ حضرت عثمان ذی النورینؓ جیسے حلیم وکریم، فیاض وسخی خلیفہ راشد کے بارے میں حضرت علیؓ سے منسوب کئے

Marfat.com

خلافت کی حرمت کے تحفظ کے جذبہ صادقہ کے ساتھ قصاص لینے کا خود اقدام کریں جو شرعاً واجب اور تقاضائے وقت کے اعتبار سے اہم اقدام تھا حضرت علیؓ سے کچھ تعرض نہ کریں ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیں۔

حضرت عثمانؓ حفصہ کے تعلق سے ام المومنین عائشہؓ کے داماد تھے ان کی دو سوتیلی بیٹیوں سیدہ رقیہ و ام کلثوم دختران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شوہر تھے ان کو یہ حق بھی پہنچتا تھا کہ داماد کے مظلومیت کے ساتھ ناحق قتل کر دئے جانے کا قصاص لے سکیں وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا (جو کوئی مظلوم قتل کیا جائے اس کے ولی وارث کو قصاص کا ہم نے ضرور اختیار دیا ہے) پھر حضرت عائشہؓ کی ذہنی و نفسیاتی کیفیات بھی اس اقدام کے لئے مجبور ہو کر رہی تھیں۔ ہر فرمانبردار اور محبت والی بیوی اپنے شوہر کی ایک ایک بات ایک ایک ادا کو نہاں خانۂ دل میں محفوظ رکھتی ہے۔ حضرت عائشہؓ کب اس واقعہ کو فراموش کر سکتی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ان محبوب صحابی

(باقی حاشیہ گذشتہ صفحہ)

ہیں جنہیں ایک طبقہ بہت کچھ اچھالتا رہتا ہے وہ محض وضعی اور حضرت علیؓ کے اعلیٰ اخلاق کے قطعاً منافی سب و شتم کے نقرات کے علاوہ حضرت عثمانؓ کی شہادت اور اپنی خلافت کے بارے میں مؤلف مذکور نے لیک خطبہ میں حضرت علیؓ کی زبان سے یہ الفاظ کہلوائے ہیں :۔

"قد طَلَعَ طالعٌ ولمعَ لمعٌ (الی آخرہ) یعنی طلوع ہونیوالا آفتاب ہوا، (حق کی) چمکنے والی (بجلیاں) چمکیں۔ ظاہر ہونے والی (خلافت علیؓ) ظاہر ہوگئی، منحرف شدہ (دین) راست ہوگیا۔ اور پروردگار عالم نے ایک قوم (عثمان بنی امیہ) کو گروہ (حق پرست) کے ساتھ اور سایام (سعادت) کے ساتھ ایسی حالت میں تبدیل کر دیا۔ کہ ان تغیرات کا اس طرح انتظار کر رہے تھے جیسے قحط سالی میں بادلان رحمت کا انتظار ہوتا ہے۔"

Marfat.com

اور چہیتے داماد حضرت عثمانؓ کو صلح حدیبیہ سے چند دن پہلے کفار قریش سے گفتگو کرنے مکہ بھیجا تھا' واپسی میں دیر ہوئی اور یہ غلط خبر مشہور ہوگئی کہ عثمانؓ قتل کر دئے گئے آنحضورؐ نے اپنے چودہ یا پندرہ سو صحابہ سے خون عثمان کے انتقام وقصاص کے لئے بیعت لی تھی جو بیعت الرضوان اور بیعت الشجرہ کہلاتی ہے سورہ فتح کی آیتیں اس پر نازل ہوئیں۔ ایک آیت پچھلے اوراق میں درج ہے۔ آپ نے اپنے ایک دست مبارک کو عثمانؓ کا ہاتھ قرار دیکر فرمایا تھا کہ یہ ہاتھ ہمارا ہے اور یہ عثمان کا پھر بیعت کی۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے لکھا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یکدست مبارک	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک
خود عوض دست حضرت عثمان برداشتند	دست مبارک کو حضرت عثمانؓ کے ہاتھ
کہ ھذہ ید ی وھذہ ید عثمان	کے بدلے اٹھایا اور فرمایا کہ یہ ہاتھ
واین تشریف عظیم بود۔	ہمارا ہے اور یہ عثمان کا۔ یہ واقعہ حضرتؓ
(ازالۃ الخفا صفحہ ۲۲۱ ج ۲)	عثمانؓ کے بہت بڑے شرف کا موجب تھا۔

پھر اللہ تبارک تعالیٰ نے قصاص عثمانؓ کی اس بیعت کو پسند فرمایا ذیل کی آیت نازل ہوئی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا	جو لوگ (اے رسول) تم سے بیعت
یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ	کر رہے ہیں وہ خدا سے بیعت کرتے
فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا یَنْكُثُ عَلٰی	ہیں۔ خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر
نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰهَدَ	ہے پھر جو عہد کو توڑے تو عہد
عَلَیْهُ اللّٰهَ فَسَیُؤْتِیْهِ	توڑنے کا نقصان اسی کو ہے اور
اَجْرًا عَظِیْمًا۔	جو اس بات کو جس کا اس نے خدا سے
	عہد کیا ہے پورا کرے تو وہ اس کو اجر
	عظیم دیگا۔

اسی علام الغیوب کو معلوم تھا کہ عثمانؓ اس موقع پر تو قتل ہونے سے بچ

Marfat.com

جائیں گے۔ مگر ایک دوسرے موقع پر انتہائی مظلومیت سے اسی قرآن مجید کی تلاوت کرتے شہید کر دیے جائیں گے جس میں یہ آیت سورہ فاتح کی ہے اور یہ بیت جوان کے قصاص خون کی اب لیجارہی ہے' درحقیقت اسی مظلومیت کی شہادت کا قصاص لینے کی ہے جس کے نتیجہ میں خلافت نبوت کا خاتمہ ہوکر اخوت واتحاد وائتلاف ملت کا شیرازہ بکھر گیا۔

حالت جب اس درجہ بگڑ چکی تھی کہ خلیفہ مظلوم شہید کی تدفین میں رکاوٹیں ڈالی گئی تھیں' نماز جنازہ کی شرکت سے گریز کیا گیا تھا مقتول امیرالمومنین کی بیوہ کی چیخوں پر' ان کے یتیم اولاد کی آہ وزاری پر کوئی کان بھی نہ دھرتا تھا' قصاص سے پہلو تہی کی جارہی تھی' قاتلین سیاست وقت پر چھائے ہوئے تھے' نسلی وخاندانی عصبیت کا عفریت کروٹیں بدلنے لگا تھا ام المومنین اصلاح حال کے جذبات مخلصانہ کے ساتھ اور حجت دینیہ کے تحت میدان میں آئیں ان کے چشم تصور میں یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک رہا ہوگا جو قصاص عثمان کی بیعت کے لئے اٹھا تھا اور آج بیس برس بعد وہ آپ کی بیعت قصاص پوری کرنے اور مجرموں کو سزا دینے کے لئے مکہ سے بائیس منزلوں کی دشوار گزار راہ طے کرتے ہوئے صحابہ وتابعین کی معیت میں بصرہ تشریف لے گئیں۔

ام المومنین اور حضرت طلحہؓ وزبیرؓ کا یہ اقدام حالات اور واقعات کی رو سے بالکل صحیح اقدام تھا اور قاتلین ومجرمین سے انتقام لینے کی غرض سے تھا' حضرت علیؓ کی مخالفت کا کوئی شائبہ تک اس اقدام میں شامل نہ تھا کیونکہ ان کے جلو میں تین ہزار سواروں کے لشکر نے بصرہ کی جانب کوچ کیا تھا نہ مدینہ کی جانب۔ حضرت علیؓ کا مادر مومنین کے مقابلہ میں آنا ہر اعتبار سے غلط تھا[1]

---

[1] حضرت علیؓ جب مدینہ سے چلنے لگے صحابہ نے سمجھایا کہ نہ جائیں مگر انہوں نے کہنا نہ مانا اور روانہ ہوگئے جب مقام ربذہ پر پہنچے ان کے بڑے صاحبزادے حسنؓ آکر ملے اور اپنے والد سے شکایت کرنے لگے کہ مدینہ سے کیوں نکلے اور کیوں ہر دفعہ میری بات

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

جو مفاد ملیہ کے سخت مضرت رساں ثابت ہوا، جمل وصفین وغیرہ کی خانہ جنگیوں میں تقریباً ایک لاکھ مسلمان کٹ مرے اور ان کے نتیجہ میں مفاسد کا جو باب وا ہوا آج تک بند نہ ہو سکا۔

ایک وضعی حدیث اور جھوٹی روایت

ام المومنین عائشہؓ اور حضرت طلحہؓ و زبیرؓ کو ان کے اقدام قصاص میں مطعون کرنے کی بہت سی جھوٹی باتیں کہی گئی ہیں: ان میں یہ کذیب بیانی

بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ)

نہیں مانتے، حضرت علیؓ نے پوچھا بتاؤ میں نے تمہاری کونسی بات نہیں مانی حسنؓ نے کہا جب عثمانؓ کا محاصرہ ہو رہا تھا میں نے کہا تھا کہ آپ مدینہ سے باہر چلے جائیں اور ان کے قتل کے وقت مدینہ میں موجود نہ رہیں پھر وہ قتل ہو گئے میں نے آپ سے کہا تھا کہ جب تک عرب کے وفود اور باہر شہروں کی بیعت نہ آجائے بیعت نہ لیں پھر ان لوگوں (یعنی ام المومنین عائشہؓ اور طلحہؓ و زبیرؓ) کے اقدام کے وقت میں نے کہا کہ آپ گھر میں بیٹھ رہیں مگر آپ نے میری ایک بات بھی نہ مانی۔ حضرت علیؓ نے جواب میں اپنی بیعت لینے کے بارے میں فرمایا۔ "مجھے ڈر تھا کہ خلافت ضایع نہ ہو جائے۔ اہل حل وعقد مدینہ والے تھے نہ کہ سارے عرب اور تمام شہروں کے لوگ رسول اللہ صلعم کا انتقال ہوا تو آپ کے بعد میں ہی خلافت کا سب سے زیادہ حق دار تھا لیکن لوگوں نے دوسروں کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ میں نے ان پر کوئی جبر نہیں کیا۔ اب جو شخص مخالفت کریگا میں اپنے فرمانبرداروں کے ساتھ اس سے لڑونگا حتیٰ کہ خدا فیصلہ کر دیگا (ابن خلدون ص ۱۱۴۱ ملخصاً)

حضرت طلحہؓ و زبیر کے بیٹوں اور عزیزوں کے بارے میں یہ الفاظ کہیں نہیں ملتے کہ حضرت عثمانؓ کی محصوری کے زمانہ میں لوگ مدینہ سے باہر چلے جائیں حضرت علیؓ ہی کے بارے میں ان کے صاحبزادے اور چچیرے بھائی کے منہ سے ملتے ہیں جس سے ثابت ہے کہ حضرت علیؓ کی حضرت عثمانؓ سے مخالفت اس قدر نمایاں تھی کہ ان کے عزیز قریب ان کا مدینہ میں رہنا اس نازک وقت میں مناسب نہ سمجھتے تھے۔ مگر اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ وہ قتل کی سازش میں شریک تھے کوئی ثبوت نہیں ہے۔

Marfat.com

سب سے زیادہ شرمناک ہے کہ بصرہ کے راستے میں جب ایک مقام الحوأب آیا وہاں کتّے بھونکنے لگے ام المومنین نے فرمایا کہ مجھے واپس لوٹاؤ میں نے رسول اللہ صلعم کو اپنی ازواج سے یہ فرماتے سنا ہے کہ نہ معلوم تم میں وہ کون ہوگی جس پر الحواٴب کے کتّے بھونکیں گے ۔ سلہ

ابن جریر طبری نے اس مکذوبہ روایت کا خاص باب قائم کیا اور ابو مخنف کی اسناد ترک کر کے خود اپنی اسناد اس طرح لکھی ہیں کہ :-

حدثنی اسماعیل بن موسیٰ السدی قال اخبرنا علی بن مالس الاسرق قال حدثنا ابو الخطاب الہجری عن صفوان بن قبیصۃ الاحمسی قال حدثنی العرنی صاحب الجمل (طبری صفحہ ۵) اب اس سلسلہ استناد اور ان راویان پنج تن کی کیفیت و حالت ملاحظہ ہو :-

(۱) پہلا راوی جس سے علامہ ابن جریر طبری یہ چھوٹی روایت کرتے ہیں اسماعیل بن موسیٰ السدی ہے اس کے بارے میں امام ذہبی نے میزان الاعتدال میں محدث ابن عدی کا یہ قول نقل کیا ہے۔

سلہ شیعہ مصنفین نے تو اس چھوٹی بات پر اور بھی حاشیہ چڑھایا ہے۔ سر علی امام کے والد نواب امداد امام مولف مصباح ظلم نے "اسلام میں پہلی جھوٹی گواہی" کے عنوان سے خود حضرت عائشہ صلواۃ اللہ علیہا سے یہ قول منسوب کیا ہے۔ "رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ ایک زوجہ میری باغی ہوگی اور وہ حمیرا تو ہوگی" پھر لکھا ہے کہ "حضرت زبیر اور حضرت طلحہ نے پچاس اہل عرب کو مجمع دیکر حلف دلوایا کہ وہ دریا آب حواب نہیں ہے اس کے بعد وہ قافلہ حضرت عائشہ کا بصرہ کی طرف روانہ ہوا۔ جاننا چاہیئے کہ اسلام میں یہ پہلی جھوٹی گواہی"۔ (صفحہ ۳۹۵) ابن ابی الحدید نے ابو مخنف جیسے راوی کی روایت سے جس کو محدثین نے کذاب کہا ہے یہ لکھا ہے کہ حضرت علیؓ نے ام المومنین کے بصرہ جانے کو سنکر یہی کہہ دیا تھا کہ یہ وہی ہے جس پر الحواب کے کتے بھونکیں گے والھا التی تنبحھا کلاب الحواب (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید) اس طرح کے اور درشت الفاظ میں بدگوئی ان سے منسوب کی ہے۔

وہ غالی شیعہ تھا اور ایسا فاسق تھا کہ سلف پر سب و شتم کرتا تھا وہ کوفی تھا ۲۴۵ھ میں فوت ہو گیا تھا (میزان الاعتدال ص۱۱۷ ج۱) اور ابن جریر طبرستان کے مقام آمل میں ۲۲۴ھ میں پیدا ہوئے تھے یعنی اس غالی راوی کے مرنے سے کوئی بیس برس پہلے تو کیا یہ روایت اس نوعمری میں انہوں نے طبرستان سے کوفہ آکر اس فاسق سے اس وقت سنی تھی جب وہ دنیا سے کوچ کر رہا تھا اور بالفرض سنی بھی تھی تو اس سلسلہ کذب و افترا کے دوسرے راویوں کی حالت بھی ذرا دیکھیے

(۲) دوسرا راوی جس نے انفرادی جیسے غالی و فاسق سے روایت کی ہے علی بن عابس ہے۔ محدث نسائی اسے ضعیف بتاتے ہیں۔

(۳) تیسرے راوی کا نام ابو الخطاب الہجری بتایا گیا ہے کہ اس کو حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں مجہول کہا ہے۔

(۴) پھر اس تیسرے راوی کی روایت اپنی ہی طرح کے ایک اور مجہول راوی صفوان بن قبیصہ الاحمسی سے ہے (میزان الاعتدال ص۴۲۶ ج۱)

(۵) مندرجہ بالا دونوں مجہولوں کا سلسلہ اسناد عربیہ قبیلے کے کسی نامعلوم الاسم اونٹ والے تک پہنچتا ہے جس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس کا اونٹ ام المومنین کی سواری کے لئے صحرا میں خریدا گیا تھا اور خریداری کے ساتھ یہ شرط بھی کی گئی تھی کہ رہبری کی خدمت بھی انجام دے اور راستہ کے ہر ہر مقام کا نام اور حال بھی بتاتا چلے۔

ام المومنین کے قافلہ اور اس کی روانگی کے مندرجہ ذیل حالات و واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ حکایت تمام تر وضعی ہے، نہ اونٹ والے کا کوئی وجود تھا نہ اس کی رہبری کا۔

(۱) بصرے کے عامل عبداللہ بن عامر ہی کی تجویز کے مطابق بصرہ جانا اور بصری بلوائیوں کو سزا دینا طے ہوا تھا۔ عامل موصوف نہ صرف راستہ کی منزلوں سے

پوری طرح واقف تھے بلکہ اس راستہ میں انہوں نے اپنے زمانہ میں حاجیوں کی سہولت کے لئے حوض وکنوئیں تعمیر کرائے تھے۔ مقام بستان ابن عامر جو آج تک موجود ہے ان سے منسوب ہے ان کی اور ان کے لوگوں کی موجودگی میں اونٹ والے کی رہبری ورہنمائی محض لغو ہے۔

(۲) ام المومنین کی سواری کے لئے کوئی اونٹ نہ صحرا میں خریدا گیا تھا اور نہ مکہ میں ان کی سواری کے لئے حضرت یعلی بن امیہؓ نے اپنا اونٹ پیش کیا تھا جو یمن سے ساتھ لائے تھے وہ اس علاقہ کا بہترین اونٹ تھا جس کا نام عسکر تھا۔ اسی پر سوار ہوکر وہ بصرہ تشریف لے گئی تھیں (معارف ابن قتیبہ ص ۱۲۰) مورخین نے تصریحاً بیان کیا ہے کہ عہد عثمان کے یہ عامل جب یمن سے مکہ کو چلے ہیں اپنا تمام مال ومتاع ساتھ لے گئے تھے ان کے ساتھ اونٹوں کی بھی کثیر تعداد تھی انہوں نے مجاہدین کے لئے سامان واسلحہ کا بھی اپنے پاس سے انتظام کیا تھا۔

(۳) مکہ سے بصرے تک کا روائی راستہ میں اکیس منزلیں پڑتی ہیں۔ قدیم مولف ابوالفرج قدامہ بن جعفر متوفی سنہ ۲۹۰ھ کی تالیف (کتاب الخراج وصنعۃ الکتابۃ) میں ممالک اسلامیہ کے تمام اہم ومرکزی مقامات کے راستوں اور منزلوں کے نام درج ہیں، مکہ سے بصرہ کی درمیانی منزلوں میں الحوءب کسی منزل کا نام نہیں ہے جس سے ظاہر ہے کہ یہ مقام قافلے کے اترنے کی کوئی منزل نہ تھی۔ اتنی راہ کا کوئی چھوٹا سا مقام ہوگا۔

(۴) بالفرض الحوءب اس زمانہ میں قافلہ کی منزل بھی رہی ہو تو کتوں کے بھونکنے کی خصوصیت اسی منزل کی کیوں تھی۔ دوسری بیس منزلوں کے کتے کیا نہ بھونکے ہونگے اجنبیوں کو دیکھکر کتے کہاں نہیں بھونکتے کیا حضرت علیؓ کے قافلہ پر نہ بھونکے ہونگے پھر حضرت عائشہؓ کے قافلہ ہی کی یہ خصوصیت کیوں اور کس بنا پر ہے؟

(۵) قبیلہ الفزارہ کی ایک عورت ام زمل سلمیٰ کی ایک حکایت بیان کیجاتی ہے جسے یاقوت حموی نے بھی کتاب معجم البلدان (ص ۳۵۲ ج) میں الحوءب کے تحت لکھا ہے کہ یہ عورت ایام فترۃ میں گرفتار ہوکر آئی اور لونڈی کی حیثیت سے حضرت عائشہؓ کو دیدی گئی

Marfat.com

انہوں نے اسے آزاد کر کے اپنے پاس رکھ لیا، پھر یہ اپنی قوم والوں کے پاس واپس چلی گئی اور مرتد ہو گئی۔ جب حضرت سیف اللہ خالد بن ولیدؓ نے مرتدین کے لیڈر طلیحہ کے خلاف معرکہ آرائی کی تھی، غطفان و ہوازن و اسد و طے قبیلوں کی کثیر جماعت اس عورت کے ساتھ ہو گئی تھی۔ یہ ایک اونٹ پر سوار تھی مسلمانوں نے اسے گھیرے میں لے کر اس کے اونٹ کی کونچیں کاٹ دیں۔ یہ مع اپنے ساتھیوں کے ہلاک ہو گئی تھی۔

اس حکایت میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ الحوأب کے کتے کے بھونکنے کے بارے میں آنحضرت صلعم کا اشارہ اسی عورت کی جانب تھا۔ فکانوا یرون انھا التی عناھا النبی صلعم (ص ۳۵۳ ایضاً)

یہ ہے وہ مکذوبہ روایت جسے علامہ ابن جریر طبری نے اپنے دل کی بیماری تقیہ کے آلہ سے چھپا کر خاص عنوان کے تحت حضرت علیؓ کے مقابلہ میں ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کو خطاکار ثابت کرنے کیلئے درج کر دیا۔ پھر کیا تھا بعد کے ہر مورخ و مصنف نے درایت کی آنکھ پر پٹی باندھ کے نقل در نقل شروع کر دی۔ حالانکہ ان مجہول اور فاسق راویوں کی حالت و مجہولیت کتب اسماء الرجال سے بآسانی معلوم کی جا سکتی تھی اور ہرزہ گویوں کی شرمناک بدگوئی سے حرم رسول اللہ آپ کی محبوب زوجہ مطہرہ اور اہل بیت حقیقی کو بچایا جا سکتا تھا جن کی طہارت طینت و پاکیزگی پر خود کلام اللہ گواہ ہے اور جن کے لحاف میں ہونیکی حالت میں آنحضورؐ پر وحی آتی تھی۔ اس الحوأب کی وضعی روایت کے علاوہ بھی منافقین نے ام المؤمنین کے اس مخلصانہ اقدام کی عظمت گھٹانے کیلئے اور بھی حربے استعمال کئے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنی ازواج مطہرات سے فرما دیا تھا کہ بس اب یہ تمہارا آخری حج ہے، اس کے بعد سے تم اپنے گھروں میں ہی میں بیٹھی رہنا انما ھذہ الحجۃ ثم الزمن ظھور الحصر (مسند احمد حنبل) نیز وقرن فی بیوتکن کی بھی یہی تاویل کرتے ہیں کہ کسی ضرورت سے مکان سے باہر نہ نکلیں لیکن آپ کی سب ازواج مطہرات آخر ایام زندگی تک ادائے حج

کیلئے مدینہ سے مکہ تشریف لے جاتیں اور ہر سال حج کرتی تھیں، ان کے اس عمل سے ہی وضعی حدیثوں اور تاویلات باطلہ کی تردید ہو جاتی ہے۔ اس سال یعنی ۳۵ھ میں جیسا کہ کتب تاریخ میں بالتصریح مذکور ہے۔ یہ سب ازواج مطہرات حج کے لئے مکہ تشریف لے گئی تھیں اور حضرت عثمانؓ کے شہید ہو جانے کے بعد وہیں ٹھیری رہی تھیں۔ ام المؤمنین عائشہؓ کا یہ اقدام قصاص خون عثمانؓ ایک روشن مثال اور عظیم کارنامہ ہے۔ تاریخ عالم کی بعض بلند پایہ خواتین کے اقدامات کی طرح کہ جب قوم و ملت پر کوئی نازک وقت آپڑا۔ ذاتی مصلحتوں کی بنا پر اصول سے انحراف کیا جانے لگا۔ اتحاد و یک جہتی کے بجائے سیاسی پارٹیاں بننے لگیں، گروہ بندی ہونے لگی، مظلوم مقتولوں کی بیوہ اور یتیم اولاد کی فریاد رسی نہ کی گئی حق و انصاف کی خاطر یہ خواتین میدان عمل میں آنے پر مجبور ہوئیں۔ حضرت عائشہؓ کا یہ مخلصانہ اقدام اصلاح بین الناس کے مقصد سے تھا، جیسا کہ خود موصوفہ نے صحابی جلیل حضرت قعقاع التمیمیؓ سے ان کے سوال کے جواب میں اس وقت فرمایا تھا جب وہ فریقین کے مابین افہام و تفہیم کی کوشش کر رہے تھے، سبائیوں کی سازش سے اس میں بالآخر رکاوٹ پڑ گئی مگر موصوفہ کا ضمیر ہمیشہ مطمئن رہا۔ منافقین نے اظہار تاسف کے جو کلمات ان سے منسوب کئے ہیں، وضعی حدیثوں اور روایتوں کی طرح محض بے اصل ہیں۔

خطا اجتہادی کس کی؟

خطا اجتہادی کی انوکھی اصطلاح استنباط و استخراج مسائل میں تو کسی نہ کسی طرح کھپ جاتی ہے، ہمارے متقدمین نے اسے سیاسی جھگڑوں پر بھی منطبق کرنے کی کوشش کی ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے حالیان قصاص عثمانؓ ام المؤمنین عائشہؓ و حضرت طلحہؓ و زبیرؓ و حضرت معاویہؓ کو "مجتہد مخطی معذور" کہہ کر انکی معذوری کی جو وجہ بتائی ہے اور اس کا نام "شبہ" رکھا ہے وہ یہ ہے۔

"ان کا اہل حل و عقد نے حضرت علیؓ کی بیعت خلافت نہیں کی تھی اس لئے وہ منتظم و قائم نہ ہو سکی اور نہ بلاد [illegible] میں ان کا حکم نافذ ہوا۔

Marfat.com

(۲) باوجود قادر ہونے کے قصاص خون عثمانؓ نہ لیا بلکہ مانع آئے۔

لطف یہ ہے کہ انہی باتوں کو جو حقائق ہیں خود شاہ صاحب ہی نے اپنی کتاب میں بار بار دہرایا ہے، مثلاً حصہ دوم میں بسلسلہ ختم مآثر حضرت ذی النورینؓ یہ نکتہ بیان کرتے ہوئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی حدیثوں میں اس بات کی صراحت کی ہے کہ "خلافت خاصہ بعد حضرت عثمانؓ منتظم نخواہد شد"، فرماتے ہیں کہ یہ بات اسی طرح ظہور میں آئی جس طرح آپ نے پیش گوئی کی تھی کیونکہ حضرت مرتضیٰؓ باوجود وفور اوصاف متمکن خلافت پر نہ ہوئے نہ ان کا حکم نافذ ہوا" متمکن نشد در خلافت و در اقطار ارض حکم او نافذ نہ گشت"، (صـ۲۲۹ ج۲) رہا قصاص نہ لینے کا معاملہ، اس کے بارے میں طالبان قصاص کی ہمنوائی کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ "حضرت مرتضیٰ نیز بخطائے اجتہادی حکم فرمود (صـ۲۷۹ ایضاً) کیا یہ امر باعث استعجاب نہیں کہ شاہ صاحب ایک طرف تو طالبان قصاص کے موقف کی واضح الفاظ میں تائید بھی کرتے ہیں دوسری طرف انہیں "مجتہد مخطی مزور" بھی کہتے جاتے ہیں، شاید ان کے اس طرز عمل کا سبب یہ ہو کہ فضائل و مناقب کی وضعی روایتوں اور حدیثوں میں حضرت علیؓ کا پلہ سب سے بھاری ہے کثرت احادیث فضائل کی وجہ ہی وہ یہ بتاتے ہیں کہ ایام علیؓ میں چونکہ اختلاف وقوع میں آیا ان کے ہمعصروں کے دل انکی طرف سے پھر گئے "و خواطر اہل عصر از وے برگشت"، (صـ۲۶ ج۲) بقیہ صحابہ نے اس فتنہ کے دفعیہ کی کوشش کی اور ہر تیر کو جو ان کے ترکش میں تھا چھوڑ دیا۔ اس بنا پر ان کے فضائل کی حدیثوں کا دائرہ وسیع تر ہو گیا "ازیں جہت دائرہ روایت احادیث فضائل او کشادہ تر شد"، (صـ۲۶ ایضاً) مگر یہاں شاہ صاحب ہی کو تسامح ہوا وہ یہ غور نہ فرما سکے کہ یہ ترکش تو فی الحقیقت سبائی راویوں کا تیار کردہ ہے۔ صحابہ کے نام تو اپنی وضعی روایتوں کو معتبر بنانے کے لئے استعمال کئے ہیں اور اسی ترکش سے ام المؤمنین کی تنقیص کے تیر بھی چھوڑے گئے ہیں چنانچہ خود شاہ صاحب نے بھی ماء الحوأب کے کتے بھونکنے کی جھوٹی روایت کو قیس بن حازم متوفی ۹۸ھ کی سند سے نقل کر دیا ہے جسے یحییٰ ابن سعید نے منکر الحدیث بتایا ہے۔

شاہ ولی اللہؒ نے کتاب ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفا ایسے پرآشوب زمانہ میں تصنیف کی جب اسلامیان ہند کے سیاسی اقتدار کا شیرازہ بکھر چکا تھا، طوائف الملوکی ہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔ شمالی ہند کے ایک خطے میں شیعہ سلطنت کی بنیاد پڑ چکی تھی اور خود مرکزی مقام دہلی میں یا اقتدار رہا یا اختیار حکام شیعہ مسلک کے پیرو تھے جن کی سرپرستی میں ان عقائد و رسوم کی خوب تشہیر و اشاعت ہو رہی تھی چنانچہ شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "درین زمان بدعت تشیع آشکار شد و نفوس، عوام بشبہات ایشان متشرب گشت" (مدارج ۱) ایسے پرخطر اور نازک حالات میں انہوں نے اپنی عالی ہمتی سے اثبات خلافت خلفائے راشدین میں یہ نادر کتاب دو حصوں میں تالیف کی جن کا[1] مجموعی حجم بڑی تقطیع کے چھ سو بیس (۶۲۰) صفحات ہے، ان میں سے

---

[1] معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب نے چند ہی نسخے تیار کرائے تھے اور بقول مولوی محمد احسن صدیقی جنہوں نے ۱۲۸۶ھ میں کتاب کو پہلی مرتبہ طبع کرایا، کتاب کا آخری حصہ نامکمل رہا اور مصنف علیہ الرحمہ نے مسودہ پر نظر ثانی بھی نہیں کی۔ انہی نوٹے برس بعد جب تلاش کی گئی تھی صرف تین نسخے بڑی جستجو سے دستیاب ہوئے، آج ہم اس پرخطر حالات کا صحیح اندازہ نہیں کر سکتے جس کا مصنف کو سامنا کرنا پڑا تھا حتیٰ کہ ان کے صاحبزادے شاہ عبدالغنی نے اپنی کتاب تحفہ میں لکھا ہے کہ "ازالۃ الخفا ایک نرگ کی ہے جو شہر کہنہ (دہلی) میں ساکن تھے اور فقیر بارہا ان کی زیارت سے مشرف ہوا اور ان سے استفادہ کیا" ان کے زمانہ تک بھی حالات ایسے نامساعد تھے کہ اپنے والد ماجد کے نام کا اظہار نہیں کیا تو ریہ سے کام لیا ہے ان کے زمانہ سے کچھ پیشتر سے اور زمانہ مابعد تک تمام حکومت عملاً بیشتر ایسے افراد کے ہاتھ میں تھی جو اصل و نسب اور مسلک کے اعتبار سے اسی ملک و دیار سے تعلق رکھتے تھے جہاں کچھ زیادہ زمانہ نہ گزرا تھا کہ اختلاف عقائد کی بناء پر بے شمار لوگوں کو تہ تیغ بیدریغ کیا گیا۔ سنی علماء و فضلاء بھی محفوظ نہ رہے تھے۔ علامہ سعدالدین تفتازانی کے پوتے شیخ الاسلام فریدالدین احمد اور میر حسین کو بھی جن کا حاشیہ ہدایہ پر مشہور ہے نہ

(باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

پنج سو اسی (۵۸۰) یعنی تقریباً چورانوے فیصد خلفائے ثلاثہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ ذی النورین کی روشن ترین و عظیم خدمات دینیہ و ملّیہ اور ان کی کامیاب خلافتوں کے حالات و اثبات میں ہیں۔ ان تینوں خلافتوں کو وہ خلافت خاصۂ راشدہ منہاج النبوۃ سے تعبیر کرتے ہیں کیونکہ ان مبارک ایام میں امّت مسلمہ ائتلاف ملّی و خوّت و اتحاد کی برکات سے متمتع رہی۔ ان پانچسو اسی صفحات کے بعد کتاب کے آخری بتیس صفحوں میں جن کا اوسط خلفائے ثلاثہ کے حالات کے مقابلہ میں محض چھ فیصد آتا ہے۔ حضرت علیؓ کے "مآثر" بیان کئے ہیں ان کے ایّام میں دین و ملّت کا کوئی تعمیری کام نہ ہوا اور بفحوائے آیہ مبارکہ لیظھرہ علی الدین کلّہ یہودیت و نصرانیت و مجوسیت پر غلبہ پانے کے لئے جہاد تک نہ ہو سکا طلب خلافت کے لئے خونریز لڑائیاں ہوتی رہیں۔ شاہ صاحب ہی فرماتے ہیں کہ۔

(حاشیہ گذشتہ صفحہ) چھوڑا تھا۔ پروفیسر براؤن نے قزوین کے ایک شاعر حیرتی کی نظم تاریخ ادبیات ایران میں نقل کی ہے جس میں بادشاہ کو مخالف قرمطی کے قتلِ عام کی ترغیب دی گئی تھی۔ ان میں سے صرف تین اشعار سنئے۔

در زماں چوں تو شاہے دست بستن در نماز	ہست کارے دست بستہ اے شہ عالی تبار
قاضی ایں ملک نسلِ خالد بن ولید	مفتی ایں شہر فرزند سعیدؓ نابکار
قتل عامی گر نباشد قتل خاصی بیتوال	خاصہ از بہر رضائے حضرت پروردگار

شاہ ولی اللہ نے بزرگوں کے آنکھوں دیکھے حالات سنے تھے اور خود اپنی آنکھوں سے چیرہ دستیوں کے حالات دیکھ رہے تھے طرز بیان میں بڑی احتیاط برتی ہے پھر بھی محفوظ نہ رہے ان کے دونوں ہاتھ پہونچے پر سے اکھڑوا دیئے گئے مرزا مظہر جان جاناںؒ کو توہین شیخین کرنے پر گولی مار دی گئی تھی، شاہ عبدالعزیز کو دو مرتبہ زہر دیا گیا کچھ دنوں کیلئے انہیں دہلی بھی چھوڑنا پڑی۔ ان حالات میں ان حضرات نے فضائل علیؓ کی وضعی روایتوں کی اپنی تالیفات میں بھرمار کردی تو جائے تعجب نہیں مگر بمرور زمانہ اس ملک میں جس کا ذکر ہوا اختلاف و عقائد کے باوجود سب امن چین سے ہیں۔

"مقاتلات وے (علی) رضی اللہ عنہ برائے طلب خلافت بود نہ بجہت اسلام" ص۲۷۷ ج۱) ایسی صورت میں خانہ جنگیوں کے اندوہناک حالات بیان کرنے کے بجائے انہوں نے ان بتیس صفحات کو حضرت علیؓ کے فضائل و مناقب کی وضعی حدیثوں اور روایات ہی سے پُر کر دینا تلافی مافات سے متصور کیا، مشتے نمونہ از خروارے ایک مہمل روایت سنئے جس کو جلی عنوان کے ساتھ متعدد طرق روایت سے شاہ صاحب نے اس اہتمام سے بیان کیا ہے کہ فلسکیپ سائز کا ڈیڑھ صفحہ بھر دیا ہے، عنوان ہے "آفتاب کے غروب ہو جانے کے بعد اس کے لوٹ آنے کا معجزہ" کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کی نماز عصر فوت ہو گئی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی۔ آفتاب غروب ہو جانے کے بعد لوٹ آیا۔ دھوپ سارے میں پھیل گئی حضرت علیؓ نے وضو کر کے جب نماز پڑھ لی آفتاب پھر غروب ہو گیا[1]۔ شاہ صاحب

---

[1] شاہ صاحب نے اس روایت کا وہ جزو یا تو عمداً حذف کر دیا یا انہیں یہ نہ بتایا گیا کہ جب آفتاب لوٹ آیا تو ایک فرقے کے لٹریچر بلکہ ترجمہ قرآن میں روایت کا اہم جزو یہ بھی ہے کہ حضرت علیؓ نے اس کو سلام کیا اور آفتاب نے سلام کے جواب میں جو کلمات کہے وہ اور بھی عجیب ہیں۔ یعنی آفتاب نے علیؓ سے کہا کہ تم ہی اوّل ہو (یعنی اسلام لانے میں اول، تم ہی آخر (یعنی نبی آخر الزماں کے وصی ہو) وہم چنیں معین کاشانی غالی نے جس کی وہ مہمل رباعی۔ شاہ است حسینؓ و پادشاہ است حسینؓ مشہور ہے جو محض کذب و افترا سے خواجہ معین الدین چشتیؒ سے کچھ عرصہ سے منسوب کی جا رہی ہے۔ پندرہ شعر کا قطعہ کہا ہے جس میں ایسی کچھ باتیں ہیں جو آفتاب کی زبانی کہلوائی گئی ہیں چند مہمل شعر اس کے سنئے۔

تا صورت پیوند جہاں بود علی بود — تا نقش زمیں بود زماں بود علی بود
ہم اوّل و ہم آخر و ہم ظاہر و ہم باطن — ہم عابد و ہم معبد و ہم معبود علی بود
عیسیٰ بوجود آمد و فی الحال سخن گفت — آں نطق فصاحت کہ بدو بود علی بود
موسیٰ و عصا و ید بیضا و نبوت — در مصر بہ فرعون کہ بنمود علی بود

(باقی اگلے صفحہ پر)

فرماتے ہیں کہ یہ روایت میں نے مدینہ منورہ میں اپنے استاد شیخ ابراہیم بن الحسن
الکروی سے ۱۱۴۱ھ میں سماعت کی تھی، پھر اپنے شیخ سے لیکر سترہ راویوں کا
نام بنام تعارف کرائے ہوئے حضرت علیؓ کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت
عمیسؓ پر اس کو منتہی کیا ہے اور اس طرح "عن فاطمۃ بنت الحسین عن اسماء بنت
عمیس یعنی پہلی راویہ اسماء بنت عمیس زوجہ علیؓ ہیں انہوں نے اپنی پوتی فاطمہ
بنت الحسینؓ سے یہ روایت بیان کی اور فاطمہ نے اپنے بھتیجے بھائی عبداللہ بن
حسن و ابراہیم بن حسن سے اور ان حضرات نے دوسروں سے نفس مضمون کی غرابت سے
قطع نظر شاہ صاحب اگر پہلی اور دوسری راویہ خواتین کے سنہ وفات و سنہ ولادت
کو ہی پیش نظر رکھتے، بآسانی معلوم ہو جاتا کہ یہ دونوں ہم زمانہ نہیں تھیں یعنی
پہلی راویہ اسماء کی وفات ۴۰ھ میں ہو گئی تھی (خلاصہ تہذیب ص۴۸۸) ان کے مرنے
کے دس گیارہ برس بعد ۵۰ھ یا ۵۱ھ میں دوسری راویہ خاتون فاطمہ بنت
الحسین عالم وجود میں آئیں[1]۔ تو جس دوسری راویہ کی ولادت ہی پہلی راویہ کے مرنے سے
دس گیارہ برس بعد ہوئی ہو اس کا نام سلسلہ راویان میں لینا ظاہر ہے کہ محض لغو
اور مہمل ہے۔ شاہ صاحب نے اپنے شیخ سے سماعت کر کے اسے باور کر لیا ورنہ ان
کے مختلف طریق اسناد میں متعدد راوی شیعہ و ناقابل اعتبار ہیں مثلاً فضیل بن
مرزوق جس کو امام ذہبی میزان الاعتدال میں "کان معروفا بالتشیع" لکھتے ہیں کہ وہ
مشہور شیعہ تھا۔ نسائی و عثمان بن سعید نے اسے ضعیف کہا ہے۔ (ص۲۳۵ ج۲)

ہارون ولایت کہ پس از موسیٰ عمران — واللہ کہ علی بود علی بود
جبریل کہ آمد ز برِ خالق بے چوں — در پیش محمدؐ شد و مقصود علی بود
ہر چند کہ نظر کردم و دیدم بحقیقت — از ہر دو جہاں مقصد و مقصود علی بود

[1] حضرت حسینؓ کی یہ صاحبزادی فاطمہ ام اسحٰق بنت طلحہؓ کے بطن سے تھیں جو
حضرت حسنؓ کی زوجہ تھیں ۴۹ھ میں جب حسنؓ فوت ہو گئے حضرت حسینؓ نے اپنی
بیوہ بھاوج سے نکاح کر لیا تھا۔

یا ابراہیم بن حبان حبیب کے بارے میں ابن عدی فرماتے ہیں کہ وہ موضوع حدیثیں بیان کیا کرتا تھا۔ اسی طرح کے اور راوی ہیں اس سے واضح ہوتا ہے کہ کن حالات میں وضعی احادیث کو شامل کتاب کیا گیا خود شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

جب فتنہ تشیع نے سر نکالا اور بے باک لوگوں نے حد اعتدال سے باہر قدم رکھے اور اپنی بدعت کی ترویج و اشاعت کیلئے احادیث وضع کیں ہم تو ان موضوع احادیث سے نخاشی کرتے ہیں یا یں ہمہ ان کی نقل کردہ بیشتر حدیثیں یقیناً سیاسی ٹکسال کی گھڑی ہوئی ہیں جن میں سے دو ایک کا بطور نمونہ ذکر کر دینا کافی ہے۔ مثلاً حضرت فاطمہؓ کو جب معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ سے انکی شادی ہوگی انہوں نے فرمایا تھا یا رسول اللہ زوجتنی من علی بن ابی طالب وھو فقیر لا مال لہ (یا رسول اللہ آپ مجھے علی بن ابی طالب سے بیاہتے ہیں۔ وہ تو فقیر ہیں ان کے پاس کوئی مال نہیں ہے) اس پر یہ جواب آنحضرتؐ سے منسوب کیا گیا ہے کہ اے فاطمہ کیا تم کو یہ پسند نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ارض میں دو شخصوں کو منتخب کیا ہے۔ ایک ان میں کا تمہارا باپ ہے اور دوسرا تمہارا شوہر (ص ۲۶۲ ج ۲) یا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اوحی الیّ فی علی ثلث انہ سید المؤمنین و امام المتقین و قائد الغر المحجلین، ۔ (یعنی اللہ تعالےٰ نے علیؓ کے بارے میں تین باتوں کی مجھ پر وحی نازل کی کہ وہ سید المؤمنین ہیں۔ امام المتقین ہیں اور قائد الغر المحجلین ہیں) غرضیکہ اس قسم کی موضوع احادیث کا حضرت علیؓ کے مآثر میں نقل کر دینا یا تو مصلحت وقتی کے اعتبار سے تھا جس کا اشارہ اوپر گذر چکا یا شاہ صاحب نے بلا تنقید نقل کر دیا اور صحیح یاد کیا۔

بہر کیف جو شخصیت شاہ صاحب کے نزدیک اتنی بلند و بالا ہو کہ آفتاب عالمتاب بھی ایک وقت کی نماز ان کی قضا نہ ہونے دے غروب آفتاب ہو جانے کے بعد لوٹ آئے تاکہ وہ نماز ادا کر لیں۔ ان کی سیاسی حریف خواہ ام المؤمنین ہی کیوں نہ ہوں ضرور "مجتہد مخطی معذور" قرار پائیں گی اور ایسے ہی حضرت معاویہؓ

Marfat.com

حالانکہ جیسا واضح کیا جا چکا تھا قصاص خون عثمانؓ کے معاملہ میں ام المؤمنین اور حضرت معاویہؓ کا موقف ہر اعتبار سے صحیح تھا! ور حضرت علیؓ کا صحیح نہ تھا اپنی سیاسی مصلحتوں پر مبنی تھا۔ خلافت معاویہؓ و یزیدؒ میں اس بات سے قطع نظر کہ فریقین میں کون صواب پر تھا اور کون خطاء پر محض حقیقت حال کا اظہار کیا گیا تھا سخن ناشناسوں نے واویلا مچا دیا کہ پوری عبارت نقل نہیں ہوئی حالانکہ جیسا تفصیلاً بیان ہوا۔ شاہ صاحب نے خود ہی بار بار اس بات کا اعادہ کیا ہے جو منقولہ عبارت میں بیان کی گئی ہے یعنی اہل حل و عقد نے چونکہ اپنے اجتہاد اور مسلمانوں کی نصیحت کی غرض سے حضرت علیؓ سے بیعت خلافت نہیں کی تھی، ان کی خلافت نہ منتظم ہوئی نہ پوری طرح قائم ہوئی، نہ ان کا حکم بلاد اسلامیہ میں نافذ ہوا اور نہ انہوں نے خون عثمانؓ کا باوجود قادر ہونے کے قصاص لیا، قاتلین عثمانؓ انکی سیاست پر اثر انداز رہے۔ واقعات مابعد خود شاہد ہیں کہ خطاء اجتہادی کس پر چسپاں ہوتی ہے۔

غلطیوں کے نتائج

جمل کی اندوہناک برادر کشی میں مجروحین کا تو کوئی حد و شمار نہیں، مقتولین کی تعداد البتہ مورخین نے تیرہ ہزار بیان کی ہیں۔ پانچہزار حضرت علیؓ کے لشکر کی اور سات ہزار طالبان قصاص کی۔ یہ لڑائی تو جیسا سب ہی مورخین نے بیان کیا ہے سبائیوں کی سازش سے یکایک ہو پڑی تھی۔ حضرت علیؓ نے بصرہ کی جانب چلتے وقت اپنے لشکر میں یہ اعلان تو کرا دیا کہ جس کسی نے عثمانؓ کے بارے میں کچھ کیا ہو وہ ہمارے ساتھ نہ چلے۔ مگر سبائی کب ماننے والے تھے۔ عبداللہ بن سبا بذات خود لشکر کے ساتھ تھا۔ اسی نے شب خون مارنے کا پلان بنایا تھا۔ حضرت علیؓ ان لوگوں کو سختی سے روک دیتے تو نہ سازش ہوتی اور نہ خونریزی، مقتولین کی لاشیں میدان میں بکھری پڑی تھیں اس دردناک منظر کو دیکھ کر حضرت علیؓ بہت متاثر تھے اپنے صاحبزادے حسنؓ کو جو انہیں بار بار منع کرتے رہے کہ ادھر کا رخ نہ کریں سینے سے لپٹا لیا اور فرمانے لگے۔ کاش! میں آج سے بیس برس پہلے مر گیا ہوتا چونکہ طبعاً نیک دل تھے حضرت طلحہؓ کی لاش کے پاس بیٹھ

Marfat.com

گئے، ان کے چہرے سے گرد پونچھتے جاتے تھے اور کہتے جاتے کہ جو بپتا مجھ پر پڑی ہے اللہ ہی سے اس کا شکوہ کرتا ہوں۔ پھر وہی قول دہرایا۔ کاش میں آج سے بیس برس پہلے مرجاتا (البدایہ والنہایہ ص۲۴۵ ج۷) حضرت عائشہؓ مکہ جانے لگیں ان کے سفر کے تمام انتظامات کئے، چالیس عورتوں اور سپاہیوں کو ساتھ کیا، خود بھی دو میل تک مشایعت کی اور اپنے بیٹوں کو ایک دن کی مسافت پر ان کے ساتھ بھیجا، حضرت عائشہؓ نے چلتے وقت لوگوں کو نصیحت کی اور فرمایا۔

"میرے بیٹو! دیکھو اب تم میں سے کوئی کسی کے ساتھ سختی نہ کرے، علی میں اور مجھ میں پہلے سے کوئی بات مطلق نہ تھی سوائے معمولی بات کے جو سسرال والوں سے ہو جاتی ہے۔

حضرت علیؓ نے ام المؤمنین کے اس قول کی تصدیق کی اور کہا قسم بخدا یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں۔ دنیا اور آخرت دونوں میں بایں ہمہ وہ اگر ام المؤمنین کے ساتھ یا ان کے بعد ہی واپس ہو جاتے کوفہ جانے کے بجائے مکہ یا مدینہ چلے جاتے حضرت طلحہؓ و زبیرؓ کے مقتول ہو جانے اور ام المؤمنین کی جو اہانت سبائیوں کے ہاتھوں ہوئی تھی اس کے نتائج کو پیش نظر رکھتے اور حضرت عثمانؓ کے مظلومانہ قتل سے غیظ و غضب کی لہریں جو امت میں ہر چہار طرف اٹھ رہی تھیں ان کے اعتبار سے ام المؤمنین کے زبردست اثرات کو کام میں لاکر بگڑی حالت کو سنبھال لینے کی کوشش کرتے تو نہ جنگ صفین ہوتی نہ خوارج کی جماعت بنتی نہ ثالثی کی ضرورت پیش آتی نہ ان کی پوزیشن کو نقصان پہنچتا اور نہ وہ صلوت حال پیش آتی جس کو ابن ابی الحدید نے اپنے شیخ ابو جعفر الاسکافی کے الفاظ میں یوں بیان کیا ہے۔

وکان اھل البصرۃ کلھم	کل اہل بصرہ (حضرت علیؓ سے) متنفر
یبغضونہ وکثیر من اھل	تھے اور کوفہ اور مدینہ کے اکثر لوگ اور
الکوفۃ وکثیر من اھل المدینۃ	مکہ کے تو سب ہی لوگ ان سے متنفر
واما مکۃ کانوا یبغضونہ	تھے اور سب قریش ان کے خلاف
قاطبۃ وکانت قریش کلھا	تھے اور جمہور خلق ان کے مخالف

Marfat.com

علی خلافہ وکان جمہور الخلق
مع بنی امیۃ علیہ وروی
عبد الملک بن عمیر عن
عبد الرحمٰن بن ابی بکرۃ قال
سمعت علیاً ع وھو یقول ما لقی
احد من الناس ما لقیت ثم بکا

(شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید)

بنی امیہ کے ساتھ تھی عبد الملک بن
عمیر نے عبد الرحمٰن بن ابی بکرہ کا قول
بیان کیا ہے کہ میں نے (حضرت) علی (ع)
کو یہ فرماتے سنا کہ انسانوں میں سے
کسی ایک کو بھی وہ برائی پیش نہیں
آئی جو مجھے آئی ہے پھر (یہ کہکر) رونے
لگے۔

یہ افسوسناک صورت حال کیوں پیش آئی اس کے جواب میں بہت سی باتیں کہی گئی ہیں کچھ صحیح ہیں کچھ غلط مگر اصل سبب یہی تھا کہ نا قابل اعتبار سپاہی لیڈر کو منہ لگایا ان پر اعتماد کیا جو اعتماد کے لائق نہ تھے اور اس تدبر و شرافت و مستقل مزاجی اور آمرانہ سطوت سے کام نہ لیا جو ایک قائد و حکمران میں ہونا ضروری ہیں ان کے لشکری بار بار عدول حکمی کرتے، جنگ پر چلنے کو کہتے وہ طرح طرح کے حیلے بہانے اور عذر کرتے، مختلف کتب میں ان کی تقریروں کے فقرات ملتے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اپنے لشکریوں اور ساتھیوں سے وہ آخر میں سخت نالاں تھے اور واضح الفاظ میں ان کی مذمت کرتے تھے، ان کے ایک خطبے کے یہ فقرات مؤلف اغانی نے بھی نقل کئے ہیں جو شیعہ مسلک کا تھا۔ اور دوسروں نے بھی، اپنے لشکریوں کو مخاطب کر کے فرمایا تھا۔

یا اشباہ الرجال ولا رجال ویا
طغام الاحلام وعقول ربات
الحجال وردت انی لم اعرفکم بل
وددت انی لم ارکم معرفۃ واللہ جرت
ندما وملاء تم جوفی غیظاً بالعصیان
والخذلان حتی لقد قال قریش
ابن ابی طالب رجل شجاع ولکن

اے زنان بصورت مردان! اور اے
کمینو زنانہ عقل والو! میری آرزو ہے
کاش میں تمہیں نہ جانتا نہ پہچانتا اور
اے کاش میں نے تمہیں کبھی دیکھا بھی نہ
ہوتا، مجھے انتہائی ندامت ہے اور دل
میں تم سے انتہائی غصہ، تم میرے
نافرمان اور میرے رسوا کرنے والے

Marfat.com

لاعلم له بالحرب ویحیم وھل
فیھم اشد موا سًا لھا منی و
اللہ لقد دخلت فیھا وانا ابن
عشرین وانا الاٰن قل نیفت
علی الستین ولاکن لا اری
لمن لا یطاع
(آغانی صـ۳۴ ج ۱۵)

ہو، تمہاری وجہ سے قریش کہنے لگے
ہیں کہ ابی طالب کا بیٹا بہادر تو ہے
مگر سیاست حرب سے نابلد محض ہے
افسوس ان کہنے والوں پر، مجھ سے
زیادہ ان میں لڑائی کا دھنی کون ہوگا
میں نے بیس برس کی عمر سے اب تک کہ ساٹھ
کے لگ بھگ ہو گیا ہوں تیغ زنی کی
ہے مگر کوئی کم بخت جب کہنا ہی نہ مانے تو
ہو کیا

طالبانِ قصاص کو بظاہر ناکامی و شکست ہوئی مگر انکی یہی شکست نتیجہ میں بالآخر فریق ثانی کی سیاسی شکست اور ناکامی کا موجب بن گئی اور طالبان قصاص بالآخر اپنے مقصد میں کامیاب رہے تمام قاتلین عثمانؓ کیفر کردار کو پہنچے جس کا ذکر آگے آتا ہے

حضرت معاویہؓ اور تکمیلِ قصاص

حضرت علیؓ کو ایک خط میں حضرت معاویہؓ نے تحریر کیا تھا یا تو قاتلین عثمانؓ سے خود قصاص لو یا انہیں ہمارے حوالے کرو کہ ہم قصاص لیں ایسا ہو تو ہم سے زیادہ کوئی تمہاری بیعت میں سبقت نہ کریگا ورنہ تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کے لئے ہمارے پاس تلوار ہے اسی کے ساتھ لکھا تھا۔

فواللہ الذی لا الہ غیرہ
لنطلبنّ قتلۃ عثمان فی البرّ
والبحر حتی نقتلھم

پس قسم بخدا جس کے سوائے کوئی اللہ
نہیں ہم قاتلین عثمانؓ کو خشکی و تری
ہر جگہ تلاش کریں گے حتّٰی کہ انہیں
(قصاصًا) قتل کر دیں)

اپنے اس ارادے کو انہوں نے کس کس طرح پورا کیا، اسکی تفصیلات اوراق تاریخ میں جا بجا ملتی ہیں۔ مالک الاشتر و محمد بن ابی بکرؓ وغیرہ کو حضرت علیؓ کے ایام میں قصاصًا قتل کرایا۔ پھر اپنے ایام میں دوسرے مجرمین کو جو ملک کے مختلف گوشوں

Marfat.com

میں پوشیدہ ہو گئے تھے تلاش کرا کے گرفتار کیا، قید خانہ میں رکھا۔ بعض مجرمین قید خانہ سے فرار ہو جاتے، ان کی تلاش ہوتی، پکڑے جاتے، اس لیے انہوں نے حمص کے قریب البجلیں پہاڑ پر ایک مضبوط قید خانہ بنوایا جس میں یہ قاتلین عثمانؓ اس وقت تک محبوس رہتے جب تک تحقیقات سے جرم ثابت ہو کر سزایاب نہ ہوتے۔ یاقوت حموی نے اس قید خانہ کا تذکرہ کیا ہے اور جبل البجلیں کے تحت لکھا ہے۔

کان معاویۃ یحبس فی موضع منہ من یظفر ممن یتہم بقتل عثمان بن عفان۔

(کتاب معجم البلدان ص۱۱ ج ۲)

معاویہؓ (اس پہاڑ کے) ایک مقام پر ان اشخاص کو قید رکھتے جن پر زد قابو پا لیتے اور قتل عثمان بن عفانؓ میں متہم ہوتے۔

علامہ ابن حزمؒ نے ابو شہر بن ابرہہ و عبدالرحمٰن بن عبداللہ و محمد بن حذیفہ وکنانہ بن بشر تجیبی کا ذکر کیا ہے جن کو حضرت معاویہؓ نے حضرت عثمان کے معاملہ میں گرفتار کرایا تھا۔

سجنہم فہربوا من السجن فادرکوا فقتلہم معاویۃ کلہم

(جمہرہ ص۵۰۵)

(معاویہؓ نے) ان کو قید خانہ میں ڈلوا دیا، وہ قید خانہ سے فرار ہو گئے انکو پھر پکڑوایا اور ان سب کو (قتل عثمانؓ کے قصاص میں) معاویہؓ نے قتل کرا دیا۔

اسی پہاڑی مقام پر جہاں قید خانہ بنوایا تھا عبدالرحمٰن بن عدیس البلوی نے جب اپنے جرم قتل عثمانؓ کا اعتراف کیا قتل کرایا گیا تھا۔

(کتاب معجم البلدان ایضاً)

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کے اقدام طلب قصاص میں جو رکاوٹ پیدا کی گئی تھی جس کی وجہ سے قصاص پورا نہ ہو سکا تھا حضرت معاویہؓ نے اس ادھورے کام کی تکمیل کی وہ ان کی اس خدمت سے اور انکی سیاسی پالیسی سے مطمئن رہیں حضرت

Marfat.com

معاویہؓ کے ایام خلافت میں ام المؤمنین موصوفہ سترہ اٹھارہ برس تک حیات رہیں تحائف کے علاوہ ایک لاکھ روپیہ سالانہ ان کی خدمت میں حضرت معاویہؓ پیش کرتے رہے۔ جب خود حاضر خدمت ہوتے ام المؤمنین سے ضروری امور میں مشورہ کرتے اور اس پر کاربند ہوتے۔

امیر یزید کی ولیعہدی

امیر یزیدؒ کے زمانہ ولیعہدی میں ام المؤمنین تقریباً چھ سات برس حیات رہیں۔ کتاب خلافت معاویہؓ و یزیدؒ میں تفصیلاً ذکر ہو چکا ہے کہ مملکت اسلامیہ کے ہر ہر صوبہ میں اور صوبہ کے ہر ہر مقام پر لوگوں نے بلا جبر و اکراہ بیعت کی تھی ۵۶ھ میں جب حضرت معاویہؓ حجاز آئے انہوں نے بھرے مجمع میں اہل مدینہ کو بتایا تھا کہ تمامی دیار و امصار میں لوگوں نے یہ بیعت کر لی ہے۔ الامامۃ والسیاسۃ کے غالی مؤلف نے بھی ان کا یہ قول نقل کیا ہے۔

یا اھل المدینۃ لقد ھممت ان لا ادع یزید و ما ترکت قریۃ ولا مدرۃ الا بعثت الیھا فی بیعۃ فبایع الناس جمیعا و سلموا (ص ۱۹۵ ج ۱)

اے اہل مدینہ! میں نے جب یزید کی بیعت (ولیعہدی) کا قصد و ارادہ پختہ کر لیا تو کسی قریہ اور جھونپڑی کو بھی نہ چھوڑا جہاں بیعت کیلئے نہ وفد بھیجا ہو چنانچہ سب ہی لوگوں نے بیعت کر لی۔

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ اس سے قبل ۵۱ھ میں حضرت معاویہؓ نے بیعت یزیدؒ کے بارے میں ام المؤمنینؓ سے مشورہ کیا تھا اور اب ۵۶ھ میں حاضر ہو کر تفصیلی رپورٹ پیش کی اور بتایا کہ تمام صوبوں کے لوگوں نے متفقہ طور سے بیعت کر لی ہے، ام المؤمنینؓ نے اظہار پسندیدگی فرماتے ہوئے مشورہ دیا کہ اب اگر کوئی یہاں اختلاف کرے تو تم تعجیل سے کام نہ لینا (ص ۱۹۵ ایضاً) منافقین و کذابین نے ام المؤمنین کی مخالفت کی جو شہرت دی ہے اور کہا ہے کہ حضرت معاویہؓ نے انہیں (معاذ اللہ) کنوئیں میں گروا کر ہلاک کرا دیا تھا بڑی شرمناک اور گھونڈی کذب بیانی ہے

Marfat.com

ام المؤمنینؓ کے پیش نظر تو یہ تمام حالات تھے کہ حضرت علیؓ کی ناکام سیاست کے نتیجہ میں اہلِ حجاز کا سیاسیات ملی میں وہ مقام و درجہ باقی نہ رہا تھا جو پہلے تین خلفائے راشدین کے زمانہ میں تھا اور نہ خلافت ہی کی وہ پہلی سی سادہ ہیولائی کیفیت باقی رہی تھی، بمقتضائے زمانہ اب وہ باضابطہ اسٹیٹ تھی جس کے مختلف النوع مسائل اور گوناگوں انتظامات کا اہلِ مدینہ میں سے کسی کو نہ کوئی عملی تجربہ تھا اور نہ واقفیت الامامۃ والسیاسۃ کے غالی مؤلف وغیرہ نے حضرت معاویہؓ کا وہ قول نقل کیا ہے جو کہا جاتا ہے انہوں نے حضرت حسینؓ کے اس بات کے جواب میں کہ میں یزید سے بہتر ہوں کہا تھا کہ فیزید واللہ خیر لامۃ محمد منک (لیکن واللہ یزید امت محمد کے (انتظامی امور میں) تم سے بہتر ہے) اور یہ حقیقت ہے کہ سالہا سال سے امیر یزیدؒ کو رومی عیسائیوں کے خلاف پانچ چھ مرتبہ جہادوں میں آزمایا جا چکا تھا بلکہ حکومت کے مختلف شعبوں کے انتظامی معاملات میں بھی، ام المؤمنین نے ان حالات میں اور اس خطرہ کے پیش نظر کہ حصول خلافت میں پھر خونریزی کی نوبت نہ آئے جس کا تلخ تجربہ امت کو ہو چکا تھا۔ امیر یزیدؒ کی ولیعہدی کے بارے میں حضرت معاویہؓ کی کارروائی کو پسند فرمایا۔

صحابہ کرام کا سیاسی موقف

صحابہ معصوم نہ تھے۔ سیاسی معاملات میں غلطیاں اور لغزشیں بھی ان سے ہوئیں اور جھگڑے و خانہ جنگیاں بھی مگر نیت سب کی بخیر تھی اگر باہم ان کے بغض تھا تو بغض للہ، حُب تھا تو حب للہ ؎

رہِ حق میں تھی دوڑ اور بھاگ انکی — نقط حق پہ تھی جس سے تھی لاگ ان کی
بھڑکتی نہ تھی خود بخود آگ ان کی — شریعت کے قبضہ میں تھی باگ ان کی

شہادت عثمانؓ سے جو فتنہ پیدا ہوا بہت سے صحابہ الگ رہے، معدودے چند جو مبتلا ہوئے ان کو عمر بھر اس کا افسوس اور ملال رہا۔ یہ فتنہ تو سبائیہ کا پیدا کردہ تھا، ذیل کے اعداد پیش نظر رکھنے سے اس اندوہناک صورت حال کا قدرے اندازہ ہو سکتا ہے جس کا اس جماعت کی دراندازیوں اور ریشہ دوانیوں کی بدولت

Marfat.com

امت کو سامنا کرنا پڑا تھا۔

نمبر شمار	تاریخ	واقعہ	تعداد مقتولین
۱	۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ	شہادت عثمان رضؓ	۰
۲	۲۵ " "	بیعت خلافت علی رضؓ	
۳	جمادی الآخر ۳۶ھ	جنگ جمل (بیعت علیؓ سے ۵ مہینے اور ۲۱ دن بعد)	۱۳۰۰
۴	صفر ۳۷ھ	جنگ صفین (جنگ جمل سے ۷ مہینے ۱۳ دن بعد)	۷۰۰۰
۵	۳۹ھ	جنگ نہروان (جنگ صفین سے ایک سال ۲ ماہ بعد)	۲۵۰۰
۶	رمضان ۴۰ھ	شہادت علی رضؓ	
			۸۵۰۰

پچاسی ہزار پانچ سو مسلمانوں کا ایک دوسرے کی گردنیں کاٹ کر یوں فنا ہو جانا اندوہناک حادثہ اور المیہ تھا، اس کشت و خون سے مختلف خاندانوں اور قبیلوں میں جو آگ بھڑکی اور طوائف الملوکی کی حالت پیدا ہوئی قریب تھا کہ مسلمانوں کی سیاسی قوت اور وحدت ملی کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ ہو جائے۔ اللہ کا فضل و کرم تھا اور صحابہ و تابعین کے خلوص و نیک نیتی کا ثمرہ، مسلمان پھر ایک مدبر اعظم کی قیادت کے تحت جماعت میں منسلک ہو گئے۔

حضرت معاویہؓ نے زمام خلافت اپنے مبارک ہاتھوں میں سنبھالی۔ امت نے اطمینان کا سانس لیا اس خوشی میں اس سال کا نام عام الجماعت رکھا یعنی امت کے اتحاد و اتفاق و ایتلاف ملی کا سال۔

حضرت حسینؓ البتہ اپنے بڑے بھائی کی صلح جو یانہ پالیسی سے متفق نہ تھے جنگ جاری رکھنا چاہتے تھے مگر بڑے بھائی نے جب مجبور کیا اور ڈانٹ کر کہا

سکت فانا اعلم بالامر منک (طبری ص ۹۲ ج ۶) تم خاموش رہو میں تم سے زیادہ
ں معاملہ کو جانتا سمجھتا ہوں، بلکہ بقول ڈاکٹر طٰہٰ حسین مولف کتاب علی وبنوہ "
ت ۲۰۳) حضرت حسنؓ نے چھوٹے بھائی کو دھمکایا اور کہا کہ میری اطاعت نہ کی تو
لیاں پہنا دی جائیں گی انہوں نے بھی بیعت کرلی - کوفی مفسدین کو یہ تمام حالات
علوم تھے وہ برابر ورغلاتے رہے - حضرت معاویہؓ کو جس وقت اطلاع ملی کہ یہ
ک حضرت حسینؓ کے پاس زیادہ آجا رہے ہیں اور سیاسی انقلاب بپا کرنے پر آمادہ
رہے ہیں انہیں خط لکھا جسے دوسرے مورخین کے علاوہ بلاذری نے بھی کتاب
نساب الاشراف میں نقل کیا ہے اس میں انہیں لکھا تھا :-

" تمہارے بارے میں مجھے ایسی خبریں ملی ہیں جو اگر صحیح ہیں تو کچھ بعید نہیں
کیونکہ میں نہیں سمجھتا کہ تم خلافت کے لئے جدوجہد کی خواہش ترک
کر چکے ہو اگر یہ خبریں غلط ہیں تو تم بڑے ہی خوش نصیب ہو .... کوئی
کام ایسا نہ کرو کہ میں تم سے مودت و محبت کے تعلقات توڑنے پر
مجبور ہوں اور بدسلوکی سے پیش آؤں کیونکہ تم اگر کوئی غلط قدم اٹھاؤ گے
تو میں بھی اٹھاؤں گا، اگر میرے ساتھ چال چلو گے تو میں بھی تمہارے
ساتھ چال چلوں گا حسین خدا سے ڈرتے رہو، مسلمانوں میں پھوٹ نہ
ڈالو، ان کو خانہ جنگی کی طرف نہ دھکیلو - "

کہتے ہیں کہ حضرت حسینؓ نے اس خط کا درشت لہجہ میں جواب دیا مگر حضرت
اویہؓ نے طرح دی اور اپنے مشفقانہ طرز عمل میں کوئی فرق نہ آنے دیا - حضرت حسینؓ
سالانہ وظیفے اور تحائف میں کمی نہ کی - دس لاکھ درہم (تقریباً ۵ لاکھ روپیہ) ہر سال
کو دیتے رہے - اسی زمانہ میں جب حضرت حسنؓ کا انتقال ہوگیا، کوفیوں نے حضرت
سینؓ کو خط بھیجا جسے مؤلف اخبار الطوال کے علاوہ دوسرے مورخین نے بھی نقل
ہے، اس میں انہیں طلب خلافت پر آمادہ کرتے ہوئے لکھا تھا :-

ن تحب ان تطلب هذا الامر — پس آپ کو اگر اس امر (خلافت) کا
اقدم علینا فقد وطنّا انفسنا — حاصل کرنا محبوب ہے تو ہمارے پاس

Marfat.com

علی الموت معک ۔ چلے آیئے، ہم نے اپنی جانوں کو آپ کے جلو میں مرنے مارنے پر آمادہ دما کر رکھا ہے ۔

(اخبار الطوال ص۲۳۵)

حضرت حسینؓ نے اس کے جواب میں کوفیوں کو لکھ بھیجا تھا کہ جب تک یہ معاویہ زندہ ہیں تم لوگ اپنے اپنے گھروں میں خاموش بیٹھے رہو، ہم نے ان کی بیعت کرلی ہے جسے توڑنے کا کوئی موقع نہیں، ہاں اگر ان کی موت کا واقعہ پیش آگیا تو دیکھا جائے گا، اس وقت اپنی رائے سے تمہیں مطلع کروں گا ۔ مورخین نے متعدد واقعات لکھے ہیں، جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ضابطہ حکومت کی کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے ۔ من مانی کارروائی کر گزرتے تھے ۔ مثلاً شیعہ مؤلف ناسخ التواریخ ہی نے لکھا ہے کہ عامل یمن کا بھیجا ہوا مال خراج معاویہؓ کے پاس جا رہا تھا، مدینہ سے قافلہ گزرا تو حضرت حسینؓ نے اس پر قبضہ کر کے اپنے لوگوں میں تقسیم کر دیا ۔ "حسین بن علی علیہ السلام فرمان داد کہ اموال و انقال را ماخود داشتند و این جملہ را بر اہل بیت خود و دوستان خود بخش فرمود (ناسخ التواریخ جلد ششم از کتاب دویم ص۸۲)

حضرت معاویہؓ نے عفو و کرم سے کام لے کر ان کو لکھا کہ اگر یہ مال خراج تم میرے پاس آنے دیتے تو اس میں جو حصہ تمہارا ہوتا تو وہ تمہیں ملتا ۔ آئندہ ایسا مت کرنا کیونکہ والی ہی کو حق ہے کہ وہ خراج وصول کرے اور تقسیم کرے" ایک اور واقعہ قدیم تر مؤلف مصعب زبیری (۱۵۶ - ۲۳۶ھ) نے کتاب نسب قریش میں عاصم بن ابو ہاشم بن عتبہ اموی کے حال میں بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہؓ نے اہل مدینہ کے عطایا مختلف خاندانوں کے "عریف" یعنی مکھیا کے ذریعہ تقسیم کرنے کے لئے ان کو مدینہ بھیجا ۔ عاصم نے اس بات کی تحقیق کرنی چاہی کہ وظیفہ پانے والوں میں کون زندہ ہے کون مر گیا ہے اور کون موجود نہیں ۔ بعض لوگوں کو جو مرے ہوئے یا غائب اشخاص کے عطایا بھی وصول کر لیا کرتے تھے یہ تحقیقات ناگوار گزری ۔ حضرت حسینؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ وغیرہ نے جب عاصم سے دریافت حال کیا ۔ انہوں نے بتایا کہ امیر المومنین نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ مردہ اور غائب کے علاوہ جو زندہ اور موجود ہیں ان ہی کو دو

Marfat.com

حضرات نے پوچھا خواتین کے وظائف کے بارے میں کیا یہی عمل کروگے جواب
ات میں پاکر عامل خلیفہ پر ان کو طیش آگیا۔ فحصبوہ وغضبوا من کلمۃ
خبیثہ الناس (کتاب نسب قریش ص۱۵۴) ان پر کنکر مارے ان کے
م پر برہم ہوئے اور لوگوں نے بھی کنکر مارے، جان بچانے کے لئے وہ عامل بنی امیہ
گھروں میں جا چھپے۔ حضرت ابن زبیرؓ کی تجویز پر حضرت حسینؓ و ابن زبیرؓ نے خود
لے ہو کر رقم وظائف لوگوں میں تقسیم کر دی۔ حضرت معاویہؓ کو اس واقعہ کی
طلاع ہوئی آپ نے اپنے حلم وکرم سے درگزر کیا فاعرض عنہا۔ (صفحہ ۱۵۵ ایضاً)

اسی طرح کے بعض اور واقعات ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت حسینؓ و
ن زبیرؓ جو دونوں یکے بعد دیگرے بعد میں طالب خلافت ہوئے امیر یزیدؒ کی بیعت
افت کی تحریک کے پہلے ہی سے حکومت کے خلاف حریفانہ روش رکھتے تھے حضرت
اویہؓ کے مرنے کے منتظر تھے اور اپنے طرفداروں سے کہہ رکھا تھا کہ اس وقت تک
وش گھروں میں بیٹھے رہو کہ مادام ھذا الرجل حیًّا (جب تک یہ شخص زندہ ہیں)

ماندانی و موروثی خلافت

یہ خیال کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسلمانوں کی قیادت کا حق آپ
ے رشتہ داروں کا ہے، رسول اللہ صلعم کی حیات ہی میں بنی ہاشم کے بعض افراد
ے دلوں میں پیدا ہو گیا تھا۔ کتب تاریخ کے علاوہ صحیح بخاری میں ایک روایت ہے
س میں علامہ عینی نے مراسیل شعبی سے بعض الفاظ کا اضافہ بھی کیا ہے۔ یعنی حضرت
باسؓ بن عبدالمطلب نے اپنے بھتیجے علیؓ بن ابی طالب سے آنحضرت صلعم کی وفات
ے کچھ پہلے کہا تھا :-

"بخدا میرا خیال ہے کہ رسول اللہ صلعم کا اس بیماری میں انتقال ہو جائیگا
میں خوب پہچانتا ہوں کہ عبدالمطلب کی اولاد کے چہرے آخر وقت
کیسے ہوتے ہیں، آؤ چلو رسول اللہ صلعم کے پاس چلیں اور پوچھیں
کہ آپ کے بعد حکومت کن لوگوں میں ہوگی، اگر ہم میں ہوئی تو ہمیں معلوم
ہو جائے گا اور اگر ہمارے سوا دوسروں میں ہوئی تو بھی معلوم ہو
جائے گا اور اپنے جانشین کو ہمارے حق میں وصیت فرما دیں گے۔

Marfat.com

حضرت علی رضؓ نے اس پر کہا کہ اس امر کی طمع کیا ہمارے سوا کسی دوسرے کو بھی ہو سکتی ہے۔ حضرت عباس رضؓ نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ خدا کی قسم ایسا ضرور ہوگا، اس پر حضرت علی رضؓ نے کہا اس بارے میں اگر ہم نے رسول اللہ صلعم سے دریافت کیا اور آپ نے انکار کر دیا تو آپ کے بعد لوگ پھر ہمیں حکومت کبھی نہ دیں گے۔ خدا کی قسم میں تو اس بات کو رسول اللہ صلعم سے ہرگز نہیں پوچھوں گا۔"

یہ روایت اگر غلط نہیں ہے تو اس کے آخری فقرے سے کیا یہ نتیجہ اخذ کرنا صحیح نہ ہوگا کہ حضرت علی رضؓ نے اس اندیشہ کی وجہ سے اس بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرنا نہ چاہا کہ آپ کے انکار پر بنی ہاشم کی حکومت کا امکان ہی ہمیشہ کے لئے ختم نہ ہو جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر الصدیق رضؓ کی بیعت خلافت جن حالات میں ہوئی اس پر تفصیلی گفتگو کا یہاں موقع نہیں، حضرت علی رضؓ کے چھ ماہ تک ان سے بیعت نہ کرنے کے بارے میں بہت سی باتیں کہی گئی ہیں[1] حتیٰ کہ امام بخاری نے یہ بھی روایت بیان کر دی ہے :-

"حضرت فاطمہؓ نبی صلعم کے بعد چھ ماہ تک زندہ رہیں جب ان کا انتقال ہوا تو ان کے شوہر علی رضؓ نے رات ہی میں ان کو دفن کر دیا اور ان کے انتقال کی اطلاع حضرت ابوبکر رضؓ کو نہ دی بلکہ خود ہی نماز جنازہ پڑھ لی۔ جب تک فاطمہؓ زندہ رہیں لوگوں کے دلوں میں علی رضؓ کا وقار رہا مگر جب ان کا انتقال ہو گیا تو حضرت علی رضؓ نے محسوس کیا کہ لوگوں کے چہرے اب ان سے بدل گئے تو انہوں نے ابوبکر رضؓ سے صلح کر لینے اور بیعت کرنے

---

[1] خلافت معاویہ رضؓ و یزید رحؒ (صـ ۱۶۱) میں حبیب بن ثابت تابعی رضؓ کی سند سے طبری کی روایت نقل کی گئی ہے کہ حضرت علی رضؓ نے حضرت ابوبکر رضؓ کی بیعت خلافت بعجلت و بلا تذبذب کی تھی۔

Marfat.com

کی خواہش کی۔'' الی آخرہ ۔

اس روایت میں آخری فقرہ حضرت علیؓ کی تقریر کا ہے جو بیعت کرتے وقت آپ نے کہا تھا :-

"ہم آپ کی فضیلت کو اور جو کچھ خدا نے آپ کو عطا کیا ہے اسے پہچانتے اور کسی بھلائی پر جو آپ کو حق تعالےٰ عطا فرمائے ہم حسد نہیں کرتے لیکن آپ نے خلافت کے بارے میں ہمارے خلاف استبداد سے کام لیا ہے، ہم سمجھتے تھے کہ رسول اللہ سے ہماری قرابت کی وجہ سے اس میں ہمارا حصّہ ہے۔"

طبری نے حضرت علیؓ کی تقریر کا جو فقرہ نقل کیا ہے اس میں لفظ "حصّہ" کی بجائے لفظ "حق" کا ہے یعنی لکنا کنا نری ان لنا فی ھذا الامر حقا - (ہم سمجھتے تھے کہ اس امر (خلافت) میں ہمارا حق ہے، ابن جریر طبری نے خلافت کے بارے میں حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا ایک مکالمہ نقل کیا ہے جس میں حضرت عمرؓ کے ان سے یہ پوچھنے پر کہ میں نے سنا ہے تم کہتے ہو کہ قریش نے خلافت سے تم لوگوں کو حسد اور ظلم کی بنا پر محروم رکھا، حضرت ابن عباسؓ سے یہ قول منسوب کیا ہے کہ بنی ہاشم اہل بیت رسول ہیں پھر کہا کہ "امیر المومنین - میرا آپ پر اور ہر مسلمان پر حق ہے جو اس حق کی حفاظت کرے گا وہ اپنا حصّہ پائے گا اور جو اس کو ضائع کر دے گا وہ اپنا حصّہ ضائع کر دے گا۔" (طبری ص ۳۲ ج ۶) بہت ممکن ہے کہ یہ اقوال غیر صحیح ہوں اور مبالغہ آمیز بیان ہوئے ہوں لیکن بعد کے واقعات سے جو انتخاب خلافت کے سلسلہ میں پیش آئے اس امر کی تصدیق ہوتی ہے کہ بنو ہاشم خصوصاً حضرت علیؓ خلافت پر اپنا حق سمجھتے تھے - ان کا ایک قول نہج البلاغہ کے مصنّف نے نقل کیا ہے جو بہ تغیّر الفاظ بعض دیگر کتب میں بھی مرقوم ہے :-

وقد قال قائل انك على هذا الامر يابن ابى طالب لحريص -	(حضرت علیؓ نے فرمایا کہ) مجھ سے ایک کہنے والے نے کہا، اے ابو طالب کے بیٹے تم اس (امر خلافت)

Marfat.com

(نہج البلاغہ) کے بڑے حریص ہو۔[1]

بیان ہوا ہے کہ یہ کہنے والے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ میں ماموں تھے اور یہی رشتہ ان کا حضرت حمزہؓ سے بھی تھا۔ طبری کی روایت میں یہ تشریح بھی ہے کہ حضرت عثمانؓ کے مقابلہ میں حضرت سعدؓ کی رائے اپنے حق میں حاصل کرنے کی غرض سے حضرت علیؓ اپنے صاحبزادے کو ساتھ لے کر گئے اور کہنے لگے :-

---

[1] الامامۃ والسیاسۃ کے مؤلف نے حضرت عمرؓ کے وہ کلمات نقل کئے ہیں جو مجلس شوریٰ کے ارکان میں سے ہر ایک کے بارے میں فرماتے تھے۔ حضرت علیؓ سے کہا تھا کہ تم منتخب ہوئے تو لوگوں کو سیدھے راستہ پر تو لے جا سکو گے مگر خلافت کے تم حریص زیادہ ہو۔ اسی کے ساتھ یہ روایت بھی ہے کہ جب عبداللہ بن عمرؓ اپنے والد کی تدفین کی اجازت حاصل کرنے کی غرض سے ام المومنین حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے رسول اللہ صلعم و ابوبکرؓ کے پہلو میں دفن ہونے کی اجازت بخوشی دے کر فرمایا تھا کہ عمر کو میرا سلام پہنچانا اور کہنا کہ امت محمدؐ کو بغیر چرواہے کے مت چھوڑ جانا کسی کو ان پر ضرور مقرر کر جانا اگر یوں ہی انہیں آزاد چھوڑ گئے ایسی حالت میں مجھے خوف ہے کوئی فتنہ انتخاب کے وقت نہ اٹھ کھڑا ہو۔ پیغام سن کر حضرت عمرؓ نے بیٹے سے پوچھا کہ ام المومنین کس شخص کے تقرر کا مجھے حکم دیتی ہیں (ص ۲۳ ج) یہ کہہ کر چند صحابہ کے نام لئے کہ اگر ان میں سے کوئی زندہ ہوتا اسے مقرر کرتا، پھر چھ صحابہ کی مجلس بنائی جس میں حضرت سعدؓ بھی تھے۔ ام المومنین کے ارشاد سے مترشح ہوتا ہے کہ ان ریشہ دوانیوں کا خیال کر کے جو حضرت ابوبکرؓ کے انتخاب کے وقت بعض حلقوں میں کی گئی تھی، انہیں یہ اندیشہ پیدا ہوا تھا۔ حضرت عمرؓ نے بھی ام المومنین کے مشورہ کو "حکم" سے تعبیر کیا تھا جس سے ثابت ہے کہ ان کی نظروں میں بھی موصوفہ کی وہی عظمت تھی جو حضرت عثمانؓ کے نزدیک تھی جیسا ان کے آخری خط کے فقرات سے ظاہر ہے جو اوپر نقل ہوئے، ان عظماء ملت کی نظروں میں جب مادر مومنین کا یہ وقار ہو تو حضرت علیؓ کے طرز عمل کے بارے میں مورخین نے جو روایتیں نقل کی ہیں کیا موجب استعجاب نہیں۔

Marfat.com

" رسول اللہ صلعم کے واسطہ سے میرے اس بیٹے کا جو رشتہ تم سے ہے اس واسطہ دے کر اور اپنے چچا حمزہؓ کی تم سے جو قرابت ہے اس کا واسطہ دے کر سوال تا ہوں کہ تم عثمانؓ کے حق میں میرے خلاف عبدالرحمٰن بن عوف کے مددگار نہ بنو ونکہ میری قرابت داری کا حق اس سے کہیں زیادہ ہے جو عثمان کو حاصل ہے۔" (طبری ۳۶ ج ۵) شاید اسی گفتگو میں حضرت سعدؓ نے کچھ فرمایا تھا جس کا جواب حضرت لیؓ نے بقول خود یہ دیا تھا :-

ل انکم واللہ لاحرص	بلکہ خدا کی قسم تم اس کے (خلافت کے)
ابعد وانا اخصُّ واَقربُ	بہت زیادہ حریص ہو اور اس سے
اِنّما طلبتُ حقًّا لی	بہت زیادہ دور بھی اور میں اس سے
(نہج البلاغہ)	خصوصیت خاص رکھتا ہوں اور اس
	سے بہت قریب ہوں میں نے تو اپنا حق
	طلب کیا ہے۔

حضرت علیؓ کا یہ قول حقیقت میں نہ ہو، غلط منسوب ہو تب بھی مجلس شوریٰ ی کارروائی کی تفصیلات سے طبری اور دیگر مورخین نے پیش کی ہیں ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے مقابلہ میں اپنی ناکامی کا حضرت علیؓ کو ایسا ملال تھا کہ حضرت عبدالرحمٰن عوفؓ سے کہنے لگے۔ جنہوں نے اُمیدواری سے دست بردار ہو کر بقیہ ارکان میں سے کسی کو منتخب کرنے کا اختیار حاصل کر لیا تھا کہ "تم نے قطعاً زمانہ سازی سے کام لیا، یہ پہلا دن نہیں ہے کہ تم نے ہمارے خلاف مظاہرہ کیا ہو۔

فصبرٌ جمیل واللہ المستعان علی ما تصفون خدا کی قسم تم نے عثمانؓ کو محض اس لیے خلیفہ بنایا ہے کہ کل وہ تمہیں خلیفہ بنا دے" اور یہ کہتے ہوئے کہ سیبلغ الکتب جلہ (تحریر بہت جلد اپنی مدت کو پہنچ جائے گی (طبری ج ۵) بلا بیعت کئے چل دیئے۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے پکار کر کہا کہ ومن نکث فانما ینکث علیٰ نفسہ ومن اوفیٰ بما عاھد علیہ اللہ فسیؤتیہ اجرًا عظیماً۔

جو عہد شکنی کرتا ہے وہ اپنے ہی نفس کے خلاف عہد شکنی کرتا ہے اور جو اللہ سے کئے

Marfat.com

ہوئے عہد کو پورا کرتا ہے تو اللہ اسے بڑا اجر دے گا[1]) اس پر حضرت علیؓ لوگوں کو
پھیرتے ہوئے لوٹے اور بیعت کی مگر بیعت کرتے وقت بھی برابر یہ کہتے رہے کہ
"قریب ہے کتنا بڑا فریب" (طبری ص۴۱ ج۵)

تصریحات بالا سے واضح ہے کہ حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ اور بعض ان
ہم خیال حضرات خلافت کو خاندانی وراثت سمجھتے تھے لیکن صحابہ کی اکثریت انتخا
خلیفہ کو شورائی جانتی تھی چنانچہ پہلے تینوں خلفاء کا انتخاب اسی طریقے سے ہوا۔
ابن ابی الحدید نے ایک موقع پر حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے باہمی تعلق

---

[1] حضرت علیؓ نے جب حضرت عبدالرحمنؓ سے یہ عہد لیا تھا کہ "تم حق کو ترجیح
خواہش نفس کا اتباع نہیں کروگے نہ رشتہ داری کا لحاظ کروگے اور محض اُمت کی خیرخوا
کو مدنظر رکھو گے" اس پر حضرت عبدالرحمنؓ نے بھی ان سے عہد لیا تھا کہ "جو شخص بد
تبدل و تغیر کرنا چاہے اس کے خلاف تم سب میرا ساتھ دوگے اور جسے میں منتخب کر
اس پر راضی رہوگے، مجھ پر اللہ کے لئے یہ عہد ہے کہ میں کسی رشتہ دار کا رشتہ دار
کی وجہ سے کوئی خیال نہ کروں گا اور محض مسلمانوں کی خیرخواہی کو مدنظر رکھوں گا۔"

طبری کی روایت میں صراحتاً بیان ہے کہ حضرت عبدالرحمنؓ نے دن رات صحا
سے امراء فوج سے، اشرف سے، خواتین سے اور مدینہ کے ہر رہنے والے سے یا جو باہر سے
آئے ہوئے تھے سب سے مشورہ کیا وہ جس سے بھی ملے اور پوچھا اس نے عثمانؓ ہی کا نام
لیا، علیؓ کا کسی نے نام نہ لیا۔ شائد اسی قسم کے حالات کے پیش نظر حضرت عباسؓ نے
اپنے بھتیجے کو مشورہ دیا تھا کہ مجلس شوریٰ کا بائیکاٹ کر دیں فقال العباس لعلی
لا تدخل معهم (طبری ص۳۴ ج۵) نیز یہ فرمایا کہ دیکھو میں نے رسول اللہ صلعم
بیماری میں تم سے کہا تھا جاکر خلافت کے بارے میں پوچھ لو۔ تم نے میرا مشورہ نہ
پھر عمرؓ نے مجلس شوریٰ بنائی تھی تم سے کہا تھا کہ شامل نہ ہو، اب ان سے صاف کہہ د
کہ یا تو تمہیں خلیفہ بنائیں ورنہ ان سے الگ رہو۔ (طبری ایضاً)

Marfat.com

کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ کبھی تو دونوں میں میل جول، صلح صفائی ہو جاتی اور کبھی مخالفت و بیزاری رہتی۔ حکومت کی پالیسی پر جو نکتہ چینی کی جاتی خواہ نیک نیتی سے تھی یا ہنسی مذاق سے[1] وہ مدینہ سے باہر پہنچتی، بات کا بتنگڑ بنتا، دوسرے لوگ اثر قبول کرتے منافقین تو شروع ہی سے اس تاک میں تھے کہ آپس کے اختلاف کو ہوا دیں۔ حضرت علیؓ کی مخالفت جب نمایاں ہوئی، موروثی خلافت کے بارے میں ان کے رجحان پر اور حاشیے چڑھائے گئے۔ ابن سبا نے وصایت کا نظریہ اختراع کیا۔ حضرت عثمانؓ کے آخری عہد میں اس نظریہ نے عملی تحریک کی صورت اختیار کر لی اور اسی تحریک کے علمبرداروں کے ہاتھوں جیسا مختصراً بیان ہو چکا حضرت عثمانؓ شہید ہوئے اور انہی کے ہاتھوں حضرت علیؓ خلیفہ بنائے گئے۔

اسلامی سیاسی نظام کا تاریخی موڑ

مسند خلافت پر متمکن ہوتے ہی حضرت علیؓ نے بعض تجربہ کار و کارگزار عمال حکومت کو جن کی شاندار خدمات تھیں برطرف کر کے اپنے ہی خاندان کے بعض افراد کو اور دوسرے عزیزوں کو جنہیں انتظامی معاملات کا کوئی سابقہ تجربہ مطلق نہ تھا مناصب اعلیٰ پر مقرر کر دیا۔ اس بات پر ان کا معتمد خاص مالک الاشتر بگڑ گیا اور کہہ اٹھا فلماذا قتلنا الشیخ بالامس (شرح ابن ابی الحدید) ہم نے ان بڑے میاں (حضرت عثمانؓ) کو کل کس لئے قتل کیا تھا[2]۔ یہ بات اس نے اس بنا پر کہی تھی کہ اپنے

---

[1] حضرت علیؓ خوش طبع اور ظریف تھے، حضرت عمرؓ نے اس وقت کہ موت سامنے تھی ان کے بارے میں فرمایا تھا کہ "وان ولی علیؓ ففیہ وعابۃ واحر بہ ان یحملھم علی محجۃ الحق (طبری ص۳۵ ج۵) یعنی اگر علی کو خلیفہ بنایا تو ان میں ہنسی مذاق کا مادہ زیادہ ہے مگر لوگوں کو حق کے راستہ پر لے چلیں گے۔

[2] حضرت عثمان نے تو اپنے بارہ سالہ مدت خلافت میں اس طرح اپنے کسی عزیز کو کوئی منصب جلیل عطا نہیں کیا تھا۔ حضرت معاویہؓ نیز ولید بن عقبہ، عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کا تقرر تو پہلے خلفاء نے کیا تھا۔ ایک عبداللہ بن عامرؓ کا تقرر البتہ انہوں

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

یہ چچیرے بھائیوں کو حجاز و یمن و عراق کی حکومتیں سپرد کر دیں۔ حضرت علیؓ نے جب مالک الاشتر کی یہ بات سنی اور اس کی ناراضی کا حال معلوم ہوا تو ڈانٹ ڈپٹ کی بجائے الٹی اس کی دلجوئی کی اور معذرت کرنے لگے۔

وان علیا لما بلغه هذه الکلمة احضره و لاطفه و اعتذر الیه۔

جب حضرت علیؓ کے کان تک (الاشتر) کا یہ قول پہنچا تو اسے بلایا، اس سے ملاطفت کا برتاؤ کیا اور معذرت کی۔

اس معذرت کے بارے میں ابن ابی الحدید نے حضرت علیؓ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ میں نے تو صلۂ رحم کا برتاؤ کیا ہے، یعنی رشتہ داری کے تعلق سے یہ تقررات کئے ہیں، کیونکہ اپنے چچا عباسؓ کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے امارت طلب کرتے ہوئے کئی بار سنا تھا اور عمرؓ و عثمانؓ کے زمانوں میں "ابناء الطلقاء"[1] کو عہدے ملے مگر میرے چچا کے بیٹوں میں سے کسی کو کوئی عہدہ نہ ملا، ان کے دلوں میں اس کا ملال تھا، لہٰذا اس رنج و ملال کو میں نے ان کے دلوں سے یوں دور کر دیا:۔

وازیل ما کان فی انفسهم

ان کے دوسرے عزیزوں کے دلوں میں تو ایسا کوئی ملال نہ تھا، مگر صلۂ رحمی کا دائرہ ان تک بھی وسیع کیا گیا۔ اپنے حقیقی

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) نے کیا جو آنحضرتؐ کی پھوپی ام البیضا کے نواسے تھے اور انکی بڑی شاندار خدمات ہیں مشرقی ممالک کا بیشتر حصہ انہوں نے فتح کیا تھا۔

[1] حضرت علیؓ کی زبان سے یہ لفظ ان کی تقریروں، خطبوں، اور زبان قلم سے مراسلات میں تنقیصاً ادا ہوا ہے، اوّل تو یہ لفظ موجب تنقیص نہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم کعبہ میں بغیر جنگ و جدل کے فاتحانہ داخلے کے بعد اپنی قوم قریش سے جس میں بنی اُمیّہ کے علاوہ سب ہی خاندانوں کے لوگ شامل تھے فرمایا کہ تم سب آزاد ہو تم پر کوئی سرزنش نہیں، پھر حضرت ابو سفیانؓ اور حضرت معاویہؓ فتح مکہ سے قبل ہی دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے اس کے علاوہ آپ کے عمال میں کوئی ہاشمی نہ تھا، اکثر و بیشتر بنی امیہ ہی کے افراد شامل تھے۔

Marfat.com

بھانجے[1] اور داماد جعدہ بن ہبیرہ کو خراسان کی گورنری عطا کی اور سوتیلے بیٹے محمد بن ابی بکرؓ کو مصر کی۔ گویا اسلامی حکومت کے تقریباً تمام اہم صوبے اپنے رشتہ داروں کی حکومت میں دے دیئے جن میں بیشتر نوجوان و ناتجربہ کار تھے باین تفصیل :۔

۱۔ گورنر یمن۔ عبید اللہ بن عباسؓ ۲۔ گورنر مکہ۔ معبد بن عباسؓ ۳۔ گورنر مدینہ تمم بن عباسؓ ۴۔ گورنر عراق۔ عبداللہ بن عباسؓ ۵۔ گورنر خراسان۔ جعدہ بن ہبیرہ (بھانجہ و داماد) ۶۔ گورنر مصر۔ محمد بن ابی بکرؓ (سوتیلے بیٹے) ۷۔ افسر افواج محمد ابن الحنیفہ (فرزند حقیقی) ۔ سوائے شام کے کوئی صوبہ خالی نہ رہا[2]۔ مگر صوبہ شام پر حضرت معاویہؓ بیس برس سے بڑی کامیابی سے گورنری کے فرائض انجام دے رہے

---

[1] یہ جعدہ حضرت علیؓ کی بہن ام ہانی کے جن کا اصل نام فاختہ یا ھند تھا فرزند تھے، ام ہانی نے بھی فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کیا تھا مگر ان کا شوہر ہبیرہ بھاگ کر نجران چلا گیا اور بحالت کفر ہلاک ہوا۔ ھرب ھبیرۃ من الاسلام الی نجران ومات بھا کافرًا (کتاب نسب قریش ص۳۴۴) جعدہ حضرت علیؓ کے داماد تھے اور شاعر بھی۔ شعر گوئی کا مادہ اپنے باپ سے پایا تھا ان کا ایک شعر ہے جس میں اپنے ماموؤں علیؓ و عقیلؓ پر فخر کیا ہے :۔

ومن ذا الذی یبای علی بخالہ وخالی علی ذو الندیٰ وعقیلُ

[2] حضرت علیؓ کا اپنے چچیرے بھائیوں کو گورنر مقرر کرنا اور اپنے دونوں صاحبزادوں حسنؓ و حسینؓ کو ذمہ داری کا کوئی عہدہ نہ دینا۔ ۱۰۰ھ میں دلچسپ بحث و مباحثہ کا سبب ہوا یہ مباحثہ قاضی عبدالجبار قاضی القضاۃ بغداد اور شریف المرتضیٰ مصنف نہج البلاغہ کے مابین تحریراً اور تالیفات کے ذریعہ ہوا تھا۔ قاضی القضاۃ نے ایک استدلال یہ پیش کیا تھا کہ خود حضرت علیؓ ان صاحبزادوں میں انتظامی امور کی اہلیت نہیں پاتے تھے۔ شریف المرتضیٰ نے جواباً کہا تھا کہ اوّل تو حضرت علیؓ جنگوں میں مشغول ہو گئے تھے پھر حضرت حسنؓ کی بیعت خلافت بھی ان کی اہلیت کی دلیل ہے اور حضرت حسینؓ کی صلاحیت خلافت پر تو اجماع مسلمین ہے ان کے والد کے ان کو حاکم نہ بنانے سے ان کی صلاحیت کی قدح نہیں ہو سکتی ولم تکن ترک تولیۃ ابیہ الولایات قادحاً فی صلاحیتہ لھا

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

تھے، کون ان سے جاکر چارج لے سکتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ سے حضرت علی رضؓ نے اصرار بھی کیا مگر انہوں نے وہاں جانے کی حامی نہ بھری۔

الغرض خاندانی و موروثی خلافت وحکومت کے تصورات نے مسلمانوں کے سیاسی نظام کی ہیئت تبدیل ہوجانے کی حضرت علی رضؓ کے زمانہ سے اس طرح داغ بیل ڈلوادی کہ خانہ جنگیوں نے ملک عضوض کی طرح ڈالی جس کی تشریح شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحؒ نے ان الفاظ میں کی ہے :-

ومعنی لفظ عضوض دلالت میکند بر حروب ومقاتلات وجهیدن یکے بر دیگرے ومنازعت یکے با دیگرے در ملک

(ازالۃ الخفاء ص۱۴۳ ج۱)

اور لفظ عضوض کے معنی دلالت کرتے ہیں جنگوں، خونریزیوں اور ایک کے دوسرے پر یورش کرنے اور جھگڑا کرنے کے جو ملک وسلطنت کے بارے میں ہوں۔

خانہ جنگیوں میں سبقت حضرت علی رضؓ ہی کی جانب سے ہوئی وہ پہلے ہی ام المومنین کے خلاف بصرہ گئے پھر تقریباً ایک لاکھ نفوس کا لشکر لے کر حضرت معاویہ رضؓ کے خلاف حضرت علی رضؓ ہی کے ایک فرد خاندان امیر المومنین ابوجعفر المنصور رحؒ نے جو حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ کے پروتے تھے اپنی ایک تقریر میں جو محمد المہدی حسنی کی بغاوت فرو ہوجانے کے بعد مجمع عام میں کی تھی، خانہ جنگیوں اور ان کے نتائج کا ذکر جن الفاظ میں کیا تھا، اس کو طبری نے اپنے اوراق میں محفوظ رکھا ہے، جس کے یہ فقرے یہاں نقل کرنا مناسب ہیں :-

"یہ جو میرے اہل خاندان علی بن ابی طالب کی اولاد ہے بخدا اس حکومت

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) (شرح نہج البلاغہ جزو ۵ ص۳۳۹) مناقب کی وضعی احادیث کے الفاظ میں عقیدت مندی جو چاہے کہلوائے اوراق تاریخ تعمیر ملت کی نمایاں خدمات اور کارناموں سے جو ان حضرات کے نسبی وجہی علوئے مرتبت سے متوقع ہوسکتے تھے یکسر خالی ہیں دو مرتبہ جہادوں کی شرکت البتہ ثابت ہے وہ بھی اموی سپہ سالاروں کی قیادت میں۔

Marfat.com

کے معاملہ میں ہمارا ان سے کوئی جھگڑا نہیں، ہم نے تو اس خلافت کو انہیں کے لئے چھوڑ دیا تھا اور اس میں تھوڑا یا زیادہ کچھ بھی حصّہ نہیں لینا چاہا - علیؓ ابن ابی طالب خلیفہ ہوئے تو اس سلسلہ میں وہ خون سے لت پت ہو گئے - دو شخصوں نے ان کے خلاف فیصلہ کر دیا، اس وجہ سے اُمّت اسلام نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا اور لوگ ان کے مخالف ہو گئے پھر انہی کے شیعہ مددگار دوست رازدار اور معتمد لوگوں نے ان پر یورش کی اور انہیں قتل کر دیا اس کے بعد حسن بن علیؓ خلیفہ ہوئے مگر بخدا وہ اس کے مرد نہ تھے جب ان کو روپیہ پیش کیا گیا انہوں نے اسے قبول کر لیا . . . . انہوں نے خلافت سے استعفیٰ دے دیا اور اسے معاویہؓ کے سپرد کر دیا اور خود عورتوں سے تمتع کرنے میں مصروف ہو گئے روزانہ ایک نکاح کرتے اور صبح کو طلاق دے دیتے - اسی طرح انہوں نے اپنی زندگی پوری کر دی - بستر پر پڑے پڑے انتقال کیا[1] - ان کے بعد

---

[1] - بعض کتب تاریخ میں تصریح ہے کہ حسنؓ نے چالیس دن بستر پر پڑے پڑے انتقال کیا مرض الحسن اربعین یومًا (تاریخ الخمیس صـ۳۲۶ ج۲) دمیری نے مدّت علالت دو ماہ بیان کی ہے (صـ۶۶ ج۱) ذیابطس کا عارضہ عرصہ سے لاحق تھا اس میں شہد کا شربت پینے سے اشتداد ہو گیا - زہر خورانی کی وضعی روایتیں زمانہ مابعد کی ہیں - قدیم مورخین ابن قتیبہ متوفی ۲۷۶ھ و ابوحنیفہ دینوری متوفی ۲۸۱ھ مولف اخبار الطوال نیز صاحب کتاب المجر متوفی ۲۴۵ھ نے زہر خورانی کا اشارۃً بھی ذکر نہیں کیا - شیعہ مورخ یعقوبی زہر خورانی کا ذکر کرتا ہے مگر زہر دینے والے کا نام نہیں لیتا - اسی طرح ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے کسی کا نام نہیں لیا، مسعودی متوفی ۳۴۶ھ جو غالی مگر قابل شخص تھا "کہا جاتا ہے" کے ساتھ حسنؓ کی زوجہ جعدہ بنت اشعث بن قیسؓ کا نام لیتا ہے کہ معاویہؓ کے اشارے سے زہر دیا گیا تھا، مگر اپنے قول کی سند نہیں پیش کرتا محقق لامنس نے لکھا ہے کہ حسنؓ حرم کی زندگی بسر کرنے سے بہت نحیف ہو گئے تھے ان کی شخصیت

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

حسین بن علیؓ اٹھے، عراقیوں اور کوفیوں نے ان کو دھوکہ دیا (کوفہ کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے) اس سیاہ سرزمین کے باشندے بخدا بڑے جھگڑالو، منافق اور ہر وقت فتنہ و فساد کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں یہ نہ جنگ ہے کہ میں ان سے لڑوں اور نہ صلح ہے کہ صلح کروں، اللہ مجھے ان سے دور رکھے۔۔۔۔۔ انہوں نے حسین کا ساتھ چھوڑ دیا اور ان کو دشمن کے حوالے کر دیا وہ مارے گئے۔" (الی آخرہ)

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) قطعاً بے آزار تھی کسی کو کیا پڑی تھی کہ ایسے بے آزار شخص کو زہر دے یا دلوائے شیعہ مورخ نے سیدہ جعدہ پر لغو تہمت شائد اس لئے یہی لگائی ہے کہ وہ حضرت ابوبکر الصدیقؓ کی بھانجی تھیں حضرت صدیق اکبرؓ سے جو بغض و عداوت اس فرقہ کے لوگوں کو ہے سب جانتے ہیں، المدائنی کی روایت ہے کہ اپنے والد ماجد کی زندگی میں حسنؓ نے نو (۹۰) نکاح کئے تھے ابن سیرین نے کہا ہے کہ ایک خاتونؓ سے نکاح کیا تو ایک سو کنیزوں کے ذریعہ روپیہ بھیجا، ہر کنیز کے ساتھ ایک ایک ہزار درہم یعنی ایک لاکھ درہم بھیجے (تاریخ الخمیس ص۲۹۴ ج۲) حضرت معاویہؓ سے شرائط صلح میں یہ شرط بھی تھی کہ بیت المال کوفہ میں جو کچھ ہے مجھے دیا جائے۔ چنانچہ پانچ کروڑ نقد اور دیگر بیش قیمت سامان لے کر مدینہ آئے۔ بیس لاکھ سالانہ وظیفہ ملتا تھا وہ سب حرم کی زندگی پر خرچ کر دیتے اور قرض کر لیتے، ایک مرتبہ ادائے قرض کے لئے حضرت معاویہؓ سے دست سوال دراز کیا انہوں نے دریا دلی سے اسی ہزار دینار عطا کئے (ص۳۲۶ ایضاً) ملا باقر مجلسی نے جلاء العیون (مطبوعہ تہران ۱۳۳۴ھ) میں ص۱۰۹ پر لکھا ہے کہ "حضرت امام حسنؓ نے دو سو پچاس اور دوسری روایت سے تین سو عورتوں سے نکاح کئے تھے اس پر امیر المومنین علیؓ نے منبر پر فرمایا کہ حسن بہت زیادہ طلاق دیتے ہیں۔ لوگوں نے کہا "یک شب دختر مارا تزویج کند برائے ما از شرف کافی است" (ص۳۰۹ سطر۶) ملا صاحب نے یہ عجیب بات لکھی ہے کہ جتنی عورتوں کو طلاق دی تھی وہ سب کی سب حسنؓ کے جنازے پر ننگے پاؤں روتی پیٹتی حاضر ہوئیں۔ مشکوٰۃ و ابوداؤد میں حضرت ابن عمرؓ کی روایت سے

Marfat.com

امیرالمومنین ابوجعفر المنصورؒ کی تقریر کا یہ فقرہ قدرے تشریح طلب ہے کہ "دو شخصوں نے ان کے (علیؓ کے) مخالف فیصلہ کر دیا اس وجہ سے اُمّت اسلام نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا اور لوگ ان کے مخالف ہو گئے۔"

"دو شخصوں" سے مراد ثالثوں سے ہے، جو ان کے اور حضرت معاویہؓ کے تنازعہ کا تصفیہ کرنے کے لئے حَکَم مقرر ہوئے تھے، یہ تنازعہ بھی محض خون عثمانؓ کے قصاص کے بارے میں تھا، انتخاب خلیفہ سے اس قضیہ کا کوئی تعلق و واسطہ مطلق نہ تھا۔ چنانچہ خود حضرت علیؓ نے اپنے گشتی مراسلہ میں صراحتاً بیان کیا تھا کہ ہم میں اور اہل شام میں جو مقابلہ ہوا وہ خون عثمانؓ کے بارے میں تھا (خلافت معاویہؓ و یزیدؒ ص۱۵) ثالثی کی نوبت یوں آئی کہ فریقین کے لشکروں میں جن کی مجموعی تعداد موخین نے دو لاکھ سے متجاوز بیان کی ہے صحابہ و تابعین و قُرّاء (حفّاظ قرآن) کی جماعتیں موجود تھیں، تین مہینے سے زیادہ مدّت تک دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل صف آرا رہے، دونوں جدال و قتال سے بچنا چاہتے تھے، فریقین میں مراسلات کا سلسلہ عرصہ تک جاری رہا، صلح مصالحت کی غرض سے وفود بھی آتے جاتے رہے پھر سنگین جھڑپیں ہوئیں جن میں سخت خونریزی بھی ہوئی مگر جانبین کے سنجیدہ لوگوں خصوصاً حفاظ قرآن کے دلوں میں یہ خیال پختہ ہوتا گیا کہ اپنے ہی دینی بھائیوں کی گردنیں کاٹنے اور اپنی کٹوانے کی بجائے اس تنازعہ کا کوئی اور معقول حل تلاش کیا جائے خصوصاً اس خطرے کے پیش نظر کہ اس خانہ جنگی کے نتیجہ میں دشمنان اسلام کو جو اسی تاک میں لگے ہوئے تھے مسلمانوں کی حربی قوت کو فنا کر دینے کا موقع مل جائے گا

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ابغض الحلال الی اللہ الطلاق یعنی جائز چیزوں میں ناگوار ترین چیز اللہ کے نزدیک طلاق ہے۔ عرب کثیر النکاح تھے اور طلاق بھی کثرت سے دیتے تھے مگر حضرت حسنؓ کے نکاحوں کی تعداد ملا باقر مجلسی نے شائد مبالغہ سے بیان کی ہے۔ پروفیسر ہتی نے سو اور ابن ابی الحدید نے تعداد ستر بتائی ہے آخر الذکر تعداد زیادہ قرین صحت معلوم ہوتی ہے۔

بالآخر ثالثی کی اس تجویز پر کہ اس تنازعہ کا قرآن و سُنّت کی رو سے فیصلہ کرایا جائے فریقین متفق ہو گئے [1]

---

[1] مالک الاشتر جو حضرت عثمانؓ پر یورش کرنے والی بلوائی جماعت کا لیڈر تھا لڑائی بند کرا کے ثالثی ہونے کا شدید مخالف تھا اور یہی شخص اور اس کے ساتھی ہی تو تھے جنہوں نے خفیہ سازش سے لڑائی چھیڑ کر اس صلح مصالحت کو ناکام کر دیا تھا جو جنگ جمل سے قبل فریقین میں ہو گئی تھی کیونکہ مصالحت کی صورت میں قاتلین بغیر سزا کے نہیں بچ سکتے تھے ایسی ہی کچھ صورت یہاں بھی تھی مگر حضرت علیؓ کے لشکر کے بعض ممتاز و با اثر اشخاص خصوصاً حضرت اشعث بن قیسؓ برادر نسبتی حضرت ابو بکر الصدیقؓ کی دھمکی سے بالآخر وہ بھی مجبور ہو گیا۔ ابو مخنف و ہشام کلبی جیسے کذابین کی روایتیں کہ شکست ہوتے دیکھ کر قرآن نیزوں پر بلند کرا کے لڑائی بند کرائی گئی تھی، نامعتبر اور غیر مستند ہیں۔ فریقین کے لوگوں میں یہ جذبہ پہلے سے موجود نہ ہوتا کہ خانہ جنگی بند ہو کر تنازعہ کا دوسرا حل تلاش کیا جائے۔ ہزار قرآن نیزوں پر بلند کئے جاتے جنگ ملتوی نہ ہو سکتی تھی۔ غالی راویوں نے علوی پارٹی کی پوزیشن کو بڑھا چڑھا کر اور مخالف پارٹی کی پوزیشن کو گھٹا کر بیان کرنے کی غرض سے واقعات کی صورت مسخ کر کے پیش کی ہے۔ جنگ جمل میں خود حضرت علیؓ ہی نے قرآن بلند کرا کے لڑائی بند کرانے کی کوشش کی تھی۔ مسئلہ تو کچھ پیچیدہ نہ تھا بہت سادہ تھا یعنی قرآن و سنت کی رو سے قصاص لینا واجب تھا جو باوجود قادر ہونے کے نہ لیا گیا اور قاتلین اور ان کے ساتھی حضرت علیؓ کے لشکر میں موجود رہے اور وہ ہی ان کے انتخاب میں بھی پیش پیش تھے اس لئے رائے عامہ کا رجحان قوی ہوتا گیا کہ تلوار کے بجائے ثالثی سے معاملہ کا تصفیہ ہو ایک مستشرق کا یہ قول اس سلسلہ میں قابل لحاظ ہے انہوں نے کہا ہے کہ :۔ قرآن پر اس فیصلہ کا انحصار کیا جانا علیؓ کے (پوزیشن کے) لئے قطعاً تباہ کن تھا کیونکہ اس مقدس صحیفہ کی رو سے یہ تحقیق کرنا تھا کہ اس طرز عمل کے اعتبار سے جو قتل عثمانؓ کے سلسلہ میں ان کا رہا تھا وہ خلیفہ قائم رہنے کے لائق نہ تھے چنانچہ فی الوقت وہ معزول متصور ہوئے اسکے برخلاف معاویہؓ کا پوزیشن فیصلہ کے نتیجے سے غیر متاثر رہا۔
(انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ص ۲۰۸ ج ۴)

Marfat.com

وہ جلیل القدر صحابی جن کی قابلیت و دیانت و معدلت گستری پر صحابہ و تابعین و جمہور اُمّت کو اعتماد کلّی تھا ثالث مقرر ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن قیس ابوموسیٰ الاشعری[1] حضرت علیؓ کی جانب سے اور حضرت عمرو بن العاصؓ حضرت معاویہؓ کی طرف سے۔ ثالثی نامہ کی جو دستاویز لکھی گئی تھی اس پر فریقین کے علاوہ ان کے معتمد رفقاء کے جن کی تعداد تیس اور چالیس تھی گواہی میں دستخط ثبت ہوئے۔ ثالثوں نے فریقین سے جو عہد و اقرار لیا تھا مورّخ ابوحنیفہ الدینوری نے اخبار الطوال میں اس کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔

واخذ عبداللہ بن قیس	عبداللہ بن قیس (ابوموسیٰ الاشعری)
وعمرو بن العاص علی علی	وعمرو بن العاص نے علی و معاویہ سے
ومعاویۃ عھد اللہ	اللہ کے نام پر موثق عہد و اقرار لیلیے

---

[1] ابن جریر طبری نے ابومخنف ہی کی روایت سے بیان کیا ہے کہ حضرت علیؓ اپنی جانب سے اپنے چچیرے بھائی حضرت ابن عباسؓ کو ثالث مقرر کرنا چاہتے تھے۔ لوگوں نے اعتراض کیا کہ وہ تو آپ کے بھائی آپ کی ذات کے مثل ہیں اس پر انہوں نے اپنے معتمد خاص مالک الاشتر کا نام پیش کیا۔ حضرت اشعثؓ وغیرہ نے کہا کہ لڑائی بھڑائی کی یہ ساری آگ تو اسی کی بھڑکائی ہوئی ہے۔ مجبوراً حضرت ابوموسیٰ کی ثالثی قبول کرلی۔ اور بقول شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ یہ کہا کہ ابوموسیٰ تم فیصلہ کردو چاہے میری گردن کاٹنے ہی کے بارے میں کیوں نہ ہو (ازالۃ الخفاء ج ۲ صفحہ ۲۸۳) حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بڑے عالم و فقیہہ صحابی تھے ان چار صحابہ میں سے تھے جو آنحضرت صلعم کے زمانہ میں فتویٰ دیدیتے تھے (تذکرۃ الحفاظ ذہبی) وہ خانہ جنگی سے الگ تھلگ گوشہ عزلت میں تھے۔ جب پیغامبر نے اطلاع دی کہ تنازعہ ثالثی کے سپرد ہوگیا سن کر کہا الحمد للہ رب العالمین جب یہ سنا کہ انہیں ثالث مقرر کیا گیا ہے فرمایا:۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ رشتہ میں حضرت علیؓ کے بھتیجے داماد بھی تھے۔ ان کے مختصر حالات اس کتاب میں بزمرہ تذکرہ صحابہ شامل ہیں۔

Marfat.com

ومیثاقه بالرضا بما حکما
به فی کتاب اللہ وسنة
نبیه ولیس لهما ان
ینقصا ذٰلک وَلَا یخالفاہُ
الیٰ غیرہ۔

(اخبار الطوال)

کہ یہ دونوں ثالثوں کے فیصلہ پر راضی
ہوں گے جو کتاب اللہ اور اس کے نبیؐ
کی سنت کی بنیاد پر کیا جائے۔ علی و
معاویہ کو اس کی اجازت نہ ہوگی کہ وہ
ثالثوں کے فیصلوں کو توڑیں اور اس کے
برخلاف کسی اور طرف مائل ہوں۔

اخبار الطوال کے مؤلف نے جو ابن جریر طبری سے پہلے کے مؤرخ ہیں ثالثی نامہ بغیر کسی ترک و حذف کے تمام و کمال درج کرتے ہوئے متدرجہ بالا فقرہ کو جو اس دستاویز کا اہم اور ضروری جزو ہے نقل کیا ہے کیونکہ فریقین سے ثالثوں کا یہ عہد و اقرار لینا کہ وہ ان فیصلوں کو قبول کریں گے اس سے انحراف نہ کریں گے لازم و لابد تھا۔ مگر ابن جریر طبری نے یا تو اس فقرہ کو خود ہی حذف کر دیا یا ابو مخنف نے جس کی روایت سے انہوں نے ثالثی نامہ کی عبارت اپنی کتاب میں نقل کی ہے اسے ترک کر دیا تھا۔

بہرحال دونوں محترم ثالثوں نے تمام حالات و واقعات کا غیر جانبدارانہ جائزہ لے کر یہ قرار دیا کہ قرآن و سنت کی رو سے چونکہ قصاص خون عثمانؓ لینا واجب تھا جو حضرت علیؓ نہ لے سکے بلکہ مانع آئے۔ قاتلین اور ان کے ساتھی ان کے لشکر کے ساتھ ہیں اور امت خانہ جنگی میں مبتلا ہے اس لئے وہ خلافت سے معزول ہوں از سر نو انتخاب ہو، نیز جس وقت تک دوسرا موزوں شخص منتخب نہ ہو لڑائی موقوف رہے اور فریقین اپنے اپنے مقبوضات پر قابض و حکمراں رہیں، عراقی پارٹی کے سیاسی مقاصد کے حق میں یہ فیصلہ تباہ کن تھا وہ اس سے سخت بیزار تھے، ادھر حضرت علیؓ نے یہ فرما کر کہ ثالثوں نے انصاف سے کام نہیں لیا فیصلہ ثالثی تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور زید بن الحصین و عبداللہ بن وہب خارجی لیڈروں اور ان کے ساتھیوں جن سے وہ اس زمانہ میں برسر پیکار تھے خط بھیجا کہ ثالثوں نے چونکہ خواہش نفسانی سے فیصلہ صادر کیا ہے ہم اسے قبول نہیں کرتے اور اب ہم اپنی سابقہ حالت پر لوٹ آئے ہیں۔ اپنے اور تمہارے دشمن کے خلاف جنگ کرنے چلتے ہیں آؤ۔ اور ہمارا

Marfat.com

ساتھ دو۔ خارجی لیڈروں نے قریب قریب اسی مضمون و مفہوم کا جواب دیا۔ جو شاہ
ولی اللہ محدث دہلویؒ کے اس جملے سے جو پہلے بھی نقل ہو چکا ہے مترشح ہے۔ کہ
"مقالات وے (علی) رضی اللہ عنہ برائے طلب خلافت بود نہ بجہت اسلام (ازالۃ
الخفاء صفحہ ۲۷ ج ۱) حضرت علیؓ کے مراسلہ اور خارجیوں کے جواب کو طبری (صفحہ ۴۴
جلد ۲) کامل المبرد وغیرہ کے علاوہ محقق لامنس نے اپنی مبسوط تالیف بزبان فرانسیسی
"خلیفہ معاویہ" (صفحہ ۱۳۷) میں نقل کیا ہے۔ ان لوگوں نے جواباً لکھا تھا "اس تمام
معاملہ میں اللہ کے دین کا تو کوئی مسئلہ ہے نہیں، یہ تو تمہارا اپنا ذاتی معاملہ ہے۔ اور
تم نے اسی وجہ سے ثالثوں کے فیصلہ کو ماننے سے انکار کیا ہے کہ وہ تمہارے مفاد
کے خلاف ہے"

طبری نے اس سلسلے میں یہ روایت بھی درج کی ہے جس کو دوسرے مورخین نے بھی
نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ جب اذرح (مقام ثالثی) سے لوٹ کر آئے اور
حضرت علیؓ کو فیصلہ کے مضمون سے آگاہ و مطلع کیا انہیں ایسا رنج و ملال ہوا کہ اس دن سے
وہ ہر نماز فجر کے بعد نہ صرف معاویہؓ بلکہ عمرو بن العاصؓ و ابوالاعور السلمی و حبیب بن مسلمہؓ
عبدالرحمن بن خالد بن ولیدؓ و ضحاک بن قیس اور تمام صحابہ و رفقائے معاویہؓ پر لعنت بھیجا
کرتے تھے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو انھوں نے بھی
اسی کی بہ ترکی جواب دیا اور علیؓ و ابن عباسؓ و مالک الاشتر و حسنؓ و حسینؓ پر لعنت بھیجنی
شروع کی۔ ابن ابی الحدید نے اپنی شرح میں اسی قسم کی روایتیں کئی جگہ درج کی ہیں
علامہ ابن کثیرؒ نے تو یہ روایتیں درج کر کے اتنا لکھ بھی دیا ہے۔ لا یصح واللہ اعلم
اور دوسرے مورخین نے حضرت علیؓ کے لعنت بھیجنے کا ذکر ترک کر کے حضرت معاویہؓ اور
ان کے بعد تمام بنی امیہ ہی کا یہ فعل قرار دیا ہے، اس لئے ضمناً یہاں اس کا ذکر کیا گیا
ورنہ یہ روایت ابو مخنف جیسے غالی کی ہے، شاید اسی سے ابن ابی الحدید نے بھی
نقل کی ہو۔ مگر ہرگز لائق اعتبار نہیں۔ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ جیسے جلیل القدر صحابہ
کی شان سے بہت بعید ہے کہ وہ ایسا کرتے حاشا جنابہم پھر یہ بھی واقعہ ہے کہ چند ہی
دن بعد سے حضرت ابن عباسؓ و حسنؓ و حسینؓ میں اور حضرت معاویہؓ میں کیسے تعلقات

Marfat.com

محبت و مودت کے قائم ہوئے اور برابر رہے - سیاسی امور میں اختلاف ہونا اور بات ہے سب و شتم دشنام دہی کا وطیرہ مذموم دوسروں کا ہے۔ یہ رویہ نہ ان اصحاب کا ہو سکتا تھا اور نہ تھا۔ حضرت علیؓ معصوم نہ تھے، ان سے سیاسی معاملات میں متعدد لغزشیں ہوئیں، خلوص و نیک نیتی سے ہوئیں، ان کی ذات میں بہت سے اوصاف تھے، بہت سی خوبیاں تھیں مگر خود اعتمادی کا جذبہ کم تھا، اپنی رائے پر دیر تک قائم نہ رہتے، ساتھیوں کی رائے سے جلد متاثر ہو جاتے، اس تدبر و ثبات و استقلال و قاہرانہ سطوت و آمرانہ دبدبہ کا اگر فقدان نہیں تو نمایاں نقص تھا۔ جو اس زمانہ کے حکمران میں ہونا ضروری تھے۔ یوں تو نہج البلاغہ میں اکثر خطبات وضعی ہیں۔ تاہم بعض صحیح کلمات بھی شامل ہیں جو حضرت علیؓ نے اپنے ساتھیوں کی مذمت میں کہے ہیں۔ مثلاً ایک موقع پر فرمایا تھا۔

قاتلکمُ اللہ لقد ملأتم قلبی و شحنتم صدری غیظاً (نہج البلاغۃ)

اللہ تم لوگوں کو ہلاک کرے تم نے میرے دل کو (غم کی) پیپ سے بھر دیا اور میرے سینہ کو غصے سے)

دوسری جگہ غالباً ثالثی کے فیصلہ کے بعد فرمایا تھا۔

منیت بمن لا یطیع اذا امرت و لا یجیب اذا دعوتُ

میں ایسے لوگوں میں مبتلا کر دیا گیا ہوں جو نہ کہنا مانتے ہیں۔ نہ پکار جواب دیتے ہیں۔

یہ افسوسناک نتیجہ ہوا ان لوگوں پر اعتماد کرنے کا جو لائق اعتماد نہ تھے پھر ان لوگوں کی ریاکاری و مداہنت سے خود ان کے درجہ وقار پر بھی اثر پڑا انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے مقالہ نگار نے تحکیم کے سلسلہ میں گفتگو کرتے ہوئے لکھا کہ۔

انکی ذات سے ہمدردی رکھنے کے باوجود علیؓ کا پوزیشن اپنے متبعین کی نظروں میں کمزور پڑتا گیا کیونکہ جو سنگین الزامات ان پر عائد کئے گئے ان سے ان لوگوں پر اثر پڑا جو ان کی موافقت کا رجحان رکھتے تھے۔ (صفحہ ۴۰۸ جلد ۴)

Marfat.com

فیصلہ ثالثی کو رد کر دینے کے بعد سے وہ صورت حال رونما ہوئی جس کا ذکر ابن ابی الحدید کی روایتوں میں ہے جو اوپر نقل ہوئیں اس کی تائید مزید ابو جعفر المنصور کی تقریر کے اس نقرے سے ہوتی ہے جس کی تشریح اور توضیح میں یہ الفاظ لکھے گئے ہیں حضرت علیؓ زخم کاری لگنے کے بعد ایک دن ایک رات زندہ رہے اپنے بڑے صاحبزادے کو امامت نماز کا حکم دیا لوگوں نے پوچھا ہم ان سے بیعت کر لیں فرمایا۔ ہاں اگر تم لوگ اس پر راضی ہو بیٹوں کو وصیتیں کیں۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا۔ آیت تلاوت فرما کر کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ نماز روزہ سے زیادہ افضل لوگوں اور جماعتوں میں صلح مصالحت کرانا ہے۔ ان صلاح ذات البین افضل من عامۃ الصلوۃ والصیام (طبری صفحہ ۸۵ جلد ۶) حضرت علیؓ کی پاکیزہ نفسی کا یہ بین ثبوت ہے کہ آخر وقت جب یہ خیال آیا کہ امت کو کس زبوں حالت میں چھوڑے جا رہے ہیں، حضرت حسنؓ کو وصیت کی کہ دیکھنا معاویہؓ کی امارت سے کراہت نہ کرنا (خلافت معاویہؓ و یزیدؒ صفحہ ۱۹) بالفاظ دیگر اپنی اسی حریف کی اہلیت کا یوں اعتراف کیا جس سے وہ برسرپیکار رہے تھے۔ یہ ہے زبردست مثال صحابی رسول کے خلوص نیت و حق پژوہی کی! کرم اللہ وجہہ۔

حضرت حسنؓ نے اس وصیت کی جس طرح تعمیل کی ہے سب کو معلوم ہے، حضرت حسینؓ نے البتہ موروثی و خاندانی حق خلافت کے نظریہ کو ترک نہ کیا اور جیسا ابتدائی سطور میں کوفیوں سے ان کی خط و کتابت کے اقتباسات سے ثابت ہے وہ اس بات کے برابر منتظر رہے کہ جیسے ہی معاویہؓ کے مرنے کی اطلاع ملے طلب خلافت کا اقدام کریں۔ مدینہ سے مکہ معظمہ چلا جانا موسم حج تک وہاں قیام کرنا ظاہر ہے اسی مقصد سے تھا کہ لوگوں کو اپنے اس اقدام کی تائید پر آمادہ کر سکیں۔ چنانچہ متعدد صحابہ اور خود ان کے عزیزوں کے اقوال مورخین نے نقل کئے ہیں اور خلافت معاویہؓ و یزیدؒ میں بھی درج ہیں کہ حضرت حسینؓ نے شرکت کرنے کو ان سے بار بار کہا۔ اور اصرار کیا۔ مگر صحابہ کرام اور ان کے صحبت یافتگان یعنی تابعین عظام میں سے

Marfat.com

ایک فرد نے بھی ساتھ دینا درکنار ان کے غلط اقدام کی زبانی تائید بھی نہ کی بلکہ الٹا انکو روکا، منع کیا اور نصیحتیں کیں۔ یہ ہے دوسری مثال صحابہ کرام کے موقف کی کہ احکام شریعت کی متابعت میں نہ کسی شخصیت کا کوئی اثر قبول کیا اور نہ موروثی و خاندانی حق خلافت کے نظریہ کی تائید پر آمادہ ہوسکے بلکہ اسی خلیفہ کی بیعت پر مستقیم رہے جس کی بیعت پہلے ہو چکی تھی۔

ایک شیعہ مؤلف صحابہ کرام کے اس موقف پر تنقید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:۔

"اہلِ بیت رسالت اور خاندان نبوت کے ساتھ مسلمانوں کے بے اعتنائی اور کم توجہی ابتداء ہی سے شروع ہوگئی تھی اور باوجودیکہ آنحضرتؐ نے بارہا اپنے اہلبیت کی عزت و محبت کے متعلق تاکید اور ہدایت فرمائی پھر بھی کلمہ گویان امت کا ان کے ساتھ ایسا سلوک اس قابل ہے کہ اسپر جس قدر تعجب کیا جائے کم ہے رفتہ رفتہ محبت اہلِ بیت کے بدلے عداوت اہلِ بیت مسلمانوں کے عقیدہ میں داخل ہوگئی بلکہ اس سے آگے قدم بڑھا کر منبروں پر علانیہ سبّ و شتم ہونے لگا۔ جب حسینؓ نے عراق کی طرف کوچ فرمایا بزرگان و مشاہیر حرمین بخوبی واقف تھے۔ کہ کوفی یقیناً بیوفائی کریں گے، اسی بناء پر ابن عمر، ابن زبیر، ابن عباس ابوسعید ابوواقد وغیرہ نے روکا مگر باوجود اس علم کے ان بزرگان اسلام نے نصرت و بیعت سے روگردانی کی، اگر عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن جعفر اور جابر انصاری بوجہ نابینائی معذور تھے تو عبداللہ بن حنظلہ، عبداللہ بن مطیع، ابوسعید، ابوواقد اور دوسرے حاضرین حرمین کو کون سا امر مانع تھا کہ بدسلوکی یزید کو فرزند رسول کے ساتھ جان کر بھی خاموشی اختیار کی گویا ہلاکت فرزند رسول ای سرداران اسلام کے خیال میں ایک معمولی بات تھی۔ ان کے علاوہ بریدہ بن خضیب اسلمی، مسلمہ بن مخلد انصاری، رافع بن خدیج انصاری، ابوبردہ اسلمی، سعد بن مخرمہ صحابی، ابید بن زہیر اوسی، ابوسعید بن یعلی انصاری، عرباض بن ساریہ، سائب بن یزید مدنی، سنان بن مسلمہ مصری وغیرہ یہ سب صحابی زندہ موجود تھے۔ مگر ان حضرات کو ذریت رسول خدا کے دشمنوں کی مدافعت کا خیال بھی نہ آیا۔ دوسرے تابعین و شرفائے اسلام

Marfat.com

کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ افسوس ہے کہ اس وقت ایسے بھی مسلمان تھے جو اپنے پیغمبر کے نواسہ کا قتل اور اپنے رسول کی ذریت کی ہتک و حرمت کو باعثِ دخول جنت اور موجبِ ثوابِ عظیم سمجھتے تھے۔ جس کی نسبت متعدد تاریخی شہادتیں موجود ہیں ایسے نام نہاد مسلمانوں سے جن کو مسلمان کہنا اسلام کی توہین اور انسان کہنا انسانیت کی تحقیر ہے (مجاہد اعظم صفحہ ۱۴۸ و ۱۵۱)

مؤلف موصوف جذبۂ عقیدت مندی اور غلوئے مفرط سے ذرا الگ ہو کر حالات کا حقیقت پسندانہ جائزہ لے سکتے تو صحابۂ کرام کے اسوۂ حسنہ پر لوں طعن کرنے کا حوصلہ نہ ہوتا صحابہ حق کو دیکھتے تھے، حسب و نسب کو نہیں۔ ع

کہ اندریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

اگر دین وہ ہے جو قرآن بتاتا ہے اور اس کی عملی شکل وہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش فرمائی اور آپ کے خلفاء و صحابہ کرام کی قیادت میں امت نے اس پر عمل کیا تو حضرت حسینؓ کے اقدام کے جواز میں ایک بھی دلیل نہیں دی جا سکتی۔ اس کے خلاف بیسیوں ناطق دلیلیں ہیں۔ اس امت میں شخص پرستی کی کوئی گنجائش نہیں۔ یہاں صرف اصول کی حکمرانی ہو سکتی ہے۔ امت کے سب افراد کے شہری حقوق یکساں ہیں کہ دمہ کا، عربی و عجمی کا، ہاشمی و غیر ہاشمی کا کوئی فرق نہ جرائم میں ہے نہ سزا میں، نہ دیات میں ہے نہ حدود میں اور نہ سیاسی و معاشی و معاشرتی حقوق میں۔ جو دیت اس چودھویں صدی کے ایک عامی خطا کار مسلمان کے دانت توڑنے کی ہے وہی دیت حضرت صدیق اکبرؓ جیسے اخص الخواص، اکرم الکرماء اور اعظم العظماء کا دانت توڑنے کی بھی تھی، اگر فاطمہ مخزومیہ بنتِ فلاں کا ہاتھ چوری کا جرم ثابت ہونے پر کاٹا جائے گا تو حسب فرمان نبوی ولو ان فاطمۃ بنت محمد سرقت لقطعت یدھا (اگر محمدؐ کی بیٹی فاطمہؓ چوری کرے تو اس کا بھی ہاتھ یقیناً کاٹ دوں گا) اللّٰھُمَّ صل علی محمد رسول اللہ و خاتم النبیین امت مسلمہ کو فاروق اعظم امیر المؤمنین صلوات اللہ علیہ کی صریح ہدایت تھی اور یہ ہدایت بھی ان نازک لمحات میں دی تھی جب اپنے رب کے حضور میں جا رہے تھے۔ یعنی جن چھ

Marfat.com

اصحاب کو خلافت کے لئے نامزد کیا ہے اگر وہ متفق نہ ہو سکیں پانچ ایک طرف ہوں اور ایک دوسری طرف تو ایک کو قتل کر دیا جائے، اگر چار ایک طرف ہوں اور دو دوسری طرف ان دو کو قتل کر دیا جائے۔ گویا حضرت فاروقؓ کے نزدیک حضرت عثمانؓ و علیؓ و طلحہؓ و زبیرؓ و سعد بن ابی وقاصؓ و عبدالرحمٰن بن عوفؓ جیسے عظماء امت میں کسی ایک دو کا قتل ہو جانا کوئی اہمیت نہ رکھتا تھا مگر امت کو اختلال سے انتشار سے محفوظ رکھنے کے لئے واجب تھا۔

اس کے بعد بھی امت کے سامنے نظیر موجود تھی۔ اگر متفق علیہ خلیفہ راشد کو ظلماً قتل کر کے باغیوں کی کوشش و حمایت سے کسی شخص کی خلافت کا اعلان کیا جائے اور قاتلین سے قصاص جو شرعاً واجب تھا نہ لیا جائے بلکہ طاقت کے بل پر کاوشیں ڈالی جائیں تو اس شخص کی خلافت تسلیم نہیں کی جائے گی، اگر اپنی خلافت منوانے کے لئے وہ قتال پر آمادہ ہو اس سے قتال کیا جائے گا اگرچہ وہ ابن عم و داماد رسول اللہ علی بن ابی طالبؓ ہی کیوں نہ ہوں، ان نظائر کی اور صریح احکامات شرعیہ کی موجودگی میں یہ تصور قائم کرنا کہ فلاں خروج قائم کرنے والے کا صحابہ کرام نے اس کے نسب کا خیال کر کے ساتھ کیوں نہ دیا اور فلاں خلیفہ جس کی بیعت خلافت صحابہ و تابعین اور جمہور امت بلا جبر و اکراہ کر چکے تھے وہ اس خروج کرنے والے کا مقابلہ کرنے یا کرانے سے فاسق و مرتد ہو گیا کہاں کی دیانت کہاں کا انصاف ہے۔

تاریخی شخصیتیں اور جھوٹی روایتیں

اوائل اسلام کی خانہ جنگیوں و حادثہ کربلا، کے بعد جو گروہ بندیاں سیاسی مقاصد سے وجود میں آئیں مخالف گروہ پر الزام تراشی کی غرض سے جھوٹی روایتیں اور حدیثیں وضع ہونے لگیں۔ صرف دو صدیوں کے اندر رہتیات کا یہ عالم ہوا کہ امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ نے چھ لاکھ حدیثوں و روائتوں کے انبار میں سے جو سولہ برس کی مدت میں انھوں نے فراہم کیا تھا اپنے اصول کے مطابق صرف (۷۶۲۷) منتخب

گیں اور امام مسلم متوفی ۲۶۱ھ نے تین لاکھ میں سے چار ہزار۔ باقی آٹھ لاکھ ترانوے ہزار سے زائد کو وضعی اور غیر معتبر قرار دے کر ترک کر دیا۔ بڑا حصہ ان روایتوں اور حدیثوں کا واضعین نے مخالف گروہ اور ان کے سربرآوردہ اشخاص کی مذمت اور اپنے گروہ اور ممتاز اشخاص کی مدح و منقبت میں تراشا جو متاخرین کے حصہ میں آیا۔ قدیم مصنفین ابو مخنف لوط بن یحییٰ کوفی متوفی ۱۵۷ھ و محمد بن سائب کوفی اسکے بیٹے ہشام کوفی متوفی ۲۰۴ھ اور دوسرے اسی قماش کے مولفین نے تقریباً سو کتابیں خانہ جنگیوں اور مقتل عثمانؓ و مقتل حسینؓ پر لکھیں۔ ابن جریر طبری کا اصل ماخذ زیادہ تر یہی وضعی روایات ہیں، اس طرح اس شر انگیز لٹریچر کی اشاعت ہوئی۔ امام بخاری و یحییٰ بن معین وغیرہ محققین نے احادیث و روایات کے اسناد پر سخت محنت کی مگر اصلی شہادتوں کا تنقیدی جائزہ لینے کی کوئی کوشش نہیں کی، متاخرین آنکھ بند کر کے تضاد و متناقض روایتوں کو خاص کر بنی امیہ کی تنقیص میں نقل در نقل کرتے رہے۔

عموماً کہا جاتا ہے کہ بنی امیہ اسلام سے بے خبر بلکہ دشمن تھے۔ فتح مکہ کے بعد سیاسی قوت کے دباؤ سے مسلمان ہوئے تھے۔ واقعات سے اس غلط الزام کی کامل تردید ہو جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے پہلے تیرہ برس مکہ معظمہ میں تبلیغ دین کی تھی۔ اس عرصہ میں ہاشمی خاندان میں صرف تین اشخاص یعنی دو مرد اور ایک خاتون آبائی مذہب ترک کر کے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے[1] ہاشمی گھرانے کے ان تین اشخاص کے برخلاف بنی امیہ میں سے دس اشخاص نے ابتدائے ظہور اسلام میں دین حقہ قبول کیا تھا، بایں تفصیل:۔

۱- افراد خاندان بنی ہاشم۔ (۱) حضرت حمزہؓ (۲) حضرت جعفرؓ (۳) حضرت

---

[1] حضرت علیؓ کا شمول اس فہرست میں اس لئے نہیں ہو سکتا کہ اوّل تو وہ پانچ برس کے بچے تھے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش میں ہونے کی وجہ سے کفر کی حالت پر کبھی نہ تھے۔ جس کے ترک کرنے کا سوال پیدا ہوتا۔ اور نہ حضرت خدیجہؓ اور نہ ان کی صاحبزادیوں کا۔

Marfat.com

ام الفضل زوجہ عباسؓ۔

۲- افراد خاندان بنی اُمیّہ

(۱) حضرت عثمانؓ (حبشہ و مدینہ کو دو ہجرتیں کیں)

(۲) حضرت ابوحذیفہؓ جو افاضل صحابہ میں سے قدیم الاسلام تھے۔ اور جنگ بدر میں اپنے باپ عتبہ بن ربیعہ سردار لشکر قریش اور اپنے بھائیوں کے خلاف نبرد آزما ہوئے تھے۔

(۳) حضرت خالد بن سعید بن العاص بن امیّہ (قبول اسلام میں تیسرے یا چوتھے یا پانچویں فرد تھے۔ حبشہ و مدینہ کو ہجرتیں کیں۔)

(۴) حضرت عمرو بن سعید اموی (بدری صحابی تھے)

(۵) حضرت عبداللہ الحکم بن سعید اموی (بدر میں لشکر کفار سے جہاد کر کے شہید ہوئے)

(۶) حضرت ابان بن سعید اموی (یوم طائف میں شہید ہوئے)

(۷) ام المؤمنین ام حبیبہ بنت ابوسفیانؓ قدیم الاسلام تھیں حبشہ کو ہجرت کی تھی)

(۸) حضرت سمرہ بن حبیب بن عبد شمس (سابقون الاولون میں سے تھے)

(۹) ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط اموی قدیم الاسلام تھیں)

(۱۰) والدہ عیسیٰ بن کریز اموی (اسلام کی خاطر بڑے دکھ سہے تھے۔

کانت تعذب فی اللہ

یہ حالت و کیفیت تو زمانہ ماقبل ہجرت کی تھی، ہجرت کے بعد اس خاندان کے اور افراد داخلِ اسلام ہوتے گئے (یدخلون فی دین اللہِ افواجًا) اور فتح مکہ سے پہلے حضرت ابوسفیانؓ اور ان سے قبل ان کے صاحبزادگان نے اسلام قبول کیا۔ جنہوں نے کیسی کچھ شاندار خدمات دین و ملت کی انجام دیں۔

بنی اُمیّہ و بنی ہاشم ایک ہی خاندان بنو عبد مناف کی دو شاخیں ہیں، ذیل کا مختصر شجرہ ملاحظہ ہو:-

Marfat.com

عبد مناف

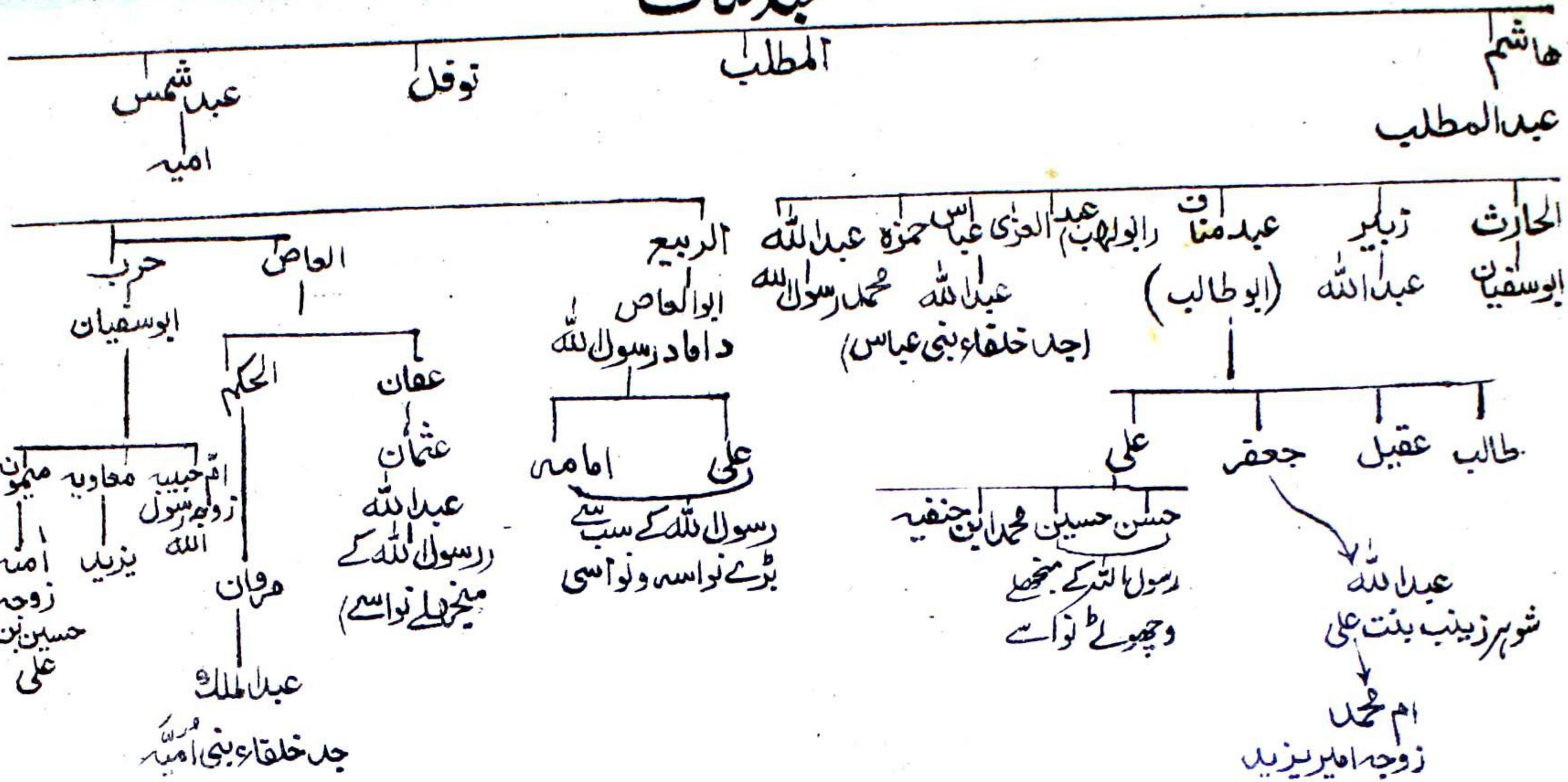

Marfat.com

خاندان نبوت یعنی بنو عبد مناف کی دونوں شاخوں ہاشمی و اموی کے ممتاز تاریخی شخصیتوں کا مختصر حال اس کتاب کے بعض مطالب کی وضاحت کے لئے مناسب اور ضروری ہے جو ذیل میں درج ہے:۔

عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب کے والد ہاشم تو ان کے بچپن میں فوت ہو گئے تھے، چچا المطلب نے یتیم بھتیجے کی پرورش کی، بالغ ہو کر قوت بازو سے سوسائٹی میں اچھی حیثیت پیدا کر لی۔ کئی شادیاں کیں، اولاد میں دس بیٹے اور چھ بیٹیاں تھیں، بیٹوں میں الحارث سب سے بڑے تھے، ان کی نسل کے لوگ زیادہ تر ملک شام میں رہے۔ مقوم عبدالکعبہ (جو لوگ عبدالمطلب کے بارہ بیٹے بتاتے ہیں وہ عبدالکعبہ کو جداگانہ سمجھتے ہیں) قثم، حجل الغیداق ضرار سے نسل نہیں چلی اس لئے مندرجہ بالا شجرہ میں ان کے نام ترک کئے گئے۔ حضرت حمزہؓ کے بھی اولاد دختری تھی۔ عبدالمطلب اور حضرت معاویہؓ کے دادا حرب بن امیہ آپس میں ندیم یعنی بڑے گہرے دوست تھے۔

زبیر بن عبدالمطلب:۔ عبدالمطلب کی وفات کے وقت انکے سات بیٹے زندہ تھے۔ جن میں سب سے بڑے زبیر تھے وہی قریش کے دستور کے مطابق اپنے والد کے جانشین ہوئے اور انہی کو عبدالمطلب نے اپنا وصی بھی کیا تھا۔

والزبیر وکان شاعرًا شریفًا والیہ اوصٰی عبد المطلب (طبقات ابن سعد صـ۷ جلد ۱)	اور زبیر شاعر اور باعزت شخص تھے اور انہی کو عبدالمطلب نے اپنا وصی کیا تھا۔

زبیر و عبد مناف (ابوطالب) اور عبداللہ والد ماجد آنحضرت صلعم یہ تینوں ایک ماں سے سگے بھائی تھے ان میں بڑے زبیر تھے جو اپنے زمانہ میں قبیلہ قریش کے معزز سرداروں میں سے تھے۔

فاما الزبیر بن عبدالمطلب فکان اشراف قریش ووجوھھا۔ (شرح ابن ابی الحدید)	لیکن زبیر بن المطلب تو وہ قریش کے معزز و باوقار سرداروں میں سے تھے۔

Marfat.com

قدیم ترین مورّخ ابو جعفر محمد بن حبیب متوفی ۲۴۵ھ مولف کتاب المحبر نے الحکام من قریش ثم من بنی ھاشم، کے تحت عنوان قریش کے تمام خاندانوں میں سے جو لوگ اپنے وقت میں سردار اور حاکم رہے ان کی فہرست درج کی ہے۔ بنی ہاشم میں سے عبدالمطلب کے بعد زبیر بن عبدالمطلب کے اور زبیر کے بعد ان کے چھوٹے بھائی عبد مناف (ابو طالب) کے اور بنی امیّہ میں سے حرب بن امیّہ اور ان کے بعد ابو سفیان بن حرب کے نام درج کئے ہیں (ص ۱۳۲)

حرب الفجار کی مشہور جنگ میں جب تمام قریشی خاندانوں کے سردار شریک تھے زبیر بن عبدالمطلب ہاشمی خاندان کے سردار کی حیثیت سے موجود تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا کے ساتھ تھے تیر اٹھا اٹھا کر دیتے جاتے تھے اسوقت سن شریف اٹھارہ بیس برس کا تھا یا اس سے زائد تھا۔ اسی طرح "اشراف قریش" کے زیر عنوان یہ بتا کر کہ حرب بن امیہ کے انتقال کے بعد بنو عبد مناف میں جب سرداری کے عہدوں کا بٹوارہ ہوا تفرقت الریاسۃ والشرف فی بنی عبد مناف تو ہاشمی خاندان میں یکے بعد دیگرے یہ لوگ سردار ہوئے۔ الزبیرؓ، عبد مناف (ابو طالب) حمزہؓ والعباسؓ بنو عبدالمطلب (ص ۱۶۵)

زبیر اپنے زمانہ کے بڑے تاجر اور صاحب ثروت شخص تھے ھو من فتیان قریش (کتاب المحبر ص ۱۷۶) یعنی وہ قریش کے بہادر سخی جوانمردوں میں سے تھے) اسی کے ساتھ بڑے رحیم و کریم و انصاف پرور تھے، مظلوموں کی دادرسی کے بعض واقعات کے سلسلہ میں یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ اپنے والد کی حیات میں ایک مظلوم کو جس پر حرب بن امیہ نے سختی کی تھی اپنے گھر لے آئے اور پناہ دی صبح کو اپنے بھائی الغیداق کے ساتھ اس پناہ گیر کو کعبہ میں لے گئے اور حرب بن امیّہ سے اس کا معاملہ طے کرا یا۔ معاملہ نے جب طول کھینچا سب بنو عبدالمطلب زبیر کی مدد کو تیغ بکف موجود رہے۔ وانضم بنو عبد المطلب الی الزبیر وقفوا علی باب ابیھم بایدیھم سیوفھم (شرح ابن ابی الحدید)

Marfat.com

عبدالمطلب کو اپنے اس نیک صفات اور پاکیزہ خصلت فرزند پر فخر و ناز ہونا بجا تھا، مرتے وقت انہی کو جانشین کیا جو اسوقت اپنے سب بھائیوں میں بڑے بھی تھے اور مرفہ الحال بھی۔ زبیر کی رحم دلی اور انصاف پروری کا تاریخی ثبوت حلف الفضول ہے یعنی مظلوموں کی حمایت اور عدل و انصاف کرنے کا وہ معاہدہ و حلف ہے جو قریشی خاندانوں اور قبیلوں میں بنو ہاشم و بنو عبدالمطلب و بنو اسد و بنو تیم و بنو زہرہ نے انہی کی تحریک پر آپس میں عبداللہ بن جدعان کے گھر بیٹھ کر کیا اور کہا تھا کہ ہم مکہ میں کسی پر ظلم نہ ہونے دیں گے خواہ اپنا ہو یا غیر، آزاد ہو یا غلام اسکا حق اسے دلوائیں گے۔ فتحالفوا ان لا یظلم بمکۃ غریب وقریب ولا عبد الا کانوا معہ حتی یاخذوا لہ حقہ ویردوا الیہ مظلمہ من انفسہم ومن غیرھم

(شرح ابن ابی الحدید) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس موقع پر اپنے چچا کے ساتھ موجود رہے اور آپ کا یہ ارشاد منقول ہے کہ آج بھی ایسا کوئی معاہدہ کیا جانے لگے جو میرے چچا نے کیا تھا میں شامل ہونے کو موجود ہوں سن شریف اس وقت آنحضورؐ کا بروایات مختلفہ اٹھارہ برس سے بیس برس کا بتایا گیا ہے۔ ابن ابی الحدید نے پچیس سال کا سن بتایا ہے اور لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یومئذ معھم وھو شاب ابن خمس وعشرین سنۃ بعض نے پندرہ سولہ برس کی عمر بتائی ہے۔ تاریخ میں یہ معاہدہ حلف الفضول[1] سے موسوم ہے۔

---

[1] وجہ تسمیہ کے بارے میں مختلف روایتیں ہیں ایک یہ کہ اس سے پہلے تین سرداروں نے جن کے نام فضیل و فضال اور مفضل تھے اسی قسم کا معاہدہ کیا تھا دوسرے یہ شرکائے معاہدہ نے اپنے اموال کا زائد حصہ یعنی "فضول اموالہم" ضیافت میں صرف کیا تھا وجہ تسمیہ کچھ بھی ہو اس کے محرک و داعی اول زبیر بن عبدالمطلب تھے، واول من دعی الیہ الزبیر بن عبدالمطلب ای عم رسول اللہ صلعم وشقیق۔ ابیہ (سیرۃ الحلبیہ صفحہ ۱۴۴ جلد ۱) کہتے ہیں ولید بن عتبہ بن ابو سفیانؓ اور حسینؓ

زبیرؓ اپنے چھوٹے متونی بھائی عبداللہؓ کی نشانی اور ان کے اکلوتے فرزند حضرت محمدؐ سے غیر معمولی محبت تھی، گودوں میں لئے پھرتے، ہاتھوں پر جھلاتے۔ اور ایک لوری گنگناتے جاتے۔

یقال ان الزبیر بن عبد المطلب	کہتے ہیں کہ زبیر بن عبد المطلب نبی صلعم
کان یرقص النبی صلی اللہ	کو جب وہ چھوٹے بچے تھے جھلایا
علیہ وسلم وھو صغیر ویقول	کرتے تھے اور کہتے جاتے تھے۔
محمد بن ... عبدہ	یہ محمد میرے عبداللہ (کی نشانی ہے)
عشت بعیش النعم فی عز	بڑے عیش و آرام سے جئے اور بڑی
فرع اسنم (الاصابہ صفحہ ۳۳ جلد ۲)	اعلیٰ عزت و توقیر پائے۔

اپنے دادا کے انتقال کے بعد سے آنحضرتؐ اپنے ان ہی چچا زبیر بن عبد المطلب کی کفالت میں رہے، انہوں نے اور انکی زوجہ عاتکہ[1] بنت ابی وہب بن عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم نے اپنے بچوں سے زیادہ محبت و شفقت سے آپکی پرورش کی۔

زبیر بن عبد المطلب کی اولاد میں چار بیٹیاں تھیں صفیہ و ام الزبیر و ضباعہ اور الحکم اور چار ہی بیٹے تھے حجل و ثرہ و الطاہر و عبداللہ۔ یہ عبداللہ بن زبیر بن عبد المطلب عہد رسالت میں جوان تھے، آپ کی وفات کے وقت تیس برس کی عمر تھی۔ آپ کی خدمت میں آتے، آپ ان کو اپنے پہلو میں بٹھاتے بڑی شفقت

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ) بن علیؓ میں کسی معاملہ میں تنازعہ تھا، حضرت حسینؓ نے اسی حلف الفضول کی رو سے معاملہ طے کرانے کے لئے مسجد نبوی میں اعلان کرنے کو فرمایا تھا مگر اس سے پہلے ہی تصفیہ ہو گیا تھا۔

[1] زبیر بن عبد المطلب کی زوجہ عاتکہ جن کو آنحضورؐ نے "میری ماں" فرمایا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی دادی فاطمہ بنت ابی وہب کی حقیقی بھتیجی اور حضرت علیؓ کے بہنوئی یعنی ام ہانی بنت ابو طالب کے شوہر ہبیرہ بن ابی وہب کی حقیقی بہن تھیں۔ (کتاب نسب قریش صفحہ ۳۴۲)

Marfat.com

سے فرماتے کہ یہ میرا بھائی میری ماں کا بیٹا ہے اس کے باپ نے مجھ سے بڑا نیک سلوک کیا تھا۔ انہ ابن امی وکان ابوہ بی برًّا (الاصابہ ایضًا)

زبیر بن عبدالمطلب کی ایک بیٹی حضرت ضباعہ المقداد بن عمرو البہرانی کو بیاہی تھیں، ان کے بیٹے عبداللہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ساتھ طالبان قصاص خون عثمانؓ میں بصرہ گئے تھے اور جنگ میں شہید ہوئے، دوسری حضرت صفیہ رضؓ تھیں جن کو آنحضرت صلعم خیبر کی پیداوار میں سے چالیس وسق دیا کرتے تھے۔ (الاصابہ صہ ۳۴۸ جلد ۴) اسی طرح اپنی تیسری چچیری بہن حضرت ام الزبیرؓ کو آنحضرت صلعم چالیس وسق پیداوار خیبر میں سے دیتے تھے۔ چوتھی حضرت ام الحکمؓ اپنے ہاشمی خاندان میں اپنے ابن عم ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب کو بیاہی گئیں ان کو بھی خیبر کی پیداوار میں سے دیا جاتا تھا اور آنحضور اپنی ان چچیری بہن کے گھر ان سے ملنے تشریف لے جایا کرتے تھے (الاصابہ صہ ۴۴۲ جلد ۴) آنحضور صلعم کی یہ چاروں بہنیں جن کے ساتھ ایک ہی گھر میں آنحضورؐ بچپن اور آغاز شباب تک رہے تھے اسلام لائیں اور صحابیہ تھیں آپ ان سے صلہ رحمی کا سلوک کرتے رہے۔ ام الحکمؓ کے فرزند حضرت عبدالمطلب بن ربیعہؓ کا تذکرہ اس کتاب میں بزمرہ تذکرہ صحابہ ملاحظہ ہو۔ اپنے اس بھانجے کی شادی آنحضور صلعم نے اپنے اہتمام سے اپنے چچیرے بھائی کی بیٹی سے کرائی تھی۔

زبیر بن عبدالمطلب کے چار بیٹوں میں سے حضرت عبداللہؓ کا مختصرًا ذکر آچکا۔ دوسرے بیٹے الطاہر کے بارے میں ابن ابی الحدید نے کہا ہے کہ وہ مکہ کے بڑے ظریف و خوش طبع نوجوانوں میں سے تھے اور جوانی میں فوت ہو گئے تھے، آنحضورؐ نے اپنے اس چچیرے بھائی کے نام پر اپنے ایک صاحبزادہ کا نام طاہر رکھا تھا۔ وبہ سمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابنہ الطاہر (شرح ابن ابی الحدید) اور آنحضورؐ کی پھوپی حضرت صفیہؓ نے اپنے بیٹے زبیر بن العوامؓ کا نام اپنے بھائی زبیر بن عبدالمطلب کے نام پر رکھا اور ان کی کنیت بھی ابوطاہر رکھی جو کچھ مدت تک باقی رہی۔

فکانت صفیۃ بنت عبدالمطلب کنیت اینہا الزبیر بن العوام ایا الطاھر بکنیۃ اخیھا۔ (شرح ابن ابی الحدید) ان حالات سے ظاہر ہے کہ زبیر بن عبدالمطلب اپنی نیک خصلت اور عمدہ صفات کے اعتبار سے اپنے اہل خاندان اور قرابتداروں میں کتنے عزیز و محبوب تھے۔

آنحضرت کی پھوپی حضرت صفیہ رض نے اپنے محبوب بھائی جناب زبیر بن عبدالمطلب کا جو مرثیہ کہا ہے اس سے بخوبی ثابت ہے کہ ہاشمی خاندان کے ان کریم النفس سردار کا وجود کیسا موجب فوز و فلاح تھا۔ فرماتی ہیں۔

بکی زبیر الخیر اذ فات ان	کنت علی ذی کرم باکیہ
تو رو لے نیک ذات زبیر پر	(ان پر رونے سے) یہ بات جاتی رہی
	کہ کسی کریم پر روتی۔
لو نفضۃ الارض ما لتہما	او اصبحت خاشعہ عاریہ
یا زمین کسی (کریم و شریف) کو پھینک	یا زمین کسی کے مرنے پر، بدحال اور
دیتی تو میں ملامت نہ کرتی۔	ننگی ہو جاتی تب بھی میں پروانہ کرتی۔
قد کان فی نفسی ان	اترک الموتی ولا اتبعہم قافیہ
اور میرے جی میں تو یہ بات تھی کہ	میں مرنے والوں کو چھوڑ دوں اور ان کے
	پیچھے کوئی مرثیہ نہ کہوں۔
فلم اطق صبرا علی رزئہ	وجدتہ اقرب اخوانیہ
مگر (زبیر کے) مرنے کو میں کیسے بھول	کیونکہ میں نے اپنے سب بھائیوں میں
جاؤں اس کے مرنے پر صبر نہ کر سکی	(زبیر کو قریب تر پایا)
لو لم اقل من فی قولہ	لفضت العبرۃ اضلاعیہ
اگر میں اپنے منہ سے (اس کے مرثیہ کے)	تو آنسو بہہ بہہ کر میری پسلیوں کو چور
شعر نہ کہتی۔	چور کر دیتے۔

حضرت صفیہ رض نے صرف اپنے ان ہی بھائی کا مرثیہ کہا تھا۔ ابوطالب وغیرہ کسی کی موت پر کوئی مرثیہ نہیں کہا۔

Marfat.com

زبیر بن عبدالمطلب کی وفات کب ہوئی اس بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ اس میں تو سب کا اتفاق ہے کہ حلف الفضول کے کچھ عرصہ بعد فوت ہوئے، ان کے انتقال کے وقت آنحضرت صلعم کا سن شریف سولہ کا تھا یا اٹھارہ بیس کا یا جیسا کہ ابن الحدید نے لکھا ہے کہ: حلف الفضول کے وقت آپ پچیس[۲۵] برس کی عمر کے تھے اس میں البتہ اختلاف ہے، لیکن یہ بات بہرحال ثابت ہے کہ زبیر بن عبدالمطلب کی وفات کے وقت آپ سن بلوغت کو پہنچ گئے تھے۔ اور کسی دوسرے چچا کی کفالت اور پرورش سے مستغنی تھے۔ اور شراکت میں تجارت کرتے تھے۔

عبد مناف (ابو طالب) نام عبد مناف، کنیت بڑے بیٹے طالب کے نام سے ابو طالب تھی۔ خاندانی رواج کے مطابق اپنے بڑے بھائی زبیر کے مرنے کے بعد سردار خاندان ہوئے، مالی حالت بہت کمزور تھی، سادا ابو طالب و فقیر لاھال (شرح ابن ابی الحدید) یعنی ابو طالب جب سردار خاندان ہوئے تھے۔ مال ان کے پاس نہ تھا، ان کے چھوٹے بھائی عباسؓ جو مرفہ الحال اور مالدار تھے سقایہ و رفادہ خاندانی عہدوں کو جن میں ہر سال مال خرچ کرنا پڑتا تھا انجام دیتے تھے مالی کمزوری کے ساتھ ابو طالب کو جسمانی کمزوری بھی تھی۔ قریش کا ذریعہ معاش تجارت تھا جس کے لئے دور دراز ملکوں کا سفر کرنا پڑتا تھا۔ اس زمانہ میں اور عرب جیسے ملک میں جہاں راستے خطرناک تھے، ڈاکوؤں کا ہر وقت خطرہ رہتا تھا، سفر بصوت تنومند اور صحیح الاعضاء اشخاص ہی طویل سفر کر سکتے تھے، وہ بھی جریدہ نہیں تجارتی قافلوں میں۔ ابو طالب ٹانگ کے نقص[۱] کی وجہ سے طویل سفر کی زحمت کیونکہ اٹھا

---

[۱] ابن قتیبہ نے المعارف میں قریش کے مختلف خاندانوں کے صدہا اشخاص کی فہرست جداگانہ عنوانات کے تحت درج کی ہے یعنی جس میں کوئی جسمانی نقص تھا ان کے یکجا لکھے ہیں۔ العرج (لنگڑے) کے سرفہرست ابو طالب عم رسول اللہ کا نام درج ہے (المعارف صـ۲۵۲) جو اس امر کی صاف دلیل ہے کہ ان میں یہ جسمانی نقص تھا۔ ابن قتیبہ نے ابو طالب کی خوشبوؤں کی تجارت کا بھی ذکر کیا ہے جو اپنے گھر بنا

Marfat.com

ہ خوشبوؤں کو اپنے یہاں تیار کراتے اور قریب کے بازاروں میں فروخت کرتے
ھی گندم کی خرید و فروخت کر لیتے لیکن دور کے ملکوں میں جانا اور سال میں دو مر تبہ
م مہینوں سفر میں گزارنے ان کے بس کے نہ تھے۔ یہ حالت انکی اپنے والد عبدالمطلب
ے سامنے سے تھی، شاید یہی وجہ ہو کہ ان کا نام عبدالمطلب کے زمانہ کے واقعات
ے یا زبیر کے حالات کے سلسلہ میں کہیں نہیں ملتا، نہ عہد جاہلیت کے وقائع حرب
ار زبیر کے سلسلہ میں ان حالات کے پیش نظر یہ تصور کہ عبدالمطلب نے مرتے وقت
س بڑے زبیر بیٹے کو اپنا جانشین بنایا تھا جو صفات حسنہ کے اعتبار سے اہل خاندان
عزیز تھا، سوسائٹی میں جس کا بلند مقام تھا اور اپنے بھتیجے حضرت محمدؐ سے جسکو بڑی
س و محبت تھی اس کے بجائے چھوٹے بیٹے عبدمناف (ابوطالب) کو جس کی مالی حالت
ہت کمزور تھی جسمانی معذوری بھی تھی۔ اسوقت تک سوسائٹی میں جس کا کوئی
لند مقام بھی نہ تھا اس کو اپنے یتیم پوتے کی کفالت سپرد کر دی جس سے عبدالمطلب
و ایسی محبت بھی کہ عشق کے درجہ تک پہنچی ہوئی تھی۔ اکثر متقدمین نے اس
سلسلہ میں حسب ذیل باتیں کہی ہیں۔

(۱) عبدالمطلب نے پوتے کی کفالت و پرورش کے لئے زبیر اور عبدمناف (ابوطالب) اپنے دو بیٹوں کے درمیان قرعہ ڈالا جو ابوطالب کے نام نکل آیا۔
فخرجت القرعة لابی طالب اس لئے انھوں نے آنحضور کی پرورش کی۔

(۲) زبیر اور ابوطالب دونوں نے مل کر پرورش کی۔ مات عبدالمطلب
کفله عماه شقيقاً ابيه الزبير وابوطالب۔

(۳) زبیر کی وفات کے بعد ابوطالب نے تنہا پرورش کی اس وقت آنحضرتؐ
کی عمر چودہ برس کی تھی مات عمه الزبير وله من العمر اربع عشرة
سنة فانفرد به ابوطالب (سیرۃ الحلبیہ صفحہ ۱۲۶ جلد ۱)

یہ تینوں باتیں صحیح نہیں۔ پہلی دو تو زبیر بن عبدالمطلب کے مندرجہ بالا حالات کے پیش نظر لائق اعتنا نہیں، عبدالمطلب سے اپنے دونوں بیٹوں کی حالت پوشیدہ نہ تھی۔ قرعہ تو ان میں ڈالا جاتا ہے جن کی حالت ہر اعتبار سے مساوی ہو۔ پھر

دونوں کا مشارکت باہمی سے کفالت کرنا اور بھی مہمل ہے، رہی تیسری کہ زبیر کی وفات
وقت آپ کی عمر چودہ برس کی تھی۔ اس لئے ابو طالب نے بھائی کے مرنے کے
آپ کی کفالت کی۔ زبیر کی وفات حلف الفضول کے کچھ عرصہ بعد ہوئی تھی، ا
حلف الفضول حرب الفجار کے کچھ عرصہ بعد ہوا تھا یہ لڑائی قریش اور قیس کے
قبیلہ میں ہوئی تھی۔ قریش کے سب خاندانوں کے سردار اپنے اہل خاندان کی فوج
لے کر معرکہ میں شریک ہوئے تھے بنی ہاشم کے سردار اور علم بردار زبیر بن
عبدالمطلب تھے۔ آنحضرت صلعم اپنے چچا کے ساتھ تھے۔ امام سہیلی نے تصریح
ہے کہ اس وقت آپ لڑائی کی عمر کو پہنچ چکے تھے۔ جو اٹھارہ بیس برس کی ہو
ہے۔ مگر آپ نے لڑائی میں حصہ نہیں لیا تھا۔ ابو طالب کا نام اس لڑائی کے
سلسلے میں یا کسی اور معرکے کے سلسلے میں شاید ان کی جسمانی کمزوری کیوجہ
نہیں ملتا۔ امام سہیلی فرماتے ہیں۔

وَاِنَّمَا یُقَاتِلُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَعَ اَعْمَامِہٖ فِی الْفِجَارِ وَقَدْ بَلَغَ سِنَّ الْقِتَالِ۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس لڑائی میں اپنے چچوں کی معیت میں حصہ نہیں لیا۔ حالانکہ آپ لڑائی کی عمر کو پہنچ چکے تھے۔

ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ حلف الفضول کے وقت آپ کا سن شریف بیس برس کا تھا۔ بہر حال پچیس برس کا سن تھا یا اٹھارہ بیس برس کا۔ آپ اس سے تھے کہ زبیر بن عبدالمطلب کی وفات کے بعد کسی دوسرے چچا اور رشتہ دار کی کفالت سے مستغنی ہو چکے تھے۔ منشاء الٰہی بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ خالق اکبر نے بر الوجود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام عالم کی رہنمائی ہدایت، عالمگیر دین کی تبلیغ ایک شریعت کبریٰ کی تاسیس کے مقصد عظیم کے لئے فطرت سلیم پر خلق فرمایا قلب مصفّٰی و مزکّٰی کو حکمت بالغہ سے ان تمام اثرات و میلانات اور رجحانات باطلہ پاک صاف رکھنے کا اہتمام کیا جو زمانہ طفولیت و بدو شعور سے ماں باپ بزرگوں کے آغوش محبت و پرورش سے دل و دماغ پر غیر شعوری طور سے مر

بلتے ہیں۔ ولادت با سعادت سے تین ماہ پہلے ہی والد کی وفات ہوگئی، چھ
ں کے تھے کہ آغوش مادر سے جدائی ہوئی، آٹھ برس کی عمر میں مشفق دادا عبدالمطلب
فقت سے محرومی ہوئی۔ پھر جب وہ عمر آئی کہ طبع انسانی قدرتاً غور و تفکر کیجانب
ہوتی ہے شفیق چچا زبیر بن عبدالمطلب سے جدائی کرادی گئی جنہوں نے دادا
جد بڑی محبت سے پرورش و کفالت کی تھی۔ غرض کہ منصب نبوت پر فائز ہونے
بل ہی ان سب عزیزوں بزرگوں سے دائمی جدائی ہو جانا اور کسی ایک کا بھی ان
ے عہد رسالت میں موجود نہ رہنا جنہوں نے زمانہ طفولیت و ایام بلوغت میں
لت و پرورش کی تھی۔ اس حقیقت کا مزید اشارہ ہے کہ اسلام کی عالمگیر دعوت
ی مخصوص خاندان سے وابستگی و محبت کی مکلف ہے اور نہ نبی کریم کے ماسوائے
اور ذات سے نسبی رشتہ اور قرابت لحمی کے بجائے قربت روحانی و رشتہ دینی
ر ترجیح ہے۔ بچپن سے لے کر نبوت کے منصب جلیل و عظیم کی ذمہ داری سپرد
نے تک حالات شاہد ہیں کہ آباؤ اجداد کے معتقدات کے میلانات سے کس
طرح آپ کو محفوظ رکھا گیا، چنانچہ فرمایا گیا۔ ووجدک ضالاً فھدیٰ
و تلاش حق میں سرگرداں پا بار ادہ ہدایت کی رہنمائی آل ابی طالب کے بارے
آپ ہی کا ارشاد باسناد صحیحہ منقول ہے جسے امام ابن تیمیہؒ نے منہاج السنہ
استدلالاً پیش کیا کہ آل ابی طالب ہی میرے دوست و ولی نہیں ہر متقی
ن میرا دوست و ولی ہے۔

عمدۃ الطالب کے شیعہ مؤلف ونساب نے صراحتاً بیان کرتے ہوئے کہ
ر و ابو طالب و عبداللہ والد ماجد آنحضرت صلعم یہ تینوں ماں جائے بھائی
ے۔ لکھا ہے کہ زبیر کی نسل کا ختم ہو جانا ابو طالب اور ان کی اولاد کے لئے
یلت عظیمہ کا موجب ہوا۔ فرماتے ہیں:۔

ذا انقرض الزبیر وھذہ	اور زبیر کی تو نسل ہی ختم ہوگئی اور یہ
یلۃ عظیمۃ اختص بھا ابوطالب	(واقعہ) ابو طالب اور ان کی اولاد کے
ولدہ دون باقی بنی	حق میں بمقابلہ بقیہ اولاد عبدالمطلب

Marfat.com

عبدالمطلب (صہ)

عظیم فضیلت ہے جس سے وہ محروم کئے گئے۔

ان شیعہ مورخ کے نزدیک ابو طالب کے حقیقی بڑے بھائی زبیر کی نسل کو ختم ہو جاتا اگر آل ابی طالب کے فضیلت عظیمہ بھی سمجھی جائے تب بھی عہد رسالت تو یہ فضیلت عظیم نہیں حاصل ہوئی۔ کیونکہ اس زمانہ میں زبیر کی اولاد موجود تھی اس وقت بھی جب ابو طالب کا انتقال ہو گیا اور دنیا میں ان کا وجود بھی باقی نہ زبیر کے بیٹے۔ بیٹیاں سب موجود تھے زبیر ہی کے تو یہ فرزند عبداللہ تھے جنکو آنحضرت ابن اُمّی (میری ماں کا بیٹا) فرماتے ان سے اور ان کی بہنوں سے مشفقانہ سلوک کرتے پھر عہد رسالت کے بعد بھی زبیر کی نسل باقی رہی۔ یہ دوسری بات ہے سیاسیات ملّیہ میں نمایاں حصّہ نہ لینے کے باعث غیر معروف رہی اور اسی بنا پر بعض مصنفین نے ان کا ذکر ترک کر دیا۔ علامہ شبلیؒ کو بھی وضعی روایتوں سے دھوکہ ہوا۔ زبیر کو ابو طالب اور والد ماجد آنحضرت کے ماں جائے بھائی کے زمرہ میں شامل نہ جان کر سیرۃ النبی (صہ ۷۷ ج ۱) میں لکھ دیا کہ "آنحضرتؐ والد اور ابو طالب ماں جائے بھائی تھے اس لئے عبدالمطلب نے آنحضرت کو ابو طالب آغوش تربیت میں دیدیا"[1] علامہ موصوف اگر المعارف ہی ملاحظہ کر لیتے جہ

---

[1] علامہ شبلیؒ حرب فجار کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ "آل ہاشم کے علمبردار زبیر بن عبدالمطل تھے اور اسی صف میں جناب رسول اللہ بھی شریک تھے (صہ ۱۸۱ ایضاً) پھر حلف الفض کی تجویز کے بارے میں کہتے ہیں کہ "زبیر بن عبدالمطلب نے جو رسول اللہ کے چچا خاندان کے سرگروہ تھے۔ یہ تجویز پیش کی" (صہ ۱۸۳ ایضاً) علامہ موصوف زبیر ہاشمی خاندان کا سرگروہ بھی تسلیم کرتے ہیں، حرب فجار میں انہی کو آل ہاشم کا علمبردار لکھتے ہیں، حرب فجار کے علاوہ حلف الفضول میں آنحضرتؐ کے شریک ہونے کو بیان کرتے ہیں، لیکن زبیر کے ابو طالب و عبداللہ کے ماں جائے بھائی ہونے کی چو ان کو تحقیق نہ ہوئی وضعی روایتوں کو باور کر کے لکھ دیا۔ عبدالمطلب نے مر

Marfat.com

مولف علامہ ابن قتیبہ کے بارے میں خود ہی دوسرے موقع پر لکھا ہے کہ یہ نہایت نامور اور مستند مصنف ہے، محدثین بھی اس کے اعتماد کے قائل ہیں۔ (الفاروق صفحہ) تو شاید لفظ "اس لئے یہ استدلال نہ کرتے۔ ابن قتیبہ نے آنحضرت کی دادی فاطمہ بنت عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم کے ذکر میں بیان کیا ہے کہ انکے بطن سے عبدالمطلب کے تین بیٹے ہوئے۔ الزبیر، ابوطالب اور عبداللہ (صفحہ) ابن قتیبہ کے علاوہ نسابین نے جن میں سے بعض کی تالیفات علامہ موصوف کے بعد طبع ہوئیں۔ اسی بات کو لکھا ہے اور اسی حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ یہ تینوں سگے بھائی تھے (کتاب لنسب قریش صفحہ اور دیگر کتب) زبیر سب بڑے تھے وہی اپنے والد کے جانشین ہوئے اور جیسا خود علامہ موصوف نے بھی لکھا ہے وہی اپنے خاندان کے سرگروہ تھے، باپ نے بھی انہی کو وصی کیا تھا۔ انھوں نے ہی آنحضور کی کفالت کی چنانچہ اپنے ان چچا کے ساتھ بیس برس یا اس سے زیادہ عمر تک رہے، حلف الفضول

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) وقت اپنے بیٹے ابوطالب کو آنحضرتؐ کی تربیت سپرد کی ابوطالب نے جس خوبی سے اس فرض کو ادا کیا اس کی تفصیل آگے آتی ہے (صفحہ ۱۷۶) ایضاً) اس طرح کی متعدد غلط باتیں لکھی ہیں۔ مثلاً حضرت عباسؓ کو عبدالمطلب کا سب سے چھوٹا بیٹا لکھتے ہیں۔ حالانکہ سب سے چھوٹے بیٹے حمزہ تھے۔ جن کی والدہ سے عبدالمطلب نے اسی مجلس میں نکاح کیا تھا جس میں اپنے فرزند عبداللہ کا عقد آنحضرتؐ کی والدہ سے کیا تھا۔ عباسؓ تو اس وقت تین برس کی عمر کے تھے۔ شعب بنی ہاشم کو شعب ابی طالب کہتے ہیں حالانکہ یہ صریحاً غلط ہے۔ علامہ موصوف کے لائق شاگرد علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم نے البتہ حاشیہ پر تصحیح ان الفاظ میں کردی ہے کہ "یہ پہاڑ کا ایک درہ تھا جو بنی ہاشم کا موروثی تھا" (صفحہ ۲۴۵)

چونکہ بنی ہاشم کے مقاطعہ کے زمانہ میں ابوطالب خاندان کے سرگروہ تھے اسلئے بعض ناواقفوں نے شعب بنی ہاشم کے بجائے شعب ابی طالب لکھ دیا لیکن علامہ جیسے محقق کو تو صحیح لکھنا چاہیئے تھا۔

کے وقت آپ کی عمر مسعودی نے بیس برس لکھی ہے (التنبیہ والاشراف صفحہ ۲۳) اور ابن ابی الحدید نے پچیس برس کی۔

غنیمت ہے کہ علامہ شبلیؒ نے عیسائی راہب بحیرا کے لغو قصہ کی پرزور تردید کردی ہے[1]۔ اگر اسی کیساتھ ابو طالب کی کفالت کی دیگر موضوع روایتوں کی اسی

---

[1] یہ وضعی داستان بہت مشہور ہے کہ آنحضرتؐ کی کوئی بارہ برس کی عمر تھی کہ اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ ملک شام کے سفر پر گئے بصریٰ کے مقام پر قافلہ پہنچا تو عیسائی راہب بحیرا جو اپنی خانقاہ سے دیکھ رہا تھا کہ ابر قافلہ پر سایہ افگن ہے درخت اور پتھر سب سجدے میں جھک رہے ہیں وہ خانقاہ سے باہر نکلا اہلِ قافلہ کی دعوت کی۔ آنحضرت میں نبوت کی علامتیں دیکھیں، ابو طالب کو مشورہ دیا کہ اس بچہ کو یہودیوں سے بچاؤ۔ عیسائی مصنفین نے اس پر اور حاشیے چڑھائے ہیں اور لکھا ہے کہ:-
آنحضرتؐ نے بحیرا راہب سے نسطوری عیسائیوں کے مذہبی عقائد اخذ کئے تھے۔ اس لغو روایت کی علامہ شبلی نے خوبی کے ساتھ تردید کی ہے۔ محرک اصلی تردید کا عیسائی مؤلفین ہی کی خرافات ہے۔

آنحضرت صلعم ابو طالب کے ساتھ تجارتی سفر میں کس طرح تشریف لے گئے:
کسی عیسائی راہب سے اس طرح ملاقات ہوئی وہ اپنے چچا زبیر بن عبدالمطلب کے ساتھ جو اپنے چھوٹے بھائی ابو طالب کی بہ نسبت بڑے پیمانے پر تجارت کرتے تھے یمن وغیرہ مقامات پر تشریف لے گئے تھے اور تجارتی معاملات سے واقفیت حاصل کی تھی پھر ان کی وفات کے بعد یہ مشغل جاری رہا ـــــ آپ کی امانت و دیانت کی شہرت بھی متعدد اشخاص آپ کے شریک تجارت رہے جن میں سے بعض کا ذکر ضمناً تذکرہ صحابہ کے اوراق میں آیا ہے۔ پھر حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی تجارتی کاروبار میں شرکت ہوئی، ابو طالب کی تجارت تو بہت محدود پیمانہ پر تھی اور وہ بھی مکہ کے قرب و جوار میں۔ یمن کے سفر میں زبیر بن عبدالمطلب کے ساتھ آنحضرتؐ کے تشریف لے جانے کی بھی روایتیں بعض کتب سیر میں ملتی ہیں۔

Marfat.com

ح چھان بین کر لیتے حقیقت منکشف ہو جاتی، وضاعین نے نہایت آب و رنگ
ے ثابت کرنا چاہا ہے کہ ابوطالب کو آنحضرت صلعم سے اس قدر محبت تھی
اپنے ساتھ ہی سلاتے، باہر جاتے تو ساتھ لے جاتے، بلا ان کے کھانا بھی نہ کھاتے
احب سیرۃ الحلبیہ لکھتے ہیں۔

ان ابوطالب مقلا من	ابوطالب کو مال کی ایسی تنگی تھی کہ ان
مالٍ فکان عیالہ اذا اکلوا	کے گھر والے کھانا اگر سب ساتھ کھاتے
بیعًا او فرادی لم یشبعوا	یا جدا جدا کسی کا پیٹ نہ بھرتا لیکن
اذا اکل معھم النبیؐ	جب نبی صلعم کے ساتھ کھاتے تو سب
شبعوا (ص ۱۲۵ جلد ۱)	سیر ہو جاتے۔

اسی طرح کی متعدد روایتیں خرق عادات اور معجزوں کی ابوطالب کی کفالت
ے سلسلے میں بیان کی گئی ہیں۔ پھر کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ وہ یہ سب کچھ تو اپنی
نکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ آنحضورؐ سے ان کو عشق بھی تھا۔ مگر اعلان نبوت کے
جد نہ بھتیجے کا کبھی کلمہ بھرا، نہ اپنے ایمان لائے۔ باوجود آنحضرتؐ کے اصرار کے
ین اسلام قبول کیا۔ نیز یہ واقعہ بھی کچھ کم باعث حیرت نہیں کہ بعثت کے ابتدائی زمانہ
یں جب مشرکین و کفار قریش آنحضورؐ کو طرح طرح ستاتے، جسمانی اذیت پہنچانے
دشمنوں کے نرغے سے بچانے کے لئے نہ کبھی ابوطالب آئے نہ ان کے بیٹوں میں سے
کوئی آیا بچانے کو، پہنچتے تو ابوبکر الصدیقؓ پہنچتے یا چند سال بعد حضرت حمزہؓ کو
ابوجہل کی بدکلامی پر طیش آیا وہ اس سے لڑ پڑے اور اسلام میں شامل ہو گئے
ے ذکر تو کفالت و پرورش کی وضعی روایتوں کے سلسلے میں آ گیا [1]

---

[1] سیرت ابن ہشام میں عبد مناف (ابوطالب) کے نام سے متعدد اشعار بلکہ قصیدہ لامیہ نقل
کیا گیا ہے جسمیں آنحضرت صلعم اور دین اسلام کی ایسی مدح و ثناء ہے جو ایک مسلم ہی
کی زبان سے ادا ہو سکتی ہے، حالانکہ عبد مناف (ابوطالب) نے مرتے دم تک اسلام
قبول نہیں کیا تھا۔ مثلاً ایک شعر میں اللہ تعالےٰ کی نصرت سے (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

ابوطالب نے اپنی بیٹی آنحضورؐ کے نکاح میں دی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کفیل تایا جناب زبیر بن عبدالمطلب کی وفات ہو جانے کے کچھ عرصہ بعد کہ سن شریف بیس یا بائیس برس کا تھا۔ متاہل زندگی کا خیال ہوا سب سے پہلے آپ نے دوسرے

دین حقہ کی فتح و کامیابی کا ان الفاظ میں اظہار کیا ہے:۔

فایدہ رب العباد بنصرہ　　واظہر دیناً حقہ غیر باطل

کتاب سیرت کے اصل مصنف محمد بن اسحٰق نے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ اکثر لوگ جو فن شعر کے ماہر ہیں ابوطالب کا کلام ہونے سے انکار کرتے ہیں، اسی طرح وضعی روایتیں درج کرنے سے بھی احتیاط نہیں کی۔ محمد بن اسحٰق کے دادا یسار بن خیار نسلاً ایرانی تھے سنہ ۱۲ ہجری کے معرکہ عین التمر کے قیدیوں کے زمرہ میں آئے اور قیس بن مخرمہ بن المطلب بن عبد مناف کے غلام ہوئے انہی کے پوتے محمد بن اسحٰق کی سنہ ۸۵ھ میں ولادت مدینہ میں ہوئی، ایرانی خد و خال کے خوبصورت جوان تھے اور جوانی کی مستی میں عشق بازی کرنے لگے، گورنر مدینہ نے کوڑے لگوائے سنہ ۱۱۵ھ میں یہ مدینہ سے نکل کر اسکندریہ چلے گئے، وہاں سے کوفہ والجزیرہ ورے وحیرہ ہوتے ہوئے امیرالمؤمنین ابوجعفر المنصور عباسیؒ کے پاس بغداد پہنچے ان کے صاحبزادے المہدی العباسیؒ کے لئے سیرت میں ضخیم کتاب لکھ کر پیش کی۔ امیرالمؤمنین نے فرمایا اسے مختصر کرو اس میں ایسی روایتیں و حدیثیں جمع کی ہیں کہ "ریلیجس لیڈر" کتاب میں وہ روایت اسی کتاب سے لی گئی جس پر برصغیر ہند کے مسلمانوں میں ہیجان پیدا ہوا تھا۔ ابن نمیر کا قول ہے کہ مجہول لوگوں سے لغو روایتیں بیان کرتے ہیں۔

انہ یحدث عن المجہولین　　یعنی احادیث باطلہ۔ امام مالکؒ ابن اسحٰق کو دجالوں میں کا ایک دجال کہا کرتے تھے (میزان الاعتدال ص۲۱ جلد ۳) بعض نے ان کو ثقہ بھی کہا ہے اور سلیمان التیمی نے کذاب اور اسی طرح ہشام بن عروہ وغیرہ نے دروغ گو بتایا ہے (ایضاً) یحییٰ ابوالقطان نے کہا ہے کہ اشہد ان محمد

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

تایا عبد مناف (ابو طالب) کو ان کی بیٹی ہند کے لئے جو بعد میں ام ہانی کہلائیں، نکاح کا پیام دیا۔ اس وقت ابو طالب کے ماموں کے بیٹے ہبیرہ بن ابی وہب مخزومی کا پیام بھی تھا۔ ابو طالب نے حقیقی بھتیجے کا پیام قبول نہ کیا ماموں کے بیٹے سے نکاح کر دیا۔ متعدد کتب تاریخ و سیر میں یہ واقعہ بیان ہوا ہے، تاریخ طبری و کتاب المجر و الاصابہ وغیرہ کے علاوہ طبقات ابن سعد میں بیان ہے کہ۔

خطب النبی صلی اللہ علیہ و سلم الی ابی طالب ابنتہ ام ھانی فی الجاھلیۃ، خطبھا ھبیرۃ بن ابی وھب بن عمرو بن عائذ بن مخزوم فتزوجھا ھبیرۃ

(طبقات ابن سعد جلد ۲ صہ ۱۵۲ طبع بیروت)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانہ نبوت سے قبل ابو طالب کو ان کی بیٹی ام ہانی سے اپنے نکاح کا پیام دیا تھا اسی کو ہبیرہ بن ابی وہب بن عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم کا پیام بھی تھا۔ ابو طالب نے ہبیرہ کو بیٹی بیاہ دی۔

ابو طالب کے انکار پیام پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضی سے شکوہ کیا۔

فعاتبہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم تزوجت ھبیرۃ وترکتنی،

(الاصابہ جلد ۴ صہ ۵۰۳) اور فرمایا یا عم یعنی چچا تم نے ہبیرہ سے تو بیٹی بیاہ دی اور مجھے یوں ہی چھوڑ دیا۔ ابو طالب کا جواب ان الفاظ میں نقل ہوا ہے کہ بھتیجے ان لوگوں سے تو ہماری قرابتیں پہلے سے ہوتی آئی ہیں اور الکریم یکافی الکریم (اشراف کا میل اشراف سے ہی ہوتا ہے) (تاریخ طبری والاصابہ و طبقات ابن سعد)

یہ واقعہ ہی بین ثبوت ہے کہ عبد مناف (ابو طالب) کے آنحضورؐ کی کفالت کرنے کی روایتیں محض وضعی ہیں۔ ابو طالب کا یہ داماد ہبیرہ زمانہ اسلام میں نبی صلی اللہ علیہ

(باقی حاشیہ گذشتہ صفحہ) ابن اسحاق کذاب (صہ ۲۲) ابو بکر خطیب ابو عمرو الشیبانی کا قول ہے کہ ابن اسحاق اپنے زمانہ کے شعراء سے اشعار لکھواتے اور اپنی کتاب میں داخل کیا کرتے تھے (ایضاً) ابو طالب کی کفالت کی روایتوں کا ماخذ انہی کی کتاب ہے جس سے ابن جریر طبری نے نقل کیا ہے۔

Marfat.com

وسلم شدید مخالف ہوا کہ ہجو یا اشعار کہا کرتا تھا اور ہر غزوہ میں آپ کے مقابل آیا فتح مکہ کے وقت جب کفار کے اور سرغنہ اپنی جانیں بچا کر بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ ہبیرہ بھی اپنی بیوی ام ہانی اور چھوٹے بچوں کو بے سہارا چھوڑ کر نجران کو بھاگ گیا، اسوقت یعنی ۸ھ میں ام ہانی نے شوہر کے یوں بھاگ جانے پر اسلام قبول کر لیا اور اس طرح ہبیرہ اور ام ہانی میں دائمی جدائی ہو گئی۔

ثم فرق الاسلام بین ام ھانی وبین ھبیرۃ۔

(ام ہانی کے) اسلام قبول کرنے سے ان میں اور ہبیرہ میں علیحدگی ہو گئی

(طبقات ابن سعد والاصابہ)

کتاب نسب قریش کے قدیم مصنف نے بھی اس واقعہ کو یوں بیان کیا ہے:۔

مات (ھبیرۃ) کافرًا ھاربًا بنجران وکانت عنہ ام ھانی ابنۃ ابوطالب فاسلمت الفتح وھرب ھبیرۃ من اسلامہ الی نجران حتی مات بھا کافرًا (ص ۳۴۴)

ہبیرہ نجران میں بحالت فراری و کفر مر گیا، ابوطالب کی بیٹی ام ہانی اس کی زوجیت میں تھیں انہوں نے فتح (مکہ) کے وقت اسلام قبول کر لیا اور ہبیرہ اسلام سے فرار کر کے نجران بھاگ گیا اور وہیں بحالتِ کفر مر گیا۔

ام ہانی بنت ابوطالب نے واقعہ معراج سے دس برس بعد اسلام قبول کیا تھا اور زمانہ معراج میں وہ آنحضورؐ کے شدید دشمن کی زوجیت میں بھی تھیں اور آبائی مذہب کی پیرو، وضعی حدیثوں میں سلسلۂ معراج کا ذکر جو کیا گیا ہے محض لغو ہے فتح مکہ کے موقع پر حضرت علیؓ نے اپنی بہن کے اسلام قبول کر لینے پر آنحضورؐ سے عرض کیا کہ ام ہانی شوہر کے فرار ہو جانے سے بے سہارا رہ گئی اور اب اسلام بھی لے آئی ہے، آپ نے پہلے بھی پیام دیا تھا اب اپنے حبالہ عقد میں لے آئیں آپ نے ازراہ ترحم انہیں ظل عاطفت میں لینے کا خیال فرمایا اور نکاح کا پیام دیا۔

فخطبھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی نفسھا فقالت واللہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام ہانی کو اپنے نکاح کا پیام دیا

Marfat.com

ان کنت لاحبك فی الجاھلیۃ فکیف فی الاسلام ولکنی امراءۃ مصبیۃ واکرہ ان یؤذوك۔

طبقات ابن سعد جلد ۲ وکتاب المحبر ص ۳۹۶ والاصابہ جلد ۳ ص ۵۰۳)

ام ہانی نے عرض کیا قسم بخدا۔ جب زمانہ جاہلیت میں آپ سے میں محبت کرتی تھی تو زمانہ اسلام میں اس کا کہنا ہی کیا ہے مگر میں بال بچوں والی عورت ہوں اور اس بات کو پسند نہیں کرتی کہ آپ کی تکلیف کا موجب ہوں۔

آپ نے یہ عذر ان کا قبول کیا۔ ان واقعات سے ان من گھڑت روایتوں کی تکذیب ہو جاتی ہے جو عبد مناف ابو طالب کی کفالت کی آب و تاب سے بیان کی گئی ہیں، جس چچا نے آپ کے نکاح میں بیٹی تک دینا پسند نہ کی وہ آپ کی کفالت کیا کرتا

بڑے بھائی جناب زبیر کی وفات کے بعد خاندانی دستور کے مطابق عبد مناف ابو طالب ہاشمی خاندان کے سرگروہ ہوئے۔ بعثت رسول اللہ صلعم کے زمانہ سے تیرہ چودہ برس پہلے ہوئے اور تقریباً دس سال تک عہد رسالت میں زندہ رہے۔ کفار قریش نے بھی ان پر طرح طرح سے زور ڈالا مگر اپنے بھتیجے (رسول اللہ صلعم) کا ساتھ انہوں نے نہ چھوڑا، خاندان کے سرگروہ کی حیثیت سے اپنے عزیز خاص اور فرد خاندان کی کھلم کھلا حمایت کی۔ مقاطعہ (بائیکاٹ) کے ایام میں ہر طرح کی تکلیف اور شدائد خود بھی برداشت کیں اور سوائے بدبخت ابو لہب کے خاندان کے ہر فرد نے بھی یہ تکلیفیں اٹھائیں۔ حالانکہ اسوقت تک بیشتر ہاشمی مسلمان بھی نہ ہوئے تھے ابو طالب اور ہاشمیوں کی یہ حمایت اور خدمت جو قرابت اور رشتہ کے جذبے سے اور شعار خاندانی کی متابعت میں کی گئی تھی قابل تعریف اور لائق صد توصیف ہے۔

ابو لہب نے البتہ یہ کلنگ کا ٹیکہ اپنے چہرے پر لگا لیا اور حد درجہ مذموم حرکت کا ارتکاب کیا کہ ابو طالب کے مرنے پر چونکہ فرزندان عبد المطلب میں وہی عمر میں سب سے بڑا تھا۔ خاندان کا سرگروہ ہوا پہلے تو آنحضورؐ سے کہا "محمد ان باتوں کو بھول جاؤ اور میں بھی ان سے باز آیا۔ جو ابو طالب کی زندگی میں تمہاری

Marfat.com

مخالفت کیا کرتا تھا، اب خاندان کا سرگروہ ہوں اس لئے حمایت کروں گا اور جیتے جی تمہیں کوئی گزند نہ پہنچنے دوں گا۔ لا یوصل الیک حتی اموت۔

یہ حال دیکھ کر ابوجہل وغیرہ نے بھڑکایا اور کہا کہ تمہارے یہ بھتیجے کہتے ہیں کہ عبدالمطلب تمہارے باپ دوزخ میں ہیں ذرا ان سے تو پوچھ لو، اس کے پوچھنے پر آپ نے فرمایا وہ اپنے باپ دادا کے ساتھ ہیں۔ ابوجہل نے پھر کہا صاف جواب لو آپ نے فرمایا ومن مات علی مثل ما مات علیہ عبد المطلب دخل النار۔

جو کوئی اسی عقیدے پر مرے جس پر عبدالمطلب مرے داخل نار ہوگا۔ اس پر وہ بدبخت اور بھڑک گیا اور قابل نفرین حرکت کی جو کسی قریشی سردار سے ممکن نہ تھی، یعنی خاندانی حمایت و جوار کی شکست کا اعلان کر دیا۔ حالانکہ اپنے خاندان و قبیلہ کے ہر فرد کی حمایت کرنا قریش تو تمغائے شرافت سمجھتے تھے، یہ وہ زمانہ تھا جب آنحضور طائف تشریف لے گئے تھے اور واپس ہو کر کچھ عرصہ بعد ہجرت فرمائی۔ ہجرت کے دوسرے سال بدر کا معرکہ پیش آیا۔ ابولہب خود تو نہ گیا ہاشمی خاندان میں سے بدر کے معرکہ میں حضرت علیؓ کے دو سگے بھائی طالب اور عقیلؓ ان کے چچا عباسؓ بن عبدالمطلب اور دو چچیرے بھائی نوفلؓ و ابوسفیان ابنائے حارث بن عبدالمطلب لشکر قریش میں شریک ہو کر گئے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ شرکت پر مجبور کئے گئے تھے۔ عباسؓ، عقیلؓ و نوفلؓ تو گرفتار ہوئے طالب لڑائی میں مارا گیا۔ مورخین نے حضرت معاویہؓ کے سوتیلے حنظلہ کے بدر میں مارے جانے کو خوب اچھالا ہے، مگر حضرت علیؓ کے سگے بڑے بھائی کے واقعہ کی طرح طرح پردہ پوشی کی ہے۔

مؤلف عمدۃ الطالب فرماتے ہیں کہ طالب کو قریش زبردستی لے گئے تھے، مگر وہ وہاں سے غائب ہو گیا پھر کچھ حال اس کا معلوم نہ ہو سکا فقد فلم یعرف لہ خبر۔ (ص۱۵) —— ساتھ ہی یہ بھی کہا ہے کہ اپنا گھوڑا طالب نے سمندر میں ڈال کر خود کو ڈبو دیا تھا۔ اس قسم کے عذرات کی بھلا کیا ضرورت تھی۔ حضرت علیؓ یا حضرت معاویہؓ کے لئے یہ بات موجب کسی تنقیص کا نہیں ہو سکتی کہ ان کے بھائی یا دوسرے عزیز قریش کے ساتھ بدر میں شریک ہو کر آئے اور لڑے۔ یہ لوگ اسوقت

Marfat.com

مسلمان نہ تھے اپنی قوم و قبیلہ کا انہیں ساتھ دینا پڑا، اگرچہ بہ مجبوری وہ یہ کرامت دیا۔ اسلام کی انقلابی دعوت کو ابتدا میں ایک مختصر سی جماعت نے قبول کیا تھا، اللہ تعالیٰ نے جب کبھی کسی کو ہدایت کی اور حالات و واقعات نے اس کا دل پھیرا دائرۂ اسلام میں داخل ہوتا گیا۔ مگر ہاشمی خاندان کی بعض ممتاز تاریخی شخصیتوں کو حد سے بڑھانے اور اموی خاندان کی ایسی ہی شخصیتوں کو مطعون کرنے کی غرض سے جو روایتیں وقتاً فوقتاً وضع ہوتی رہیں اور مورخین نے اپنے صفحات پر جگہ دی محرک اصلی ان کے وضع ہونے کا خلافت و سیاسی اقتدار حاصل کرنے کے یہ اختلافات تھے جن کا ذکر کیا گیا ہے اور جن کے نتیجہ میں موروثی حق کا نظریہ ظہور میں آیا۔ حتی کہ نبوت و رسالت وصایت و امامت کو بھی بالآخر موروثی بتایا گیا اور کہا گیا یہ مراتب عبدالمطلب کو عطا ہوئے تھے۔ انہوں نے مرتے وقت ابوطالب کے سپرد کئے اور ابوطالب نے نبوت و رسالت کا رتبہ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ م) آنحضرتؐ کو اور وصایت و امامت کا درجہ مولانا علیؑ کو دیا۔" (صفحہ ۶۴ کتاب ہمارے اسماعیلی مذہب کی حقیقت اور اس کا نظام) یہ فقرہ اگرچہ حد درجہ غلو بلکہ اغراق پر مبنی ہے، لیکن جو الفاظ مصنف نہج البلاغہ نے حضرت علیؑ کی زبان سے متعدد خطبات میں کہلوائے ہیں۔ انمیں بھی اسی نظریہ کی جھلک نمایاں ہے جس کا اظہار مندرجہ بالا فقرے میں کیا گیا ہے مثلاً خطبہ ۱۰۵ میں یہ فقرے و الفاظ ملاحظہ ہوں۔

نحن شجرة النبوة ومحط الرسالة ومختلف الملئكة ومعادن العلم وينابيع الحكم۔	ہم نبوت کے شجرہ، رسالت کے اترنے کے مقام، فرشتوں کے آمد و رفت کی جگہ، علم کے کان ہیں۔

موروثی نظریہ خلافت و وصایت کے سلسلہ میں حضرت علیؑ کا نمبر تو بعد میں آتا ہے پہلے تو ان کے والد ماجد آتے ہیں جن کے کفالت و پرورش کرنے کی داستان آب و رنگ کے ساتھ اسی مقصد سے وضع کی گئی۔ لیکن ان حقائق کے پیش نظر کہ انہوں نے کبھی اسلام قبول نہ کیا بحالت کفر انتقال کیا، آنحضرت صلعم نے ان کی تدفین میں شرکت نہ کی، ان کے مختصر سے ترکہ میں سے حضرت علیؑ کو حصہ نہ لینے دیا، یہ ساری داستان

Marfat.com

خود بخود باطل ہو جاتی ہے۔

حضرت علی رضؓ بن ابی طالب

اپنے سگے بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے اور ان بھائیوں کی عمروں میں دس دس سال کا فرق تھا۔ کتب تاریخ وغیرہ میں جہاں اور بہت سی وضعی روایتیں ان کے سن و سال اور وصایت و خلافت کے بارے میں ہیں، ایک روایت یہ بھی ہے کہ نبوت کے ابتدائی زمانہ میں جب سورۃ الشعراء کی یہ آیت نازل ہوئی وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ۔ (یعنی اے رسول) اپنے نزدیک کے خاندان والوں کو (عذاب الٰہی سے) آگاہ (متنبہ کرو) آپ نے قریش کے تمام خاندانوں کو کہ سب ہی سے آپ کی قرابت و رشتہ داری چلی آتی تھی، گو صفا پر چڑھ کر پکارا اور بلایا انذار کیا، عذاب الٰہی سے ڈرایا، آپ کا گمراہ چچا ابولہب اور اس کے ہم خیال برہم ہو کر چلے گئے اس سلسلہ میں یہ بھی بیان ہوا ہے کہ پھر بنو عبدالمطلب کو آپنے مدعو کیا، حضرت علی رضؓ سے دعوت کا انتظام کرنے کو فرمایا، لوگ آئے دعوت میں شریک ہوئے۔ جب سب کھانا کھا چکے آپ نے فرمایا۔

"اے اولاد عبدالمطلب! خدا نے مجھے تمام مخلوق کے لئے مبعوث کیا ہے اور خاص طور سے تمہارے لئے بعثنی الیکم خاصۃ تم میں سے کون ہے جو اس کا اقرار کرے کہ خدا ایک ہے اور میں (محمد) اس کا رسول ہوں اور اس کی تبلیغ میں میری مدد کرے (یعاونی القیام بہ) یہ سن کر سب خاموش رہے کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت علی رضؓ نے کھڑے ہو کر کہا کہ اگرچہ مجھے آشوب چشم ہے، گو میری ٹانگیں پتلی ہیں اور گو میں عمر میں سب سے چھوٹا ہوں مگر آپکا ساتھ میں دونگا کہا گیا ہے کہ تین مرتبہ انہوں نے کھڑے ہو کر یہی کہا اس پر آپ سے یہ الفاظ منسوب کئے گئے ہیں۔ یعنی آپ نے علی رضؓ سے فرمایا۔ فانت اخی ووزیری و وصی ووارثی وخلیفتی من بعدی۔ (یعنی تم میرے بھائی ہو، میرے وزیر ہو، میرے وصی میرے وارث ہو اور میرے بعد میرے خلیفہ ہو) یہ روایتیں سب ہی کتابوں میں ملتی ہیں۔ جو اسی نظریہ وراثت کی ترجمان ہیں۔ ابن جریر طبری نے اپنی

Marfat.com

تاریخ اور تفسیر دونوں میں اس وضعی روایت کو بہ تغیر الفاظ لکھا ہے اور ابو مریم عبد الغفار بن قاسم انصاری و منہال بن عمرو کی سندوں سے درج کیا ہے - اول الذکر ابو مریم کے متعلق امام ذہبی نے میزان الاعتدال (ص۴۲۱ جلد۲) میں بتایا ہے کہ وہ رافضی تھا اور ناقابل اعتبار المدائنی کہتے ہیں کہ حدیثیں گھڑا کرتا تھا اور "رؤس الشیعہ" میں سے تھا - ابو داؤد کہتے ہیں کہ میں اس کی شہادت دیتا ہوں کہ ابو مریم کذاب تھا اسی طرح منہال بن عمرو کو بجوزجانی نے ضعفاء میں شامل کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ بدمذہب تھا (ایضاً) امام ابن تیمیہ نے اس روایت کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ جھوٹی اور موضوع روایت ہے مگر اس موضوع روایت کو علامہ شبلیؒ نے سیرۃ النبی میں درج کرتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے "قریش کے لئے یہ ایک حیرت انگیز منظر تھا کہ دو شخص (جن میں سے ایک سیزدہ (۱۶) سالہ نوجوان ہے) دنیا کی قسمت کا فیصلہ کر رہے ہیں"، علامہ موصوف نے اس واقعہ کو سنہ ۳ نبوی کا بتایا ہے (صفحہ ۲۱) اس وقت حضرت علیؓ کو سیزدہ (۱۶) سالہ نوجوان کہا ہے بالفاظ دیگر بعثت رسول کے وقت انکی عمر تیرہ (۱۳) سال قرار دی ہے، لیکن یہ کسی طرح بھی صحیح نہیں، اس زمانہ میں انکی عمر پانچ برس سے زیادہ نہ تھی جیسا امور ذیل سے ثابت ہے -

(۱) جنگ بدر رمضان سنہ ۲ ھ میں ہوئی اور یہی پہلی جنگ تھی جس میں حضرت علیؓ کو ابتداءً تیغ زنی کا موقع ملا تھا خود ہی فرماتے ہیں لقد هضت فيها وما بلغت العشرين (میں ہنوز پورے بیس برس کا بھی نہ تھا جو اس میں (جنگ بدر) میں لڑنے کو اٹھ کھڑا ہوا تھا) (خطبہ ۲۶ نہج البلاغہ و کامل المبرد و عقد الفرید وغیرہ) دیگر کتب میں صراحتاً بیان ہوا ہے کہ بدر میں جب حضرت علیؓ کو جھنڈا عطا ہوا تھا انکی عمر بیس برس کی تھی، سیرۃ الحلبیہ میں ابن عباسؓ کا قول نقل ہوا ہے کہ بدر میں علیؓ کی عمر بیس سال کی تھی نیز خطیب بغدادی لکھتے ہیں :- شهد علي بدرًا وهو ابن عشرين سنة وشهد الفتح وهو ابن ثمان وعشرين سنة (تاریخ خطیب بغدادی ص۱۳۸ جلد۱)

یعنی علیؓ جنگ بدر میں شریک ہوئے تو وہ بیس برس کے تھے اور فتح مکہ کے زمانہ

Marfat.com

میں اٹھائیس برس کے تھے۔ اس حساب سے ہجرت کے وقت اٹھارہ سال کے تھے
بعثت نبوی کے زمانہ میں پانچ سال کے۔ یعنی ۱۸ - ۱۳ = ۵ -

(۲) حضرت فاطمہؓ سے ان کا نکاح مشہور روایت کے مطابق جنگ بدر
بعد ہوا۔ اس وقت ان کی عمر بیس سال کی تھی اور دوسری زیادہ معتبر روا
سے جنگ احد ۳ھ کے بعد ہوا تھا۔ اس وقت وہ اکیس برس کے تھے انکح
رسول اللہ علیًا بعد واقعہ احد وسن علی یومئذ احدی وعشرین سنۃ وخمسۃ اشہ
(حاشیہ صحیح بخاری ص۵۳۲ مطبوعہ اصح المطابع دہلی) یعنی رسول اللہ صلعم نے ان ک
(فاطمہؓ) کا نکاح علیؓ سے بعد واقعہ احد کیا۔ اسوقت علیؓ کا سن اکیس برس پا
ماہ کا تھا اس اعتبار سے بھی ہجرت کے وقت وہ اٹھارہ برس کے ہوئے ا
بعثت رسول کے زمانہ میں پانچ سال کے۔

(۳) ابو طالب بڑی عسرت سے زندگی بسر کرتے تھے۔ نبوت کے دسویں سا
جب قحط پڑ گیا معاشی حالت ان کی اور خراب ہو گئی، بڑے دو بیٹے طالب و عقی
تو ۳۶ ر ۲۶ برس کے خود کفیل تھے، چھوٹے دونوں بیٹوں جعفر و علی کی پرور
کا بار البتہ ان پر تھا۔ جن کی عمریں علی الترتیب سولہ اور چھ برس کی تھیں آنحض
نے اپنے دوسرے چچا حضرت عباسؓ کو ابو طالب کی اعانت پر متوجہ کیا اور فرما
ان کے دونوں چھوٹے بیٹوں کی پرورش کا بار ہم خود اٹھالیں۔ چنانچہ حضرت عباسؓ
جعفر کو اپنی پرورش میں لے لیا اور آنحضرت صلعم نے علی کو۔ اب دیکھئے کہ حضرت
کی عمر اسوقت اگر تیرہ چودہ برس کی ہو جیسا کہ علامہ شبلیؒ نے قرار دی ہے تو حضرت
جعفرؓ کی عمر لامحالہ تیئس ۲۳ چوبیس ۲۴ برس کی قرار پائے گی، اس عمر کا جوان شخص خود کف
ہوتا ہے قابل پرورش نہیں ہوتا۔ جن لوگوں نے حضرت علیؓ کی عمر کو اس مقصد
بڑھا کر پیش کیا ہے کہ انہیں اسلام قبول کرنے میں پہلا یا دوسرا قرار دے لیں
انہوں نے اس قباحت کا خیال نہیں کیا کہ جس نسبت سے انکی عمر بڑھائی جائیگی
اسی نسبت سے ان کے بڑے بھائی کی عمر میں اضافہ کرنا پڑیگا، پھر ان کی پرورش کا
کوئی مسئلہ ہی باقی نہیں رہتا۔ حالانکہ یہ واقعہ ہے کہ وہ اپنے چچا کی پرورش میں

Marfat.com

اس اعتبار سے بھی حضرت علیؓ بعثت نبوی کے وقت پانچ برس ہی کی عمر کے ہوتے ہیں اور فی الاصل تھے بھی۔

(۴) حضرت جعفرؓ نے غزوہ موتہ (جمادی الثانی ۸ھ میں شہادت پائی۔ سن اس وقت چونتیس پینتیس برس کا تھا۔ انہی کی اولاد میں علی بن عبداللہ بن جعفر بن ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن جعفرؓ کا قول مقاتل الطالبین کے شیعہ مؤلف نے بھی نقل کیا کہ قتل جعفر وھو ابن ثلاث او اربع وثلاثین سنۃ (ص۱۴) یعنی جعفر جس وقت قتل ہوئے وہ تینتیس چونتیس برس کے تھے۔ ۸ھ میں جب چونتیس برس کے تھے تو ہجرت کے وقت چھبیس ۲۶ ستائیس برس کے ہوئے اور بعثت نبوی کے زمانہ میں چودہ پندرہ برس کے اور ان سے دس برس چھوٹے (علیؓ) وہی چار پانچ برس کے[1]

(۵) حضرت علیؓ رمضان ۴۰ھ میں شہید ہوئے تھے اس وقت وہ (۵۸) برس کے تھے۔ جناب جعفر بن محمدؒ (الباقر) سے کسی نے پوچھا کم کان لعلیؓ یوم قتل؟ قال ثمان وخمسین (تاریخ خطیب بغدادی ص۱۳۸ جلد ۱) یعنی قتل کے دن علیؓ کی کیا عمر تھی؟ کہا ۵۸ برس کی۔ اس حساب سے بھی بوقت ہجرت ۱۸ سال کے اور بزمانہ بعثت نبوی پانچ سال کے تھے۔

---

[1] مقاتل الطالبین کے شیعہ مولف نے اس پر یہ ریمارک کیا ہے کہ علیؓ کی عمر نبی صلعم کے مبعوث ہونے کے زمانہ میں زیادہ سے زیادہ (۱۵) سال کی اور کم سے کم ۱۰ برس کی بیان کی گئی ہے اس لئے یہ قول کہ شہادت کے وقت جعفر ۳۲-۳۴ برس کے تھے صحیح نہیں، ابن عبدالبر نے (ص۴۱) بیان کی ہے۔ ۱۵-۱۳-۱۱-۹-۸-۷-۵ سال کے مختلف اقوال خود اس بات کی بیّن دلیل ہیں کہ عمر کا تعین حقیقت پسندی سے نہیں بلکہ اس مقصد کے پیش نظر کیا گیا ہے کہ یہ فضیلت بھی ان کی ثابت ہو سکے کہ اسلام لانے میں وہی پہلے یا دوسرے شخص تھے وہی وصی تھے اور وہی جانشین ہوئے۔ دوسروں نے ان کا حق غصب کیا۔

اور بالفرض یہ ثابت بھی ہو جائے کہ بعثت نبوی کے وقت علیؓ کی عمر برس سے زیادہ یعنی سات یا آٹھ یا نو یا دس برس کی تھی تو بقول علامہ ابن حزم "دس برس والے کا اسلام و دعوت اسلام ایسا ہی ہے جیسے انسان کا اپنے چھوٹے بچے کو دین کا خوگر بنانا کہ نہ تو ان کو کچھ نفع ہے نہ اسکے انکار سے کوئی گناہ، اگر اس معاملہ کو اس قول کے مطابق اختیار کیا جائے جس میں کہا ہے کہ علیؓ کی وفات اٹھاون برس کی عمر میں ہوئی تو پھر وہ نبی صلعم کی بعثت کے وقت پانچ ہی برس کے تھے۔ علیؓ حد تکلیف و حد بلوغ کو نبی صلعم کے زمانہ بعثت کے چند سال بعد پہنچے جب کہ بہت سے صحابہ مرد و عورت اسلام لا چکے تھے۔ علیؓ کا بت پرستی نہ کرنا ہم نے اور ہمارے ان بچوں نے جو اسلام میں پیدا ہوئے۔ کبھی بت پرستی نہیں کی، لیکن عمار و مقداد و سلمان و ابوذر و حمزہ و جعفرؓ نے بت پرستی کی، کیا تمہاری رائے میں ہم لوگ اس سبب سے ان حضرات سے معاذ اللہ افضل ہیں اس کا تو کوئی مسلم بھی قائل نہیں۔ (الملل والنحل صـ۱۰۸ ج ۳) اردو ترجمہ۔

غرضیکہ مندرجہ بالا تصریحات سے بخوبی ثابت ہے کہ ہجرت سے دو ایک سال پہلے حضرت علیؓ اس سن و سال کے ہوئے یعنی پندرہ سولہ برس کے کہ تعلیمات دین سے بہرہ مند ہو سکے۔ بعثت نبوی کے بعد سے اس دس بارہ برس کے عرصہ میں ان سے بہت پہلے بہت سے صحابہ نے بہرہ وافر حاصل کیا تو پھر باب مدینۃ العلم کی وضعی حدیث اور اس قول کی کیا حقیقت باقی رہتی ہے جو مصنف نہج البلاغہ نے ان سے منسوب کیا ہے۔

نحن الشعار والاصحاب و الخزانۃ والابواب ولاتوتی البیوت الا من ابوابھا فمن اتاھا من غیر ابوابھا سمی سارقا	ہم (رسول اللہ کے) خصائل ہیں ان کے اصحاب ہیں (اسرار پیغمبر) کے خزانے ہیں (مکان علم) کے دروازے ہیں (در) کے بغیر مکان میں دوسری طرف سے داخل ہونا جائز نہیں جو شخص غیر دروازے سے داخل ہوگا وہ چور کہلائیگا۔

(خطبہ نمبر ۱۰۵)

Marfat.com

مصری فاضل احمد امین نے اپنی تالیف فجر الاسلام میں حضرت علی رضؓ کی شخصیت پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انکی تصویر کشی سخت دشوار ہے۔ کیونکہ مبالغات واکاذیب کا وہ انبار لگا دیا ہے کہ مورخ حیرت زدہ رہ جاتا ہے۔ دخلها من المبالغات والاکاذیب فاوقف المورخ حائرا (ص۱۴۸) بقول پروفیسر لکلسن و محقق لامن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ایک تخلیقی شخصیت اصلی شخصیت پر قائم کرنے کی کوشش کی گئی ہے، ولادت کے بارے میں عجیب عجیب باتیں کہی گئی ہیں، ملا باقر مجلسی نے ایک عیسائی راہب مشرم کا وضعی قصہ لکھا ہے کہ ابو طالب سے اپنی ملاقات میں اس نے کہا تمہارے صلب سے ایک بیٹا ہوگا جو "ولی خدا و پیشوائے متقیاں و وصی رسول پروردگار عالمیان" ہوگا۔ ابو طالب نے برہان و دلیل کے لئے اس سے بہشت کا طعام طلب کیا، راہب نے دعا مانگی، رطب و انگور و انار بہشت کا خوان آگیا، ابو طالب نے انار بہشتی کھایا اس سے نطفہ مبارک رحم مادر میں قائم ہوا (جلاء العیون ص۱۸۶) اور بھی اسی طرح کی روایتیں ہیں کسی میں کہا ہے کہ دونوں میاں بیوی نے بہشت کی کھجوریں کھائیں ان سے نطفہ قرار پایا اور نطفہ قرار پاتے ہی "از مہابت آنحضرت زمین بحرکت آمد" اور کعبہ کے بت گر پڑے حالانکہ متعدد کتب مقاتل الطالبین و شرح ابن ابی الحدید وغیرہ میں صراحتاً بیان ہے کہ ولادت علی رضؓ کے وقت انکے والد موجود نہ تھے، والدہ علی رضؓ فاطمہ بنت اسد نے نومولود کے نانا کے نام پر اسد نام رکھدیا ابو طالب کو یہ نام پسند نہ ہوا۔ انہوں نے علی رکھا۔ شیعہ مولف عمدۃ الطالب فرماتے ہیں:۔ ومن هاهنا سمی امیر المؤمنین علیؑ حیدرۃ من اسماء الاسد۔ یعنی اس وجہ سے امیر المؤمنین علیؑ کو حیدر کہنے لگے کیونکہ اسد یعنی شیر کے ناموں میں سے ایک نام حیدرہ بھی ہے۔ بس اتنی سی بات پر کیا کیا حاشئے چڑھا دیئے گئے۔ اسد سے اسد اللہ الغالب و حیدر و شیر خدا نام و لقب دے لئے۔ ملا باقر مجلسی نے تو یہ قصہ بھی تصنیف فرما دیا ہے کہ طائف کے راستہ میں ابو طالب کو ایک شیر ملا جو انہیں دیکھ کر دم ہلانے اور سر اپنا خاک پر ملنے لگا۔ وجہ پوچھنے پر قدرت الٰہی سے گویا ہوا اور کہنے لگا۔

Marfat.com

تو ئی پدر شیر خدا و یاری کنندۂ پیغمبر خدا و تربیت کنندہ او پس دراں روز محبت حضرت رسالت در دل ابو طالب جا کرد و ایمان آورد۔

(جلاء العیون صفحہ ۱۹۴ مطبوعہ تہران ۱۳۳۴ھ)

تم ہی شیر خدا کے باپ ہو، پیغمبر خدا کی یاری کرنیوالے اور تربیت کرنیوالے ہو۔ پس اسی دن سے رسول اللہ کی محبت نے ابو طالب کے دل میں جگہ کر لی اور ایمان لے آئے۔

اس مہمل روایت پر گفتگو ہی کیا ہو۔ دروغ گو را حافظہ نباشد۔ بات تو کرتا ہے۔ بعثت رسول سے چند سال پہلے کی اور کہتا ہے کہ قبل نبوت ہی ابو طالب ایمان لے آئے

خانۂ کعبہ میں تولد

اس کے متعلق بھی عجیب و غریب روایتیں ہیں، مُلّا باقر مجلسی کی جلاء العیون کے علاوہ THE EARLY[1] HISTORY OF ISLAM (اسلام کی ابتدائی تاریخ) میں بھی ہیں میسٹر ہولسٹر ایم۔ اے نے اپنی تالیف "شیعیان ہند[2]" میں اس سے اقتباسات لئے ہیں۔ نیز بعض دیگر کتب خصوصاً حمایت حیدری میں جو منظوم ہے اور جو "فخر المحققین سلطان العلماء وحید العصر والاوان مجتہد العصر والزمان جناب آقا سید محمد بالقابہ" کی تصحیح سے نوابان اودھ کے سرکاری مطبع میں ۱۲۶۷ھ میں طبع ہوئی تھی یہ انوکھی روایت آب و رنگ سے بیان کی گئی ہے، کہ والدہ علیؑ کو ابو طالب نے ایام حمل میں حضرت محمدؐ کی غیر معمولی تعظیم کرتے دیکھا، وجہ پوچھنے پر بتایا کہ یہ جو میرے پیٹ میں ہے مجھے ایسا بے قرار کر دیتا ہے کہ بے اختیار تعظیم کو کھڑی ہو جاتی ہوں۔ ابو طالب نے یہ سن کر دوسرے دن اپنے چھوٹے بھائی حمزہؓ کو جو پہلوانان حجاز میں ممتاز تھے بلا لیا۔ اور آنحضرت کی تشریف آوری سے ذرا پہلے بیوی کو درمیان میں بٹھایا، ایک طرف خود بیٹھے دوسری جانب حمزہ کو بٹھایا پھر دونوں

---

[1] مولفہ صفدر حسین مطبوعہ انگلش پرنٹنگ پریس لکھنؤ سنہ ۱۹۳۳ء

[2] مطبوعہ لندن سنہ ۱۹۵۳ء۔

والدہ علیؓ کے بازو مضبوط پکڑ لئے مگر جوں ہی آنحضرت نے قدم گھر میں رکھا لڑکے نے اپنے بازوؤں کو اس زور سے جھٹکا دیا کہ دونوں زور آزما دیکھتے کے دیکھتے گئے اور وہ تعظیم کو اٹھ کھڑی ہوئیں۔

فتاد چشمش بر آن نور پاک — بہ بے تابی جست از روئے خاک
ان ہر دو زور ے تن نام جو — نیامد میسر دمے ضبط او
ان داد بازو بر پائے خواست — بہ تعظیم سید باستاد راست

(جملہ حیدری صفحہ ۳۲۳)

یہ اور عجیب تر بات سنئے کہ شکم مادر ہی سے جنین نے سلام کا جواب دیا۔

بفرمود از روئے مہر و ولا — سلامٌ علیک! اے برادر مرا
بر آمد از شکم این ندا — علیک السلام! اے رسولِ خدا

(ایضاً)

ملّا صاحب نے اسی ضمن میں حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب سے گویا ان کا یہ چشم دید واقعہ منسوب کیا ہے کہ "فاطمہ بنت اسد (والدہ علیؓ) بمسجد در آمد (مسجد سے مراد خانہ کعبہ ہے جو اس زمانہ بت خانہ تھا۔م) و او را دردِ زائیدن گرفتہ بود (صفحہ ۱۹) یعنی دردِ زہ شروع تھا کہ خانہ کعبہ کے پاس کھڑے ہو کر آسمان کی جانب نظر اٹھائی اور کہنے لگیں۔"

"اے خدا تجھ پر اور تیرے ہر پیغمبر و رسول اور ہر کتاب پر جو تو نے نازل کی ہے میں ایمان رکھتی ہوں، یہ جو بچہ میرے پیٹ میں ہے اور مجھ سے باتیں کرتا ہے میں یقین سے جانتی ہوں کہ تیری عظمت و جلال کی نشانیوں میں سے یہ ایک نشانی ہے اس کی ولادت مجھ پر آسان کر دے۔"

دوسری روایت میں ہے کہ دیوار کعبہ سے جب پیٹ ملنا شروع کیا دیوار یکایک شق ہو گئی، دروازہ نمودار ہوا اور غیب سے آواز آئی۔ اے مادر افضل وصیا اندر آؤ۔ اور بچہ جنو۔

کہ دیوار از حکم ربّ مجید — بشد شق و آمد درے زاں پدید

Marfat.com

ندائے بگوش آمدش ارسما — کہ اے مادرِ افضلِ اوصیا
درون آ و درخانۂ مابزائے — سنر دمولدِ آں ولدایں سرائے
درول رفت بانو بحکم الٰہ — تولد درونِ حرم یافت شاہ

کتاب المجبر کے قدیم ترین مؤلف مسلگا تفضیلیہ تھے وہ بھی الحکیم رضؓ بن حزام کی والدہ کے خانہ کعبہ میں آنے اور دردزہ شروع ہوکر وہیں بچہ جننے کا ذکر کرتے ہیں والدہ علیؓ کے واقعہ کا ذکر نہیں کرتے۔

الحکیم بن حزام ولد فی الکعبۃ وذلک ان امہ دخلت الکعبۃ وھی حامل بہ فضربہا المخاض فیہا ولدت ھناک (کتاب المجبر صـ۱۷۶)

حکیم بن حزام کعبہ میں پیدا ہوئے اس کا سبب یہ ہوا کہ انکی ماں کعبہ میں داخل ہوئیں۔ بچہ پیٹ میں تھا انہیں وہیں دردزہ شروع ہوگیا پس وہیں بچہ جن دیا۔

حکیمؓ بن حزام حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے اور صحابی تھے، یہ واقعہ عہد جاہلیت کا اور ولادت علیؓ سے چالیس برس پہلے کا ہے، خانہ کعبہ کو کفار نے بت خانہ بنا رکھا تھا عورت مرد سب ہی بتوں کی پوجا کو آتے تھے عرب کا تو ذکر ہی کیا دنیا میں کہیں بھی میٹرنٹی ہوم کا وجود نہ تھا۔ بت پر جننے والی حاملہ عورتوں کا محض بچہ جننے کو نہیں بلکہ وضع حمل کی تکالیف کے آسان ہونے کی منتیں چڑھانے کو کعبہ میں آنا قرین قیاس ہے۔ عبد مناف ابو طالب کی زوجہ کا کعبہ میں بچہ جننے کی روایت اگر کسی درجے میں مان لی جائے تو ظاہر ہے کہ اسوقت خانہ کعبہ بت خانہ تھا تو کیا بت کی پوجا کو وہاں داخل ہوئیں اور بچہ جن دیا؟۔

اس سلسلہ میں یہ تصریحات بھی جلاء العیون وغیرہ میں ہیں کہ والدہ علیؓ تین دن تک خانہ کعبہ میں رہیں اور میوہ ہا و طعامہائے بہشت، تناول کرتی رہیں چوتھے دن دروازہ کھلا ساتھ ہی ندا آئی کہ:۔

"اے فاطمہ! ہم نے اپنے اسم مقدس سے انتقاق کرکے نومولود کا نام علی رکھا ہے اور آداب خجستہ سے بچہ کی تادیب کی ہے" وامور خود را باو تفویض

نمودہ ام و اورا بر علوم پنہانِ خود مطلع کردہ ام (ص۱۹۱) دوسری روایت میں ہے کہ نومولود کو گھر لے جا رہے تھے کہ یکایک ایک لوح سبز زمین سے پیدا ہوئی جس پر اس مضمون کے چند شعر کندہ تھے کہ ہم نے اس نومولود کا نام اپنے نام پر رکھا ہے ابوطالب نے اس لوح کو کعبہ میں لٹکا دیا جو ہشام بن عبدالملکؒ کے زمانہ تک آویزاں رہی۔ (ص۱۹۵) نیز بیان ہوا ہے کہ نومولود نے اپنے باپ کو اور آنحضرت کو سلام کیا آپ نے دہان مبارک بچے کے منہ میں دے دیا جس سے بارہ چشمے بچے کے منہ میں جاری ہو گئے "دوازدہ چشمہ از زبان معجز نشاں آں حضرت در دہان امیرالمومنین جاری شد" (ایضاً) لکھا ہے کہ اس سبب سے اس دن کا نام ترویہ پڑ گیا دوسرے دن نومولود نے آپ کو پہچان لیا اس بناء پر اس دن کا نام عرفہ پڑ گیا۔ دسویں ذی الحجہ کو ابوطالب نے تین سو اونٹوں اور ہزار "گوسفند و گاؤ" کی قربانی کر کے اہلِ مکہ کی ضیافت کی اور خوشی منائی اس لئے اس دن کا نام نحر ہوا۔ اور "آں روز را عید گردانید" قوتِ جسمانی کے مزید ثبوت کا اظہار بھی اس پیرایہ میں کیا گیا ہے کہ نومولود کو کپڑے میں لپیٹا جاتا کپڑا پھاڑ ڈالتا۔ چھ مرتبہ "جامہ دیبا محکم کو پھاڑا پھر مضبوط چمڑا اوپر سے لپیٹا گیا" باز آں شیر خدا بہ قوت ربانی ہمہ از ہم درید" (ص۱۹۲) یہ اور اسی طرح کے مبالغات جو واقعات کے مشاہدات کے اور برہان عقلی کے سراسر خلاف ہیں جس مقصد سے کئے گئے ہیں تشریح طلب نہیں عیاں ہے اور عیاں را چہ بیاں اپنے اور بھائی بہنوں کی طرح حضرت علیؓ کی ولادت بھی آبائی مکان اور خانہ پدر میں ہوئی، باپ کی عدم موجودگی میں ماں نے نومولود کے نانا اسد بن ہاشم کے نام پر اسد نام رکھ دیا۔ ابوطالب نے آکر بدل دیا۔ ابن ابی الحدید نے ابن قتیبہ کے حوالہ سے یہ لکھا ہے جس کا اشارہ اوپر گذر چکا کہ۔

کانت ام علی سمتہ وابوطالب غائب حین ولدتہ اسدًا باسم ابیہا اسد بن ھاشم بن عبد مناف فلما قدم ابوطالب غیر اسمہ	علی کی والدہ نے اپنے باپ اسد بن ہاشم بن عبد مناف کے نام پر انکا نام رکھا۔ کیونکہ ان کی ولادت کے وقت ابوطالب موجود نہ تھے جب ابوطالب

وسماہ علیاً وحیدرۃ اسم من اسماء الاسد (شرح ابن ابی الحدید ص ۳۶۲ جلد ۴ نیز مقاتل الطالبین وغیرہ)

آئے انہوں نے ان کا نام بدل کر علی رکھا اور حیدر (اسد (شیر) کے ناموں سے ہے۔

واقعہ تو محض اسی قدر تھا، بے تکی عقیدت اور سیاسی مصلحت نے طرح طرح کے حاشئے چڑھا دئیے، اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا۔ اوپر ذکر ہو چکا کہ حضرت علیؓ بچپن میں اپنے والدین کی ناداری کی وجہ سے آنحضرت صلعم کے یہاں پرورش پاتے تھے پھر یہ خصوصیت بھی کچھ انہی کی نہ تھی۔ آپ کی سوتیلی اولاد یعنی حضرت خدیجہؓ کے پہلے شوہر کے بچے نیز زید بن حارثہ جنکو آپ نے متبنی کیا تھا اور زید بن محمدؐ کہلاتے تھے آپ کی پرورش میں تھے، بعد میں حضرت ام سلمہؓ اور حضرت جعفرؓ کی اولاد نے بھی پرورش پائی مگر نہج البلاغہ کے مصنف نے خطبہ نمبر ۲۱۲ جس کا نام القاصعۃ رکھا ہے۔ حضرت علیؓ کی زبان سے یہ الفاظ ادا کر دئیے ہیں۔

"جب میں بچہ تھا رسول اللہ نے مجھے اپنی گود میں بٹھا لیا، اپنے سینہ سے لپٹایا، اپنے فرش پر مجھے اپنے پہلو میں رکھتے، اپنے جسم کو میرے جسم سے مس کرتے، اپنی خوشبو مجھے سنگھاتے، کھانے کے لقمہ کو پہلے خود چباتے پھر وہ لقمہ میرے منہ میں دے دیتے، میں آپ کی اسی طرح پیروی کرتا تھا جیسے اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کے پیچھے دوڑا دوڑا جاتا ہو، آپ ہر روز مجھے اپنے اخلاق کریمہ سے ایک علم کی تعلیم دیا کرتے تھے، ہر سال ایک مہینے آپ کوہ حرا میں مقیم رہتے تھے پس میں آپ کو دیکھتا تھا میرے سوائے کوئی اور نہ دیکھ سکتا تھا۔ میں وحی اور رسالت کا نور دیکھتا تھا اور "ریح النبوۃ" کی خوشبو سونگھتا تھا۔ جس وقت وحی رسول اللہ پر نازل ہوتی (یعنی غار حرا میں) تو میں نے شیطان کی فریاد (رنۃ الشیطان) کی آواز سنی، رسول اللہ سے پوچھا یہ کیسی آواز ہے فرمایا یہ شیطان ہے جو اپنے تسلط سے مایوس ہو گیا ہے بیشک اے علی! جو میں سنتا ہوں تم بھی سنتے ہو جو میں دیکھتا ہوں تم بھی دیکھتے

Marfat.com

ہوا لّا یہ کہ تم نبی نہیں ہو لیکن (نبی کے) وزیر ہو"
ابن ابی الحدید نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضؓ سے فرمایا تھا۔

لا انی خاتم الانبیاء لکنت	اگر میں خاتم الانبیاء نہ ہوتا تو تم بعثت
شریکاً فی النبوۃ فان لا تکن	میں میرے شریک ہوتے اب جبکہ
نبیاً فانک وصی نبی ووارثہ	تم نبی نہیں ہو۔ تو تم نبی کے وصی ہو
بل انت سید الاوصیا و	اور اس کے وارث ہو بلکہ سید
امام الاتقیا۔	الاوصیاء اور امام الاتقیاء ہو۔

گویا پانچ چھ برس کے بچّہ سے حیں کو ابھی کچھ شعور بھی نہ ہوا تھا خاتم النبیین نے بفتگو کی تھی! یہ باتیں نہ حقیقت پر مبنی ہیں، نہ واقعات سے ان کا کوئی ثبوت دیا جا سکتا ہے۔

علمی فضیلت

حضرت علی رضؓ سابقون الاولون اور عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ فضلائے صحابہ میں انکا اپنا درجہ ہے۔ علامہ ابن حزم فرماتے ہیں۔

"علی رضؓ نے صرف پانچ سو چھیاسی حدیثیں روایت کی ہیں جن میں سے تقریباً پچاس صحیح ہیں حالانکہ وہ رسول اللہ صلعم کے بعد تیس برس سے زیادہ زندہ رہے لوگوں سے بکثرت ان سے ملاقات ہوئی۔ اس کے بعد ہم نے یہ حالت پائی کہ جوں جوں زمانہ دراز ہوتا گیا لوگوں کو صحابہ کے علوم کی حاجت بڑھتی گئی۔ ہم نے مسند عائشہ رضؓ میں دو ہزار دو سو حدیثیں پائی۔ مسند ابوہریرہ رضؓ میں پانچ ہزار تین سو چوہتر حدیثیں مسند ابن عمر رضؓ و مسند انس رضؓ دونوں میں ہر ایک کی قریب قریب عائشہ رضؓ کے برابر حدیثیں پائیں مسند جابر بن عبداللہ و مسند عبداللہ بن عباس رضؓ میں ہر ایک کی پندرہ پندرہ سو سے زائد حدیثیں اور ابن مسعود کی آٹھ سو نو حدیثیں پائیں۔ مذکورہ بالا حضرات کے سوائے ابوہریرہ رضؓ و انس بن مالک کے فتاوی بھی علی رضؓ کے فتاوی سے زائد یا برابر ہیں۔" (الملل والنحل صـ۹۲ اردو ترجمہ)

Marfat.com

حضرت ابو بکرؓ کا مرتبہ تو علم میں سب ہی صحابہ سے بلند تھا۔ ان کے بعد چند صحابہ ہیں جن میں حضرت معاذ بن جبل ہیں جن کے بارے میں حضرت عمرؓ کا یہ قول تھا۔

لولا معاذاً لھلك عمرؓ — اگر معاذ نہ ہوتے تو عمرؓ ہلاک ہو جاتا یہ ایک مسئلہ میں انکی توصیف میں فرمایا تھا (صفحہ ۱۶۶ الاعلام زرکلی) لوگوں نے "معاذ" کے بجائے "علی" کا نام لکھ کر شہرت دے دی ہے۔

شریف الرضی نے خطبہ ۱۴۵ میں فضائل علمیہ اور خلافت کے دعاوی کے اظہار میں یہ کلمات حضرت علیؓ کے منہ سے کہلوائے ہیں:۔

این الذین زعموا انھم الراسخون	کہاں ہیں وہ لوگ جو ہمارے سوائے راسخون
فی العلم دوننا؟ کذباً و	فی العلم ہونے کے مدعی ہیں۔ یہ ہم پر
بغیاً علینا ان رفعنا اللہ	جھوٹ بولتے ہیں ہم پر ظلم کرتے ہیں
ووضعھم واعطانا وحرمھم	اس لئے کہ اللہ نے ہمیں تو رفیع
وادخلنا واخرجھم بنا یستعطی	المنزلت بنایا ہے اور انہیں گرا دیا ہے،
الھدی ویتحلی العمیٰ ان	ہمیں مرتبہ عطا کیا ہے اور انہیں محروم
الائمۃ من قریش غرسوا فی	کیا ہے[1]۔ ہمیں (اپنی رحمت میں) داخل
ھذا البطن من ھاشم لا	کیا ہے انہیں خارج کر دیا ہے، ہماری
تصلح علی سواھم ولا تصلح	رہنمائی سے (امت کی) ہدایت کی گئی ہے

---

[1] مصنف نہج البلاغہ نے تو حضرت علیؓ کی زبان سے یہاں تک کہلوا دیا ہے کہ فانا صنائع ربنا والناس بعد صنائع لنا۔ یعنی اللہ نے اول ہم (بنی ہاشم) کو بنایا اور پیچھے دوسروں کو۔ ابن ابی الحدید نے اس کی شرح میں کہا ہے کہ مطلب یہ ہے ہمارے اور خدا کے درمیان تو کوئی واسطہ نہیں ہے بلکہ ہم اللہ اور انسانوں کے درمیان واسطہ ہیں یہ تو ظاہری معنی ہیں باطنی مطلب یہ ہے کہ ہم تو اللہ کے بندے ہیں اور دوسرے انسان ہمارے بندگان ہیں۔ فلیس بیننا وبینہ واسطۃ فنحن الواسطۃ بینھم وبین اللہ تعالیٰ۔

Marfat.com

الولاۃ من غیرھم

اور طلبگاران بصیرت کی نابینائی ہمارے
ہی سبب سے اٹھائی گئی ہے تحقیق کہ امام
(خلفاء) قریش سے ہوں گے جو اس
خاندان بنی ہاشم کے نونہال ہوں گے
بنی ہاشم کے سوائے امامت (خلافت)
کسی کو زیبا نہیں اور نہ ان کے علاوہ
کوئی اور حاکم ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے

حضرت علی رضؓ جلیل القدر صحابی تھے، تقویٰ و طہارت و حسن اخلاق سے متصف تھے۔ کون یقین کر سکتا ہے کہ یہ الفاظ ان کے منہ سے ادا ہوئے ہوں۔ یہ تو واضعین کی اپنی ذہنیت کے ترجمان ہیں۔ نہج البلاغہ کے اکثر خطبے فصحائے شیعہ کے وضع کردہ ہیں۔ ایک دیوان شعر بھی حضرت موصوف سے منسوب کر دیا گیا ہے جس میں تقریباً (۱۵۰۰) شعر ہیں حالانکہ حضرت علیؓ نے نہ کبھی کوئی شعر کہا اور نہ شعر گوئی کا مذاق رکھتے تھے۔ ابتدائی زمانہ بعثت رسول اللہ میں مشرکین شعراء ہجویہ اشعار کہا کرتے تھے بعض صحابہ نے عرض کیا کہ علیؓ کو ارشاد فرما دیں کہ جواب دیں، آپ نے فرمایا لیس عندہ ذلک یعنی اس میں اس کا مادہ نہیں۔ سیرۃ ابن ہشام میں جو اشعار ان کے والد اور ان سے منسوب ہیں صاحب کتاب نے خود لکھ دیا ہے کہ فن شعر سے جو بھی واقفیت رکھتا ہے اس کا قائل نہیں کہ حضرت علیؓ کے یہ اشعار ہوں (سیرت ابن ہشام صـ۱۴۱ جلد ۲)

ابو عبید اللہ المرزبانی مولف معجم الشعراء، جو شیعوں میں شعر کا سب سے بڑا نقاد تھا اور جزیہ بیتین لکھ کر کہتا ہے۔ لم یصح ان علیاً تکلم من الشعر بشیئ غیر بیتین۔ یعنی یہ صحیح نہیں کہ علیؓ نے دو بیتوں کے سوائے کوئی شعر کہا ہو۔ مگر لطف یہ ہے کہ منسوبہ دیوان میں یہ دو بیتیں بھی نہیں ہیں۔ زمانہ حال کے نقاد احمد تیمور مستقیم زادہ کا یہ منقولہ صحیح ہے کہ "دیوان علیؓ" کے

Marfat.com

اشعار اگر اصل مالکوں کے حوالہ کر دیئے جائیں تو "دیوان علی"، کی جیب خالی ہو جائے[1]

جہاد

افضل جہاد تو جہاد باللسان ہے یعنی زبان سے تبلیغ دین کرنا۔ اس میں رسول اللہ صلعم کے بعد حضرت ابو بکرؓ ہیں جن کے ہاتھ پر اکابر صحابہ اسلام لائے، ان کے بعد حضرت عمرؓ ہیں۔ اس میں حضرت علیؓ کا حصہ بہت کم ہے پھر مال سے جہاد کرنا اس میں حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کا حصہ ہے اور زیادہ حضرت عثمانؓ کا۔ حضرت علیؓ کا اسمیں کوئی حصہ نہیں۔ علامہ ابن حزم نے ایک قسم کی جہاد کی بوقت جنگ رائے و مشورہ کی بھی قرار دی ہے اور لکھا ہے کہ کہ اسکو خالص ابو بکرؓ کے لئے پایا، اس کے بعد عمرؓ کے لئے۔ حضرت علیؓ کا اس میں بھی کوئی حصہ نہیں۔ چوتھی قسم جہاد کی نبرد آزمائی اور نیزہ بازی و شمشیر زنی ہے اس کو وہ اس دلیل و برہان سے ادنی جہاد قرار دیتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روئے زمین میں یقیناً سب انسانوں سے زیادہ بہادر و شجاع تھے اپنی ذات سے بھی اور ہاتھ سے بھی، آپ تمام انسانوں سے زیادہ بہادری کے ساتھ دشوار سے دشوار امور انجام دینے والے تھے۔

آپنے اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت و تبلیغ کو اور رائے و تدبیر کو اختیار فرمایا، باہمی جنگ و تیغ زنی و نیزہ بازی آپ کا قلیل ترین عمل تھا اور وہ بھی دفاعی غزوات نبوی کے واقعات شاہد ہیں کہ انسانی خون کی حرمت کا اسدرجہ پاس و لحاظ فرمایا کہ تمام دفاعی جنگوں میں جو ہجرت کے تقریباً دس سال کی مدت میں ہوئیں اور لاکھوں میل مربع زمین پر غلبہ و تسلط حاصل ہوا، دشمن کے چند سو نفوس

---

[1] حضرت علیؓ کے والد عبد مناف اور بڑے چچا زبیر دونوں شاعر تھے ابو طالب کے ندیم و گہرے دوست مسافر بن ابو عمرو بن امیہ تھے۔ وہ اموی خاندان کے اچھے شاعر تھے ایک سفر تجارت میں چیرہ گئے تھے، وہیں انتقال کر گئے۔ ابو طالب نے اپنے اموی دوست کا مرثیہ کہا تھا جو متعدد کتب میں درج ہے۔ (کتاب نسب قریش صہ ۱۳۶)

سے زیادہ ہلاک نہیں ہوئے - سب سے پہلی جنگ بدر کی تھی اس میں دشمن کے مقتولین کی تعداد (۷۰) تھی، اور یہی تعداد سب سے زیادہ تھی جو ایک جنگ میں ہوئی، اس جنگ میں حضرت علیؓ بڑی بہادری اور بے جگری سے نبرد آزما ہوئے اور کارہائے نمایاں انجام دئے - ایک مرتبہ اپنے صاحبزادے حسنؓ سے فرمایا تھا کہ۔

ان اباك لا یبالی ان و قع علی الموت او وقع الموت علیہ (شرح ابن ابی الحدید ص ۲۶۵) تمہارے باپ کو جنگ میں اسکی پرواہ نہیں ہوتی کہ میں موت پر گروں یا موت مجھ پر۔ جو ایسی بے جگری سے لڑے بلاشبہ دشمن کو زیر کریگا۔ سوائے غزوۂ تبوک کے سب غزوات میں شریک رہے اور شجاعت و بہادری کے جوہر دکھائے - علامہ ابن حزم لکھتے ہیں کہ۔

"ہم نے علیؓ کو اس فضیلت میں بھی یکتا نہیں پایا بلکہ اس میں بھی دوسرے لوگ ان کے برابر کے شریک ہیں مثلاً طلحہؓ و زبیرؓ و سعدؓ اور وہ لوگ جو شروع اسلام میں قتل ہوئے مثلاً حمزہؓ و عبیدۃ بن الحارث بن المطلب و مصعب بن عمیر اور انصار میں سعدؓ بن معاذؓ و سماکؓ بن خرشہ (ابو دوجانہؓ) (الملل والنحل صہ ۹۵)

حضرت علیؓ کی جہادی نبرد آزمائیوں کو بہت بڑھا چڑھا کر بیان کیا گیا ہے مثلاً خیبر کے واقعات کے سلسلہ میں خیبر کے کل دس قلعے تھے۔ سات قلعے تو دائرہ کی شکل میں پہاڑی سلسلہ کے اندر واقع تھے اور تین باہر ان میں سے صرف ایک قلعہ حضرت علیؓ کے ہاتھ فتح ہوا تھا۔

دوسرے نو قلعے دیگر صحابہ حضرت عمرؓ، سعد بن عبادہؓ، محمود بن مسلمہؓ ان کے بھائی مسلمہ و حباب بن منذر وغیرہ کے ہاتھ پر فتح ہوئے تھے، محمد بن مسلمہ ہی نے قلعہ قموص کے یہودی پہلوان مرحب کو قتل کیا تھا (طبری صہ ۹۳ جلد ۳) مگر قلعہ فتح نہ کر سکے۔ قلعہ قموص جس سلسلہ قلعہ جات میں واقع تھا، اس میں تین قلعے تھے ایک حضرت ابوبکرؓ کے زیر کمان فتح ہوا اور دوسرا حضرت عمرؓ کے زیر کمان اور تیسرا قلعہ قموص حضرت محمد بن مسلمہؓ کے بعد حضرت علیؓ نے فتح کیا۔ جو

حضرت عمرؓ کے ڈویژن کے علمبردار تھے۔

علامہ ابن جریر طبری نے قلعہ نمروص کی فتح کیلئے حضرت علیؓ کو جھنڈا عطا ہونے کی جو روایت درج کی ہے کہ حضرت عمرؓ اور ان کے ساتھی ناکام لوٹ آئے رسول اللہ صلعم سے حضرت عمرؓ نے اپنے ساتھیوں کی بزدلی کی شکایت کی اور انکے ساتھیوں نے خود انکی نسبت یہی شکایت کی آپنے فرمایا، کل! اس شخص کو جھنڈا عطا کیا جائے گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول اس سے محبت کرتے ہیں، چنانچہ صبح کو جھنڈا حضرت علیؓ کو عطا ہوا۔ اس روایت میں یہ فقرہ قابل لحاظ ہے کہ تطاول لھا ابوبکر و عمر فدعا علیًا علیہ السلام[1] یعنی ابوبکر و عمر (جھنڈا عطا ہونے کی) غلط آس لگا رہے تھے پس آپنے "علی علیہ السلام" کو طلب کیا۔ الیٰ آخرہ۔ روایت کا نفس مضمون اور شیعہ شعار کے مطابق "علیہ السلام" کا بار بار دوہرانا ہی راویوں کی ذہنیت کا آئینہ دار ہے راویوں کا سلسلہ سند بھی ملاحظہ ہو:۔ قال حدثنا عوف عن میمون ابی عبد اللہ ان عبد اللہ بن بریدہ حدث عن بریدۃ الاسلمی عوف راوی کے بارے میں امام ذہبی نے

---

[1] طبری کی روایت میں حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے اسمائے گرامی تو محض "ابوبکر و عمر" لکھے گئے ہیں حضرت علیؓ کا نام "علیہ السلام" کے ساتھ دو جگہ لکھا ہے نیز دوسری روایت میں بھی جو اسی کے بعد درج ہے یہی طرز ہے یعنی ان ابا بکر اخذ رایۃ ثم رجع فاخذھا عمر ثم رجع (ص۹۳) یعنی ابوبکر جھنڈا لے کر گئے لڑے۔ اور ناکام لوٹ آئے پھر عمر لے کر گئے۔ لوٹ آئے جہاں حضرت علیؓ کا ذکر ہے، دو جگہ ان کا نام "علیہ السلام" کے ساتھ تحریر کیا ہے "علی علیہ السلام"، فجاء علی علیہ السلام (ص۹۴) علامہ شبلی نے بھی شائد علامہ ابن جریر طبری ہی کی تقلید میں حضرت علیؓ کے اسم گرامی کے ساتھ "علیہ السلام" لکھنے اور "جناب امیر و جناب امیر علیہ السلام" تحریر کرنے کا طرز اختیار کر لیا ہو۔ غیر نبی کیساتھ علیہ السلام" لکھنا شیعہ شعار ہے

Marfat.com

دث بندار کا قول نقل کیا ہے کان عوف قدریًا رافضیًا شیطانًا
یزان الاعتدال ص۳۰۹ جلد۲) یعنی عوف قدری اور رافضی شیطان تھا۔ پھر اس شخص نے
عون ابو عبداللہ سے روایت کی ہے جس کے متعلق امام احمد کہتے ہیں کہ احادیث
مناکیر ابن معین نے کہا ہے کہ وہ لاشیئ تھا اور شعبہ فرماتے ہیں کہ وہ کمینہ خصلت
نا پس ایسے کمینہ خصلت اور رافضی شیطان کی روایت جو شیخین کی منقصت اور
حضرت علیؓ کی منقبت کا اظہار کرتی ہو اسکی حیثیت ہی کیا رہ جاتی ہے۔ علامہ شبلیؒ
فتح خیبر کے سلسلہ میں اس روایت پر کہ "حضرت علیؓ کے ہاتھ سے سپر چھوٹ کر گر
ی، آپنے قلعہ کا دروازہ جو سرتاپا پارۂ سنگ تھا اکھاڑ کر اس سے سپر کا کام لیا
ں واقعہ کے بعد ابو رافع نے سات آدمیوں کے ساتھ مل کر اس کو اٹھانا چاہا تو جگہ
نہ ہل سکا" یہ ریمارک کیا ہے کہ "بازاری قصے ہیں علامہ سخاوی نے مقاصد حسنہ میں تصریح
ہے کلھا واھیۃ یعنی سب لغو قصے ہیں (سیرۃ النبی ص۴۸۰ جلد۱) مگر لغو زائد ل
وہ حصہ قبول کر لیا جس میں حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ دا کابر صحابہ کے ناکام رہنے کا ذکر تھا
یان ہے۔ یہ راوی حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کا اکثر اول نام لیتے ہیں ان کی
اکامی و جبن کا ذکر کرتے ہیں پھر ان کے مقابلہ میں حضرت علیؓ کو لاتے ہیں اور ان کی
ضیلت اور کامیابی کا اظہار کرتے ہیں اور تو اور حضرت فاطمہؓ کے پیام دینے میں
ی پہلے ان دونوں حضرات کے نام لیتے ہیں[۵]

---

۵ حضرت فاطمہؓ کے پیام نکاح کے بارے میں بھی وضعی روایتوں میں اوّل ابوبکرؓ کا نام لیا
یا ہے ان کو انکار ہوا۔ تو عمرؓ نے پیام دیا، انہیں بھی انکار ہوا تو علیؓ نے پیام دیا۔
بول ہو گیا مگر عروہ بن الزبیرؓ کی سند اور ابو عبیدہؓ بن الجرّاح کی روایت سے بیان ہوا ہے کہ
لہ آنحضرت صلعم نے فاطمہؓ کے نکاح کے بارے میں حضرت ابوبکرؓ سے مشورہ کیا تھا
نہوں نے علیؓ کا نام پیش کیا، آنحضرتؐ نے فرمایا کہ فاطمہ کیلئے مجھے یہ اچھا نہیں معلوم
ہوتا انی لا ذکرہ الفاطمۃ ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ آپنے تو علیؓ کی پرورش کی ہے
ھر آپنے منظور فرمالیا تھا میاں بیوی کی طبیعتوں میں مرافقت نہ ہونے کی وجہ تھی

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

سیاست میں ناکامی

اپنی سیاسی ناکامی کے متعلق تو خود حضرت علیؓ ہی کا ایک قول منقول ہے کسی نے پوچھا اس کی کیا وجہ کہ آپ کے پیش رو خلفار کی سیاست امت کے مفادات کے اعتبار سے کامیاب رہی اور آپ کی ناکام ہوئی فرمایا تھا کہ انکی کامیابی کیوجہ یہ تھی کہ ہم جیسے لوگ ان کے ساتھ تھے اور اب تم جیسے لوگ ہمارے ساتھ ہو، یہ قول ان کا نہ بھی ہو۔ غلط منسوب ہو مگر ہے حقیقت پر مبنی۔ ان کے بیشتر مشیر و معاون و معتمد علیہ عراقی تھے جو ابن الوقت تھے۔ علاوہ بریں وہ خود بھی اپنی رائے پر قائم نہ رہتے جیسا کہ پچھلے اوراق میں ضمناً بیان ہوا ہے کہ صفین کے معاملہ میں اپنی سابق رائے پر قائم نہ رہے جس کا نتیجہ انہیں کے حق میں خراب نکلا، اپنی تقریروں میں انہوں نے اسکا اظہار بار کیا ہے۔ اپنے لوگوں سے شکوہ کیا ہے اور کہا ہے۔

"تم لوگوں نے مجھے اپنی رائے پر مستقیم نہیں رہنے دیا اس قدر نافرمانی کی کہ اہلِ قریش کہنے لگے کہ ابن ابی طالب بہادر ضرور ہیں مگر علم حرب کا نہیں رکھتے۔ (نہج البلاغۃ)

(باقی حاشیہ گزشتہ صفحہ) کہ علیؓ نے حضرت فاطمہؓ پر سوت لانے کے لئے دختر ابوجہل کو پیام دیا۔ فاطمہؓ نے آنحضرت صلعم سے شکایت کی۔ آپنے غصہ سے فرمایا لا اُذن لا اُذن۔ لا اُذن میں کبھی اس کی اجازت نہ دونگا، سوائے اس کے کہ ابن ابی طالب میری دختر کو طلاق دیدے علیؓ اسپر اپنے ارادہ سے باز رہے۔ آنحضرتؐ کے کچھ عرصہ بعد ہی حضرت فاطمہؓ کی وفات ہوئی۔ حضرت علیؓ نے انکی تدفین میں عجلت کی حضرت ابوبکرؓ کو جو خلیفۂ وقت تھے خبر بھی نہ کی رات ہی میں دفن کر دیا ملا باقر مجلسی نے لکھا ہے کہ کسی نے جناب جعفر صادق سے پوچھا کہ بچہ سبب حضرات امیر المؤمنینؑ فاطمہؑ را در شب دفن کرد (صـ۱۷۴ جلاء العیون) اسکے جواب میں بھی حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ دونوں کے نام لیکر کہا ہے کہ فاطمہؑ نے وصیت کی تھی کہ "آں دو مرد را عزا بی کہ ہرگز ایمان بخدا و رسول نیاوردہ بودند یعنی ابوبکر و عمر بر و نماز نہ کنند (ایضاً) اس سے زیادہ اور کیا لغو بیانی ہو سکتی اگر ابوبکرؓ و عمرؓ کا ایمان نہ تھا تو پھر اور کس کا تھا۔

Marfat.com

قاتلین عثمانؓ اور بلوائیوں کی جماعت اگر ان کی فوج میں شامل نہ ہوتی۔ اور مالک الاشتر وغیرہ کے مشوروں کا اثر نہ لیتے تو امت میں نہ قتال و جدال کی نوبت آتی اور نہ حضرت معاویہؓ اور دوسرے طالبان قصاص کے مطالبات کو ایسے الفاظ سے مسترد فرماتے جیسا کہ بہت سے مراسلات سے واضح ہے جو مصنف نہج البلاغۃ کے علاوہ کتاب الامامۃ والسیاسۃ اور شرح ابن الحدید وغیرہ میں درج ہیں مثلاً حضرت معاویہؓ نے حسب ذیل مکتوب حضرت جریر بن عبداللہ البجلی صحابی رسول اللہ کے ذریعہ حضرت علی رضؓ کو ان کے اس خط کے جواب میں بھیجا تھا۔ جس کا مضمون تھا کہ میری بیعت حجاز و عراق کے لوگوں نے کر لی ہے، تم اور اہل شام بھی بیعت میں شامل ہو جاؤ۔

من معاوية بن صخر الى علي بن ابي طالب:

اما بعد! فلعمري لو يا يعك القوم الذين با يعوك وانت برئ من دم عثمان كنت كابي بكر وعمر وعثمان رضي الله عنهم ولكنك اغريت بعثمان المهاجرين و خذلت عنه الانصار فاطاعك الجاهل وقوى بك الضعيف وقد ابى اهل الشام الا قتالك وحتى تدفع اليهم قتلة عثمان فان فعلت كانت الشورى بين المسلمين

مکتوب معاویہ بن صخر (ابوسفیان) بنام علی بن ابی طالب۔

اما بعد۔ بخدا تم سے جن لوگوں نے بیعت کی ہے اگر وہ یہ بیعت اس حال میں کرتے کہ تم خون عثمانؓ سے بری ہوتے تو تمہارا مقام وہی ہوتا جو ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کا تھا لیکن تم نے عثمانؓ کے برخلاف مہاجرین کو بھڑکایا اور انصار کو انکی مدد نہ کرنے دی پس تمہاری اطاعت جاہل نے کی اور کمزور لوگ تمہاری وجہ سے قوی ہو گئے اور یقیناً اہل شام تم سے اسوقت تک برسر پیکار رہنا چاہتے ہیں جب تک کہ تم قاتلین عثمانؓ کو ان کے حوالہ نہ کر دو تم نے ایسا نہ کیا تو پھر یہ معاملہ

Marfat.com

ولعمری ما حجتك علیّ
لحجتك علی طلحة
والزبیر لانهما بایعاك
ولم ابایعك وما حجتك
علی اهل الشام کحجتك
علی اهل العراق
لان اهل العراق
اطاعوك ولم یطعوك
اهل الشام وامّا
شرفك فی الاسلام وقرابتك
من رسول الله صلی الله علیه وسلم
وموضعك من قریش فلست دفعه

مسلمانوں کے شوریٰ کے سپرد ہوگا اور
بخدا تمہاری حجت مجھ پر ایسی نہیں ہے
جیسی طلحہؓ و زبیرؓ پر تھی۔ کیونکہ انہوں نے
تم سے بیعت کی تھی لیکن میں نے تو تم سے
بیعت نہیں کی۔ اسی طرح تم کو اہلِ
شام پر وہ حجت نہیں ہے جو اہلِ
عراق پر ہے اس لئے کہ اہلِ عراق
نے تمہاری اطاعت کر لی ہے اور اہلِ شام
نے تمہاری اطاعت نہیں کی باقی رہا
تمہارا شرف اسلام میں اور تمہاری قرابت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور قریش
میں تمہارا مقام تو میں اسکا منکر نہیں

حضرت معاویہؓ کا یہ خط نہایت منطقیانہ طرز کا ہے، اول تو قاتلان عثمان کو حوالے کردو تاکہ قصاص لیا جائے پھر شوریٰ کیا جائے، شرف علیؓ کا انکار نہیں اور نہ رسول اللہ سے انکی قرابت کا اور نہ ان کی منزلت کا جو قریش میں ان کو حاصل تھی لیکن حقوق اللہ ان سب پر مقدم ہیں۔ اس خط میں یا دوسرے خطوط میں حضرت معاویہؓ نے اپنے اس شرف کا اشارتاً بھی ذکر نہیں کیا جو ان کے باپ کے گھر کو بوقت فتح کعبہ کی طرح دارالامان قرار دئے جانے سے حاصل تھا یا اپنی بہن کے زوجہ رسول اللہ ہونے سے وہ خود خال المؤمنین تھے ان کے والد اور بھائی اور خود ان کو عہد رسالت میں عمال حکومت ہونے کا جو شرف اور خلافت شیخین کے زمانہ میں مملکت اسلامیہ کے وسیع رقبہ پر حکمرانی کرنے سے جو امتیاز حاصل تھا اس کا خفیف سا اشارہ بھی نہیں کیا اور نہ حضرت علیؓ کے کسی شرف سے انکار کیا کیونکہ ان کے کسی شرف کو تسلیم کرنے سے نہ اہل شام و اہل عراق پر کوئی اثر پڑتا تھا اور نہ خود انکی اپنی ذات پر انہوں نے اپنے اس خط اور دوسری تحریرات میں عقل و منطق سے، بیان قوی اسلوب فصیح سے کام لیا ہے۔

Marfat.com

حضرت علیؓ کے جواب سے اپنے مخالف پر نہ صرف غیظ و غضب کا اظہار ہوتا ہے بلکہ صریحًا تذلیل و تنقیص کا۔ ان کو طلیق ابن طلیق کہا ہے اور فرمایا ہے واعلم انک من الطلقاء الذین لا تحل لھم الخلافۃ (یہ جان رکھو کہ تم طلقاء میں سے ہو جن کے لئے خلافت جائز نہیں) حالانکہ اس وقت تک یا اس کے بعد بھی حضرت معاویہؓ نے صراحتًا یا کنایتًا طلب خلافت کا اظہار بھی نہیں کیا تھا حضرت علیؓ جیسے جلیل القدر صحابی کا جو احترام راقم الحروف کے دل میں ہے کس طرح باور ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اپنی تحریر میں اس درجہ دشنام دہی کی ہوگی یا سنجیدگی و تہذیب سے گرے ہوئے الفاظ و جملے استعمال کئے ہوں گے جو مصنف نہج البلاغہ وغیرہ نے ان کے مکتوبات میں درج کئے ہیں۔ جس آیت کا اشارہ حضرت علیؓ کے جواب میں ہے۔ اس کا اطلاق مؤمنین پر نہیں مشرکین و منافقین پر ہوتا ہے یعنی لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوا لَكَ الْأُمُورَ حَتَّىٰ جَاءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ كَارِهُونَ (سورہ توبہ) (یقینًا وہ کرتے رہے ہیں تلاش بگاڑ کی پہلے سے اور تمہارے خلاف سازش کی تدبیر سوچتے رہے ہیں یہاں تک کہ حق آگیا اور اللہ کا حکم غالب آگیا، اگرچہ وہ لوگ اس سے کراہت کرتے رہے) حضرت موصوف کے مکتوبات کے علاوہ ابن جریر طبری نے جو تقریریں درج کی ہیں ان میں حضرت معاویہؓ اور ان کے والد ماجد حضرت ابوسفیانؓ کو اللہ و رسول کا دشمن بتا کر کہا ہے کہ یہ لوگ اسلام میں مجبورًا داخل ہوئے تھے لم یزل اللہ عز وجل ولرسولہ وللمسلمین عدوٌّ ھو وابوہ حتی دخلا فی الاسلام کارھین (طبری ص۴ جلد ۶ طبری کے علاوہ دیگر کتب میں جو خطبات حضرت علیؓ سے منسوب ہیں یا مولف الامامۃ والسیاسۃ اور احمد زکی صفوت نے جمہرۃ خطب العرب فی عصور العربیۃ الزاہرہ میں درج کئے ہیں۔ ان میں ایسے کلمات حضرت ممدوح کی زبان سے ادا کرائے ہیں کہ اپنے سیاسی مخالفین کو وہ بار بار الطلقاء و ابناء الطلقاء اعداء السنۃ والقرآن۔ کا طعنہ دیتے اور اپنی عظیم منزلت اور فضل کا اظہار کرتے اور یہ کہہ کر اپنے لشکریوں کو اہل شام سے لڑنے پر آمادہ کرتے تھے کہ:۔

Marfat.com

سیروا الی اعداء اللہ، سیروا الی اعداء القرآن والسنۃ سیروا الی بقیۃ الاحزاب وقتلۃ المہاجرین والانصار (جمہرۃ خطب)	چلو دشمنانِ خدا سے مقابلہ کو، چلو قرآن اور سنت کے دشمنوں سے لڑنے کو چلو باقی ماندہ مددگاران دشمنان اسلام اور مہاجرین وانصار کے قاتلوں سے جنگ کرنے کو۔

مگر یہ معاملہ تو محض سیاسی نوعیت کا تھا، کفر و اسلام کا اس میں سوال ہی کیا تھا۔ بقول شاہ ولی اللہ محدث مقاتلات وے (علی رضؓ) برائے طلب خلافت بود نہ بجہت اسلام"۔ لوگوں کے مذہبی جذبات سے اپیل کرنا نتیجہ میں بے سود رہا۔ حضرت معاویہؓ نے بھی اہلِ شام کے سامنے تقریریں کیں وہ زبردست خطیب تھے اور نصاحت جو لازمہ سرداری وسیادت ہے ان میں بدرجہ اتم موجود تھی جب حضرت علیؓ نے عراقیوں کے لشکر عظیم کے ساتھ ملک شام کی جانب خروج کیا، حضرت معاویہؓ نے جس تقریر میں اہل شام سے خطاب کیا تھا اس کے چند جملے کتب تاریخ میں محفوظ ہیں۔

انہوں نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا تھا۔

لہ حمد و ثنا تو سب ہی کرتے ہیں حضرت معاویہؓ نے موقع کے اعتبار سے حمد و ثنا کے جو جملے کمال فصاحت و بلاغت سے اس تقریر کے شروع میں کہے ان کی حلاوت ترجمہ میں باقی نہیں رہتی فرمایا تھا۔ الحمد للہ الذی دنا فی علوہ و علا فی دنوہ وظہر و بطن وارتفع فوق کل ذی منظر ھو الاول و الآخر والظاہر والباطن، یقتضی فیفصل ویقدر فیغفر ولیفعل مایشاء اذا اراد امرا مضاہ واذا عزم علی شیئ قضاہ لا یرام ولا یستشیر احدا ان یملک ولا یسال عما یفعل وھم یسالون والحمد للہ رب العلمین علی ما اجبنا وکرھنا وقد کان فیما قضاہ اللہ ان ساقتنا المقادیر الی ھذہ البقعۃ من الارض

نظروا یا اھل الشام! انکم غدًا
تلقون اھل العراق فکونوا
علی احدیٰ ثلاث خصال
ما ان تکونوا طلبتم ما
عند اللہ فی قتال قوم
بغوا علیکم فاقبلوا من
بلادھم حتی نزلوا
بیضتکم واما ان تکونوا
قومًا تطلبون بدم خلیفتکم
وصھر نبیکم واما ان تکونوا
قومًا تدافعون (تدافعون)
عن نساءکم وابناءکم
فعلیکم بتقوی اللہ و
الصبر الجمیل واسالوا
اللہ لنا ولکم النصر و
ان یفتح بیننا وبین
قومنا بالحق وھو
خیر الفاتحین

(الادب الخلفاء الاموی)

دیکھو اے اہلِ شام! کل صبح اہلِ عراق
سے تم مقابلہ کرنے والے ہو ان تین میں
سے کسی حیثیت سے مقابلہ کرو گے یا تو
تم طلب کرنیوالے ہو اس چیز (فتح کو)
جو اللہ کے پاس ہے اس قوم سے
قتال کرنے میں جنہوں نے تم پر اجاوت
کی ہے اور اپنے ملک سے تم پر چڑھ
کر آئے ہیں۔ حتیٰ کہ تمہاری سرزمین پر
اتر آئے ہیں۔ یا تم ایک ایسی قوم (کی
حیثیت میں ہو) ہو جو طلب کرتے ہو
اپنے ایسے خلیفہ کے خون کا قصاص جو
تمہارے نبی صلعم کے داماد تھے یا پھر
تم وہ قوم ہو جو اپنی عورتوں اور بچوں
کی مدافعت و حفاظت کیلئے (نبرد آزما)
ہو۔ بہرحال تم کو تقویٰ الٰہی اور صبر
جمیل پر ہر حال میں جمے رہنا چاہئے
اور اللہ سے ہمارے اور اپنے لئے مدد کے
طلبگار رہو اللہ تعالیٰ ہمارے اور
ہماری قوم کے درمیان صحیح فیصلہ کرادے
اور وہی اچھا فیصلہ کرنیوالا ہے۔

اس خطبہ میں حضرت معاویہؓ نے غایت بلاغت سے عصبیت قبائلی سے اول

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) ولفت (جمعت) وبیننا وبین اھل العراق فنحن من اللہ
بمنظر وقد قال اللہ سبحانہ و تعالیٰ ولو شاء اللہ ما اقتتلوا ولکن اللہ یفعل ما یرید

Marfat.com

کام لیا ہے یعنی اہلِ شام اور اہلِ عراق کے مقابلہ کا ذکر کیا ہے۔ حضرت علیؓ کی جانب اشارہ تک نہیں کیا، اہلِ شام کے سامنے عراقیوں کے ملک شام پر چڑھائی کرنے کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کے بعد خلیفہ مظلوم شہید (عثمانؓ) کے قصاص کا ذکر کیا ہے اور ساتھ ہی ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہونے کو یاد دلایا ہے یہی کمال فصاحت ہے مقابلہ میں جو شخص ہے اس کا نام تک نہ لیا، پھر لوگوں کے دلوں میں عزت اور بچوں کی مدافعت اور حفاظت کے جذبہ کو ابھارا ہے۔ کیونکہ یہی وہ امور ہیں جن کے بچاؤ کے لئے مرد شجاع جان دینے پر آمادہ ہوتا ہے۔ تقریر میں نہ حریف کی کوئی تنقیص کی اور نہ اپنے کسی شرف کا اظہار کیا۔ اصل معاملہ سے سرمو تجاوز نہ کیا، علیؓ کی جانب سے حریف کی تنقیص اپنی بڑائی اور حریف کے بزرگوں و عزیزوں نے بحالت کفر جو اسلام کی مخالفت کی تھی اسکا بار بار ذکر کیا ہے یہ امور اصل معاملہ سے قطعاً غیر متعلق تھے۔ ایسی باتوں کا الٹا اثر ہوا، خانہ جنگی کے نتیجہ میں جو پارٹیاں وجود میں آئیں انہی باتوں کو آب و رنگ کے ساتھ دوہرانے کا مشغلہ اختیار کیا گیا۔

ابن ابی الحدید نے اس بات کا ذکر کرتے ہوئے کہ فضائل اور مناقب و مطاعن کی حدیثیں وضع کرنے کی ابتداء حضرت علیؓ کی پارٹی کی جانب سے ہوئی جس کے جواب میں طرفداران ابوبکرؓ نے بھی وضع کیں یعنی مسلمانوں کے سواد اعظم نے جن کو وہ "البکریہ" سے موسوم کرتے ہیں لکھا ہے کہ "البکریہ" نے حضرت علیؓ اور ان کے صاحبزادوں کے مطاعن وضع کئے اور۔

ونسبوہ الی ضعف العقل و	اور ان کو علیؓ کو ضعف العقل سے کبھی
تارۃ الی ضعف السیاسۃ و تارۃ الی	ضعف السیاست سے اور کبھی
حب الدنیا والحرص علیھا	حب دنیا اور اس کے حریص ہونے
(شرح ابن ابی الحدید ص ۵۸۲ جلد ۲)	سے نسبت دی۔

سیاست میں ضعف جن اسباب سے پیدا ہوا وہ پوشیدہ نہیں، لیکن ضعف عقل و حب دنیا کا الزام صحیح نہیں حضرت علیؓ پاکیزہ سیرت ذی علم و ذی فہم

Marfat.com

تھے، اگرچہ فراست و فرزانگی کا وہ اعلیٰ مرتبہ حاصل نہ تھا جو ان کے ممتاز ہم عصروں کو حاصل تھا، حضرت علیؓ کے پاس ابتدا میں مال نہ تھا، ان کی خدمات کے صلہ میں آنحضورؐ نے املاک عطا کی تھیں اس کے بعد خلفائے راشدین کی خلافتوں میں مال غنائم میں ان کو حصہ ملا۔ علامہ ابن حزم نے مال و لذات کے زہد کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے حضرت ابوبکرؓ الصدیق کو صحابہ میں از ہد الناس ثابت کیا ہے اور لکھا ہے کہ علیؓ یا کوئی اور صحابی بجز ابوذرؓ و ابو عبیدہؓ کے حضرت صدیقؓ کے اس بارے میں ہم پلہ نہ تھا۔ وہ فرماتے ہیں۔

"علیؓ نے اس باب میں حلال طریقے سے وسعت حاصل کی۔ اپنی وفات کے وقت چار بیویاں اور انیس کنیزیں (ام ولد) چھوڑ گئے اور بہت سے خادم و غلام ان کے علاوہ تھے۔ وفات کے وقت وہ چوبیس بیٹے بیٹیاں چھوڑ گئے جن کیلئے اتنی جائداد اور باغات چھوڑ گئے کہ یہ لوگ اپنی قوم کے اغنیاء میں ہو گئے۔ یہ وہ امر ہے جس کے انکار پر ہر وہ شخص قادر نہیں جسے تاریخ کا کچھ بھی علم ہے منجملہ انکی اس جائداد کے جسے انہوں نے وقف کیا کھار وقف علی الاولاد) ایک جائداد ایسی بھی تھی جس کی آمدنی ایک ہزار وسق کھجور تھی۔ (وسق ۶۰ صاع کا اور صاع تقریباً ۳ ½ سیر کا ہوتا ہے) جو اسکی زراعت کے علاوہ تھی۔" (الملل والنحل)

حبّ دنیا سے مراد حُبّ جاہ سے ہو تو مذموم نہیں اللّٰھم اجعلنی فی عینی صغیرًا و فی عین الناس کبیرًا اس پر دال ہے حکمرانی و خلافت کی خواہش اگر دین و ملّت کی خدمت کے جذبہ صادقہ سے ہو تو معیوب نہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اِجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ کہہ کر آخر خواہش حکومت فرمائی تھی۔ قرآن شریف میں بادشاہ و حکمراں ہونے کو اللہ نے نعمت فرمایا ہے یا قوم اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکًا۔ خلافت کی خواہش کرنا حضرت علیؓ کیلئے موجب اعتراض

Marfat.com

کا نہیں ہو سکتی اور نہ حضرت معاویہؓ کے لئے باعثِ تنقیص، ذرائع حصول پر البتہ تنقید کی جا سکتی ہے۔ حضرت علیؓ کی سیاست کی ناکامی کا قوی سبب جیسا ابھی ذکر ہوا عراقی پارٹی کا انکی سیاست میں دخیل ہونا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ خونِ عثمانؓ کا قصاص نہ لے سکتے تھے۔ اسی کے سارے جھگڑے تھے۔

علیؓ و معاویہؓ

اس بات کو تو سب ہی جانتے ہیں کہ علیؓ و معاویہؓ ایک ہی خاندان بنو عبد مناف کے ممتاز افراد تھے۔ حضرت علیؓ کے دادا عبدالمطلب اور حضرت معاویہؓ کے دادا حرب رشتہ میں چچا بھتیجے تھے خاندانی قرابت، طبیعت کی انسیت اور ذاتی وجاہت کے سبب دونوں میں بڑی یگانگت اور دوستانہ تھا یعنی آپس میں ندیم[1] تھے۔ حضرت معاویہؓ کے والد حضرت ابوسفیانؓ اور علیؓ کے چچا حضرت عباسؓ میں بھی انہی خصوصیات کیوجہ سے بڑی محبت اور دوستی تھی، حضرت معاویہؓ کی پھوپی ام حبیل (حمالۃ الحطب) زوجہ ابولہب بن عبدالمطلب حضرت علیؓ کی چچی تھی۔ ان تعلقات کے علاوہ علیؓ و معاویہؓ ہم سن اور ہم عصر بھی[2] تھے۔ بچپن سے آغاز شباب تک دونوں ساتھ رہے ساتھ کھیلے، ساتھ پلے بڑھے۔ حضرت معاویہؓ و عمرو بن العاصؓ وغیرہ کا ذکر کرتے ہوئے

---

[1] مورخ ابوجعفر محمد بن حبیب مؤلف کتاب المجر نے "الندماء من قریش" کے تحت عنوان قریش کے مختلف گھرانوں کے ۶۴، اشخاص کی فہرست درج کی ہے جو آپس میں ندیم یعنی بہت گہرے دوست تھے۔ ان میں ہاشمی اور اموی خاندانوں میں ندماء کے یہ نام درج ہیں:- (۱) عبدالمطلب بن ہاشم کے ندیم حرب بن امیہ (۲) ابوطالب بن عبدالمطلب کے مسافر بن عمرو بن امیہ (۳) عباس بن عبدالمطلب کے ابوسفیان بن حرب بن امیہ (۴) الحارث بن عبدالمطلب کے حارث بن حرب بن امیہ (کتاب المجر ص۱۷۴ و ص۱۷۷)

[2] سنہ ۶۰ھ میں جب حضرت معاویہؓ کی وفات ہوئی ۷۸ برس کا سن تھا حضرت علیؓ سنہ ۴۰ھ میں مقتول ہوئے اسوقت وہ ۵۸ برس کے تھے اگر بیس برس اور زندہ رہتے تو سنہ ۶۰ھ میں ان کی عمر بھی حضرت معاویہؓ کی طرح ۷۸ برس کی ہوتی۔

Marfat.com

د حضرت علیؓ نے اپنے ساتھیوں سے کہا تھا جسے رازی نے تنقیصًا بیان کیا ہے کہ
ں ان لوگوں کو تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ بچپن میں بھی ان کے ساتھ رہا اور بڑے
وکر بھی انی اعرف بھم منکم صحبتم اطفالاً و صحبتم رجالاً
تاب وقعۃ صفین ص۵۶) حضرت معاویہؓ کا گھرانا دنیاوی اعزاز، دولت و
ت، بھائی بندوں کی تعداد کے اعتبار سے بنو عبد مناف میں سینئر (بڑا) گھرانا تھا
حضرت علیؓ کا ہاشمی گھرانا اس لحاظ سے جونیئر (چھوٹا) تھا قریش کے قومی اعزاز
ں بڑا اعزاز "عقاب" کا تھا جو عبد شمس کے بیٹوں میں امیہ کو اور امیہ کے بعد
ضرت معاویہؓ کے دادا اور باپ کیپکے بعد دیگرے حاصل رہا۔ میدان جنگ میں
مارے قریشی گھرانے بشمول بنی ہاشم سب اسی جھنڈے تلے جمع ہوتے تھے۔
کاظ فجار اول و یوم ذات نکیف کی جنگوں میں اسی جھنڈے کے نیچے سب قریش
وجود تھے۔ ظہور اسلام کے زمانے میں حضرت ابوسفیانؓ قریش کے رئیس اعظم تھے
نگ بدر سے پہلے وہ قافلہ تجارت لے کر ملک شام گئے ہوئے تھے۔ اس لئے اس جنگ
یں ان کے بجائے حضرت معاویہؓ کے نانا عتبہ بن ربیعہ نے سپہ سالاری کے فرائض
نجام دئے تھے۔ احد و خندق کے معرکوں میں ابوسفیان ہی قریش کے آگے آگے
ہے ان کو اسلام سے کوئی خاص عداوت نہ تھی اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و
سلم سے خاص مخالفت۔ ان کی مخالفت کا بڑا سبب یہی قومی عہدہ تھا مسلمانوں
کے علاوہ قریش کے مقابل کوئی اور ہوتا تب بھی ابوسفیانؓ اسی مستعدی سے مقابلہ
کرتے۔ طبقات ابن سعد کے علاوہ کتاب المجر کے قدیم مؤلف نے بھی اپنی کتاب میں
دو جداگانہ فہرستیں قریش کے ان اشخاص کی درج کی ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی دشمنی اور ایذا رسانی میں سرگرم رہتے ان میں ابوسفیان یا ان کے اپنے گھرانے کے
کسی ایک شخص کا بھی نام نہیں ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اس میں کچھ
شک نہیں کہ حضرت ابوسفیانؓ کا اسلام آنحضرت صلعم کی دعا کا نتیجہ تھا، آپ نے
ان کے حق میں ہاتھ اٹھا کر اس وقت دعا کی تھی جب ابوجہل کے مقابلہ میں ان کے
تیک سلوک کی جو آپ کی صاحبزادی سے کیا تھا، اطلاع ہوئی تھی، اور فرمایا تھا

اللّٰھم لاتنسھا لابی سفیان (سیرۃ النبویہ احمد دحلان) وہ ام المؤمنین ام حبیبہؓ کے والد ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ انی سألت اللہ لا یدخل النار ابدًا لمن صاھرنی او صاھرتہ۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ چاہا ہے کہ جو مجھ سے رشتہ کرے یا میں اس سے رشتہ کروں اسے داخل نار نہ کیجیو۔ حضرت ابوسفیانؓ فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے مہاجرین کے زمرہ میں شامل ہوئے پھر آپ کے ساتھ غزوہ طائف میں شریک ہوئے اس لڑائی میں ایک آنکھ جاتی رہی پھر دوسری غزوہ یرموک میں اللہ کی راہ میں نذر کی، اس جہاد میں پرجوش تقریروں سے انہوں نے مجاہدین کی ہمت بڑھائی تھی کہتے جاتے تھے۔ ھٰذا یوم من ایام اللہ انصروا دین اللہ ینصرکم اللہ انکا سب خاندان بیٹے اور بیوی رومی عیسائیوں کے خلاف موجود تھے، آپ نے حنین کے مال و غنائم میں ان کو ان کے صاحبزادوں کو بڑا حصہ دیا، پھر ان کو نجران کا والی مقرر فرمادیا۔ حضرت معاویہؓ اپنے والدین کے اسلام لانے سے پہلے اسلام لائے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ اور چند دیگر نوجوانانِ قریش کے ساتھ آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

کان اسلم قبل ابیہ ابی سفیان وصحب النبی صلعم وکتب لہ (تاریخ الخمیس ص ۳۳۱ جلد ۲)	اور (معاویہؓ) اپنے والد ابوسفیانؓ سے پہلے اسلام لائے نبی صلعم کی خدمت میں رہے اور آپ کے کاتب تھے۔

صلح حدیبیہ کے دن یا اس کے بعد ان کا اسلام لانا بعض معتبر کتب میں جو بیان ہوا ہے وہ زیادہ معتبر ہے وہ لکھنا پڑھنا خوب جانتے تھے اہل مکہ نے لکھنے کا فن ان ہی کے گھر سے سیکھا تھا، حضرت معاویہؓ کی خوشنویسی کا بیّن ثبوت ہے کہ ان کے حاضر خدمت ہونے کے بعد سے آنحضرت صلعم کتابت کا کام زیادہ تر انہی سے لیتے ایک مرتبہ آپ کچھ لکھوانا چاہتے تھے، ان کو بلا بھیجا، کھانا کھا رہے تھے، آنے میں دیر ہوئی۔ پھر بلوایا تو بھی کھانا کھا رہے تھے۔ کہا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا لا اشبع اللہ بطنہ اللہ اس کا پیٹ کبھی نہ بھرے، بعض لوگوں نے اس کلمہ

یہت کچھ اچھالا ہے اور کہا ہے کہ آپنے ناراضی سے یہ الفاظ کہے تھے مگر یہ بات
گی کی نہ تھی عرب کے محاورے میں ایسے متعدد فقرے ہیں جو بلا قصد زبان پر جاری
جاتے ہیں جیسے آنحضورؐ نے حضرت ابوذرؓ سے فرمایا تھا "علی انف ابوذر"
امہ نووی نے لا اشبع اللہ پر پوری بحث کی ہے اور لکھا ہے کہ یہ تو معاویہؓ کے
ن میں دعا کی تھی جعلہ غیرہ فی مناقب معاویۃ لانہ فی الحقیقۃ
میرد عاءلہ رص ۳۲۵ جلد ۲) پھر محل بھی یہ کوئی بددعا کا نہ تھا اس سے تو کہیں زیادہ
حضرت صلعم نے حضرت علیؓ پر خفگی فرمائی تھی۔ مثلاً ان کے ابوجہل کی بیٹی کو پیغام نکاح
بنے میں جس کا ذکر اوپر گذر چکا یا تحفہ اثنا عشریہ اور نسائی (مطبوعہ کلکتہ ص ۹۲) میں
واقعہ بیان ہوا ہے کہ آنحضورؐ شب میں حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے گئے
دونوں میاں بیوی کو سوتے سے جگایا نماز تہجد ادا کرنے کے لئے تاکید فرمائی حضرت
نے کہا واللہ لا نصلی الا ما کتب اللہ لنا وانما انفسنا بید اللہ
ند تعالیٰ نے جو ہم پر فرض کیا ہے اس کے سوائے ہم اور نماز نہ پڑھیں گے۔ ہمارے
ں اللہ کے اختیار میں ہیں۔ توفیق دیگا پڑھ لیں گے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
زردہ خاطر ان کے یہاں سے واپس ہوئے۔ راہنمائے خود رامی کوفت وحی
رمود وکان الانسان اکثر شیئ جدلا۔ یعنی انسان اور باتوں سے
یادہ سخن سازی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ لا اشبع اللہ بطنہ کے راوی حضرت
ن عباسؓ ہیں۔ انہوں نے بھی اس کو بددعا نہیں سمجھا۔ کیونکہ وہ حضرت معاویہؓ
ے علم و فضل اور دیگر صفات حسنہ کے ہمیشہ معترف رہے چنانچہ ان کے بارے میں وہ
بھی فرماتے ہیں کہ انہ فقیہ (بخاری) بہرحال حضرت معاویہؓ کو سب ہی نے
اتب وحی لکھا ہے۔ تقریب التہذیب (ص ۲۴۹) میں ہے معاویہ بن ابی سفیان
اتب وحی (کنز العمال ص ۳۹۲ جلد ۲) میں لکھا ہے کہ معاویہؓ نے علیؓ کو لکھا تھا۔ انا
مہر رسول اللہ وخال المؤمنین وکاتب وحی۔ میں رسول اللہ کا
رادر نسبتی ہوں مسلمانوں کا ماموں اور کاتب وحی ہوں۔ الفخری نے آداب
لسلطانیہ (ص ۱۴۵) میں لکھا ہے کتب الوحی فی جملۃ من کتب بین

Marfat.com

یدای رسول اللہ یعنی معاویہؓ ان کا تبان وحی میں تھے جو رسول اللہ صلعم کے پاس بیٹھ کر لکھتے تھے۔ اسی طرح متعدد مستند کتب فتح الباری (ص ۴۰۱ جلد ۱۴) وغیرہ میں ان کا قبل فتح اور اپنے والدین سے پہلے اسلام لانا، آپ کی صحبت میں رہنا اور کاتبان وحی میں شامل ہونا بیان ہوا ہے ابن حجر عسقلانی نے ان کے اسلام لانے کی متضاد روایتوں کی یوں تطبیق کی ہے۔

انہ کان اسلم خفیۃ وکان یکتم ایمانہ ولم یتمکن علی اظہارہ الا یوم الفتح (فتح الباری)	یعنی (حضرت معاویہؓ) مخفی طور پر (قبل فتح مکہ) اسلام لائے اور اپنے ایمان کو چھپائے رکھا اور فتح مکہ کے دن اپنا ایمان کھلم کھلا ظاہر کر سکے۔

حضرت معاویہؓ رسول اللہ صلعم کے ساتھ غزوہ حنین وطائف و تبوک میں پہلو بہ پہلو رہے تھے (طبقات ابن سعد) آنحضرتؐ نے جس طرح حضرت عباسؓ اور دوسرے مہاجرین کو مال غنیمت میں سے حصہ دیا۔ حضرت معاویہؓ ان کے بھائی یزید بن ابی سفیانؓ کو بھی عطا کیا۔ یہ ان کے مہاجر ہونے کا ثبوت ہے۔ طلقاء و مسلمۃ الفتح کے طعنے بعد کے زمانہ میں وضع ہوئے۔ مولفۃ القلوب بھی ان کو کہا گیا۔ مولفۃ القلوب کا ترجمہ شاہ عبدالقادرؒ نے دل کا پرچانا کیا ہے۔ حضرت عکرمہؓ بن ابوجہل، حارث بنؓ ہشام۔ حکیم بنؓ حزام وغیرہ یہ سب مسلمۃ الفتح میں شامل تھے مگر بعد میں کیسے قوی الایمان ثابت ہوئے حالانکہ ان میں سے عکرمہ و حارث وغیرہ جنگ احد و خندق میں آنحضرت صلعم کے مقابل آئے تھے حضرت معاویہؓ تو کبھی بھول کر بھی لسانًا یا سنانًا آپ کے مقابل نہیں آئے۔ انکو ضعیف الایمان کہنا انصاف کا خون کرنا ہے۔ آبائی مذہب کو ترک کر کے اور اس وقت جب ان کے باپ سردار قریش کی حیثیت سے مسلمانوں سے برسرپیکار تھے۔ حضرت معاویہؓ کا اسلام قبول کرنا ان کے صادق الایمان ہونے کا بیّن ثبوت ہے۔ اللہ کے رسول کے نزدیک وہ اس درجہ قوی الایمان صادق وامین تھے کہ وحی الٰہی کی کتابت کی خدمت سپرد کی۔ آپ کے فیض صحبت سے آپ کی تعلیم سے ان جیسے غیر معمولی

Marfat.com

ذہین نوجوان نے تھوڑے ہی عرصہ میں وہ سب کچھ حاصل کر لیا جو دوسروں کو برسوں میں بھی حاصل نہ ہوا۔ چنانچہ آنحضورؐ نے تعلیم قرآن اور تبلیغ دین کیلئے ان ہی کو منتخب کیا اور حضرت وائل بن حجرؓ کے ساتھ حضرموت مقام پر بھیجا۔

وارسل معه معاوية ابن ابی سفیان الیٰ قومه یعلمهم القرآن والاسلام (الاعلام قاموس التراجم الزرکلی)

اور (آنحضورؐ نے) (ان کے وائل بن حجر کے) ساتھ معاویہ بن ابی سفیان کو بھیجا کہ ان کی قوم کو قرآن اور اسلام کی تعلیم دیں۔

حضرت ابوبکر الصدیقؓ کے عہد خلافت میں حضرت معاویہؓ اپنے بھائی حضرت یزید بن ابی سفیانؓ کی امداد کے لئے ملک شام میں جہاں وہ رومیوں سے جہادوں میں مصروف تھے بھیجے گئے۔ صیدا، عرقہ، جبیل اور بیروت وغیرہ کی فتوحات میں مقدمہ لشکر انکی ماتحتی میں تھا۔ ساحلی علاقے کے بہت سے قلعے انہوں نے فتح کئے قیساریہ کا معرکہ جس میں ۸۰ ہزار رومی عیسائی مارے گئے انہوں نے سر کیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے ان کو اردن کا عامل مقرر کیا پھر جب ۱۸ھ میں ان کے بھائی حضرت یزیدؓ نے وفات پائی تو اردن کے ساتھ دمشق کی حکومت بھی ان کے سپرد ہوئی۔

جزع عمر علی یزید جزعًا شدیدًا وکتب الی معاویة لولایة الشام (استیعاب ص۲۵۲ جلد ۱)

یزید بن ابی سفیانؓ کی موت پر حضرت عمرؓ کو بہت رنج ہوا اور آپ نے معاویہؓ کی ولایت ملک شام کے بارے میں حکم جاری کر دیا۔

حضرت عمرؓ ان کے حسن کارگزاری کے اس قدر معترف تھے کہ ایک معاویہؓ ہی ایسے گورنر تھے کہ ان کا تبادلہ کبھی نہیں کیا تمام مدت خلافت میں ایک ہی جگہ برقرار رکھا۔ ان کے تدبر و حسن انتظام کی وجہ سے انہیں کسریٰ عرب کہا کرتے تھے۔ حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں پورا ملک شام جس میں حمص، دمشق شامل تھے ان کے زیر حکومت تھا۔ اس کے۔

Marfat.com

علاوہ آرمینہ وایشیائے کوچک اور مصر تک انکا حکم چلتا تھا، ان مقامات کے سپہ سالار اور بحری بیڑہ کے افسر انہیں کے حکم کے مطابق جہاد کے لئے نکلتے تھے، انہوں نے ہی عظیم الشان اسلامی بیڑے جہازات عہد عثمانی میں تیار کرایا تھا، یہی پہلا اسلامی بیڑے جہازات تھا۔ جس کے ذریعہ حضرت معاویہؓ نے نہ صرف جزیرہ قبرص فتح کیا بلکہ قسطنطنیہ کے جہاد میں اس سے کام لیا، ۵۲ھ میں جزیرہ رڈس، ۵۴ھ میں جزیرہ ارواڈ فتح کئے، سسلی اور جزیرہ کریٹ پر حملے کئے گئے۔ اگر حضرت علیؓ طلب خلافت کی خانہ جنگیاں نہ چھیڑ دیتے کچھ بعید نہ تھا کہ معاویہؓ اٹلی وروم کو فتح کرکے مسیحیت کے صدر مقام پر اسلامی جھنڈا گاڑ دیتے جنگ صفین اور ثالثی کا مختصراً ذکر ہو چکا۔ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ شہادت علیؓ کے بعد ابتدائے تحریک صلح حضرت معاویہؓ کی طرف سے ہوئی

أن المعاوية بدا ء بطلب الصلح (فتح الباری ص۵۱۲)

پھر لکھتے ہیں۔

فيه دلالة على رافة معاوية بالرعية وشفقة على المسلمين وقوة نظر في تدبير الملك وانظر في العواقب (فتح الباری ایضاً) یعنی حضرت حسنؓ سے صلح کرنے کی ابتداء کرنا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت معاویہؓ کے دل میں مسلمانوں کے ساتھ شفقت اور رعیت کے ساتھ بھلائی کا کیسا جذبہ صادقہ تھا اور ملک وسلطنت کے انتظامات نیز خانہ جنگی کے تلخ نتائج کے بارے میں کیسی کچھ صحیح رائے تھی، علیؓ ومعاویہؓ کی ذہنیتوں میں بڑا فرق یہی تھا کہ اول الذکر سیاسی معاملات کے تصفیہ کی غرض سے تلوار کے قبضہ پر ہاتھ ڈالنے میں تامل نہ کرتے اور آخر الذکر اگر بال برابر بھی تعلق باقی رہتا اسے کبھی نہ توڑتے۔ حزم واحتیاط سے کام لیتے۔

زمام خلافت ہاتھ میں لیتے ہی جن مشکلات اور اہم مسائل کا انہیں سامنا کرنا پڑا وہ یہ تھے:۔

(۱) بدنظمی وفتنہ وفساد کو دور کرکے نظم قایم کرنا (۲) خانہ جنگیوں میں

اقتصادی حالات مملکت کی جو ابتری ہو گئی تھی خاص کر عراق و ممالک شرقیہ
ں اسے درست کرنا (۳) مختلف قبیلوں اور خاندانوں میں خانہ جنگی کے نتیجے میں
خاصمت اور دشمنی کی جو آگ بھڑک گئی تھی اسے ٹھنڈا کرنا (۴) ملت کی حربی قوت
و بحال کر کے دشمنان اسلام سے کامیاب مقابلہ کے لئے تیار کرنا۔

ان سب پیچیدہ و اہم مسائل و مشکلات کو جس خوبی و خوش اسلوبی سے حضرت
معاویہؓ نے چند ہی سال کے عرصہ میں حل کیا، ہمعصر اکابر صحابہ و عظمائے ملت حضرت
عد بن ابی وقاصؓ، عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ، عبداللہ بن عباسؓ وغیرہم کے
لمات تحسین سے ثابت ہے جن میں واضح طور سے بتایا گیا ہے کہ قیادت و
ہ برداری کی صفات حسنہ میں معاویہؓ اپنے سب معاصرین و اجلہ صحابہ سے بلند
تھے (ملاحظہ ہو کتاب خلافت معاویہؓ و یزیدؒ ص ۴۸) حلم کی خاصیت ان میں بدرجہ
تم تھی اور حلم سے مراد عربوں کے تخیل میں مختلف و متضاد خاصیتوں و اوصاف
رشتی و نرمی سختی و رحمدلی وغیرہ کا معتدل طریقہ پر ہم آہنگ ہونے اور عدل و انصاف
قوت و مضبوطی سے ان کو برمحل برتنے سے تھا[۲]۔

ان سب اوصاف کے مجموعے کے بعد اور بھی چیزیں ہیں یعنی بخشکی رلے و سخاوت
خشش و مروت سے مخالفین کو زیر کرنا، جہاں کوڑے سے کام نکلے وہاں تلوار سے
ور جہاں زبان سے کام ہو سکے وہاں کوڑے سے کام نہ لینا بھی شامل ہے انکا
ول تھا کہ کوئی جرم ایسا نہیں جو میری معافی سے دھویا نہ جا سکے، ان کے صبر اور
ریا دلی کی کوئی انتہا نہیں تھی۔ حلم محض مقصد نہیں ذریعہ تھا۔ اور اس ذریعہ

---

۵ جنگ جمل کے بعد ہی حضرت علیؓ نے بصرے کے بیت المال کی تمام رقم جو ساٹھ لاکھ سے
ائد تھی وہ اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دی ہر ایک کے حصہ میں پانچسو کی رقم آئی (طبری
ص ۲۲۳ ج ۵) کوفہ کے بیت المال پر صفین کے اخراجات کا بار پڑا پھر پانچ کروڑ کی رقم
حضرت حسنؓ نے بعد صلح وصول کر لی تھی۔

۱ محقق لامنس کا قول ہے کہ حلم کا صحیح مفہوم فرانسیسی زبان کے کسی ایک لفظ میں ادا نہیں ہو سکتا

Marfat.com

سے پورا پورا کام لیکر آٹھ دس برس کے قلیل عرصہ میں بگڑی حالت سنوار دی۔ ایک مستشر
ان حالات پر بے لاگ تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ صدر اسلام کی سیاسی تاریخ کا یہ
واقعہ ہے کہ پیغمبر اسلام کے داماد اور چچیرے بھائی (علی بن ابی طالب) کے مختصر
میں مسلمانوں کی سیاسی کشتی جو خانہ جنگیوں فتنہ و فساد اور طوائف الملوکی
خوفناک بھنور میں پھنس گئی تھی اور قریب تھا کہ قبائلی دشمنیوں کے تھپیڑے
ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے۔ قدرت نے محمد (صلعم) کے سیاسی حریف (ابو
کے فرزند جلیل (معاویہؓ) کے تجربہ کار ہاتھوں سے بروقت کام لے کر مسلمانو
اس سیاسی کشتی کو تباہی سے نہ صرف بچا لیا بلکہ ان کے زیر قیادت اور ان کے حسن
سیاست کی بدولت کامرانی و عروج پر گامزن کر دیا بدنظمی و طوائف الملوکی
ہو کر ترقی پذیر منظم اسٹیٹ از سر نو وجود میں آئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
رحلت کے بعد ہی ارتداد کے فتنہ نے سر اٹھایا تھا، آپ کے خلیفہ اول و بلافص
حضرت صدیق اکبرؓ کی لاثانی ہمت و استقلال نے اس کا سر کچل کر مسلمانو
سیاسی قوت کے پودے کی آبیاری کی۔

ہمتِ او کشتِ امت را چو ابر ثانی اسلام و غار و بدر و

پھر فاروق اعظمؓ کے لاثانی حسن تدبیر سے پروان چڑھا، برگ و بار لایا
عہد عثمانی میں رقابتوں کی آندھیوں نے جڑیں اس کی ہلا دیں عہد علوی میں
کہ جڑ ہی سے اکھڑ جائے حضرت معاویہؓ کے تجربہ کار ہاتھوں سے پھر اپنی جگہ قائم ہو
امت نے ممنونیت کے ساتھ ان کے حسن سیاست کا اعتراف کیا، رائے عامہ کو
اموی قیادت کے حق میں روز بروز زیادہ ہوتا گیا جمل و صفین کے واقعات
اندوہناک تھے کہ انکا خیال کر کے لوگوں کے دل لرز جاتے تھے۔ اس لئے
مبصرین یہ بات سوچنے لگے تھے کہ کہیں یہ حالت معاویہؓ کی آنکھیں بند ہو
پھر نہ عود کر آئے، رسول اللہ صلعم کے صحابی جلیل حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کا شمار ص
کے سیاسی مدبرین میں تھا انہوں نے اس مسئلہ پر بہت غور کیا، اپنے دل سے
پہلے ایک تجویز اپنے ذہن میں جب پختہ کر لی بالمشافہ گفتگو کیلئے

ق سے چلکر حضرت معاویہؓ کے پاس دمشق پہنچے۔ امیر یزیدؒ کی اہلیت کے علاوہ اُنکے
مہ کا زبردست رجحان چونکہ اموی قیادت کی جانب تھا، علوی قیادت تو پہلے ہی
ی طرح ناکام ہو چکی تھی، اہلِ حجاز میں سے کسی کو بھی سیاست ملّیہ اور امور انتظامیہ
ے کوئی لگاؤ یا تجربہ مطلق نہ تھا اور حربی قوت تمام تر امیر یزیدؒ کے حق میں تھی
ں کی قیادت و سپہ سالاری ابھی چند روز ہوئے شاندار کامیابی کے ساتھ
کر چکے تھے، حضرت مغیرہؓ نے انکی ولیعہدی کی جانب حضرت معاویہؓ کو متوجہ کیا
رجیسا خلافت معاویہؓ و یزیدؒ میں تفصیلاً بیان ہوا، اس تجویز و تحریک نے عملی شکل
تیار کی مملکت اسلامیہ کے ہر ہر صوبہ اور ہر ہر قریہ میں رائے عامّہ معلوم کی گئی
اجر و اکراہ معلوم کی گئی سو فیصدی ووٹ امیر یزیدؒ کے حق میں آئے۔

ق و فجور کی وضعی داستان

ابن جریر طبری نے یہ وضعی داستان
علی بن مجاہد کی روایت سے شروع
ہے جس کے بارے میں محدث ابن معین کا قول ہے کہ وہ حدیثیں وروایتیں وضع
ا کرتا تھا (میزان الاعتدال صـ۲۳۲ ج ۲) روایت میں کہا گیا ہے کہ حضرت مغیرہؓ
ر زعراق نے اپنی ضعیفی کی وجہ سے حضرت معاویہؓ کے پاس آکر استعفا دے دیا۔
منظور ہوا، سعید بن العاصؓ کا انکی جگہ تقرر کرنا چاہا۔ حضرت مغیرہؓ کا کاتب (سیکرٹری)
نزد گورنر کے پاس ملنے گیا، اس کی اطلاع جب حضرت مغیرہؓ کو ہوئی انہی سی بات پر
یا طیش آیا کہ سیدھے امیر یزیدؒ کے پاس پہنچے۔ ولیعہدی کی تجویز پیش کی جس کا ذکر
یدؒ نے اپنے والد سے کیا، حضرت معاویہؓ نے اس تجویز کو پسند کیا، حضرت مغیرہؓ کو ان کے
ے پر بحال کر کے بیعت ولیعہدی کا انتظام کرنے کی ہدایت کی۔ فامر کا ان
عمل بیعۃ یزید (طبری صـ۱۶۹ ج ۱) گویا بنیاد داستان کی اس روایت سے
لی گئی۔ مگر جھوٹ بولنے کو بھی ہنر چاہئے۔ دو عظیم المرتبت مدبرین سے کیسی
فلانہ باتیں منسوب کی ہیں۔ اسی سلسلہ میں دوسری وضعی روایت یہ ہے کہ حضرت
معاویہؓ نے بیعت ولیعہدی کے متعلق اپنے سوتیلے بھائی امیر زیاد بن ابو سفیانؓ گورنر
صرہ سے مشورہ چاہا انہوں نے اپنے ایک معتمد سے کہا کہ یزید کی طبیعت میں کاہلی

اور سہل انکاری بہت ہے، اس پر طرہ یہ کہ صید شکار کا گرویدہ رہتا ہے ویزید صاحب رسالۃ وتہاون مع ما قد اولع من الصید" (طبری ص۱۶۹ ج۶) تم میری طرف سے امیر المؤمنین کے پاس جاؤ اور یزیدؒ کے جو حالات میں نے بیان کئے ہیں ان کی اطلاع ان کو کر دو۔ فاخبرہ عن فعلات یزید، (ایضاً) اس میں شک نہیں کہ امیر یزیدؒ بڑے شکاری اور زبردست شہ سوار تھے۔ پروفیسر حتی نے اسلام میں پہلا بڑا شکاری انہیں کہا ہے۔

THE FIRST GREAT HUNTER IN ISLAM

اور لکھا ہے کہ وہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے ایک چیتے کو سدھایا تھا کہ گھوڑے کے دھڑ کے پچھلے حصہ پر سوار چلا کرے، مورخ الخضری نے بھی لکھا ہے کہ یزیدؒ شکار کے بڑے شوقین تھے (ص۱۲۴ ج۲) مگر شکار کا شوقین ہونا اور شکاری چیتے پالنا تو ممنوع نہیں۔ قرآن مجید میں شکاری چوپایوں اور پرندوں کے ذریعہ شکار کھیلنے کے احکام ہیں۔ خدا نے جب شکار حلال کیا اسے حرام کون کہہ سکتا ہے اور امر مباح کے مرتکب کو فاسق کیسے کہا جا سکتا ہے پھر عجیب بات یہ ہے کہ یہ عادتیں اگر بری تھیں ان کا حال سینکڑوں کوس دور بصرے میں بیٹھے ہوئے امیر زیاد کو تو ہو گیا۔ حضرت معاویہؓ کو نہ ہوا جن کو مطلع کرنے کیلئے پیغامبر بھیجا گیا، بہر حال ولیعہدی کی تجویز تحریک کے زمانہ میں صرف یہی باتیں کہی گئی ہیں۔ بیعت ولیعہدی کے سلسلہ میں حضرت حسینؓ و ابن زبیرؓ نے حسب و نسب کی بنا پر اپنی برتری امیر یزیدؒ پر ظاہر کرنے کی غرض سے سب کچھ کہا لیکن نہ ان باتوں کو زبان پر لائے اور نہ شاید نوشی یا تارک صلوٰۃ ہونے کا اشارتاً و کنایتاً ذکر کیا۔ اسی سے ثابت ہے کہ انہامات حادثہ کربلا کے بعد تراشے گئے۔

بلاذری نے کتاب انساب الاشراف میں جہاں امیر یزیدؒ کے پابند صوم و صلوٰۃ ہونے، نیک کاموں میں سرگرمی سے حصہ لینے، مسائل فقہ پر گفتگو کرنے نیز نیکوکاری کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ اور حضرت محمد ابن الحنفیہؒ برادر حسینؓ کے اقوال نقل کئے ہیں وہاں متقدمین کی عام روش کے مطابق متضاد روایتیں

ے کردی ہیں۔ امیر یزیدؒ پر جس روایت میں شراب نوشی کرنے، گانے بجانے میں شرک
نے، چھوکرے چھوکریاں رکھنے، بندروں کا تماشہ دیکھنے اور کتوں سے کھیلنے کے
زامات تراشے گئے ہیں، اس کو سب سے پہلے ان راویوں کی سند سے درج کیا ہے یعنی
ہشیم العمری عن الھیثم بن عدی عن ابن عیاش عن ھشام
بن کلبی عن ابیہ وابی مخنف وغیرھما۔ ابی مخنف اور ہشام کلبی
باپ محمد بن سائب کلبی جن سے دوسروں نے یہ مکذوبہ روایت بیان کی ہے
ل تو امیر یزیدؒ کے ہم عصر نہیں تقریباً ایک صدی بعد کے ہیں پھر جملہ متند
ب نقد رجال والجرح والتعدیل میں ان دونوں کو کذاب کہا گیا ہے۔ امام
بی نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ محمد بن سائب کلبی اس عقیدے کا
ائی تھا کہ علیؓ کو موت نہیں آئی وہ دنیا میں لوٹ کر آئیں گے اور اس کو عدل و
صاف سے بھر دیں گے جیسے وہ ظلم و جور سے بھری ہے۔ اس کے بیٹے ہشام
وفی ۲۰۶ھ کو ابن عساکر نے رافضی و نامعتبر کہا ہے اور دارقطنی نے متروک اسی
رح ابن عیاش کو کثیر الخطاء (صفحہ ۱۲ ج ۱) اور الہیثم بن عدی کو ابو داؤد نے
ذاب بتایا ہے۔ امام بخاری نے فرمایا ہے: لیس بثقۃ کان یکذب
۲۶ ج ۳) یعنی وہ غیر معتبر ہے اور جھوٹ بکتا تھا۔ اس تماش کے کذابوں
مکذوبہ روایتوں سے مختلف کتب تاریخ وغیرہ کے اوراق سیاہ ہوئے جو عہد
باسیہ میں بیشتر موالی مؤلفین نے تالیف کیں، دوسری جانب حضرت حسینؓ کے واقعہ
ر افسانوی رنگ میں پیش کرنے کی غرض سے مناقب میں موضوعات کا انبار لگا دیا گیا ہے۔ یہ سرمایہ کذب و افترا متاخرین تک پہنچا۔

ابن خلدون متوفی ۸۰۸ھ نے اپنے شہرہ آفاق مقدمہ تاریخ میں امیر یزیدؒ
ولیعہدی پر تفصیلاً گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے کہ۔

"حضرت معاویہؓ کی شان میں کوئی بدگمانی نہیں کی جا سکتی کیونکہ انکی
صحابیت و صحابیت کا لازمہ عدالت ہر قسم کی بدگمانی سے مانع ہے،
پھر ان کے اس فعل کے وقت سینکڑوں صحابہ کا موجود ہونا اور سب

Marfat.com

ان کا سکوت کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس امر میں حضرت معاویہؓ کی نیک نیتی مشکوک نہیں تھی۔ کیونکہ یہ صحابہ کرام حق کے معاملہ میں چشم پوشی اور نرمی کے کسی طرح بھی روادار نہیں ہو سکتے تھے اور نہ معاویہؓ ہی ایسے تھے کہ قبول حق میں حب جاہ ان کے آڑے آجاتی یہ سب اس سے بہت بلند ہیں اور انکی عدالت ایسی کمزوری سے یقیناً مانع ہے۔

ابن خلدون کے مندرجہ نقرے سے بالبداہت ثابت ہے کہ بیعت ولیعہدی کے وقت تک تو وہ امیر یزیدؒ کو فاسق و فاجر تسلیم نہیں کرتے، مورخین کا بیان ہے کہ ۵۶ھ میں ولیعہدی کی بیعت مکمل ہوئی، بالفاظ دیگر امیر یزیدؒ متولد ۲۲ھ سے ۳۴ سال کی عمر تک کسی قسم کے فسق و فجور کا ارتکاب نہیں ہوا۔ تاریخی واقعات اس کے شاہد ہیں کہ ۴۹ھ میں حضرت حسینؓ اور ممتاز صحابہ کی جماعت ان کی قیادت اور سپہ سالاری میں قسطنطنیہ کے جہاد میں شریک ہوئی اور اپنے قائد و سپہ سالار کی امامت میں مہینوں تک پنج وقتہ نمازیں پڑھیں پھر ۵۰ھ سے ۵۶ھ تک ان کی امامت میں مناسک حج ادا کئے ان کے خطبات سنے انکی امامت میں نمازیں ادا کیں۔ اگر کسی قسم کا فسق کا شائبہ بھی ان میں ہوتا تو حضرت حسینؓ ایسے پیچھے نمازیں ہرگز نہ پڑھتے اور نہ اپنی بھتیجی سیدہ ام محمد بنت عبداللہ بن جعفر طیار کو ان کے حبالہ عقد میں آنے دیتے۔

ابن خلدون کے مندرجہ بالا الفاظ میں حضرت معاویہؓ اور سینکڑوں صحابہ کے پوزیشن کو جنہوں نے ولی عہدی کی بیعت کی تھی، غالی راویوں کے مطاعن سے بچانے کی کوشش ضرور کی ہے، ان کی ایسی بات کی ستائش کتاب خلافت معاویہؓ و یزید میں کی گئی تھی لیکن حضرت حسینؓ کے اقدام خروج پر جہاں گفتگو کی ہے وہاں ان کے پوزیشن کو صاف کرنے کی کوشش میں کامیاب ہو سکے۔ حضرت معاویہؓ کی وفات صحیح روایت کی مطابق ۲۲ رجب ۶۰ھ کو ہوئی، امیر یزیدؒ موجود نہ تھے کسی مہم پر باہر گئے ہوئے تھے محترم والد کی شدید علالت کی اطلاع ملتے ہی واپس آئے۔ مگر

Marfat.com

ن کے بعد پہنچے۔ سیدھے بلپ کی قبر پر گئے پھر جامع مسجد آئے خطبہ دیا اور مسند خلافت
ن ہوئے، عمالِ حکومت، افسران، ازواج کے علاوہ مستقر خلافت کے صحابہ و
ین، ہاشمی و اموی اکابرین سب نے ہر دلعزیز ولیعہد کی بیعت خلافت خوشدلی
ساتھ کی پھر تمام صوبوں میں جہاں جہاں اطلاع پہنچتی گئی۔ دستور کے مطابق بلا کسی اختلاف
یت موکد ہوتی گئی۔ گورنر مدینہ کو یہ اطلاع ۲۷ رجب کی شام کو ملی اسی وقت
رین مدینہ کو طلب کیا، حضرت حسینؓ اور ابن زبیرؓ سے کہہ کر کہ صبح کے وقت
سب لوگوں کو بلاؤ گے ہم بھی موجود ہوں گے رات ہی میں مکہ چلے گئے
ت سے تخلف و گریز کرنے کی وجہ اذرجواز کا برملا اظہار کرنے کی جرأت نہ کی
کے قریب حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ملاقات ہوئی انہوں نے ان دونوں حضرات
طرز عمل کے بارے میں فرمایا تھا۔ اتقیا اللہ ولا تفرقا جماعۃ المسلمین
دونوں اللہ سے ڈرو اور مسلمانوں کی جماعت میں پھوٹ مت ڈالو) ان حالات
اعتبار سے ابن خلدون کا یہ کہنا کہ حضرت حسینؓ نے اس وجہ سے بیعت نہیں
تھی کہ "یزید کی ذات میں فسق ان کے ایام خلافت میں پیدا ہو گیا تھا۔ حدث
ن یزید من الفسق ایام خلافتہ۔ (مقدمہ تاریخ صـ۲۱۲) مہمل سی بات
ے۔ ایام خلافت کی نوبت ہی کہاں آنے پائی تھی مسند نشینی کی خبر سنتے ہی یہ دونوں
البانِ خلافت حضرت حسینؓ و ابن الزبیرؓ کسی سوچی سمجھی اسکیم کے مطابق اور گورنر
ینہ کو حکم دے کر اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ ان کا یہ طرز عمل اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ
وت معاویہؓ کا انتظار ہو رہا تھا۔ کیونکہ حضرت حسینؓ تو پہلے ہی کوفیوں کو ان کے
ط کے جواب میں لکھ چکے تھے کہ جب تک معاویہؓ زندہ ہیں اپنے گھروں میں خاموش
بیٹھے رہو ان کا واقعہ پیش آ گیا تو دیکھا جائے گا، تم بھی سوچنا ہم بھی سوچیں گے
الفاظ دیگر اس وقت انقلاب حکومت کا اقدام کیا جا سکے گا، ابن خلدون نے
مندرجہ بالا فقرے کے ساتھ ہی یہ لکھا ہے کہ "خبردار! کہیں تم معاویہؓ کے بارے
میں یہ بدگمانی نہ کرنے لگنا کہ وہ یزیدؒ کے فسق کو جانتے تھے۔ کیونکہ وہ تو اس
بدگمانی سے بمراتب عادل و افضل ہیں" اور یہی بات مبایعین صحابہ کے

Marfat.com

متعلق بھی کہی ہے اس سے ظاہر ہے کہ ابن خلدون نے یہ باتیں کہہ کر ایک طرف تو حضرت معاویہؓ اور دوسرے صحابہ کی پوزیشن کو غالی راویوں کے مطاعن سے بچانے کی کوشش کی ہے اور دوسرے جانب وہ مناقب حسینؓ کی موضوعات کے پیش نظر اتنے بدعقیدہ ہونے کو بھی تیار نہیں کہ طلبِ خلافت کے اقدام کو سیاسی خروج کہہ سکیں فسق یزیدؒ کی مکذوبہ روایتوں کی آڑ لے کر اور اس اقدام کو اجتہاد سے تعبیر کر کے اسوۃ المجتہدین فرما دیا مگر اپنے ہی اس قول کو اور اس سے جو نتیجہ برآمد ہوتا ہے نظر انداز کر دیا یعنی حضرت معاویہؓ کو مرتے دم تک اپنے بیٹے کے فسق کا جو ہر وقت ان کی نظروں کے سامنے رہتے تھے جب کوئی علم نہ ہوا اور نہ دوسرے صحابہ کو تو سینکڑوں کوس دور بیٹھے ہوئے حضرت حسینؓ و ابن زبیرؓ کو کیسے ہو گیا اور اگر اسی بنا پر خروج کیا تھا تو یہ کیسا اور کس نوعیت کا فسق تھا کہ کوفیوں کی امداد و نصرت سے جب مایوسی کا سامنا کرنا پڑ گیا تو اسی امیر المؤمنین کے ہاتھ میں ہاتھ دینے اور بیعت کرنے پر آمادہ ہو گئے جس کے مزعومہ فسق کی بنا پر یہ اقدام کیا تھا حتیٰ اضع یدی فی ید یزید بن معاویہ کے الفاظ تو ہرمورخ نے لکھے ہیں ابن خلدون نے ولیعہدی کی بیعت کے سلسلہ میں تو بہت اچھی بحث کی ہے جسے کتاب خلافت معاویہؓ و یزیدؒ ... میں نقل کرتے ہوئے تحسین بھی کی گئی لیکن اقدام خروج کا حقیقت پسندانہ جائزہ لینے میں شاید عقیدت حسینؓ ان کے مانع آئی عقیدت کی بات تو اور ہے اور وقائع تاریخی کی بے لاگ تحقیق (ریسرچ) شے دیگر است داستان فسق و تجور کے راویوں کا مختصراً ذکر ہو چکا اس سلسلہ میں ان چند حقائق کو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے یعنی جب حضرت حسینؓ ہی کے عزیز اور قریبی رشتہ دار مثلاً ان کے بہنوئی اور رسول اللہ صلعم کے پروردہ یافتہ صحابی حضرت عبداللہ بن جعفر طیارؓ امیر یزیدؒ کو فداک ابی و امی سے خطاب کریں، ان کے صاحبزادے معاویہؓ جعفری ہاشمی جن کے بارے میں مورخ لکھتے ہیں کہ امیر یزیدؒ کے عزیز دوست تھے۔ ونشاء معاویۃ الہاشمی صدیقا لیزید بن معاویۃ الاموی۔ (الاعلام الزرکلی ص۱۳۷ مدح یزیدؒ

میں ان کا یہ شعر بھی ہو۔

اذا مذق الاخوان بالغیب ودھم　　فسیدا خوان الصفا یزید

حضرت حسینؓ کے ذی علم و عالی منزلت بھائی حضرت محمد الحنفیہؒ اپنی ذاتی واقفیت سے ان تمام بہتانات کی پرزور تردید کریں جو شراب نوشی و ترک صلوٰۃ کے امیر یزیدؒ پر عائد کئے گئے تھے۔ حضرت حسینؓ کے چچا حضرت عبداللہ بن عباسؓ حبر الامت امیر موصوف کی علمی قابلیت و نیکوکاری کا اعتراف کریں، اور دوسروں کو بیعت کی ترغیب دیں۔ حضرت حسینؓ کو خروج کرنے سے منع کریں، پھر حضرت حسین کے صاحبزادے علی بن الحسینؓ (زین العابدین) حادثہ کربلا کے بعد بھی ہاتھ اٹھا اٹھا کر امیر یزیدؒ کو دعائیں دیں، انکی وفات ہو جانیکے بعد حبا اموی لشکر مکہ سے واپس ہوتا ہوا مدینہ سے گذر رہا ہو، فوج کے گھوڑوں کیلئے دانے چارے کا از خود بندوبست کریں۔ حسینؓ و یزیدؒ کے گھرانوں میں مناکحت و مصاہرت کا سلسلہ واقعہ کربلا کے بعد بھی قائم رہے۔ قدیم مورخین امیر یزیدؒ کے حلم و کرم کو سراہیں اور کہیں کان یزید صبورًا (عیون الاخبار ابن قتیبہ) یعنی یزید بردبار و حلیم تھے بعض شعراء بہتانات کی تردید کریں اور کہیں۔

واقول ان یزید ما　　شرب الخمور ولا فجر[1]

تو ان حالات و واقعات کے ہوتے ہوئے کذاب راویوں کی داستان فسق و فجور کی کیا حقیقت باقی رہتی ہے ہمارے مقدسین کے جواز و عدم جواز لعن کے فتاوے و مباحثے جو انہی مکذوبہ روایتوں پر زیادہ تر مبنی ہیں وہ تاریخی لحاظ سے غیر متعلق ہیں اور موجب طوالت بھی۔ لفظی ترمیم کے ساتھ غالب کی زبان سے یہ کہدینا کافی ہے ؎

گر دہم شرح ستمگاری ملا غالب　　رسم انصاف ہما ناز جہاں برخیزد

---

[1] مستشرق گولڈ زیہر نے اپنی کتاب LITTERATDER SIRA میں اس شاعر کا یہ شعر درج کیا ہے۔

Marfat.com

خروج

حکومت و سلطنت یا سیاسی نظام میں انقلاب بپا کرنے کے لئے جو بھی اقدام کیا جائے خروج کہلاتا ہے "خرج علیہ" اور خرج علیٰ" سے مطلب لڑائی کے لئے نکلنا اور تمرد و بغاوت سے ہے اپنے مقدمہ تاریخ میں خود ابن خلدون نے متعدد جگہ یہ لفظ اسی معنی و مفہوم میں استعمال کیا ہے مثلاً۔ فرای الحسین ان الخروج علی یزید متعین من اجل فسقہ (ص ۲۱۶) یعنی حسینؓ نے خیال کیا کہ یزید کے خلاف خروج اس کے فسق کی وجہ سے لازم ہو گیا۔ صحابہ کرام نے بھی ان کے اقدام کو خروج ہی کہا۔ حضرت ابو سعید الخدریؓ نے فرمایا تھا۔

تطلبنی الحسین علی الخروج وقد قلت اتق اللہ فی نفسک والزم بیتک فلا تخرج علی امامک۔

(تاریخ الکبیر ابن عساکر ص ۳۲۵ ج ۴)

حسینؓ نے خروج کیلئے مجھ پر زور دیا تو میں نے ان سے کہا، اپنے دل میں خدا کا خوف کرو۔ گھر میں بیٹھے رہو اور اپنے امام (یعنی امیر المؤمنین یزیدؒ) کے خلاف خروج مت کرو۔

ان کے عزیزوں اور بھائیوں نے بھی اس اقدام کو خروج ہی کہا جناب عمر بن علیؓ کے بارے میں خود شیعہ مورخ نے لکھا ہے کہ ان کے بھائی نے خروج میں ساتھ دینے کو کہا مگر انہوں نے ساتھ نہ دیا قد دعاہ الی الخروج معہ فلم یخرج (عمدۃ الطالب ص ۹۹) غرضیکہ انقلاب "REVOLUTION" کے لئے جو قدم اٹھایا جائے اصلاح کی غرض سے ہو یا بقول بعض "تطہیر خلافت" کے مقصد سے وہ حال سے خالی نہیں۔ انقلاب پیدا کرنے والے کامیاب ہوں تو خود نئی حکومت و خلافت کی تشکیل و تاسیس کر لیتے ہیں، ناکام رہیں تو حکومت وقت کے نزدیک بغاوت کے مجرم قرار پاتے ہیں، تمام سیاسی نظاموں کا اسلامی ہوں یا غیر اسلامی انقلاب کے بارے میں یہی نظریہ یہی قانون ہے، ہمارے پاکستان کے سپریم کورٹ کے ممتاز ماہر قانون مسٹر جسٹس منیر نے اپنے فاضلانہ فیصلہ میں لکھا تھا "یہ بات قانون کے نقطۂ نظر سے کسی اہمیت کی حامل نہیں کہ انقلاب کس طریقہ سے اور کن

Marfat.com

اشخاص کے ذریعہ پیدا کیا گیا، تشدد اور پُرامن دونوں طرح عمل میں آسکتا ہے کوئی سیاسی قسمت آزمایا حکومت ہی کا کوئی رکن انقلاب پیدا کرنے کا ذریعہ ہوسکتے ہیں قانون کی نظر میں یہ بات بھی غیر متعلق ہے کہ انقلاب کا محرک اصلی کیا تھا، رائج الوقت آئینی نظام کو مٹانے کے لئے بلند ترین جذبہ حب وطنی اور پست ترین مطلب برآری دونوں کارفرما ہوسکتے ہیں۔ انقلاب حکومت اور شکست آئین کی کوشش ناکام ہو تو ایسے اشخاص رائج الوقت آئین کے لحاظ سے جرم بغاوت کے مرتکب قرار پاتے ہیں، اور کامیاب ہوں تو انقلاب خود ایک قانون ساز حقیقت (حکومت) بن جاتا ہے (دی اسٹیٹ بنام دوسو۔ پی۔ ایل۔ ڈی ۱۹۵۸ء ملخصاً) دنیا میں سب سے پہلا اور قدیم ترین کانسٹی ٹیوشن یعنی دستاویز نظام سیاسی آنحضرت صلعم کا وہ معاہدہ ہے جو مدینہ تشریف آوری کے بعد ہی انصار و مہاجر و یہود کے مابین مرتب کیا تھا جس میں دیگر سیاسی امور کے علاوہ ہر شخص کے تین بنیادی حقوق قابل احترام قرار دیئے گئے۔ یعنی جان و مال و آبرو بلا امتیاز نسل و قوم و دین و ملت محفوظ رکھے گئے۔ پھر آپ نے متعدد ارشادات میں حکمران کے خلاف خروج سے منع فرمایا ہے۔

اسوۂ عثمانی

خلفائے راشدین میں پہلی شہادت حضرت عمرؓ کی تھی جو عجمی سازش سے ہوئی قاتل اور سازش کے شرکار کو قصاص میں قتل کر دیا گیا۔ حضرت علیؓ کو ابن ملجم نے دیگر خارجی مقتولین کے انتقام میں یہ کہہ کر شہید کیا کہ انہ قتل اخواننا الصالحین (تاریخ الخمیس ص۲۱۴ ج ۲) ان کے قاتل کو بھی حضرت حسینؓ نے ایک ایک عضو اسکا کاٹ کر آگ میں جلوا دیا۔ (ص۲۱۵ ایضاً) حضرت عثمان ذی النورینؓ کی خلافت کے خلاف پروپیگنڈا برسوں سے جاری تھا۔ حتیٰ کہ اس عظیم کارنامے

پر کہ اختلاف قرأت مٹا کر مسلمانوں کو ایک مصحف پر متحد کر دیا، اعتراضات کئے گئے حالات جب مخدوش ہوتے گئے حضرت معاویہؓ نے امیر المؤمنین کی حفاظت جان کیلئے تجویزیں پیش کیں جو یہ کہہ کر مسترد کر دیں کہ جوار رسول اللہ میں نہ کسی کلمہ گو کا خون بہانے کا روادار ہوں نہ تحفظ جان کے لئے کسی فوجی دستہ کا بار بیت المال پر ڈالنے کا۔ بلوائی قاتلین نے گھر کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ مسجد نبوی میں خطبہ دیتے ہوئے عصائے نبوی دست مبارک سے چھین کر توڑ ڈالا، پتھر مار کر زخمی کیا بے ہوشی کی حالت میں گھر پہنچائے گئے پھر مسجد میں نماز بھی نہ پڑھنے دی پانی بھی اس دریا دل داماد رسول پر بند کر دیا جس نے میٹھے پانی کے کنوئیں بصرف کثیر خرید کر مسلمانوں پر وقف کر دئے تھے۔ اسی مخیر صحابی جلیل کے گھر غلہ بھی نہ پہنچنے دیا جس نے سینکڑوں من غلہ ایام قحط سالی میں مسلمانوں میں مفت تقسیم کر دیا تھا۔ جو مال سے جہاد کرنے میں سب سے آگے رہا۔ غزوہ تبوک میں نو سو اونٹ معہ ساز و سامان کے مجاہدین کو عطا کئے۔ ایک ہزار دینار رسول اللہ کی خدمت میں پیش کئے، آپ نے دعائیں دیں جنت کی بشارت دی جس نے دو ہجرتیں کیں دو مرتبہ رسول اللہ کی داماد کی کا شرف حاصل کیا، جو آپ کے بڑے چہیتے مسلمانوں کے نہایت ہمدرد حلیم الطبع اور اس درجہ سنجیدہ و شرمیلے تھے کہ آنحضرتؐ فرمایا کرتے تھے کہ عثمانؓ سے ملائکہ بھی شرم کرتے ہیں، ایک اشارے میں ان کے چاروں طرف سے فوجی دستے پہنچ جاتے، بلوائیوں کا قلع قمع کر دیتے مگر ارشادات نبویؐ اور احکام شریعت کی متابعت میں عدم تشدد و صبر و استقامت کی ایسی عدیم النظیر مثال پیش کی جو تاریخ عالم میں ڈھونڈے سے بھی نہیں مل سکتی رسول اللہ کا یہ فرمان ہر وقت یاد رکھتے۔ خبردار! میرے بعد کافروں کی طرح نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردن کاٹنے لگو (بخاری) آپ کے دوسرے فرمان کی تعمیل میں کہ دیکھنا کبھی اپنے مسلمان بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ بھی نہ کرنا شاید ہتھیار لگ کر خون ہو جائے اور تم جہنم کے گڑھے میں جا پڑو۔ (بخاری) وہ سب تیر جو ان پر پھینکے جا رہے تھے اٹھا اٹھا کر پھینکنے والوں کو ہی واپس

کرادیئے، فرماتے جاتے تھے دیکھو مجھے مت قتل کرو مجھے قتل کر دیا تو پھر کبھی اکٹھے ہو کر نماز نہ پڑھ سکیں گے نہ ساتھ مل کر دشمن سے جہاد کر سکو گے، جو لوگ مسلح ہو کر مدافعت کیلئے آتے لڑنے سے منع کرتے اور واپس چلے جانے پر مجبور کرتے، حاجیوں کے موسومہ خط میں یہ لکھ کر کہ جو لوگ بجبر و بلا حق منصب خلافت حاصل کرنا چاہتے ہیں میری عمر کے ساتھ اقتدار کے لئے ان کی امیدیں بھی طویل ہو چکی ہیں وہ عجلت سے کام لے رہے ہیں۔ رسول اللہ سے ملنے کی تیاری کرتے لگے اور تلاوت قرآن میں مصروف ہو گئے اور اسی حالت میں ذبح کر دیئے گئے خون کی چھینٹیں اس مصحف پر پڑیں جو آج بھی تاشقند میں موجود ہے۔ قاتلین اور بلوائیوں کی حمایت اور اثر سے نئی خلافت قائم ہوئی یہی لوگ جب سیاست وقتی میں دخیل رہے ان سے قصاص کون لیتا کیسے لیتا۔ بقول کسے ؎

وہی قاتل وہی حاکم وہی منصف ٹھہرے　　اقربا میرے کریں خون کا دعویٰ کس پر

قصاص بعد میں کس کس طرح لیا گیا اس کا ذکر آچکا ہے بہر حال یہ ہے صبر و استقامت کی بے مثال مثال، شفقت و اخوت کی بے نظیر نظیر، باوجود قدرت کے باوجود معاونین و مدافعین کی موجودگی کے عدم تشدد پر عمل پیرا ہونے کا شاندار نمونہ کہ جان دیدی اور نہ اٹھے کلمہ گو قاتل پہ ہاتھ۔ یہ ہے تابناک و روشن ترین اسوۂ عثمانی جو رسول اللہ کے اس فرمان کی پوری پوری تعمیل ہے کہ من حمل السلاح علینا فلیس منا (بخاری و مسلم) یعنی جس مسلمان نے مسلمانوں کے مقابلہ میں ہتھیار اٹھائے وہ ہم سے نہیں، مارنا منظور نہیں مرنا قبول ؎

کس نے پائی ہے شہادت ایسی یا مردی کے ساتھ
جان دے دی اور نہ اٹھے کلمہ گو قاتل پہ ہاتھ

دست بستہ حاضر خدمت ہوں گو صدہا غلام
پر وہ رحم مجسم دے نہ اذنِ انتقام

کیوں نہ خون اس غم میں ٹپکیں دیدۂ غمناک سے
صفحہ قرآن پہ گل کاری ہو خونِ پاک سے

خون عثمانی ہو اسلامی سیاست کا زوال
خون یحییٰ کی طرح ملت پہ ہو اس کا وبال
خانہ جنگی کا اسی تاریخ سے آغاز ہو
ٹوپیاں بننے لگیں باب مفاسد باز ہو

امت مسلمہ اس ذبیحہ عظیم و اسوۂ عثمانی سے سبق حاصل کرتی تو طلب خلافت کی خونریزیوں سے اسلامی ریاست کے خدوخال اس درجہ مسخ نہ ہوتے جن کا قدرے اندازہ مسلسل خروجوں کے حالات سے ہوگا جو آئندہ صفحات میں ملاحظہ ہوں۔ اسلامی تاریخ میں شاید یہی ایک قابل تقلید مثال مفادات امت کے پیش نظر بغیر خونریزی کے سیاسی انقلاب پیدا کرنے کی ہے جو فیلڈ مارشل محمد ایوب خان اور ان کے ساتھیوں کے ہاتھوں عمل میں آیا۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے ان حضرات کو کہ اس طرح اسوۂ عثمانی پر عمل تو ہو سکا۔ ابو مخنف وغیرہ جیسے کذابین اولین کے بیانات ہی کا اثر ہے کہ اسوۂ عثمانی کے بجائے لوگ طلب خلافت کی خانہ جنگیوں اور خونریزیوں کو نمونہ و مثال قرار دے رہے ہیں۔ دار العلوم دیوبند کے سابق مفتی محمد شفیع صاحب نے اس سوال کے جواب میں کہ حضرت عثمانؓ کا مرتبہ زیادہ ہے یا حضرت حسینؓ کا حضرت عثمانؓ کی شہادت افضل ہے یا حضرت حسینؓ کی" وغیرہ وغیرہ۔ فرمایا تھا "یہ سب سوال فضول! در بیکار ہیں۔ آپ انکو معلوم کر کے کیا کریں گے"

(ملاحظہ ہو عکس تحریر) سولہ سترہ برس بعد انہی مفتی صاحب نے اسوۂ حسینی (شہید کربلا) نام کا کتابچہ تصنیف فرمایا جس میں دیومالائی طرز کے یہ باتیں بھی لکھتے ہیں کہ حضرت حسینؓ کی دردناک مظلومانہ شہادت پر تو زمین و آسمان تک روئے جنات روئے، جنگل کے جانور متاثر ہوئے (صـ۶)

پھر وہی چلتی ہوئی باتیں جو ابو مخنف جیسے کذابین نے امت کی گمراہی کے لئے وضع کیں کتاب میں درج فرما دی ہیں طلب خلافت کے مسلسل خروجوں اور ان کے تلخ نتائج پر جو شخص بھی ٹھنڈے دل سے غور کرے کہہ اٹھے گا۔ چہ نسبت خروج طلب خلافت را با اسوۂ عثمانی و قربانی ذی النورین صلوٰۃ اللہ علیہ و سلامہٗ مناقب کی وضعی حدیثوں اور جھوٹی روایتوں سے آخر کتمان حق کب تک، زوجہ حضرت عثمانؓ کے مکتوب جو ذیل میں درج ہے ان سیاسی رقابتوں کا اندازہ ہو جاتا ہے جنہوں نے بلوائیوں کو اس جرم کے ارتکاب کا موقع دیا

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۸۳۹ء

کیا فرماتے ہیں علماء احناف کرام اس مسئلہ میں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا مرتبہ زیادہ ہے یا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا + رسالہ میں کتنی احادیث صحیحہ مروی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں میں کسکو بہتر فرمایا + نیز شہادت کسکی افضل ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی یا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی + رسالہ میں کتنی احادیث صحیحہ مروی ہیں + رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسکی شہادت کو افضل قرار دیا جمع بین قاتلان حضرت عثمان و حسین رضی اللہ عنہما کون لوگ تھے انکا نام کیا تھا انکو کیا کہا جائے مسلمان کافر یا فاسق + جسکے متعلق میں نعم حسین رضی اللہ عنہ سنا یا جاتا ہے اسطرح نعم عثمان رضی اللہ عنہ سنا یا جا سکتا ہے یا نہیں + کیا وجہ ہے کہ عوام سے علماء تک نعم حسین ہر سال سنتے ہیں + نعم عثمان کوئی نہیں سنتا + کیا خون حسین خون عثمان سے زیادہ قیمتی ہے + ون عثمان پر آجتک علماء نے کیوں پردہ ڈالا اور خون حسین کی رسید سے آسمان کو لبریز کیا + ید کر جواب آیات قرآنیہ احادیث صحیحہ و روایات فقیہ متندہ معتبرہ سے کافی مدلل مفصل مرحمت فرما دیں المستفتی کبیر الدین محمد ادریس بھوپال محلہ ادری

۸۶

۱۲۹۳ھ

مسئلہ مسئولہ

مسئلہ مسئولہ بسوال نمبر اول ہذا میں سے آپ نے جو کچھ لکھا ہے.. سوال اس مسئلہ کا جسکے جس ہر آپ نے اقوال نقل کئے ہیں.. آپ کا کیا ہے مرد و عورت سوال ہو گا.. مفصل جواب تحریر فرمائیں بینوا توجروا

حررہ العبد محمد عبد الحق عفی عنہ

سوالات مجوزہ واضح ہوں

کتبہ العبد محمد عبد الحق عفی عنہ

خادم دار العلوم دیوبند

۹ / ۵۹ ۸

Marfat.com

حاجیوں کے نام حضرت عثمانؓ کے آخری خط کے فقرے

ابتدا میں کلام اللہ کی چودہ آیتیں درج کرنے کے بعد تحریر کیا تھا کہ:۔
امابعد! جو لوگ میرے متعلق یہ سب باتیں کہتے ہیں وہ بظاہر اللہ کی کتاب کی طرف دعوت دیتے ہیں اور حق کی طرف بلاتے ہیں، وہ کہتے ہیں دنیا ان کا مقصود نہیں۔ پھر جب ان کے سامنے حق پیش کیا گیا تو لوگ مختلف خیال کے ہو گئے، کسی نے تو حق کا دامن پکڑ لیا، کسی نے انکار کیا، کسی نے محض اس شوق میں کہ بجبر اور بلا حق منصب خلافت حاصل کریں حق کو چھوڑ دیا، میری عمر کے ساتھ اقتدار کیلئے ان کی امیدیں بھی طویل ہو چکی ہیں اس لئے وہ عجلت سے کام لے رہے ہیں، انہوں نے آپ کو لکھا ہے کہ وہ میرے وعدے کے سلسلہ میں دوبارہ آئے ہیں، لیکن میں نہیں جانتا کہ میں نے کوئی ایسی بات چھوڑ دی ہے جس کا میں نے ان سے عہد کیا تھا انکا خیال ہے کہ وہ مجھ سے حد دجاری کرنے کا مطالبہ کر رہے ہیں، میں نے کہا ایک کے بارے میں تم جاری کرو جس کے متعلق تم جانتے ہو کہ وہ مجرم ہے، جس نے تم پر دور یا نزدیک سے ظلم کیا ہو اس پر تم حد جاری کرو۔ وہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید پڑھایا جائے۔ میں نے کہا پڑھے جسے پڑھنا ہے لیکن جو بات خدا نے نازل نہیں کی ہے اس میں غلو اور تشدد سے کام نہ لے، انھوں نے کہا درماندہ اور بیکسوں کی امداد ہونی چاہئے، مال کے ذریعے اچھی اور مفید راہیں نکالنی چاہئیں، خمس اور صدقات کے بارے میں بدعنوانی نہیں ہونی چاہئے اچھے قوی ایماندار اور متقی افراد کو حاکم بنانا چاہئے، مظلوموں کو انصاف ملنا چاہئے۔ میں نے یہ تمام باتیں منظور کیں، میں ازدواج مطہرات کے پاس گیا اور ان سے گفتگو کرتے ہوئے سوال کیا مجھے کیا حکم دیتی ہیں انہوں نے کہا عمرو بن العاصؓ کو حاکم بناؤ اور عبداللہ بن قیسؓ کو اور معاویہؓ کو اپنی جگہ رہنے دو۔ ان کو آپ کے پہلے خلیفہ نے حاکم بنایا ہے، پھر ان سے انکی حکومت کے لوگ خوش ہیں، عمرو بن العاصؓ کو انکے عہدے پر لوٹا دو۔ ان کا صوبہ ان سے راضی ہے، یہ سب باتیں میں نے کر دیں،

Marfat.com

لیکن پھر مجھ پر زیادتی کی اور حق کی حدود سے متجاوز ہوئے۔

میں یہ خط آپ کو لکھ رہا ہوں اور میرے وہ ساتھی جنہیں خلافت کی طمع ہے جلد بازی سے کام لے رہے ہیں انہوں نے مجھے نماز سے روک دیا ہے میرے اور مسجد کے درمیان حائل ہو گئے ہیں اور مدینے میں لوٹ اور غارت گری مچا دی ہے، میں آپ کو یہ خط لکھ رہا ہوں اور یہ لوگ میرے سامنے تین باتیں پیش کر رہے ہیں ایک تو یہ کہ میں ہر اس شخص کو بدلا دوں جس کو مجھ سے بجا یا بیجا نقصان پہنچا ہو، دوسری یہ کہ میں خلافت سے دست بردار ہو جاؤں تاکہ یہ لوگ کسی دوسرے کو خلیفہ بنا لیں تیسری یہ کہ میں ان کے کسی ہم خیال صوبے یا شہر میں چلا جاؤں جہاں میری اطاعت سے گلو خلاصی حاصل کر لیں، میں نے ان سے کہا پہلے کے خلفاء سے بھی بجا یا بیجا غلطیاں ہوئی ہیں لیکن ان سے کسی نے بدلہ کا مطالبہ نہیں کیا۔ میں جانتا ہوں کہ یہ لوگ میری جان کے پیچھے پڑے ہیں، اب رہی یہ بات کہ اللہ عزّ وجلّ کے کام اور خلافت سے دستبردار ہو جاؤں تو مجھے یہ گوارہ نہیں، اس سے زیادہ پسندیدہ میرے لئے یہ ہے کہ مجھ پر کتے چھوڑ دئے جائیں، اب رہا میرا شہروں میں بھیجا جانا جہاں لوگ میری اطاعت سے انکار کریں تو میں کوئی ان کا مختار نہیں ہوں پہلے بھی میں نے اپنی اطاعت پر انکو مجبور نہیں کیا تھا، انہوں نے تو اپنی اصلاح اور خوشنودی کیلئے خود ہی اطاعت کا اعلان کیا، تم میں سے جو بھی صرف دنیا کا طالب ہوگا اسکو اتنا ہی ملے گا جتنا خدا نے اس کے لئے مقدر کیا ہے، اور جس کا مقصود اللہ اور آخرت ہے، اُمّت کا مفاد ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے دونوں خلفاء کی سنت ہے تو اللہ اس کو اس کی جزا دے گا میرے ہاتھ میں اسکی جزا نہیں، اگر میں تمکو ساری دنیا بھی دیدوں تو یہ تمہارے دین کی قیمت نہ ہوگی۔ پس خدا سے ڈرو اور جو کچھ اس کے پاس ہے اسکا ٹھیک اندازہ کرو تم میں سے جس کو عہد و پیمان توڑ دیتا ہو، میں اس کے لئے یہ پسند نہیں کر سکتا اور نہ خدا کو یہ پسند ہے کہ اس کا عہد پیمان توڑ دیا جائے مجھ کو جو چیز پیش کی جا رہی ہے وہ حقیقت میں موت ہے اور دوسرے کو خلیفہ بنا دینا میں اسکو اللہ سبحانہ کی نعمت کو پھیر دینا تصور کرتا ہوں اور خونریزی کو، امت میں

فاق کو اور بُرے طریقہ کو ناپسند کرتا ہوں، میں اللہ اور اسلام کا واسطہ دیکر
م سے کہتا ہوں کہ صرف حق اور عدل کا دامن پکڑو جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے حکم دیا
ہے اور اس کے معاملہ میں عہد کی پابندی کرو، ارشاد خداوندی ہے اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ
نَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا یہ میری اللہ سے مغفرت ہے شاید تم کچھ نصیحت
لڑو۔ وَاَمَّا بعد۔ میں اپنے نفس کو بری نہیں کرتا اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ
لَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ میں نے اگر کچھ لوگوں کو سزائیں
ی ہیں تو اس سے میرا مقصد بھلائی کے سوا کچھ نہ تھا، میں اپنے ہر کام سے ذرا
طرف رجوع ہوتا ہوں اور اس سے مغفرت چاہتا ہوں اس کے سوا کوئی
رگذر کرنے والا نہیں۔ میرے رب کی رحمت ہر چیز کو شامل ہے اِنَّهٗ لَا یَقْنَطُ
ن رحمة اللهِ اِلَّا الْقَوْمُ الضَّالُّوْنَ۔ انه یقبل التوبة عن
عبادہ ویعفوا عن السیئات ویعلم ما تفعلون۔ میں خدا سے
تمہاری اور اپنی مغفرت چاہتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ اس امت کے دل بھلائی
ر جمع کر دے اور فسق سے ان کو دور رکھے۔ وَالسَّلَامُ علیکم ورحمة
اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ ایها المؤمنون المسلمون۔

اولاد حسین اور دیگر علویوں کے خروج اموی و عباسی خلفاء کے خلاف

نمبر شمار	کس نے خروج کیا	کب اور کہاں کیا	کس خلیفہ کے خلاف کیا
۱	حضرت حسین بن علی رضؓ بن ابی طالب	۶۱ھ کربلا (کوفہ)	امیر المومنین یزید بن امیر معاویہ رضؓ اموی
۲	زید بن علی زین العابدین بن الحسین رضؓ	۱۲۲ھ کوفہ	امیر المومنین ہشام بن عبدالملک رحؒ اموی

Marfat.com

۱۔ حضرت حسینؓ کے اقدام خروج اور کربلا پہنچ کر اپنے موقف سے رجوع کر لینے کے حالات و واقعات پہلی کتاب میں درج ہو چکے ہیں۔

۲۔ جناب زیدؒ نے بھی اپنے دادا حضرت حسینؓ کے ناکام خروج کے ٹھیک باسٹھ برس بعد امیر المومنین ہشامؒ جیسے نیک خصال خلیفہ کے خلاف خروج کیا جن کو الامامۃ والسیاسۃ جیسی کتاب کے خالی مؤلف نے بھی محمود السیرۃ میمون النقیبۃ (نہایت شریف مزاج) بتایا ہے اور لکھا ہے کہ ان کے عہد میں لوگ بڑے امن سکون اور راحت سے تھے اور انھوں نے اپنی خلافت میں گیارہ حج کئے تھے۔ حج احدی عشرۃ حجۃ وھو خلیفۃ (ص۳۴۲ ج ۲ الامامۃ والسیاسۃ) شاید یہ تعداد صحیح نہ ہو، خلیفہ وقت کے خلاف جناب زیدؒ کا علم بغاوت بلند کرنا بھی کبیدگی خاطر کی بنا پر تھا، کوئی اصولی بات نہ تھی۔ مؤرخ طبری نے کئی روایتیں ان تنازعات کی بیان کی ہیں، جو زید کے اور ان کے چچیرے بھائیوں کے درمیان رہتے تھے۔ حضرت علیؓ کے اوقاف کے بارے میں عبداللہ المحض بن حسن مثنیٰ بن الحسنؓ سے جھگڑا تھا جس کے تصفیہ کیلئے خلیفہ ہشام کی خدمت میں حاضر ہوئے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ حسنی اور حسینی دو پارٹیاں اس بارے میں ہو گئی تھیں۔ اوّل الذکر کے سرگروہ جعفر بن حسن مثنیٰ تھے اور حسینی پارٹی کے سرکردہ زید مذکور تھے (طبری جلد ۸ ص۲۶۳) مگر خلیفہ ہشام کے فرمان موسومہ عامل عراق سے ظاہر ہوتا ہے کہ عمر بن الولید اموی سے ان کا کچھ تنازعہ تھا۔ وقد قدم زید بن علیؓ علی امیر المؤمنین فی خصومہ عن بن الولید فصل امیر المؤمنین بینھما (طبری ج ۸ ص۲۶۶) امیر المؤمنین کے فیصلہ سے زید مطمئن نہ ہوئے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ خالد بن عبداللہ القسری کا مال عہدہ سے معزولی کے وقت زید اور داؤد بن علی عباسی کی تحویل میں تھا جس کی وجہ سے دونوں کو گرفتار کر لیا گیا تھا، یہ امر بھی موجب ناراضی تھا، جسمانی اعتبار سے یحیم شحیم سانولے رنگ کے تھے۔ رنگ اور حبشہ اپنی والدہ ماجدہ سے پایا تھا۔ جو حیدن نام ام ولد سندھن تھیں (المعارف ابن قتیبہ ص۹۴ و طبری ج ص۱۶۲) امیر المؤمنین کی خدمت میں بالائی

Marfat.com

نزل پر جانا پڑا۔ زینہ پر چڑھتے ہوئے سانس پھول گیا۔ خلیفہ نے عزت و اکرام سے
اپنے پہلو میں بٹھایا، جس کو غالی راویوں نے مسخ کر کے بیان کیا ہے۔ دیگر افراد
ہاشم کی طرح زید کو بھی معقول رقم وظیفہ کی ملی تھی۔ انہوں نے مقررہ رقم سے
بڑھ کر لاکھ درہم ادائیگی قرضہ کے لئے طلب کئے، امیرالمومنین ہشام طبعاً کفایت
شعار تھے، اپنے عہد خلافت میں وظائف کے دواوین (رجسٹر) اس عمدگی سے مرتب
کئے تھے کہ جب شروع عہد خلافت عباسیہ میں شام کے گورنر عبداللہ بن علی بن
عبداللہ بن العباسؓ نے خلفائے بنی امیہ کے دواوین جمع کرائے تو ان سب میں
سال اور سلطنت دونوں کے مفاد کیلئے بہترین رجسٹر خلیفہ ہشام کے پائے گئے۔
بفہ موصوف نے زید کا مطالبہ یہ کہہ کر نامنظور کر دیا کہ کہاں تک آپ کو بھاری
میں دی جائیں، اپنے وظیفہ کی رقم پر اکتفا کیجئے۔ حصول مقصد میں ناکامی کے
ش مزاج میں اور برہمی پیدا ہوئی، کچھ عرصہ بعد سبائی کوفیوں کی فتنہ پرداز جماعت
بالیس ہزار کوفیوں کی بیعت کا وعدہ کر کے حصول خلافت کا سبز باغ دکھایا اور
ج پر آمادہ کر لیا، عزیزوں، ہمدردوں نے بہت کچھ سمجھایا اور اس غلط اقدام
باز رکھنے کی کوششیں کیں، داؤد بن علی بن عبداللہ ابن العباسؓ نے جو
علم ہونے کے علاوہ ان کے گہرے دوست بھی تھے کوفیوں کی غداری کی
الیں پیش کیں اور کہا۔

"کیا یہ وہی لوگ نہیں ہیں جنہوں نے تمہارے جدامجد علی بن ابی طالب
کا جو تم سے بدرجہا برتر تھے، ساتھ چھوڑ دیا تھا اور قتل کرا دیا
تھا؟ کیا یہ وہی لوگ نہیں جنہوں نے حسن بن علیؓ سے پہلے بیعت
کی پھر انہی پر حملہ آور ہوئے، ان کی گردن سے چادر تک گھسیٹ لی،
خیمہ ان کا لوٹ لیا اور زخمی کیا، کیا یہ وہی لوگ نہیں جنہوں نے خود تمہارے
دادا حسینؓ بن علی کو تحریر بھیجکر قسمیں کھا کھا کر اور وفاداری کے حلف
اٹھا کر خروج پر آمادہ کیا، پھر ان ہی سے غداری کی، یہاں تک کہ ان کو
بھی معہ ساتھیوں کے قتل کرا دیا، پس تم تو ایسا مت کرو، ان کے

Marfat.com

ساتھ مت جاؤ"، (طبری ج ۸ ص ۲۶۵)

جناب زید کے دادا حضرت حسینؓ کے ناکام خروج کے بارے میں مورخ الخضری نے لکھا ہے:-

وعلی الجملة فان الحسین اخطاء خطاءً عظیمًا فی خروجه هذا الذی جر علی الامة وبال الفرقة والاختلاف وزعزع عماد الفتیا الی یومنا هذا وقد اکثر الناس الکتابة فی هذه الحادثة لایریدون بذلک الا ان تشتعل النیران فی القلوب فیشتد تباعدها غایة ما فی الامر ان الرجل طلب امرًا لم یتهیأ له ولم یعد له عدته فحیل بینه وبین ما یشتهی وقتل دونه وقبل ذلک قتل ابوه فلم یجد من اقلام الکاتبین من یشنع امر قتله ویزید به نار العداوة تاججا وقد ذهب الجمیع الی ربهم یحاسبهم علی ما فعلوا۔

بہرحال (حضرت) حسینؓ نے اپنے خروج میں بہت بڑی غلطی کی جس کی وجہ سے اُمّت میں تفرقہ اور اختلاف کا ایسا وبال پڑا کہ الفت و محبت کے ستون آج تک متزلزل ہیں۔ اس حادثہ کو اکثر لکھنے والوں نے اس انداز سے پیش کیا ہے جس سے ان کا مقصد لوگوں کے دلوں میں بغض و عداوت کی آگ بھڑکانا ہے۔ واقعہ تو صرف اتنا ہی تھا کہ ایک شخص طلب حکومت میں کھڑا ہوتا ہے اور اس کے حصول کیلئے جن اسباب و ذرائع کی ضرورت ہے وہ فراہم نہیں کر سکتا اور بغیر حاصل کئے امر مطلوبہ کے قتل ہو جاتا ہے اس سے پہلے ان کے والد (حضرت علیؓ) بھی قتل ہو گئے تھے۔ لکھنے والوں کے قلم روکے نہیں جا سکتے انہوں نے قتل (حسینؓ) کو ایسا بڑھا چڑھا کر پیش کیا ہے جس سے عداوت کی آگ اور بھڑک گئی مگر یہ سب لوگ اپنے رب کے حضور میں پہنچ چکے ہیں وہ ان کے کئے کا محاسبہ کریگا

Marfat.com

والتاريخ ياخذ من ذلك عبرة
وهي انه لا ينبغي لمن يريد
عظائم الامور تيسير اليها
بغير هذه الطبيعية فلا
يرفع سيفه الا اذا كان
معه من القوة ما يكفل
له النجاح او يقرب من
ذلك كما انه لابد ان
تكون هناك اسباب حقيقية
لمصلحة الامة بان
يكون هناك جور ظاهر
لا يحتمل و عسف شديد
ينوع الناس بحمله اما
الحسين فانه خالف على
يزيد و بايعه الناس و
لم يظهر منه ذلك الجور
ولا عسف عند اظهار
هذا الخلاف
(المحاضرات الخضري ج۲
صه۱۳۵)

لیکن اس واقعہ سے تاریخ ایک عبرت
دلاتی ہے اور وہ یہ کہ جو شخص بڑے کاموں
کا ارادہ کرے تو مناسب تیاری سے
پہلے ان کی جانب بڑھنا ٹھیک نہیں
اور جب تک وہ اتنی قوت حاصل نہ کرے
کہ اپنے مقصد کے حصول میں کامیاب
ہو سکے یا کم از کم اس کے قریب ہی
ہو سکے تو اسے تلوار نہیں اٹھانا چاہیئے
نیز اس کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ ایسے
اسباب حقیقی طور پر موجود ہوں جو امت
کے لئے اصلاح طلب ہوں یعنی بیّن طور
پر ناقابل برداشت ظلم و ستم ہو رہا
ہو اور لوگوں پر اتنی تنگی ہو کہ وہ درماندہ
ہوں مگر (حضرت) حسینؓ یزید (امیر المومنین)
کی مخالفت پر اس حال میں کھڑے ہوئے
کہ امت نے ان کی بیعت (خلافت)
کر لی تھی اور (حضرت حسینؓ کی)
مخالفت کے اظہار کے وقت کسی قسم
کے ظلم و جور کا اظہار بھی انکی (خلیفہ
وقت کی) جانب سے نہیں ہوا تھا۔

اپنے دادا سے زیادہ جناب زید نے اس خروج میں شدید غلطی کا ارتکاب کیا اور مخلص عزیزوں اور دوستوں کی باتوں پر مطلق دھیان نہ دیا، اور ایک ایسے خلیفہ کے خلاف خروج کرنے پر آمادہ ہو گئے جو خوبیوں کی پسند نہ کرتے تھے وکان هشام من اکره الناس لسفك الدماء (البدایہ والنہایہ ج ۹ صہ ۳۵۳) جناب زید اور ان کے

Marfat.com

ساتھیوں کی اس بغاوت کے فرو کرنے کے لئے جو حکم نامہ عامل عراق کو بھیجا تھا اس میں صاف تحریر تھا کہ۔

"ان پر (یعنی زید اور ان کے ساتھیوں پر) اتنا بوجھ ڈالنا اور تکلیف دینا کہ وہ لوگ وہاں سے اس طرح نکل جائیں کہ سب سلامت رہیں، خون نہ بہنے پائے اور عوام الناس کو امن و چین حاصل ہو، یہ باتیں مجھے اس بات سے زیادہ محبوب ہیں کہ انکا خون بہے، ان کی بات بگڑ جائے اور ان کی نسل مٹ جائے۔ جماعت اللہ کی مضبوط رسّی ہوتی ہے۔"

اس حکم میں خاص ہدایت یہ بھی تھی کہ سپاہیوں کو ممانعت کردو کہ باغیوں کے گھروں، اور احاطوں کے اندر داخل نہ ہوں وکفیك ان ینزلوا حریمهم ودورهم۔ (طبری ج ۶ ص ۲۶۶) مگر جناب زید کے ساتھیوں نے حملہ میں پیش قدمی کی، سرکاری فوج کے جوابی حملہ سے انکی پیشانی پر تیر آکر لگا جس سے جانبر نہ ہو سکے۔ ساتھی لاش اٹھا کر لے گئے اور ایک گڑھے میں دفن کر دیا۔ سبائیوں نے ان کو بھی جنھوں نے متفق علیہ خلیفہ کے خلاف اپنی حکومت قائم کرنے کیلئے بغاوت کی اور خروج عن الجماعت کا ارتکاب کیا تھا، شہید سے ملقب کر کے "زید الشہید" کہنا شروع کیا اور ان کی تقدیس میں حدیثیں وضع کر ڈالیں۔ جن میں سے ایک اکذب الاحادیث یہ ہے۔

اخرج الحافظ عن حذیفة بن الیمان ان النبی نظر الی زید بن حارثہ فقال المظلوم من اهل بیتی سمی هذا والمقتول فی اللہ والمصلوب من امتی سمی هذا واشار الی زید	حافظ نے حذیفہ بن الیمان سے روایت کی ہے کہ نبی صلعم کی نگاہ زید بن حارثہ کی طرف اٹھی تو فرمایا۔ میرے اہل بیت میں سے ایک مظلوم کا نام یہی ہوگا۔ اللہ کی راہ میں قتل ہونیوالے اور میری امت میں سے سولی پر

Marfat.com

ن حارثة ثم قال — جانیوالے کا یہی نام ہوگا۔ زید بن
دن منی یا زید زادك — حارثہ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے
لله حبًا عندی فانك — فرمایا۔ زید مجھ سے قریب تر ہو جاؤ
ی الحبیب من ولدی زیدا — تمہاری محبت اللہ (میرے دل میں)
تحیم الاسلام انشا شبی — اور زیادہ کرے کیونکہ تمہارا نام میری اولا
حوالۂ تاریخ ابن عساکر) — میں سے ایک پیارے بیٹے زید کا ہے

واضح رہے کہ یہ زید بن حارثہؓ جن کا اس وضعی حدیث میں ذکر ہے رسول اللہ صلعم
محبوب و متبنیٰ اس زمانے "زید بن محمد" اور "حب رسول اللہ" کہلاتے تھے، جب
حضرت فاطمہؓ کی ولادت میں کئی برس کی مدت باقی تھی چہ جائیکہ ان کی شادی یا
ن کی اولاد کے ہونے نہ ہونے کا کوئی خیال یا ذکر ان کے عالم وجود میں آنے سے پہلے
بعد میں اس طور سے کیا جانا جیسا اس وضعی حدیث میں کیا گیا ہے کس قدر بعید از قیاس ہے

جناب زید کے لاشہ کے سولی پر لٹکائے جانے یا سر کاٹ کر امیر المؤمنین ہشامؒ
پاس بھیجے جانے کی روایتیں سبائیوں کی وضع کردہ محض بے اصل ہیں کبھی تو یہ کہا
کہ زید کا سر خلیفہ کے پاس دمشق بھیجا گیا، شہر کے دروازہ پر آویزاں رہا۔
پھر فرمایا ہے کہ مدینہ بھیجا گیا جہاں دفن ہوا کبھی بیان ہوا ہے کہ مصر بھیجا گیا
ہاں جامع ابن طولون کے پاس سپرد خاک کیا گیا، روایتوں کا یہ تخالف و تضاد ہی
ن کے وضعی ہونے کی صاف دلیل ہے؟ حبِّ جاہ کے ذاتی مقصد کے لئے نبرد
زمائی میں جو مارا جائے اس کو "شہید" قرار دینے کے لئے اسی قسم کی روایتیں
گڑی جاتی رہی ہیں۔

جناب زید کے تین بیٹے تھے یعنی یحییٰ (جن کا ذکر آگے آتا ہے) اور حسین و عیسیٰ
سین بن زید کے چھ بیٹے اور آٹھ بیٹیاں تھیں جن میں سے ایک بیٹی جو انکی زوجہ
دیجہ بنت عمر بن علی بن حسینؓ کے بطن سے تھیں۔ امام محمد بن ابراہیم الامام
باسیؒ کے عقد میں تھیں (صـ۶۶ کتاب نسب قریش)

جناب زید نے شیخین (حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ) کی بزرگی و فضیلت اور ان کے

Marfat.com

احترام و محبت کا اقرار کیا تھا اس لئے ان کے ساتھیوں کی ایک جماعت نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا تھا جن کو خود انہوں نے رافضی کہا۔ ان کی نسل کے بعض اشخاص طبرستان میں عرصے تک حکمراں رہے، اور اب بھی یمن میں زیدی خاندان حکمراں ہے ہندوستان کے مشہور شیخ طریقت شیخ یوسف راجو قتال متوفی ۷۳۱ھ کا سلسلہ نسب بھی جناب زید سے متصل کیا جاتا ہے۔ شجرہ نسب میں غلطی سے یحییٰ بن زید کی اولاد میں لکھا ہے، حالانکہ یحییٰ مذکور کے اولاد نرینہ نہ تھی، ان کے علاوہ سید محمد گیسو دراز مدفون گلبرگہ (دکن) اور ہندوستان کے بعض قدیم خانوادہائے مشائخ و علماء نیز خاندان صدر جہاں قنوجی و زیدیانِ سنبھل و سامانہ و زیدیان رسولدار و بعض خاندان سکنہ اضلاع بجنور و مراد آباد وغیرہ جناب زید کی نسل سے بتائے جاتے ہیں

نمبر شمار	کس نے خروج کیا	کب اور کہاں کیا	کس خلیفہ کے خلاف کیا۔
۳	یحییٰ بن زید بن علی بن حسین بن علی رض	۱۲۵ھ خراسان	امیر المؤمنین الولید اموی
۴	عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر طیار رض	۱۲۷ھ کوفہ	" مروان بن محمد اموی۔

۲ - ۵ جناب زید بن علی رض (زین العابدین رح) کے منجملہ تین بیٹوں کے ایک یحییٰ تھے جو اپنے والد کے خروج کے وقت ان کے ساتھ تھے۔ اس وقت انکی عمر تقریباً بیس برس کی تھی۔ خروج کی ناکامی اور والد کے مقتول ہو جانے پر اس ہاشمی نوجوان کو ایک اموی خلیفہ زادہ، الحکم بن لبشر بن مروان رض نے اپنے پاس پناہ دی (جمہرۃ الانساب ابن حزم صفحہ ۹۰) مگر کچھ عرصہ کے بعد سبائیوں نے ان کو بھی ورغلانا شروع کیا، کوفہ سے خراسان چلے گئے۔ وہاں کے گورنر نصر بن سیار نے گرفتار کرا لیکن خلیفہ الولید کے حکم سے رہا ہوئے۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد خراسان ہی میں خروج

Marfat.com

کرکے مقتول ہوئے۔ ان کے کوئی اولاد نرینہ نہ تھی صرف ایک بیٹی تھی جو بچپن ہی میں فوت ہوگئی تھی۔ تقریباً سو سال بعد حبشیوں کے سردار نے جو عبدالقیس کے قبیلہ سے تھا یحییٰ مذکور کی اولاد میں ہونے کا دعویٰ کرکے بغاوت کی تھی جس کا ذکر اپنے محل پر آگے آتا ہے۔

۴۔ ؎ عبداللہ بن معاویہ جعفری کے خروج کو بھی ایک شیعہ فرقہ نے "جہاد" سے تعبیر کیا۔ ان کو "مہدی" کہا اور ان کے ظہور کے منتظر رہے ولہ شیعۃ ینتظرون علامہ ابن حزم نے ان کے متعلق کہا ہے کان غلیۃ فی الفسق (بڑے فاسق تھے یحییٰ بن مطیع و عمارہ بن حمزہ جیسے دہریوں سے ان کا بہت ربط و ضبط تھا (البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص ۳۳ جمہرۃ الانساب ابن حزم ص ۶۱) خروج کی ناکامی کے بعد مختلف علاقوں میں چھپتے پھرے۔ آخر میں ابو مسلم خراسانی نے گرفتار کرکے قید میں ڈالدیا۔ مؤلف عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب کے بیان کے مطابق ہرات میں فوت ہوئے جہاں ان کی قبر ہے جس کو مؤلف مذکور نے ۷۷۲ھ میں دیکھا۔ ان کا ایک بیٹا جس کا نام ان کے والد کے نام پر معاویہ تھا شر اور فساد میں اپنے باپ کے قدم بقدم تھا۔ وکان لہ ابن اسمہ معاویۃ نظیر ابیہ فی الشر (جمہرۃ الانساب ص ۶۱) اس قماش کے شخص کو بھی غالی راویوں نے تقدیس کا جامہ پہنانے کی کوشش کی ہے اور شہید کہا ہے۔

نمبر شمار	کس نے خروج کیا	کب اور کہاں کیا	کس خلیفہ کے خلاف کیا
۵	عیسیٰ بن زید بن علی رض (زین العابدین)	۱۳۸ھ کوفہ	امیر المؤمنین ابو جعفر المنصور عباسیؒ
۶	محمد الارقط بن عبداللہ بن حسن بن الحسن بن علی رض	۱۴۵ھ مدینہ	"

۵۔ ابو مسلم خراسانی کے تمرد و سرکشی کی بنا پر جب اس کو قتل کرا دیا گیا اس کے ہوا خواہوں کی مدد سے عیسیٰ بن زید بن علی بن الحسینؓ نے کوفہ کے نواح میں انقلاب سلطنت کے لئے خروج کیا الامامۃ والسیاسۃ کے غالی مؤلف نے لکھا ہے کہ ان کے ساتھ ایک لاکھ بیس ہزار انقلابی جماعت ہو گئی تھی (صدھا) یہ تعداد مبالغہ آمیز بیان کی گئی ہے، کیونکہ بہت جلد ان کو ہزیمت ہو گئی تھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ عیسیٰ بن زید مذکور محمد الارقط و ابراہیم کی بغاوتوں میں ان کے ساتھ رہے تھے ناکامی کے بعد چھپتے پھرے۔ امیر المؤمنین المنصور عباسیؒ نے جب سب لوگوں کے قصور معاف کر دئے تھے اور امان دیدی تھی یہ برابر چھپے رہے اور اسی حالت میں امیر المؤمنین موسیٰ الہادیؒ عباسی کے زمانہ میں فوت ہوئے۔ مرتے وقت اپنے دو خورد سال بیٹوں کے لئے وصیت کر گئے کہ ان کو عباسی خلیفہ کے پاس پہنچا دیا جائے۔ چنانچہ ان کے رفیق حافظ نام ان بچوں کو لے کر امیر المؤمنین کے پاس حاضر ہوا۔ اور ان کے انتقال کی خبر سنا کر کہا یا امیر المؤمنین ان عیسیٰ ترک طفلین ولم یترک عندھما شیئاً واوصانی ان اسلمھما الیک فامر الہادی باحضارھما فادخلا علیہ فوضعھما علی فخذہ وبکی بکاءً شدیداً (صفحہ ۲۷۹ عمدۃ الطالب) یعنی اے امیر المؤمنین انہوں نے (عیسیٰ بن زید نے) یہ بچے چھوڑے ہیں اور ان کیلئے کوئی شئے نہیں چھوڑی، انہوں نے مرتے وقت مجھے وصیت کی تھی کہ ان بچوں کو آپ کے پاس پہنچا دوں۔ اس پر خلیفہ الہادیؒ نے ان بچوں کو سامنے بلوایا جب وہ آئے انہیں اپنے زانو پر بٹھایا اور (عیسیٰ بن زید) کی موت پر گریہ و بکا کیا۔ خلیفہ الہادیؒ نے ان بچوں کا وظیفہ مقرر کر کے بغرض پرورش اہل خاندان کے پاس بھیجدیا۔

۶۔ ان محمد بن عبداللہ حسنی کا لقب الارقط تھا۔ علامہ ابن حزمؒ ان کے بارے میں لکھتے ہیں ھو القائم بالمدینۃ ویلقب الارقط (جمہرۃ الانساب) انہوں نے مدینہ میں خروج کیا۔ لقب انکا ارقط تھا بڑے بہادر و شجیع اور نڈر تھے، سپاہی چالیں خوب جانتے تھے یہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے

Marfat.com

یاسی مقاصد کیلئے اپنے کو "مہدی" کہا اور کہلوایا۔ سبائیوں نے ان کے خروج
بعد میں بہت شہرت دی اور وضعی حدیثوں اور روایتوں کے ذریعہ ان کے مقتول
ونے کے سیکڑوں برس بعد "النفس الزکیہ" ان کا لقب رکھا اس لئے بھی ان کے
روج کا حال قدرے تفصیل سے لکھنا ضروری ہوا۔

محمد الارقط کے دادا حسن بن الحسن رضؓ اپنے والد ماجد کے ہمنام ہونیکی وجہ
ے حسن مثنیٰ کہلائے، زوجہ ان کی فاطمہ بنت الحسین رضؓ تھیں۔ حضرت حسینؓ جب
یاسی اقتدار کے حصول کی غرض سے کوفہ جانے لگے ان کے یہ داماد بھی معہ اپنی
وجہ کے ان کے ساتھ گئے، ہنگامہ میں مجروح ہوئے مگر اپنے خاندان کے چند دیگر
شخاص کی طرح یہ بھی صحیح سلامت واپس آئے (مقاتل الطالبین صہ ۱۱۹، و تاسیخ
لتواریخ ج ۶ و عمدۃ الطالب صہ ۷۹)

حسن مثنیٰ کے چھ بیٹے تھے، منجملہ ان کے محمد الارقط کے والد عبداللہ تھے جو
ن باپ دونوں کے ہاشمی نسب ہونے کی بناء پر عبداللہ المحض کہلائے۔ اپنے
ناندان کے ممتاز اشخاص میں سے تھے اور سیاسی اقتدار حاصل کرنے کے بڑے
ولیں۔ آخری اموی خلیفہ مروان بن محمدؒ کے زمانہ میں عباسی داعیوں کے ذریعہ
و عباسی امام کی زیر ہدایت بلاد عجم خاص کر خراسان میں کام کر رہے تھے دعوت
عباسیہ بسیع پیمانہ پر پھیل چکی تھی۔ اس زمانہ میں جب ایک عباسی داعی کاقاضیہ
براہیم امام عباسیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حسب روایت شیعی مؤلف عمدۃ
لطالب اس نے امام موصوف کو یہ اطلاع دی کہ قد اخذت لک البیعۃ
بخراسان واجتمعت لک الجیوش (خراسان میں آپ کی بیعت لے لی
گئی ہے اور لشکر آپ کے لئے اکٹھے ہو گئے ہیں) ان حالات کا عبداللہ المحض کو علم
ہو کر عباسی امام پر ایسا رشک و حسد ہوا کہ تحریر کے ذریعہ اموی خلیفہ کو اسکی
مخبری کر دی اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ میں ابراہیم امام کی اس کارروائی سے بری الذمہ
ہوں ان بری من ابراھیم وما احدث اموی خلیفہ نے ابراہیم امامؒ
کو گرفتار کرالیا اور عبداللہ المحض کو اس مخبری کے صلہ میں دس ہزار دینار عطا کئے

(مقاتل الطالبین ص۲۵۷ و ص۲۵۹) عباسی امام کی گرفتاری کے بعد جن کی بعد میں غیر طبعی موت واقع ہوئی، ان کے سب بھائی بھتیجے جو تعداد میں چوبیس تھے اور ملک شام و حجاز کے درمیانی سرحدی مقام حمیمہ میں نظر بند تھے بسرعت تمام روانہ ہو کر اپنے طرف داروں اور داعیوں کے پاس کوفہ پہنچ گئے اور اس کے چند دن بعد ہی امام ابوالعباس عبداللہ السفاح کے ہاتھ پر بیعت خلافت ہو کر انقلاب حکومت ہو گیا۔

عباسی داعی، ابوسلمہ الخلال جو "وزیر آل محمدؐ" کہلاتا تھا (یعنی خاندان محمدؐ کا وزیر) وہ بقول شیعی مؤلف عمدۃ الطالب چاہتا تھا کہ خلافت کو عباسیوں کے بجائے آل علیؓ کی طرف پھیر دے مگر اس کے دوسرے ساتھی اور عباسی نقیب اس کے اس ارادہ میں مانع آئے۔ وارادابوسلمہ الخلال ان یحول الخلافۃ الیٰ آل علی بن ابی طالب فغلبہ بقیتہ النقباء والامراء (المبدایۃ والنہایۃ ج۱۰ ص۱۷) شیعی مؤلف عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب نے بیان کیا ہے کہ ابوسلمہ الخلال نے آل عباسؓ و آل علیؓ کے درمیان مجلس شوریٰ منعقد کرنی چاہی تاکہ ہاشمی خاندان کے یہ حضرات خود ہی اپنے میں سے کسی کو خلافت کے لئے نامزد کر لیں۔ عباسی اکابر تو اس کے پاس موجود ہی تھے۔ علویوں کو بلانے کے لئے اس نے اپنے معتمد خاص کے ذریعہ تین خطوط مدینے بھیجے ایک جناب جعفر (الصادق) کو، دوسرا ان کے چچا عمر بن علی بن الحسینؓ کو اور تیسرا عبداللہ المحض مذکور کو، مؤلف عمدۃ الطالب کا بیان ہے کہ جناب جعفر (الصادقؒ) نے خط لینے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ابوسلمہ سے ہمارا کوئی واسطہ و تعلق نہیں وہ دوسروں کا طرفدار (شیعہ) ہے۔ ماانا وابوسلمہ هو شیعۃ غیری (ص۸) عمر بن علی بن الحسینؓ نے بھی خط نہ لیا اور فرمایا میں اس کے لکھنے والے کو نہیں جانتا کہ جواب دوں (ما اعرف کاتبہ فاجیبہ) عبداللہ المحض نے خط لے لیا اور مشورہ کی خاطر جناب جعفر (الصادقؒ) کے پاس آئے اور کہا کہ ابوسلمہ نے آل محمدؐ میں سے ایک خلیفہ کی نامزدگی کے سلسلہ میں خط بھیجا ہے دوسروں کے مقابلہ میں

Marfat.com

ہ مجھے اس کا زیادہ مستحق سمجھتا ہے رویرانی احق الناس بہ) جناب جعفرؒ نے
رمایا۔ ابو سلمہ تو تمہارا داعی نہیں، تم نے کب اسے خراسان بھیجا تھا، اور کب داعیوں
سیاہ لباس مقرر کیا تھا، کیا تم ان میں سے کسی کو جانتے پہچانتے ہو نہ تم انکو جانتے
وادر نہ وہ تم کو۔ یہ دولت و حکومت جس کی تم تمنا کرتے ہو وہ ان دوسرے
وگوں کے لئے ہے، تمہارے لئے نہیں اور نہ آلِ ابی طالب میں سے کسی اور کیلئے
فان هذه الدولة شئتم لهؤلاء القوم ولا انتم ولا احد من
لِ ابی طالب جناب جعفرؒ کی اس صاف گوئی پر عبداللہ دم بخود رہ گئے نہ ابو سلمہ
وکچھ جواب دیا اور نہ کو فہ گئے۔ آل عباس کے داعی جو پچیس تیس برس پہلے سے
عباسی امام کے لئے تحریک چلا رہے تھے، انھوں نے حسب وصیت ابراہیم
لامامؒ ابو العباس عبداللہ سے بیعت لے لی۔ ایسی ہی ایک اور حکایت سبائیوں
نے وضع کی ہے کہ ہاشمی خاندان کا ایک جلسہ ہوا جس میں جناب جعفر الصادقؒ
عبداللہ المحض اور ان کے بیٹے محمد الارقط نیز عباسیوں میں سے جناب ابو جعفر المنصور
موجود تھے۔ خاندان نبوت میں سے ایک فرد کو خلافت کے لئے منتخب کرنا تھا
جب محمد الارقط کا نام لیا گیا، جناب جعفرؒ نے فرمایا کہ آپ لوگ غلطی کر رہے ہیں
یہ حکومت تو اس زرد قبا والے کے لئے ہے (یعنی ابو جعفر المنصور عباسیؒ کے لئے
جو اس وقت زرد قبا پہنے ہوئے تھے) (الفخری) مسٹر جسٹس امیر علی نے اپنی کتاب
"تاریخ عرب" میں اس کو نقل کرتے ہوئے جناب جعفرؒ کی موجودگی سے انکار
کیا ہے، لیکن یہ روایتیں بے حقیقت قرار پاتی ہیں، جب اس کا لحاظ کیا جائے
کہ آلِ عباسؒ کی یہ تحریک پہلی صدی ہجری کے بعد ہی سے اور اس وقت سے جاری تھی
جب محمد الارقط کی ولادت بھی نہیں ہوئی تھی۔ بہرکیف مخبری کی کارروائی سے جو
ابراہیم الامام عباسیؒ کے خلاف کی تھی، عبداللہ المحض کو شرم و حجاب دامن گیر تھا
تاہم خلافت عباسیہ کے قیام کے بعد وہ امیر المؤمنین (ابو العباس السفاح[1] کی خدمت

---

[1] لغت میں السفاح اس شخص کو کہتے ہیں جو طبعاً فیاض ہو اور بخشش و عطا۔

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

میں حاضر ہوئے فیاض طبع خلیفہ نے عطیات وگران بہا وظائف سے دریغ نہ کیا ویعطیہ الجزیل (ان کو گراں بہا عطیات دئے) ایک اور مرتبہ جب عبداللہ امیر المؤمنین کی خدمت میں آئے تو انہوں نے ان کو اپنے ہی پاس ٹھہرایا۔ مؤرخ طبری کا بیان ہے قدم عبد اللہ بن حسن علی ابی العباس (السفاح) بالابنار فاکرمہ وجباہ وقربہ ولدناہ وضع بہ شیئا لم یصنعہ باحدٍ (طبری ج ص ۱۰۱) یعنی عبداللہ بن حسن جب (امیر المؤمنین) ابی العباس (السفاح) کے پاس انبار میں پہنچے انہوں نے عزت و توقیر کی، محبت کا برتاؤ کیا، عزیز کیا اپنے ہی پاس ٹھہرایا اور ان کے ساتھ ایسی بات (الطاف واحسان کی) کی جو کسی کے ساتھ بھی نہ کی تھی۔ اس کے بعد اس شیعہ مورخ نے یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ جب رات کو انھیں اپنے قریب شب باش کیا، ایک صندوقچہ جواہرات سے مملو

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) میں دریادلی، مہمان نوازی کیلئے جانوروں کو ذبح کرائے مشہور مستشرق دے خوئے (DEGOETE) نے لکھا ہے کہ خلیفہ السفاح کو اسی وجہ سے السفاح کہا گیا کہ انہوں نے لوگوں کو مال و دولت وعطایا کثرت سے دئے زمانہ جاہلیت میں سلامہ بن خالد کو بھی اسی وجہ سے السفاح کہتے تھے کہ اس نے الکلاب کی لڑائی کے موقع پر اپنے سپاہیوں کے لئے دودھ و شربت پینے کے لئے مشکیزوں کے منہ کھولدئے تھے (تاریخ ادبیات عرب نکلسن ص ۲۵۳) گذابین نے السفاح کے یہ معنی مشہور کئے کہ علویوں کی خونریزی یا اموی کے بکثرت قتل کرانے سے یہ لقب پڑا جو سراسر کذب بیانی ہے۔ امیر المؤمنین عبداللہ السفاح نے کسی ایک علوی یا اموی کو بھی قتل نہیں کرایا۔ نہر ابی فطرس پر جو اموی قتل ہوئے امیر المؤمنین کا اس سے کوئی تعلق نہ تھا۔ یہ لقب ان کی دریادلی کی بنا پر اختیار کیا گیا تھا، کوئی شخص اپنے منہ سے اپنے کو خونریز نہیں کہہ سکتا۔ ان کے چچا عبداللہ بن علی نے البتہ ملک شام میں بنی امیہ کی خونریزی کی تھی۔ مؤلف الامامۃ والسیاسۃ نے امیر المؤمنین ابوالعباسؓ کے نام کے ساتھ السفاح نہیں لکھا۔

Marfat.com

لگوایا، اسے کھول کر آدھے جواہرات ان کو عطا کئے اور بقیہ نصف اپنی حرم محترم
پاس امانت رکھوائے، عبداللہ اس عطیہ سے اتنے مسرور ہوئے کہ انکی زبان
بے ساختہ چند شعر ادا ہو گئے جن سے رشک و حسد کا بھی اظہار ہوتا تھا۔
المؤمنین کو ان کی زبان سے اس قسم کے اشعار سن کر کبیدگی ضرور ہوئی۔ مگر اس
لی ظرف نے محبت کے برتاؤ میں کمی نہ کی۔ دوسری مرتبہ جب عبداللہ مذکور حاضر
ئے بھرے دربار میں قرآن شریف بغل میں دبا لئے اور کہنے لگے۔

"اے امیرالمؤمنین! ہمارا وہ حق ہمیں دیجئے جو اللہ تعالےٰ نے
اپنی کتاب میں ہمیں دیا ہے"

امیرالمؤمنین ابوالعباس عبداللہ السفاحؒ بڑے حاضر جواب تھے بلا ایک لمحہ
توقف سے، انہوں نے برجستہ جواب دیا اور فرمایا۔

"تمہارے جد امجد علیؓ بن ابی طالب جو مجھ سے برتر اور زیادہ عدل
کرنے والے تھے جب وہ خلیفہ ہوئے تو کیا انہوں نے تمہارے دونوں
بزرگوں (حسنؓ و حسینؓ) کو جو تم سے زیادہ بہتر اور برتر تھے اس سے کچھ
زیادہ دیا تھا جو آج تمہیں دیا جاتا ہے۔ (ص ۵۹ ج ۱۰ البدایہ النہایۃ)

عبداللہ اس برجستہ جواب پر سٹپٹا کے رہ گئے مگر ان کے دل سے طلب حکومت کا
ل کبھی نہ گیا۔ ان کے چھ بیٹے تھے جو سب کے سب عزم و حوصلہ کے ہوئے اور
ریگا سب نے حکومت وقت کے خلاف باوقات مختلف خروج کئے، ان کی
ودتوں کے حالات اسی سلسلہ میں آگے بیان ہوتے ہیں (محمد الارقط و ابراہیم
دلی یہ ایک ماں ہند بنت ابی عبیدہ کے بطن سے تھے۔ محمد الارقط نے کئی سال
واتر خروج کی تیاری کی، عوام پر اثر ڈالنے کیلئے اپنے کو "مہدی" کہا، محمد اور
راہیم دونوں بھائی یمن سے سندھ آئے مگر ان ہی کے ابن عم حسن بن زید بن الحسینؓ
جو خلافت عباسیہ کی طرف سے عامل مدینہ تھے، جب ان کی مخبری کی یہاں سے
ا دوسری جگہ چلے گئے ثم سارا الی السند فاختفیا بھا فدل علی مکانھما
حسن بن زید وھربا الی موضع اٰخر۔ البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص ۱۸

امیرالمؤمنین نے بہتیری کوشش کی کہ باغیانہ سرگرمیوں سے باز آجائیں خطوط بھی بھی ہوئی مگر یہ باز نہ آئے ۱۴۵ھ میں یکایک مدینہ میں خروج کر دیا۔

امیرالمؤمنین ابوجعفر المنصورؒ نے اس بغاوت کے استیصال کے لئے جو لشکر بھیجا تھا اس کے امیر عسکر عیسیٰ بن موسیٰ عباسی کو خاص ہدایت کی تھی کہ اہل مدینہ کو جو محمد الارقط کے ساتھ ہو گئے ہوں اول نصیحت کرنا کہ جدال و قتال سے محترز رہیں چنانچہ سرکاری لشکر کے سردار نے بالاعلان کہا۔

"اے اہل مدینہ! تمہارا خون بہانا ہمارے لئے حرام ہے، جو لوگ تم میں سے ہمارے پاس چلے آئیں ان کو امان ہے جو مدینہ سے باہر چلے جائیں ان کو امان ہے اور جو اپنے گھروں کے اندر بیٹھ رہیں انکو امان ہے اور جو ہتھیار رکھ دیں ان کو امان ہے ہم تو صرف محمد الارقط کو گرفتار کر کے امیرالمؤمنین کے حضور میں پیش کرنا چاہتے ہیں"

(البدایۃ والنہایۃ ج ۱۰ ص۹)

چنانچہ اس اعلان پر بہت سے لوگ قتال و جدال سے محترز رہے عسکر خلافت سے اجار زیت مقام پر ان کا اور ان کے مٹھی بھر ساتھیوں کا مقابلہ ہوا، محمد مذکور بڑی بہادری سے لڑے اور ساتھیوں کے مارے جانے کے باوجود بھی برابر میدان میں ڈٹے تیغ زنی کرتے رہے۔ اس حالت میں ان کے ایک نہیری ساتھی نے شکست ہوتے دیکھ کر بھاگ چلنے کو کہا، مگر میدان سے نہ ہٹے اور مقتول ہوئے۔ امیرالمؤمنین المنصورؒ سے جب کسی نے یہ غلط بات کہی کہ محمد الارقط معرکۂ قتال سے ہٹ گئے تھے۔ انھوں نے اس پر فرمایا تھا۔ ھذا لایکون فانا اھل البیت لا نفر (البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص۹) یعنی یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ہم اہل بیت (میدان چھوڑ کر) بھاگا نہیں کرتے کہتے ہیں کہ محمد الارقط کے پاس حضرت علیؓ کی مشہور تلوار "ذوالفقار" تھی ان کے مقتول ہونے پر عباسی سردار لشکر عیسیٰ بن موسیٰ کے قبضہ میں آئی، یہ تلوار اصلاً العاص بن منبہ کی تھی جو مسلمانوں کے خلاف جنگ میں مارا گیا تھا آنحضرت صلعم نے اس کی یہ تلوار حضرت علیؓ کو عطا فرمادی تھی (صناعبۃ الطرب ص۳۵

Marfat.com

محمد الارقط خلقتاً ہکلے تھے، بولتے وقت گلے سے خرخراہٹ کی آواز نکلتی تھی
کے خروج کی تائید میں جو جعلی حدیثیں وضع ہوئیں ان میں انکی اس خصوصیت کا
لحاظ رکھا گیا۔ حضرت ابوہریرہؓ جیسے جلیل صحابی کی سند سے یہ وضعی حدیث
م الناس پر اثر ڈالنے کی خاطر بیان ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
یا کہ میری اولاد میں ایک "مہدی" ہوگا جس کا نام میرے نام پر اور جس کے
ب کا نام میرے والد کے نام پر ہوگا۔ اور اس کی آواز میں خرخراہٹ ہوگی
لسانہ رنۃ (مقاتل الطالبین ص۲۴۲)

جناب جعفر (الصادقؒ) علمی ذوق کے بزرگ تھے، ان کو سیاسی چپقلش سے
ی تعلق نہ تھا وہ روایتیں اگر صحیح ہیں جن میں انہوں نے محمد الارقط کے والد
صاف فرمادیا تھا کہ یہ دولت و خلافت آل ابی طالب میں سے کسی کے لئے
ں یہ تو زرد قبا والے (یعنی ابوجعفر المنصور عباسیؒ) کے لئے ہے پھر بھی یہ روایت
ع کی گئی کہ جناب جعفر (الصادقؒ) نے ایک مرتبہ محمد الارقط کے سوار ہوتے
ت انکی رکاب تھام لی تھی۔ کسی نے اس پر اعتراض کیا تو فرمایا کہ یہ ہم اہل البیت
مہدی ہیں۔ ھٰذا مھدینا اھل البیت۔ (ص۸۳ عمدۃ الطالب) انکی
ذلیس و عظمت کے لئے طرح طرح کی روایتیں ان کے مقتول ہو جانے کے بعد
سبائیوں نے وضع کیں۔ مثلاً:۔

ایک روایت میں کہا گیا ہے کہ ان کے دونوں کندھوں کے درمیان بیضۂ
رغ کے برابر ایک سیاہ خال پیٹھ پر تھا۔ گویا معاذ اللہ مہر نبوت کی طرح
مقاتل الطالبین) ان ہی سبائیوں نے ان کا لقب "النفس الزکیۃ"
لھا اور یہ جعلی حدیث اس کے لئے وضع کی۔

وی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ
الہ وسلم انہ قال تقتل باحجار
زیت من ولدی نفس زکیۃ (ص۸۳
مدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
روایت ہے آپ نے فرمایا کہ احجار الزیت
پر میری اولاد میں سے ایک نفس زکیہ
قتل ہوگا۔

Marfat.com

نہج البلاغۃ کے مصنف نے بھی تقریباً ان ہی الفاظ میں یہی قول حضرت علی رض سے منسوب کیا ہے اور مقاتل الطالبین کے مؤلف نے لکھا ہے کہ علمائے آل ابی طالب کے نزدیک "النفس الزکیہ" سے مراد ان ہی محمد الارقط ملقب "بمہدی" سے ہے۔ غرضیکہ سیاسی اقتدار حاصل کرنے کی غرض سے خروج کرنے والے کی تقدیس میں حدیثیں اور روایتیں وضع ہوئیں اور سبائیوں کے وضع کردہ لقب "النفس الزکیہ" کی اتنی شہرت دی گئی کہ غیر شیعہ مؤلفین نام کے بجائے یہی لقب لکھتے رہے ہیں۔ ان کی عظمت بڑھانے کے لئے سبائیوں نے یہ کذب بیانی بھی کی ہے کہ امام مالکؒ نے لوگوں کو ان کے ساتھ خروج کرنے کا فتویٰ دیا اور خود بھی ان سے بیعت کی تھی۔

وكان مالك بن انس الفقيه قد افتى الناس بالخروج مع محمد وبايعه ولذلك تغير المنصور عليه (ص ۸ عمدۃ الطالب)

مالک بن انس الفقیہ نے لوگوں کو محمد کے ساتھ خروج کرنے کا فتویٰ دیا تھا اور خود ان سے بیعت کی تھی اور اسی وجہ سے المنصورؒ ان سے بگڑ گئے تھے۔

یہ قول کذب محض ہے جیسا کہ آئندہ سطور میں امام مالکؒ کے ساتھ عباسی خلفاء کے برتاؤ کا ذکر آتا ہے۔

محمد الارقط کے مقتول ہو جانے کے بعد سبائیوں کی ایک جماعت نے یہ کہنا بھی شروع کیا کہ محمد مذکور قتل نہیں ہوئے غائب ہو گئے ہیں وہ شیطان تھا ان کے بجائے قتل ہو گیا، وہ ظہور فرمائیں گے۔ مؤلف "الفرق بین الفرق" لکھتے ہیں۔

وزعم جماعة المحمدية اى جماعة محمد بن عبد الله ان الذى قتله جند المنصور بالمدينة انما كان شيطانا تمثل للناس بصورة محمد بن

جماعت محمدیہ یعنی محمد بن عبداللہ کی جماعت جن کو مدینہ میں (خلیفہ) المنصور کے لشکر نے قتل کیا تھا یہ اعتقاد رکھتی ہے کہ وہ شیطان تھا جو بصورت محمد

Marfat.com

بد اللہ بن حسن
ھولاء یقال لھم
محمدیۃ) من الرافضۃ
نتظارھم محمد بن
بد اللہ بن حسن (ص۹۴)

بن عبداللہ بن حسن لوگوں کے سامنے
ہو گیا تھا وہ خود نہ تھے) یہ لوگ
جنہیں رافضیوں میں المحمدیہ کہا جاتا
ہے محمد بن عبداللہ بن حسن کے ظہور
کے منتظر ہیں۔

محمد الارقط کے خروج کی بھی بالکل وہی کیفیت و حالت تھی جو اس قسم کی اوتوں کی عام طور سے رہی ہے۔ ان کے اپنے گھرانے کا بھی یہی حال تھا کہ ض عزیز اور کینے والے ان کے ساتھ تھے اور بعض ان کے خلاف حکومت کے فدار تھے۔ شیعی مورخ و نساب مؤلف عمدۃ الطالب نے اس واقعہ کو تفصیل سے ن کیا ہے کہ جناب علی بن الحسینؓ کے پوتے عبیداللہ بن حسین الاصغر بن علی بن سینؓ ان کی اس بغاوت کے سخت مخالف تھے، حتی کہ محمد الارقط نے انہیں ڑ ڈالنے کی دھمکی بھی دی تھی۔

کان عبید اللہ قد
تخلف عن بیعۃ النفس
لزکیہ محمد بن عبد اللہ
لمحض فخلف محمد ان راہ
لیقتلہ (ص۳۰۸)

اور عبیداللہ نے نفس الزکیہ محمد بن
عبداللہ المحض کی بیعت کرنے سے
گریز کیا۔ اس پر محمد مذکور نے قسم
کھائی کہ وہ ان کو پا جائیں تو قتل
کر دیں گے۔

پھر یہی شیعہ مؤلف فرماتے ہیں کہ عبیداللہ مذکور کو عباسی خلیفہ نے مدائن میں تنی بڑی جاگیر عطا کی تھی جس کی سالانہ آمدنی اسی ہزار دینار تھی۔

ووفد عبید اللہ علی ابی
العباس السفاح فاقطعۃ
بالمدائن نقدہ کل سنۃ ثمانین
الف دینار (ص۳۰۸)

اور عبیداللہ (امیر المومنین ابو العباس
السفاح کی خدمت میں گئے انہوں
نے مدائن میں ان کو جاگیر عطا کی جسکی
سالانہ آمدنی اسی ہزار دینار تھی۔

لیکن اس شیعی مورخ کو یہ خیال نہ رہا کہ امیر المومنین ابو العباس السفاحؒ

Marfat.com

کی وفات ۱۳۶ھ میں ہوئی تھی اور محمد الارقط نے اسکے نو برس بعد خروج کیا تھا
عطائے جاگیر کا تعلق ان کے خروج کی مخالفت یا موافقت سے ہرگز نہیں تھا بلکہ
یہ مزید ثبوت ہے امیر المؤمنین کی فیاض دلی و عطا کا جسکی بنا پر ان کا لقب
"السفاح" تھا عبید اللہ اور ان کے دوسرے حسینی نسب عزیزوں کے علاوہ
جو سب کے سب محمد الارقط کی اس بغاوت کے مخالف تھے خود ان کے بھائی
موسیٰ اپنے دونوں بھائیوں محمد الارقط اور ابراہیم کے ناکام خروجوں کے بعد
امیر المؤمنین ابو جعفر المنصورؒ کی خدمت میں بغداد حاضر ہوئے، وظائف و عطیات
سے نوازے گئے۔ پھر انہوں نے بغداد ہی میں سکونت اختیار کر لی تھی (تاریخ
بغداد جلد ۱۳ ص ۲۵)

مندرجہ بالا حالات اور واقعات کیا اس بات کا قطعی ثبوت نہیں کہ یہ
خروج محض سیاسی مقاصد سے تھا، کوئی دینی بات ایسی نہ تھی کہ ائمہ مذہب کو
فتاوے صادر کرنے پڑتے۔ کذّابین نے یہ غلط بات مشہور کی کہ امام مالکؒ نے
محمد الارقط کے اس خروج کو "جہاد" سے موسوم کیا تھا اور اس کی موافقت میں فتویٰ
بھی دیا تھا۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ دوسروں کو تو شرکت "جہاد" کی ترغیب دی
لیکن خود شریک جہاد نہ ہوئے اور شرکت "جہاد" کا ثواب حاصل کرنے کے بجائے
اس فتنہ کے زمانہ میں اپنے گھر کے اندر بیٹھے رہے ولزم مالك بيته (البدایہ
والنہایہ جلد ۱۰ ص ۸۴) یعنی مالکؒ اپنے گھر کے اندر بیٹھے رہے اور جیسا کہ ان کے
حالات میں بیان کیا گیا ہے اس وقت تک گھر سے باہر نہ نکلے جبتک باغیوں
کا قلع قمع ہو کر امیر المؤمنین کے عامل کا دوبارہ تسلّط قائم ہو گیا۔

الامامۃ والسیاسۃ کے غالی مؤلف نے لکھا ہے کہ خلیفہ المنصورؒ نے
اپنے ابن عم جعفر بن سلیمان کو مدینہ کا گورنر مقرر کر کے بھیجا تا کہ فتنہ و شورش کا
خاتمہ ہو۔ ان کے پہنچنے پر امام مالکؒ کے حاسدوں نے ان پر یہ تہمت لگائی اور
گورنر سے ان کی چغلی کھائی کہ تنگ بیعت کا فتویٰ انہوں نے دیدیا تھا وزعموا
انہ یفتی بذلک اهل المدینۃ اجمعین (ص ۱۹۱ ج ۲ الامامہ والسیاسۃ)

ں پر گو رنر نے ان کو سزا دی تھی مگر اس غالی مؤلف کی نیز دیگر سبائی راویوں کی بیان
ردہ روایت کی حقیقت کا اندازہ اس وقت بخوبی ہو سکتا ہے، جب امیر المؤمنین
وجعفر المنصورؒ اور امام مالکؒ کے باہمی تعلقات محبت و اکرام کو بھی پیش نظر
کھا جائے جن کا تذکرہ دیگر مؤلفین کے علاوہ خود اسی مؤلف نے بھی کیا ہے۔
در لکھا ہے کہ خلیفہ المنصورؒ جب حج کرنے مکہ آئے امام مالکؒ سے برابر انکی
لاقاتیں رہیں۔ ان ملاقاتوں میں حدیث و فقہ کے مسائل پر علمی گفتگوئیں
ہوئیں۔ اسی سلسلہ میں خلیفہ المنصورؒ نے جو خود بھی علم حدیث میں بلند
پایہ رکھتے تھے، امام مالکؒ کو حدیث کی کتاب (الموطا) کی تدوین پر
ارہ کیا۔ اور فرمایا۔

"دیکھو تم اس کی تالیف میں عبداللہ بن عمرؓ کی سی شدت، عبداللہ بن عباسؓ
کی سی نرمی اور ابن مسعود کی سی غرابت سے اجتناب کرنا، اوسط
الامور کا اور ان باتوں کا جن پر ائمہ اور صحابہ کرامؓ کا اجتماع
رہا ہے لحاظ رکھنا، تمہاری اس تالیف کی مختلف دیار و امصار
میں اشاعت کی جائیگی مگر اس کام کو بتعجیل تمام انجام دینا اور فرمایا۔

فسيأتيك محمد ابنى المهدى العام القابل ان شاء الله الى المدينة ليسمعها منك فيجدك وقد فرغت من ذلك ان شاء الله

میرے فرزند محمد المہدی انشاء اللہ اگلے سال مدینہ آکر تم سے ملیں گے اور اس کتاب حدیث کی سماعت کریں گے اس وقت انشاء اللہ وہ یہ پائیں گے کہ تم اس کام سے فراغت پا چکے ہوگے۔

(ص ۱۹۳ جلد ۲ الامامہ)

اور بہت سی باتوں کے علاوہ امام صاحب کے ساتھ امیر المؤمنین کے حسن سلوک کا ذکر اسی غالی مؤلف نے کرتے ہوئے انکے یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔

قال مالك: ثم امر لى.. بالف دينار عينا ذهبا وكسوة

امام مالک نے کہا کہ پھر (امیر المؤمنین نے) ایک ہزار اشرفی (سکہ طلائی) اور

Marfat.com

عظیمۃ وامر لابنی بالف دینار۔

(ص۱۹۴ ایضا)

بڑے اکرام واعزاز سے رخصت کیا۔ اگلے سال محمد المہدی عباسیؒ کے مدینہ آنے کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ امام مالکؒ سے بوقت ملاقات جب انہوں نے دریافت کیا کہ میرے والد نے جس کتاب کی تالیف کا آپ کو حکم دیا تھا وہ کس مرحلے میں ہے تو کتاب پیش کی۔

خلعت ہائے فاخرہ دینے کا میرے لئے اور ایک ہزار دینار میرے بیٹے کے لئے دیئے جانے کا حکم دیا۔

فاتاہ بالکتب وھی کتب الموطاء فامر المھدی بانتساخھا وقرئت علی مالک فلما اتم قراءتھا امر لہ باربعۃ آلاف دینار ولابنہ بالف دینار

(ص۱۹۴ جلد۲ ایضاً)

اس پر امام مالکؒ نے کتاب انکو پیش کی اور یہی کتاب الموطا مہدی نے پھر اس کے نقل کرانے کا حکم دیا اور امام مالکؒ سے اسکی قرأت وسماعت کی، جب سماعت کر چکے چار ہزار دینار ان کو اور پانچ ہزار دینار ان کے فرزند کو دیئے جانے کا حکم دیا۔

اسی مؤلف نے یہ بھی لکھا ہے کہ ۱۷۴ھ میں جب خلیفۃ المہدی عباسیؓ کے فرزند امیر المؤمنین ہارون الرشیدؒ حج کرنے آئے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کی زیارت کے لئے مدینہ پہنچے انہوں نے بھی امام مالکؒ سے کتاب الموطا کی سماعت کی۔ مؤلف مذکور کے الفاظ یہ ہیں۔

خرج ھارون حاجا الی مکۃ فقدم المدینۃ زائرا قبر النبی علیہ السلام فبعث الی مالک بن انس فاتاہ فسمع منہ کتاب الموطاء وحضر ذلک یومئذ فقھا

(خلیفہ) ہارون (الرشید) حج ادا کرنے مکہ گئے پھر نبی علیہ السلام کی قبر کی زیارت کے لئے مدینہ آئے (امام) مالک بن انس کو بلا بھیجا جب وہ ان کے پاس آئے ان سے کتاب الموطا کی سماعت کی اور اس روز حجاز وعراق وشام

Marfat.com

حجاز والعراق والشام والیمن وسمعوا
مالک موطاءہ الذی وضع
(ص ۱۹۷ جلد ۲ ایضاً)

یمن کے فقہاء حاضر تھے۔ انہوں نے
بھی امام مالک سے ان کی کتاب
الموطاء کی سماعت کی۔

جب عباسی خلفاء سے امام مالکؒ کے یہ تعلقات ہوں، گفتگوؤں میں یا
یر المؤمنین سے خطاب کرتے ہوں، خلیفہ عباسی کی فرمائش پر کتاب تالیف کی ہو
ن کی سرپرستی میں علمی مشاغل میں منہمک رہے ہوں، عباسی خلفاء گراں بہا عطیات
سے ان کو نوازتے ہوں، ان حالات کے پیش نظر سبائی راویوں کے ان بیانات
ں کیا حقیقت باقی رہتی ہے جو انہوں نے وضع کر کے پھیلائے کہ امام مالکؒ
ے نکث بیعت کا فتوی دیا تھا اور عباسی خلفاء کو وہ صحیح الامارت نہیں جانتے
تھے۔ اس کذب بیانی کو اس قدر شہرت دی گئی کہ بعض اہلِ سنت والجماعت
صنفین نے بھی روایت پرستی کی بناء پر ان خرافات کو اپنی تالیفات میں درج
کر دیا ہے۔

محمد الارقط کے چھ بیٹے اور دو بیٹیاں فاطمہ و زینب تھیں۔ زینب تو پہلے
عباسی خلیفہ امیر المؤمنین ابو العباس عبد اللہ السفاحؒ کے فرزند محمد کے عقد میں
ئیں اور ان کے بعد بھی اسی عباسی خاندان میں عیسیٰ بن علی بن عبد اللہ بن العباسؓ
سے ان کا نکاح ہوا۔ (ص ۵۵ کتاب نسب قریش) اسی ایک رشتہ سے ان اکاذیب
ی معناً تردید ہوتی ہے جو سبائیوں نے اس خروج کو "جہاد" قرار دینے کیلئے وضع کئے۔

بیٹوں میں دو بیٹے طاہر اور حسن ایک دوسری بغاوت میں بمقام فخ (نزد مدینہ)
کچھ عرصہ بعد مقتول ہوئے، حسن سیاہ رنگ کے ہونیکی وجہ سے "ابو زفت" کہلاتے
تھے، شراب نوشی کی سزا میں کوڑے بھی لگے تھے۔ حُدّ فی الخمر بالمدینہ (ص ۴۰ جمہرۃ
الانساب ابن حزم) ان دو بیٹوں کے علاوہ علی و احمد و ابراہیم و عبد اللہ الاشتر
چار بیٹے اور تھے۔ آخر الذکر سے ہی محمد الارقط کی نسل باقی رہی "الاشتر" ان کے نام
کا جزو لاینفک اس بناء پر ہو گیا تھا کہ اپنے چچا ابراہیم کے پاس بصرہ میں اسوقت
موجود تھے، جب ابراہیم نے حکومت کے خلاف خروج کیا تھا۔ خروج کی ناکامی کے بعد

Marfat.com

اپنے استاد عبداللہ بن محمد بن سعدہ کی اعانت سے بصرہ سے فرار ہوئے اور اونٹ پر سوار ہو کر سند کا طویل سفر اختیار کیا تھا، جہاں کچھ عرصہ تک مقیم رہے، زیدیوں[1] کی ایک جماعت جو خلافت عباسیہ کے اس دور دست علاقہ میں پہلے سے موجود تھی ان کے ساتھ ہو گئی۔ انکی باغیانہ روش کی وجہ سے امیر المؤمنین کی ہدایت پر گورنر علاقہ نے

---

[1] یہ لطیفہ بھی قابل ذکر ہے کہ سند میں زیدیہ فرقہ کے لوگ جیسا ذکر ہوا، عبداللہ الاشتر کے پاس آکر جمع ہوتے گئے۔ وقد قدم علیہ (یعنی عبداللہ الاشتر) طوائف من الزیدیۃ ص ۱۰۵ جلد ۲ البدایہ والنہایہ) الاشتر کے پاس زیدیہ لوگ آئے خاندان زبیری کنبوی" کے مؤلف حسین احمد نے کمبوہ قوم کے لوگوں کو "زبیری" ثابت کرنے کی غرض سے زیدیہ کو زبیریہ سے مسخ کر کے چند زبیریوں کے عبداللہ الاشتر کے ساتھ سند آنے کی محض فرضی داستان گھڑ ڈالی، کمبوہ ہندوستان کی نہایت قدیم اور شریف قوم ہے جس میں ہندو، سکھ اور مسلمان کمبوہ آج تک موجود ہیں، مؤلف "خاندان زبیری کنبوی" نے طرح طرح کی جعل سازیوں سے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ کمبوہ نسبًا زبیری ہیں اور ایک فرضی مقام یا دریا کنبا ہ متصل ملتان کی نسبت مکانی کی وجہ سے "کنبوی" کہلائے۔ ان کمبوہ صاحب کی یہ کتاب عجیب و غریب تحریفوں سے مرتب کی گئی ہے۔ مزید معلومات کیلئے راقم الحروف کی کتاب "حقیقت قوم کمبوہ" ملاحظہ ہو جو قوم کمبوہ کے محترم بزرگ اور مسلمانانِ ہند کے مسلمہ لیڈر نواب قاری الملک کے نام نامی سے معنون ہے، نواب صاحب مرحوم کے حین حیات کمبوہی زبیریت کا چرچا شروع ہو گیا تھا۔ موصوف نے ہمیشہ اپنی قوم لفظ "کمبوہ" سے ظاہر کی، انکی متعدد تحریریں راقم الحروف کے پاس اسوقت تک محفوظ ہیں۔ تقریبًا ساٹھ ستر برس سے بعض ہندی الاصل مسلمان اقوام کو عربی النسل ہونے کا کچھ ایسا شوق پیدا ہوا ہے کہ مضحکہ خیز طریقہ پر نسبی کایا پلٹ کی جا رہی ہے، باستثنائے معدودے چند حضرات کے اچھے اچھے تعلیم یافتہ حضرات بھی اس وبا سے متاثر ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو نسب کے جاہلی تصور سے نجات دے اور صدق بیانی کی توفیق ارزانی فرمائے۔

گرفتار کرانا چاہا۔ عبداللہ الاشتر مع اپنے ساتھیوں کے لڑے اور مقتول ہوئے۔ سندھ میں انہوں نے ایک سندھی خاتون سے نکاح کر لیا تھا جس سے ایک بیٹا ہوا اسکا نام اپنے والد کے نام پر محمد رکھا، گورنر سندھ نے اس بچہ اور اس کی ماں کو دربار خلافت میں بھیجدیا، امیر المؤمنین نے بچہ اور بیوہ کے لئے وظیفہ مقرر کر کے اہلِ خاندان کے پاس مدینہ بھیجدیا۔ اس اکلوتے بیٹے سے عبداللہ الاشتر کی نسل چلی جو بعد میں "الاشتریون" کہلائے۔ ان میں سے ایک فاضل شخص امیر قطب الدین محمد تباہی بغداد کے بعد ہندوستان آئے۔ ان کے احفاد میں کڑہ مانک پور، رائے بریلی، ڈلمو نصیر آباد وغیرہ کے حسنی خانوادے ہیں جن میں نسلاً بعد نسلٍ علماء و فضلاء و اتقیا ہوتے رہے، مجاہد ہندی حضرت احمد شہیدؒ کا نسبی تعلق اسی خانوادہ سے ہے، اور اسی خاندان میں مولانا حکیم عبدالحی مرحوم سابق ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ بڑے فاضل و صاحب تصانیف تھے جن کے لائق فرزند ڈاکٹر عبدالعلی اور مولوی ابوالحسن علی میاں فضائل علمی سے بہرہ ور صاحب تصانیف ہیں۔ ان کا سب خاندان ایاً عن جدٍ اہلِ سنت والجماعت رہا ہے۔ محمد الارقط کے بھائی موسیٰ کی نسل میں جو خلافت عباسیہ سے والبستہ رہے شرفائے مکہ وغیرہ کا خاندان ہے جن میں اردن کے شاہ حسین وغیرہ ہیں۔

۷	ابراہیم بن عبداللہ المحض بن حسن بن الحسن رض	۱۴۵ھ بصرہ	امیر المؤمنین ابو جعفر المنصور عباسیؒ

لہ ابراہیم نے بھی جن کو شیعوں نے بعد میں ابراہیم القمر کہا اپنے بھائی محمد الارقط کے ساتھ بیک وقت خروج کا پروگرام بنایا تھا، سوء اتفاق سے بوجہ علالت وقت پر خروج نہ کر سکے۔ اس کے کچھ دن بعد علم بغاوت بلند کیا۔ بصرہ کے نواح میں مقام باخمری پر ۲۵ ذیقعدہ ۱۴۵ھ کو حکومت کے لشکر سے مقابلہ ہوا گھمسان کا رن پڑا، فریقین کے بہت سے آدمی مارے گئے، ابراہیم بھی مقتول ہوئے امیر المؤمنین کو جس وقت اسکی اطلاع ملی سخت تاسف کے لہجہ میں فرمایا —

Marfat.com

واللہ کنت لھذا کارھًا ولکنک ابتلیت بی وابتلیت بک

(البدایۃ النہایہ جلد ۱۰ صـ۹۴) یعنی بخدا میں اس امر سے متنفر تھا تم نے مجھ کو بھی مبتلا کیا اور خود بھی مبتلا ہوئے۔

سبائیوں نے اس بغاوت کو بھی مذہبی رنگ دینے کی کوششیں کیں، جھوٹی روایتیں وضع ہوئیں ان ہی میں سے کذابین کی وضع کردہ یہ روایت بھی ہے جسکو بہت کچھ شہرت دی گئی ہے یعنی یہ بیان کیا گیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے ابراہیم کے اس خروج کو "جہاد" بتایا۔ ان سے خود بھی بیعت کی اور لوگوں کو بیعت کرنے کی ترغیب دی۔ شیعہ مورخ و نساب (مؤلف عمدۃ الطالب) نے لکھا ہے۔ ان ابا حنیفۃ الفقیہ بایعہ۔ (صـ۲۷۸) یعنی ابوحنیفہؒ فقیہ نے بھی ان سے (ابراہیم سے) بیعت کی تھی۔ اسی کے ساتھ یہ حکایت بھی لکھی ہے کہ ایک عورت امام صاحب کے پاس آئی اور کہا کہ آپ نے ابراہیم کے ساتھ خروج کرنے کے لئے میرے بیٹے کو فتویٰ دیا تھا۔ وہ لڑائی میں شریک ہو کر مارا گیا۔ یہ سن کر امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا لیتنی کنت مکان ابنک۔ (کاش میں تیرے بیٹے کی جگہ ہوتا) اس کے بعد وہ جعلی خط بھی نقل کیا ہے جو امام ابوحنیفہؒ نے کہا جاتا ہے کہ ابراہیم کو لکھا تھا اور چار ہزار درہم بھی اسی کے ساتھ ارسال کئے تھے۔ اس جعلی خط کی یہ عبارت شیعہ مولف نے نقل کی ہے۔

اما بعد۔ فانی قد جھزت الیک اربعۃ آلاف درھم ولم یکن عندی غیرھا ولولا انی اظن ان الناس عندی الحقت بک فاذا لقیت القوم وطفرت بھم فافعل کما فعل ابوک فی اھل صفین اقتل مدبرھم واجھز	اما بعد میں تمہارے پاس چار ہزار درہم بھیجتا ہوں، ان کے سوائے میرے پاس اس وقت اور رقم نہیں ہے اگر لوگوں کی امانتیں میرے پاس نہ ہوتیں تو میں بھی تمہارے ساتھ شامل ہو جاتا پس اگر لوگوں سے تمہارا مقابلہ ہو اور اخیر فتح پاؤ تو ان کے ساتھ وہی فعل کرنا جیسا تمہارے باپ (علیؓ) نے

Marfat.com

جریھم ولا تفعل کما
فعل ابوك فی اھل
الجمل فانّ القوم
لرھج فغۃ
(ص۸۷)

اہل صفین کے ساتھ کیا تھا۔ پیٹھ دکھا
کر بھاگنے والوں کو قتل کرنا اور ان کے
زخمیوں کو خوب مار لگانا اور ایسا نہ
کرنا جیسا تمہارے باپ (علیؓ) نے
اہلِ جمل کے ساتھ کیا تھا، کیونکہ یہ
لوگ ایک بڑا گروہ ہیں۔

اس جعلی خط کا مضمون ہی سبائی ذہنیت کی صاف غمازی کرتا ہے۔ حضرت معاویہؓ و حضرت عمرو بن العاصؓ وغیرہم نیز حضرت طلحہؓ و زبیر و سیّدہ عائشہ صدیقہ ام المؤمنین صلوٰۃ اللہ علیہم اور ان کے ساتھی صحابہ و تابعین و عامۃ المسلمین کو جو حضرت علیؓ کے خلاف جنگ صفین و جمل میں قاتلین عثمانؓ سے انتقام لینے کیلئے موجود تھے۔ امام ابو حنیفہؒ کے قلم سے خاطی و مستحق تعذیب قرار دیا گیا ہے اور پیٹھ پھیر کے بھاگنے والوں کو قتل کرنے، اور زخمیوں کو مار لگانے کے لئے غیر اسلامی طریقہ حرب کو حضرت علیؓ سے منسوب کیا گیا ہے، تعجب ہے کہ دوسروں کو شرکت "جہاد" کی ترغیب تو انہوں نے دی مگر اپنے عدمِ شرکت کا عذر لنگ اس جعلی تحریر میں یہ بتایا گیا ہے کہ لوگوں کی امانتیں میرے پاس نہ ہوتیں تو شریک "جہاد" ہوتا۔ امام ابو حنیفہؒ کی عمر ابراہیم کی بغاوت کے وقت ۶۵ برس چھ ماہ کی تھی۔ وہ اس زمانہ میں امیر المؤمنین ابو جعفر المنصورؒ کے ایماء سے اور انکی سرپرستی میں فقہ کی تدوین میں مع ایک کثیر جماعت علماء کے منہمک تھے۔ اس اہم علمی و اسلامی خدمت کی انجام دہی کے چند سال بعد یعنی ابراہیم کی بغاوت کے چار سال چھ ماہ بعد بعمر ستر برس ان کی وفات ہوئی۔ ان لغو روایتوں کے سبائی وضّاعین کو شاید یہ معلوم نہ تھا کہ امام اعظمؒ کی مدوّنہ فقہ کا ایک واضح اصول یہ ہے کہ لا نری الخروج علی الائمۃ ولو جاروا (یعنی ہم حاکمان وقت کے خلاف بغاوت کو ناجائز سمجھتے ہیں وہ اگرچہ ظلم بھی کریں۔) مگر سبائیوں کی مشتہر کردہ ان مہمل روایات کو غیر شیعہ مؤلفین نے بھی اپنی کتابوں میں لکھ مارا ہے جس کے بارے میں دوسری کتاب میں

ایک اور موقع پر بھی اظہار حقیقت کیا ہے۔
ابراہیم کے منجملہ تین بیٹوں کے ایک بیٹے حسن سے نسل چلی

۸	محمد بن علی بن عباس بن حسن بن الحسن رض بن الحسن رض[1]	۱۶۴ھ خراسان	امیر المؤمنین محمد المہدی عباسی رح
۹	حسین بن علی بن حسن بن حسن بن الحسن رض بن الحسن رض[2]	۱۶۹ھ مدینہ	امیر المؤمنین موسی الہادی عباسی رح
۱۰	فاضل بن علی بن حسن بن حسن بن الحسن رض بن الحسن رض	" "	" "

[1] قام بخراسان فقتل ایام المہدی (جمہرۃ ابن حزم ص ۳۷) یعنی (امیر المؤمنین) محمد المہدی عباسیؒ کے زمانہ میں علم بغاوت بلند کر کے مقتول ہوئے۔

[2] یہ بڑے سیر چشم اور فیاض تھے، امیر المومنین محمد المہدی عباسیؒ کی خدمت میں مدینہ سے حاضر آئے، چار ہزار دینار کے گراں بہا عطیہ سے سرفراز ہوئے مگر یہ رقم اپنے عزیزوں اور دوستوں میں تقسیم کر دی (البدایہ والنہایہ جلد ۱۰ ص ۱۵۷) حضرت فاروق اعظم رضؓ کے احفاد میں سے عمر بن عبدالعزیز بن عبداللہ بن عمر الفاروق رضؓ اس زمانہ میں خلافت عباسیہ کی جانب سے والی مدینہ تھے۔ ان حسین بن علی حسنی کے ساتھیوں میں محمد الارقط کے صاحبزادہ حسن تھے جو بوجہ سیاہ فام ہونے کے "ابو الزفت" کہلاتے تھے اور شراب نوشی کی سزا پا چکے تھے (کان یلقب ابا الزفت لشدۃ سمرتہ وحد الخمر بالمدینۃ ص جمہرۃ ابن حزم) ایک دن وہ اپنے ہم جلیسوں کی صحبت میں بیٹھے تھے، نبیذ کا دور چل رہا تھا۔ والی مدینہ نے ان سب کو اس حالت میں پا کر گرفتار کر لیا اور سر بازار ان کی تشہیر کرائی۔ محمد الارقط کے بھائی یحییٰ بن عبداللہ المحض کی ضمانت پر یہ لوگ اس شرط پر رہا ہوئے کہ روزانہ اپنی حاضری

Marfat.com

یں۔ انہی ایّام میں "ابوالزنت" مدینہ سے باہر چلے گئے، ضمانت ضبط ہوئی "ابوالزنت"
و حاضر کرنے کی بجائے حسین بن علی مذکور کی قیادت میں دارالامارۃ پر حملہ کیا گیا
ور حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کر کے مدینہ منورہ کے وقفی خزانہ تک
ولوٹ لیا گیا۔ (وھیا لمال الذی بالمدینۃ (الجامع للطیف ص۲۹۳)
ن کے بھائی بھتیجے وغیرہ بھی بغاوت میں شریک تھے مگر ان کے چچیرے بھائی حسن بن
جعفر بن حسن بن حسن بن الحسنؓ اس بغاوت کے مخالف اور امیر المؤمنین کے طرفدار تھے
حسن بن جعفر کی حقیقی بہن ام الحسن امیر المؤمنین کے قریبی عزیز جعفر بن سلیمان بن
علی بن عبداللہ بن العباسؓ کی زوجہ تھیں۔ (عمدۃ الطالب ص۱۷۱) شیعہ مولف
مذکور نے اپنے امام دوئم کی اس پروتی کے اپنے ہم کفو ہاشمی عباسی کے حبالہ عقد
میں آنے کا ذکر تو کیا ہے مگر کس قدر کریہہ الفاظ میں فرماتے ہیں۔ ام الحسن خرجت
الی جعفر بن سلیمان بن علی بن عبد اللہ العباس" یعنی ام الحسن
نکل کر جعفر بن سلیمان بن علی بن عبداللہ بن العباس کے پاس چلی گئی) خیر یہ تو جملہ
معترضہ تھا۔ شیعہ راویوں نے حسین بن علی مذکور کی اس بغاوت کے بارے میں
متعدد مہمل روایتیں اور حدیثیں وضع کی ہیں۔

مدینہ کے قریب وادی فخ میں جہاں حضرت عبداللہ بن عمر فاروقؓ اور بعض
دوسرے صحابہ کے مزارات ہیں، باغیوں کی سرکاری فوج سے مڈبھیڑ ہوئی
حسین بن علی مذکور مع اپنے سو سے زائد ساتھیوں کے مارے گئے۔ اب دو
ایک وضعی حدیثیں بھی ملاحظہ ہوں:۔

عن جعفر بن محمد بن علی (زین العابدین) قال مر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ بفخ فنزل فصلی رکعۃ فلما صلی الثانیۃ بکی وھو فی الصلاۃ فلما رای الناس النبی یبکی بکوا، فلما انصرف

جعفر بن محمد بن علی (زین العابدین) سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ نبی صلعم کا گذر مقام فخ پر ہوا، آپ وہاں سواری سے اترے ایک رکعت نماز پڑھی جب دوسری پڑھنے لگے تو رونے لگے پس لوگوں نے جب

Marfat.com

قال: مایبکیکم؟ قالوا، لمارایتک تبکی بکینا یارسول اللہ: قال نزل علی جبریل لما صلیت الرکعۃ الاولی فقال یا محمد ان رجلاً من ولدک یقتل فی ھذا المکان واجر الشھید مع اجر الشھیدین۔

(ص۴۳۶ مقاتل الطالبین)

نبی صلعم کو روتے دیکھا تو وہ بھی رونے لگے۔ آپنے نماز سے فارغ ہوکر پوچھا "تم لوگ کیوں روئے"؟ لوگوں نے کہا "یارسول اللہ! آپ کو جب روتے دیکھا تو ہم بھی رونے لگے" اس پر آپنے فرمایا کہ "جب میں پہلی رکعت پڑھ رہا تھا تو جبریل نازل ہوئے اور انہوں نے کہا کہ اے محمدؐ! تمہاری اولاد میں سے ایک شخص یہاں قتل ہوگا، اس شہید کو کئی شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

یہ روایت تو جناب جعفر (الصادقؒ) سے منسوب ہے۔ اب جناب زید بن علی (زین العابدینؒ) سے مروی روایت بھی سن لیجئے۔

عن زید بن علی (زین العابدین) انتھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ الی موضع فخ فصلّی باصحابہ صلاۃ الجناز ثم قال: یقتل ھاھنا من اھلِ بیتی فی عصابۃ من المؤمنین ینزل لھم باکفان وحنوط الجنۃ تشبق ارواحھم اجسادھم الی الجنۃ

(ص۴۳۶ مقاتل الطالبین)

زید بن علی (زین العابدین) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم جب مقام فخ پر پہنچے تو آپنے صحابہ کے ساتھ نماز جنازہ پڑھی، پھر فرمایا اس جگہ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص مع ایک جماعت مومنین کے قتل ہوگا ان کے لئے کفن اور خوشبوئیں جنت سے نازل ہوں گی اور ان کے جسم انکی روحوں سے پہلے ہی جنت میں پہونچ جائیں گے۔

حکومت وقت کے خلاف خروج کرنے والے مقتولوں کے لئے کفن اور خوشبوؤں کے جنت سے نازل ہونے اور مقتولین کے جسموں کے ان کی روحو

Marfat.com

قبل ہی جنت میں پہنچ جانے کی حد درجہ لغو بیانی کے علاوہ ان خروج کرنے والوں کا قتل ہونا تو درکنار ان کے عالم وجود میں آنے سے بھی تقریباً ڈیڑھ سو برس پہلے ہی ان کی نماز جنازہ پڑھ لینے کی جیسی مہمل روایت کو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنیوالے نے اپنا ٹھکانہ ضرور جہنم میں بنا لیا۔ آپ کا ارشاد ہے۔

ان کذبًا علیّ لیس ککذب علی احدٍ فمن کذب علیّ متعمدًا فلیتبوا مقعدہ من النار (رواہ البخاری ومسلم والترمذی)	آپ نے فرمایا۔ میرے اوپر جھوٹ بولنا ایسا نہیں جیسا کسی اور پر بولنا جس نے میرے اوپر عمداً جھوٹ بولا اس نے اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنا لیا۔

جن لوگوں نے اپنے ایام بغاوت میں مدینہ کا وقفی خزانہ لوٹ لینے سے بھی دریغ نہ کیا ان کو "مظلوم" اور حکومت کی جانب سے ان باغیوں اور مفسدوں کی تادیب کیلئے جو کارروائی کی گئی اس کو "ظلم وستم" سے تعبیر کرنے کی غرض سے یہ مہمل روایتیں اور جعلی حدیثیں گھڑی گئیں اور خلیفہ وقت اور ان کے عمال کے جبر و تشدد کے افسانے وضع کئے گئے جو سراسر کذب محض ہیں۔

۱۱	ادریس[1] الاصغر بن عبداللہ المحض بن حسن مثنی بن الحسن رض یحیی بن عبداللہ المحض	۱۷۰ھ مغربی افریقہ ۱۷۶ھ بلاد دیلم	امیر المؤمنین ہارون الرشید عباسی رح
			" " "

[1] اپنے دونوں بھائیوں محمد الارقط اور ابراہیم کی بغاوتوں کی ناکامی کے بعد انہوں نے بھی خفیہ خفیہ خروج کی تیاریاں کیں، حجاز و عراق میں کامیابی کا موقع مناسب نہ پاکر مصر کا رخ کیا جہاں عباسی خلافت کے محکمہ ڈاک کا افسر ابن واضح تھا جو مورخ یعقوبی کا دادا اور علوی خاندان کا طرفدار تھا۔ اس کی مدد سے ادریس مغرب اقصیٰ (شمال مغربی افریقہ) چلے گئے۔ وہاں بربری قبائل میں اپنا اثر و رسوخ پیدا کر کے حکومت قائم کی۔ ان ادریس کے ایک بیٹے کا نام بھی ادریس تھا، جو ایک بربریہ خاتون کے بطن سے تھے اور وہی مراقش .... کے شہر فاس کے بانی ہوئے، کچھ عرصہ بعد ادریس الاصغر

کے ایک بھتیجے محمد بن سلیمان بن عبداللہ المحض بھی فخ کی بغاوت کے ناکام ہو جانے کے بعد اپنے چچا کے پاس مراقش چلے گئے۔ ان دونوں کی نسل وہاں خوب پھیلی مگر ان دونوں کے اخلاف میں سیاسی اقتدار حاصل کرنے کی کشمکش وقتاً فوقتاً جاری رہی اور ایک دوسرے کو قتل کرتے رہے۔ جنون احمد بن ابی العیش عیسیٰ بن جنون بن احمد بن محمد بن قاسم بن ادریس الاصغر نے اپنے بھائی محمد کو اس الزام میں قتل کر دیا کہ انکا میل ایک اموی حکمران اندلس عبدالرحمٰن بن محمد مروانی سے تھا (جمہرۃ الانساب ابن حزم ص۴۴) اسی طرح یحییٰ بن حمود کو ان کے رشتہ کے چچا حسن ادریسی نے مروا دیا تھا ان ہی میں سے ایک شخص حسن بن جنون اعور نے مغرب اقصیٰ کے مقام بتدلی میں جو آجکل تادلا کہلاتا ہے نبوت کا بھی دعویٰ کیا تھا۔ حکومت ادریسیہ تقریباً ڈیڑھ سو برس قائم رہی۔ اسمٰعیلی فرقہ کے بانی عبیداللہ بن میمون القداح کے اخلاف نے بالآخر بربری قبیلہ کتامہ کی مدد سے جب وہاں سیاسی اقتدار حاصل کر لیا ادریسیہ ہاشمیہ حکومت کو بھی ۳۰۸ھ میں برباد کر کے ان حسینوں کو اندلس میں امویوں کے پاس پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔

۲ یحییٰ نے بیس برس کی خفیہ ریشہ دوانیوں کے ذریعہ جو انہوں نے اپنے بھائی محمد الارقط و ابراہیم کی بغاوتوں کی ناکامی کے کچھ عرصہ بعد سے شروع کر دی تھیں۔ بلاد دیلم پر سیاسی اقتدار حاصل کر لیا تھا لیکن امیر المؤمنین ہارون الرشید عباسیؒ کے وزیر باتدبیر فضل یحییٰ برمکی کی مساعی سے یحییٰ مذکور لشکر خلافت سے نبرد آزمائی کرنے کے بجائے اس بات پر آمادہ ہو گئے کہ امیر المؤمنین موصوف کی خدمت میں حاضر ہو کر اقدام بغاوت پر اظہار ندامت اور عہد اطاعت کریں۔ چنانچہ بعد معافی قصور یحییٰ کو دو لاکھ دینار کا بیش بہا عطیہ دے کر ان کے وطن مالوف مدینہ بھیج دیا گیا جہاں وہ بقیہ عمر فارغ البالی سے بسر کرتے رہے۔ مقاتل الطالبین کا بیان ہے کہ یحییٰ نے عطیہ کی کثیر رقم میں سے حسین بن علی "صاحب فخ" کے قرضہ کی ادائیگی بھی کی تھی (ص۴۸۳) انکی نسل کے بعض اشخاص اپنے بنو اعمام کے پاس مغرب اقصیٰ چلے گئے تھے اور بعد میں اندلس کے مقام غرناطہ پر کچھ افراد نے حکمرانی بھی کی۔

Marfat.com

۱	محمد[۱] بن سلیمان بن داؤد بن حسن بن الحسن رض	سنہ ۱۹۰ھ مدینہ	امیر المؤمنین مامون الرشید عباسی رح
۱۱	محمد[۲] بن ابراہیم طباطبا بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن الحسن رض	سنہ ۱۹۹ھ کوفہ	〃
۱	محمد[۳] الاکبر بن جعفر بن محمد بن زید بن علی (زین العابدین)	〃	〃

محمد بن سلیمان القائم بالمدینۃ ایام المامون (ص۳۷ جمہرہ ابن حزم) ان کی بغاوت میاب نہ ہوئی مقتول ہوئے۔

۲ابوالسرایا ایک مفسد لیڈر سے اس زمانہ میں جب امیر المؤمنین ہارون الرشید رح دونوں فرزندوں امین الرشید اور مامون الرشید کی خانہ جنگی سے ملک کے نظم و نسق میں ری پھیل گئی تھی، محمد ابن طباطبا کی ملاقات ہوگئی۔ ابوالسرایا نے طوائف الملوکی کے م میں کچھ فوجی قوت پیدا کرلی تھی۔ اس لیڈر کی امداد کے وعدے پر انہوں نے ب خلافت کے لئے خروج کردیا، لیکن تھوڑے ہی دنوں میں ابن طباطبا کو اس رے کی حرکات قتل و غارت گری سے نفرت ہوگئی اس نے مشتبہ ہوکر زہر سے ن کا کام تمام کردیا۔ شیعہ مولف لکھتے ہیں۔ وسقاہ ابوالسرایا سما مات منہ (عماۃ الطالب ص۱۵۹) اور ان کے بجائے جناب علی بن الحسین رض رین العابدین) کے ایک نوعمر پوتے محمد الاکبر کو جو بعد میں در صاحب ابوالسرایا» لائے، خلافت کے لئے نامزد کرکے کوفہ اور بصرہ میں اپنا خطبہ اور سکہ لادیا، جن شہروں اور علاقوں پر چند روزہ تسلط کرلیا تھا۔ علوی و فاطمی نسب ے چند اشخاص کو عامل اور نائب مقرر کرکے بھیجا۔ مگر ان علویوں نے اپنی چند روزہ حکومت میں جو جو ظلم اور زیادتیاں کیں بقول علامہ شبلی رح

«ان کے بیان کو ایک دفتر چاہیئے»

«زید، فرزند موسیٰ الکاظم رح نے بصرہ میں ایک قیامت برپا کررکھی تھی سیکڑوں

Marfat.com

خاندان تباہ کر ڈالے، عباسیوں کے ہزاروں مکانات جلا دئے حسین بن الحسن (جناب علی بن الحسینؓ کے ایک پوتے۔ م) نے مکہ معظمہ کا وقفی خزانہ تک لوٹ لیا محمد بن جعفر صادقؒ کی حکومت میں جو چند روز کے لئے عرب کے فرمانروا بن گئے تھے۔ علوئین اور آل فاطمہؓ کا وہ زور ہو گیا کہ لوگوں کے ننگ و ناموس کا پاس اٹھا دیا گیا۔ ابراہیم بن موسیٰ (الکاظم) یمن کے عامل تھے اور سفاکانہ قتل و غارت کی وجہ سے قصاب کہلاتے تھے۔ مامون الرشیدؒ نے چاہا کہ صلح و آشتی سے ان لوگوں کو قابو میں لائے۔ لیکن یہ کب رام ہو سکتے تھے۔ لڑے اور شکست کھا بعض گرفتار ہو کر مامون (الرشیدؒ) کے پاس حاضر کئے گئے مگر اس نے نسب کا کیا اور چھوڑ دیا (المامون ص۶۴)

مفسد لیٹرے کی مدد سے ان علوی اشخاص نے جو مظالم کئے ان کے چھپ کی تو کوشش کی جاتی ہے اور مفسدین کے خلاف تادیبی کارروائیوں کو ظلم تعبیر کیا جاتا ہے۔ صدیوں کے جھوٹے پروپیگنڈے نے یہ فضا پیدا کر رکھی خلفائے بنی امیہ و بنی عباسؓ کے فرضی مظالم کی داستانیں زبان زد خاص ہو گئی ہیں۔ مگر ان خلفاء کی عالی ظرفی و رحم دلی کا کہ باوجود قدرت کے تقصیرات کرتے رہے کوئی ذکر تک نہیں کرتا۔

ہمارے نام نہاد مورخ اور مولف" ان وضعی داستانوں کو اپنی کتابوں کرتے اور امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ جیسے ایمہ دین کے نام بھی سیا اقتدار کی ان بغاوتوں کے سلسلہ میں لیتے اور ان بغاوتوں کو "جہاد" سے کر کے جھوٹے پروپیگنڈے کی تائید مزید کرتے رہتے ہیں۔ ملت کے نشا کے اس دور میں سلف کی سیاسی چپقلشوں کے حالات کو ان کے اصلی میں پیش کرنا اسلامی تاریخ کی تطہیر کے مرادف ہے۔ اور اسی مقصد کے نظر یہ حالات قلم بند کئے گئے ہیں۔

Marfat.com

۱۶	حسین[۱] الافطس بن حسن بن علی (زین العابدین)	سنہ ۱۹۹ھ مکہ معظمہ	امیر المؤمنین مامون الرشید عباسی رح
۱۷	علی[۲] بن حسین الافطس " "	" "	" " "
۱۸	محمد[۳] " "	" "	" " "
۱۹	محمد بن[۴] جعفر (الصادق) بن محمد (الباقر) بن علی (زین العابدین) بن الحسین رض	" "	" " "

۱-۲-۳-۴ ان حسین کا لقب الافطس تھا یعنی چپٹی ناک والا۔ کتاب نسب قریش میں انکے والد کا یہی لقب لکھا ہے لیکن پہلی روایت زیادہ صحیح ہے۔ اپنے نیک سیرت آباء کے برخلاف یہ شخص اور اسی طرح اس کے دونوں بیٹے نہایت قبیح سیرت تھے۔ اکثر مستند مورخین و نسّابین نے ان لوگوں کی بداعمالیوں کا ذکر کیا ہے علّامہ ابن حزم نے حسین الافطس کو "احد المفسدین فی الارض" (جمہرۃ الانساب صـ۷۴) یعنی دنیا کے مفسدین میں سے ایک بتایا ہے۔ اور اسی طرح اس کے دونوں بیٹوں علی و محمد کو "کان ایضًا المفسدین فی الارض" لکھا ہے۔ جامع اللطیف میں جو مکہ معظمہ کی مستند تاریخ ہے ان تینوں باپ بیٹوں کے متعلق تحریر ہے "هما اقبح سیرة مع الناس" یعنی لوگوں کے ساتھ ان کی سیرتیں نہایت قبیح تھیں۔ (صـ۲۹۶)۔ علّامہ ابن خلدون کا بیان ہے۔

"حسین الافطس نے جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں مکہ معظمہ پر قبضہ کر لیا اور خانہ کعبہ کا غلاف اتار کر دوسرا غلاف چڑھا دیا جس کو ابو السرایا نے کوفہ سے روانہ کیا تھا اور بنو عباس رض کی امانتوں کے پیچھے پڑ گئے اور لوگوں کے مال و اسباب کو بجبر و تعدی چھیننے لگے۔ تب اکثر اہل مکہ بخوف جان و مال مکہ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اور اس کے ہمراہیوں نے حرم شریف کی جالیوں کو توڑ ڈالا، خود الافطس نے بھی کعبہ شریف کے ستونوں پر جس قدر سونا چڑھا ہوا تھا اس کو اتار لیا، اور جس قدر نقد و جنس خانہ کعبہ کے خزانے میں تھا، نکال کر اپنے ہمراہیوں میں تقسیم

Marfat.com

کردیا، اس سے اہلِ مکہ کے دلوں پر بہت برا اثر پڑا"۔ (ص۱۰۱ ترجمہ)
تاریخ ابن خلدون جلد ۷ کتاب ثانی مطبوعہ قیصر ہند پریس)

شیعہ مورخ و نساب (مؤلف عمدۃ الطالب) نے بھی بیان کیا ہے کہ حسین الافطس نے کعبہ کا مال اپنے تصرف میں کرلیا۔ واخذ مال الکعبۃ (ص۳۳۸)
افطس کو جب ابوالسرایا کے مارے جانے کی اطلاع ملی اور اسی امداد کے بھروسہ علم بغاوت بلند کیا تھا۔ تو بہت گھبرایا۔ جناب جعفر (الصادق)ؒ کے بیٹے محمد کے پاس آیا، وہ عالم فاضل نیک سیرت شخص تھے۔ اپنے ابتدائی زمانے میں محدث تھے۔ افطس نے ان سے کہا۔

"لوگوں کے قلوب آپ کی طرف مائل ہیں، میں آپ سے بیعت کئے لیتا ہوں پھر کوئی شخص مخالفت نہ کرے گا۔"

محمد بن جعفر (الصادق)ؒ نے پہلے تو انکار کیا مگر ان کا بیٹا علی برابر اس بات پر اصرار کرتا رہا۔ بالآخر ان لوگوں کے کہنے سننے سے وہ اپنے لئے بیعت خلافت لینے پر آمادہ ہوگئے اور یہ لوگ ان کو "امیرالمؤمنین" کہہ کر پکارنے کیلئے علامہ ابن خلدون نے مزید لکھا ہے۔

بعد چندے محمد بن جعفر (الصادق)ؒ کے لڑکے علی اور ابن الافطس نے ہاتھ پاؤں نکالے، طرح طرح کی بداعمالیاں کرنے لگے، زنا اغلام اور سر بازار عورتوں کو بے عزت کرنا شروع کردیا حسین عورتوں کو اپنی عظمت بچانا دشوار ہوگیا۔ جہاں کوئی خوبصورت عورت یا لونڈا نظر آجاتا یہ لوگ اس پر ٹوٹ پڑتے اور اپنی خواہش نفسانی پوری کرنے کی غرض سے جبراً پکڑ لے جاتے۔ لوگوں نے یہ رنگ ڈھنگ دیکھ کر ایک جلسہ کیا اور محمد بن جعفر (الصادق) کے معزول کرنے، قاضی مکہ کے لڑکے کو واپس لینے پر متفق ہوگئے۔ قاضی مکہ کا لڑکا محمد بن جعفر (الصادق)ؒ کے بیٹے علی کے مکان میں مقید تھا۔ (ص۱۰۲)

Marfat.com

(تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۶ صـ۱۲۶) کے حوالہ سے مترجم تاریخ ابن خلدون لکھتے ہیں۔

"لڑکے کا نام اسحاق اور قاضی مکہ کا نام محمد تھا۔ اسحاق ایک نوعمر حسین لڑکا تھا، ایک روز بازار مکہ میں جا رہا تھا، اتفاق سے علی بن محمد بن جعفر (الصادق) کی نظر پڑ گئی، دیکھتے ہی رال ٹپک پڑی چھٹ پٹ اپنے ہم خیالوں کو بلا کر اسحاق کو پکڑ لیا اور اپنا منہ کالا کرنے کو اپنے مکان میں پا بدست دگرے دست بدست دگرے اٹھا لے گیا" نعوذ باللہ (صـ۱۰۲ ایضاً)

اسی سلسلہ میں ابن خلدون نے یہ بھی لکھا ہے کہ :-

"پس جب اہل مکہ نے محمد بن جعفر (الصادق) کا مکان شور و غل مچاتے ہوئے گھیر لیا تو آپ لوگوں سے امن حاصل کر کے اپنے بیٹے کے مکان پر گئے اور اس لڑکے کو اپنے بیٹے سے لے کے ان لوگوں کے حوالے کر دیا (ترجمہ تاریخ ابن خلدون جلد ۷ صـ۱۰۲ کتاب ثانی مطبوعہ قیصر ہند پریس الہ آباد ۱۹۰۴ء)

مکہ معظمہ میں یہ واقعات ہو رہے تھے کہ اتنے میں باغیوں کی سرکوبی کے لئے خلیفہ عباسیؒ کی فوج آ گئی۔ باغیوں کو شکست ہوئی، محمد بن جعفر (الصادق)ؒ نے امان کی درخواست پیش کی۔ امان دیدی گئی، وہ مکہ سے حجفہ کی جانب اور وہاں سے بلاد جہینہ کی طرف چلے گئے لیکن کچھ دنوں بعد لشکر مجتمع کر کے مدینہ پر چڑھائی کی، والی مدینہ کے مقابل میں پھر شکست کھائی، اس لڑائی میں ان کی ایک آنکھ بھی جاتی رہی تھی، ان کے ساتھیوں کی کثیر تعداد ہلاک ہو گئی تھی۔ مجبور ہو کر حج کے موقعہ پر مکہ آئے اور جو امور و افعال ان سے اور ان کے لواحقین سے سرزد ہوئے تھے اس کی معذرت کرتے ہوئے تقریر کی اور کہا کہ مجھے یہ غلط خبر ملی تھی کہ امیر المؤمنین مامون الرشید کی وفات ہو گئی ہے۔ اس وجہ سے میں نے لوگوں سے اپنی بیعت لے لی تھی۔ اب مجھ کو یہ صحیح خبر پہنچی ہے کہ امیر المؤمنین حیات ہیں اس لئے میں

Marfat.com

اپنے کو معزول کرتا ہوں اور ان لوگوں کو جو میری بیعت میں ہیں اپنی بیعت سے سبکدوش کرتا ہوں" حج ادا کرنے کے بعد ان کو امیر المؤمنین کی خدمت میں بھیجدیا گیا، رحم دل خلیفہ نے ان کے قصور معاف کر دئیے۔ علامہ ابن حزمؒ نے ان کے بارے میں لکھا ہے۔

محمد ابن جعفر بن محمد بن علی ابن الحسینؓ) ادعی الخلافۃ بمکۃ ایام مامون ثم اختفی وبقی فی عمار الناس حتی مات والشیعۃ تلقبہ الدیباجہ الجمال وجہہ رجمہرۃ الانساب ابن حزم ص۵۳

محمد بن جعفر (بن محمد بن علی بن الحسینؓ) نے مامون کے زمانہ میں دعوائے خلافت کیا پھر دست بردار ہو گئے اور اپنے مرنے تک لوگوں کے انبوہ میں چھپے رہے۔ شیعوں نے ان کا لقب بوجہ ان کے حسن صورت کے الدیباچہ رکھا۔

حسین الافطس کے بیٹے گرفتار ہو کر قتل ہوئے اور اس طرح ان مفسدین کی بغاوت کا خاتمہ ہوا اور اہالیانِ مکہ و مدینہ نے امن و امان کا سانس لیا اس قماش کے مفسدین کی سزا دہی کو بھی خلفائے عباسی کے فرضی مظالم کی فہرست میں شامل کیا گیا ہے۔

۲۰	علی[1] بن جعفر (الصادق) بن محمد (الباقر) بن علی (زین العابدین)	۱۹۹ھ بصرہ	امیر المومنین مامون الرشید عباسیؒ
۲۱	زید النار بن موسی (الکاظم) بن جعفر (الصادق)ؒ	〃	〃 〃
۲۲	ابراہیم[2] الجزار 〃 〃 〃	۱۹۹ھ یمن	〃 〃

[1] جناب جعفر (الصادق)ؒ کے یہ بیٹے ایک کنیز کے بطن سے تھے۔ علی ھذا القیاس بالبصرۃ لام ولد (جمہرۃ الانساب ابن حزم ص۵۳)

Marfat.com

کے مقام پر ۱۹۹ھ میں انہوں نے بغاوت بلند کیا۔ گرفتار ہو کر امیرالمومنین
حضور میں پیش ہوئے۔ اعتراف جرم کے بعد رحم دل خلیفہ نے قصور معاف
یا۔ ان سے نسل باقی رہی۔ مگر ان کے دوسرے بھائی عبداللہ بن جعفر
صادقؒ کی اولاد میں صرف ایک بیٹی فاطمہ نام تھیں۔ وہ عباسی خاندان
، عباس بن عیسیٰ بن موسیٰ بن محمد الامام بن علی بن عبداللہ بن عباسؓ کو بیاہی
ں (جمہرۃ الانساب ابن حزم ص ۵۳ و کتاب نسب قریش ص ۶۴ عباسی شوہر
انتقال کے بعد علی بن اسمٰعیل بن جعفر (الصادقؒ) سے نکاح ہوا۔ اسمٰعیلی فرقہ
بانی نے ابتداءً ان ہی فاطمہ کے والد عبداللہ بن جعفر (الصادق) سے اپنا
نساب نسب کیا تھا بعد میں جب اسے یہ پتہ چلا کہ ان عبداللہ کے سوائے ایک
ں کے کوئی اولاد نرینہ نہ تھی اپنا یہ انتساب ترک کر کے اسمٰعیل بن جعفر
صادقؒ سے اپنے کو منسوب کر دیا (جمہرۃ الانساب ص ۵۳)

۲ موسیٰ (الکاظمؒ) کے فرزند زید کو ابوالسرایا نے، جس کا ذکر ابن طباطبا
حالات میں گزر چکا، اہواز کا عامل مقرر کیا تھا، طوائف الملوکی کے ایام
ں انہوں نے بصرہ پر بھی چند روز تسلط قائم کر لیا۔ لوٹ مار کر اور قتل
غارت گری سے ایک قیامت برپا کر دی۔ عمدۃ الطالب کے شیعہ مولف
نے ان کے بارے میں لکھا ہے۔

حرق دور بنی العباس و اضرم
لنار فی نخیلهم و جمیع اسبابهم
فقیل له زید النار

عباسیوں کے مکانوں کو آگ سے
جلا ڈالا اور ان کے باغات اور کل
اسباب متاع کو نذر آتش کر دیا۔
اسی وجہ سے ان کو زید النار کہنے لگے
(ص ۲۰۹ طبع لکھنؤ)

علامہ شبلیؒ ان لوگوں کی حرکات کے بارے میں لکھتے ہیں۔

" خاندان عباسیہ پر عموماً سادات (بنو فاطمہ) کے قتل کا الزام لگایا
جاتا ہے جو لوگ حجروں میں بیٹھ کر اعتراض کے لئے قلم اٹھاتے ہیں
وہ معذور ہیں۔ لیکن جو شخص پولیٹکل ضرورتوں کا اندازہ داں ہے وہ

Marfat.com

اس اعتراض کو مشکل سے تسلیم کرے گا، سادات و علوئین کو دو دن کے لئے زور ہو گیا تو ملک میں قیامت برپا ہو گئی، عباسی خاندان ان کی جانب سے کبھی مطمئن نہیں رہ سکتا تھا اور جو کچھ ان سے برتاؤ ہوا، وہ اسی ضرورت سے ہوا۔ (المامون ص۲۸)

بالآخر زید النار گرفتار ہو کر امیر المؤمنین کے حضور میں پیش ہوئے اور معافی قصور کے خواستگار ہوئے۔ رحم دل خلیفہ نے ایسے شخص کے قصور بھی معاف کر دئے۔ جس نے انکے اہل خاندان کے سیکڑوں مسکونہ مکانات، باغات اور کل مال و متاع کو نذر آتش کرنے کے سنگین جرائم کا ارتکاب کیا تھا۔ شیعہ مؤلف عمدۃ الطالب لکھتے ہیں کہ:۔

"زید النار جب گرفتار ہو کر امیر المؤمنین مامون الرشیدؒ کے حضور میں بمقام مرو پیش ہوئے، انہوں نے ان کے بھائی علی (الرضاؒ) کے پاس بھیج دیا۔ اور جرم ان کا معاف کر دیا۔ مگر علی (الرضاؒ) کو ان کی حرکات سے اتنی ناگواری ہوئی کہ مدت العمر ان سے کلمہ کلام نہ کیا"

مؤلف مذکور کی عبارت یہ ہے۔

وارسلہ الی المامون	انہیں (زید النار کو) مامون کے پاس
فادخل علیہ بمرو	قید کر کے بھیج دیا گیا، وہ ان کے حضور
مقیداً فارسلہ	میں مقام مرو میں پیش ہوئے۔
المامون الی اخیہ	مامون الرشید نے ان کو ان کے
علی الرضا ووھب لہ	بھائی علی رضا کے پاس بھیج دیا، اور
جرمہ وحلف علی الرضا	ان کا جرم بخش دیا۔ علی رضا نے قسم
ان لا یکلمہ ابداً	کھائی کہ ان سے کبھی کلام نہ کریں گے
وامر باطلاقہ	اور ان کو چھوڑ دینے کا حکم دیا۔

عفو تقصیر کے بعد ایسے ظالموں کو بھی بغیر سزا چھوڑ دینا عباسی خلفاء کے

Marfat.com

رضی مظالم کی فہرست میں شامل کیا گیا ہے۔ زید النار نے امیر المؤمنین المستعین باللہ عباسیؒ کے عہد خلافت میں وفات پائی، ان کے گیارہ بیٹے تھے۔

۵۳ ان ابراہیم کو ابو السرایا نے یمن بھیجا تھا وہاں کی چند روزہ حکمرانی کے ایام میں سفاکانہ حرکات کے ارتکاب سے الجزار (قصاب) کہلائے۔

یقال لہ الجزار لکثرۃ قتل من اھل یمن واخذ اموالھم (جلد ۱۰ ص ۲۹۶ البدایۃ النہایۃ)	اہلِ یمن کو کثرت سے قتل کرنے اور ان کے اموال کو لوٹ لینے کی وجہ سے قصاب کہلائے۔

ان ابراہیم الجزار (قصاب) کے آٹھ بیٹے ہوئے جن میں سے ایک جعفر تھے جنہوں نے یمن میں بغاوت کی تھی، ان کا حال آگے آتا ہے، دوسرے موسیٰ تھے۔ ان کے تیس بیٹے ہوئے ان میں سے ایک کی نسل میں محمد الرضی اور علی المرتضیٰ دو بھائی فضائل علمی سے بہرہ ور اپنے زمانہ کے ادیب و شاعر تھے شیعیت میں غلو رکھتے تھے۔ نہج البلاغہ ان ہی کی تصنیف ہے۔ انہی ابراہیم الجزار کے ایک بیٹے کا نام مروان تھا جن سے نسل چلی۔

۲۳	عبداللہ بن جعفر بن ابراہیم بن جعفر بن حسن بن الحسنؓ	۲۰۰ھ فارس	امیر المؤمنین الرشید عباسیؒ
۲۴	جعفر[۵۴] بن ابراہیم الجزار بن موسیٰ (الکاظم) بن جعفر (الصادق)	۲۰۲ھ یمن	〃 〃
۲۵	عبدالرحمٰن بن احمد بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علیؓ بن ابی طالب	۲۰۶ھ یمن	〃 〃

[۵۴] کان خرج ایام المامون الی الفارس رمقاتل الطالبین ص ۵۶)

انہوں نے مامون (الرشید) کے عہد خلافت میں فارس میں خروج کیا۔ ان کے گھرانے کے تعلقات مصاہرت خلفائے عباسی کے خاندان سے چلے آتے تھے

ان کے دادا ابراہیم بن جعفر بن حسن مثنیٰ کی بہن ام حسن سلیمان بن علی بن عبداللہ بن عباسؓ کی زوجہ تھیں، ان کے بطن سے دو بیٹے جعفر و محمد اور چھ بیٹیاں ہوئیں (کتاب المعارف ابن قتیبہ صـ۱۶۴) بغاوت کی ناکامی کے بعد گرفتار ہو کر عباسی خلیفہ کے حضور میں پیش کئے گئے۔ بعد معافی تقصیرات ان کا وظیفہ بھی دربار خلیفہ سے مقرر ہوا، عباسی خلیفہ کے اس ترحم اور فیاضانہ برتاؤ کو بھی ظلم سے تعبیر کیا گیا ہے۔

۵۲۔ اپنے والد ابراہیم الجزار کی بغاوت کے کچھ عرصہ بعد انہوں نے بھی وہیں بغاوت کی مگر یہ بغاوت بھی ناکام رہی۔ رحم دل عباسی خلیفہ نے جرم پوشی کی، معاف کر دیا۔

۵۳۔ ۲۰۷ھ میں یمن کے مقام عکہ میں خروج کیا خرج بالیمن علی المامون (جمہرۃ الانساب ابن حزم صـ۶۰) امیر المؤمنین کی جانب سے بذریعہ فوجی افسر دینار بن عبداللہ امان نامہ بھیجا گیا کہ اگر بغاوت سے بغیر قتال و جدال کے باز آجائیں، جرم بغاوت معاف کیا جائیگا۔ انہوں نے اطاعت پر آمادگی کا اظہار کیا۔ سردار لشکر نے امیر المومنین کے حضور میں بھیج دیا۔ انہوں نے بغداد پہنچکر نہ صرف اطاعت و فرماں برداری کا عہد کیا، بلکہ عباسی سرکاری سیاہ لباس زیب تن کیا اور ہمیشہ اس کو پہنتے رہے (ج ۱۰ صـ۲۶ البدایہ والنہایہ) علویوں کی ان مسلسل بغاوتوں کے پیش نظر امیر المؤمنین مامون الرشیدؒ نے حکم دیا تھا کہ علوئین میں سے جو کوئی بھی دربار خلافت میں حاضر آئے وہ سرکاری سیاہ لباس پہن کر حاضر ہو۔ چنانچہ یہ سب حسنی اور حسینی وظیفہ یافتگان بارگاہ خلافت میں سرکاری سیاہ لباس پہن کر آتے اور وظائف و عطایا سے سرفراز ہوتے۔

۲۶	محمد[۵۴] بن قاسم بن علی بن عمر بن علی (زین العابدین)	۲۱۹ھ طالقان	امیر المؤمنین المعتصم باللہ عباسیؒ
۲۷	محمد[۵۵] بن صالح بن عبداللہ بن موسیٰ بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ بن الحسنؓ	۲۳۳ھ حجاز	امیر المؤمنین المتوکل علی اللہ عباسیؒ

لہ حضرت علی بن الحسینؓ (زین العابدینؒ) کے یہ پروتے عالم و فاضل شخص تھے
ن کے گھرانے سے خلفائے عباسی کے خاندان کے مناکحت و مصاہرت
لقات قدیم الایام سے قائم تھے - ان کے پردادا عمر بن علی (زین العابدینؒ)
تر خدیجہ یعنی حضرت علیؓ (زین العابدینؒ) کی حقیقی پوتی محمد بن ابراہیم الامام
د الامام بن علی بن عبداللہ بن العباسؓ کو بیاہی گئی تھیں ان کے بطن سے
بھی تھی (طبقات ابن سعد) اس خاندان کو دیگر افراد بنی ہاشم کی طرح
ف کی معقول رقم دربار خلافت سے ملتی رہتی تھیں۔ مگر ایک مفسد نے
ال ان کے دل میں راسخ کر دیا کہ آپ خلافت کے مستحق ہیں خراسان سے جو
ادائے حج کے لئے آتے اس مفسد کی ترغیب سے محمد بن قاسم کی بیعت
ے ایسے لوگوں کی تعداد جب کافی ہوگئی تو یہ بھی ان لوگوں کے ساتھ خراسان چلے
اور وہان کے مقام طالقان میں خروج کر بیٹھے۔ سرکاری فوج سے مقابلہ میں
ست کھائی اور میدان جنگ سے تن تنہا بھاگ پڑے لیکن گرفتار ہو کر
لمؤمنین کے حضور میں پیش کئے گئے۔ عید کے دن کسی حیلے سے قید خانہ سے
رہ گئے۔ مدتوں چھپے پھرے اور اسی حالت میں دار الآخرت کو سدھارے
امہ ابن حزم ان کے حال میں لکھتے ہیں -

ن فاضلا فی دینہ
یل الی الاعتزل قام
ارض طالقان فلما
رای الامر لایتم الا
سفک الدم اھرب
فظفر بہ فبعث الی المعتصم
فتحیل وھرب واستتر
الی ان مات -

(جمہرۃ الانساب ص۸۴)

وہ علوم دینیہ کے فاضل تھے، اور
اعتزال کی جانب مائل تھے طالقان
میں (طلب حکومت کے لئے) کھڑے
ہوئے جب یہ دیکھا کہ اسکا حصول
بلا خونریزی کے پورا نہ ہوگا وہ بھاگ
کھڑے ہوئے مگر پکڑے گئے - اور
(امیر المؤمنین المعتصم باللہ عباسیؒ)
کے پاس بھیجدیئے گئے مگر پھر حیلہ کر کے فرار
ہو گئے اور چھپتے پھرے حتیٰ کہ فوت ہو گئے

Marfat.com

شیعی مؤلف عمدۃ الطالب نے لکھا ہے کہ یہ صوفی بھی تھے اور صوف کا لباس پہنتے تھے۔ یلبس الصوف (ص۲۹۶)

یہی مؤلف کہتے ہیں کہ قید خانہ سے جب فرار ہو کر پھر پکڑے گئے تو قتل کئے گئے (ص۲۹۷)

۲ھ انہوں نے امیر المؤمنین المتوکل علی اللہ عباسی علیہ الرحمہ کے عہد خلافت میں مقام سوقیہ نزد مدینہ خروج کیا اور جماعت کثیر اپنے ساتھ کر لی تھی۔ کان خرج بسوقیتہ و جمع الناس (مقاتل الطالبین ص۶۰۰) مگر انہی کے چچا نے انہیں گرفتار کرا دیا، قید کی سزا ملی، قید خانہ میں بیٹھ کر امیر المؤمنین کے مدح میں متعدد قصائد لکھے، جن کے اشعار اغانی نے نیز بعض مورخین نے نقل کئے ہیں۔ اغانی نے جو اشعار نقل کئے ہیں۔ ان میں سے پہلے دو شعر ان ایک قصیدے کے یہ ہیں۔

یا ابن الخلائف والذین بهدیهم ظهر الوفا وبان غدر الغادر
وابن الذین حووا تراث محمد دون الاقارب بالنصیب الوافر

بالآخر قید سے رہا ہوئے اور مدۃ العمر بغاوت کی کسی تحریک سے کوئی تعلق نہ رکھا اور خلفائے عباسی کے وفادار اور ہمیشہ ان کے مطیع رہے۔

۲۸	یحییٰ بن عمر بن زید بن علی (زین العابدین)	۲۳۵ھ بصرہ	امیر المؤمنین المتوکل علی اللہ عباسی رح
۲۹	ابی الحسنین یحییٰ بن عمر بن یحییٰ بن حسین بن زید بن علی (زین العابدین)	۲۵۰ھ کوفہ	امیر المؤمنین المستعین باللہ عباسی رح

۱ھ شیعوں کی ایک مفسد جماعت نے انہیں ورغلا کر خروج پر آمادہ کر لیا تھا، بصرہ میں اس خروج کی تیاریاں سب مکمل ہو چکی تھیں کہ عمال حکومت کو بروقت اطلاع مل گئی۔ اور یہ گرفتار کر لئے گئے۔ باغیانہ سرگرمیوں کی پاداش میں اٹھارہ کوڑے

در محبوس کئے گئے۔ ان کے بارے میں علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں۔

فیھا اتی المتوکل بیحیی بن عمر	۲۳۴ھ میں خلیفہ المتوکل کے پاس
ید بن علی بن الحسین بن علی	یحییٰ بن عمر بن زید بن علی بن حسین بن علی
ی طالب من بعض النواحی	بن ابی طالب بعض مقامات سے لائے گئے
ن قد اجتمع الیہ قوم من	ان کے پاس شیعوں کی ایک جماعت
یعۃ فامر بضربہ فضرب	آکر جمع ہو گئی تھی (خروج) کیا خلیفہ
نی عشرۃ مقرعۃ ثم	نے کوڑے مارنے کی سزا دی۔ ان کے
س فی المطبق۔	اٹھارہ کوڑے لگے اور پھر قید
۱ ص۳۱۴ البدایۃ والنہایۃ)	کر دئے گئے۔

۵ یہ یحییٰ بن عمر حضرت علی (زین العابدینؒ) کے ایک اور پروتے عمر بن یحییٰ کے اپنے دادا کے ہمنام تھے۔ ان کے متعدد بزرگوں کے خروج خلفائے بنی امیہ کے لہ میں ناکام رہے تھے، ان کا نام خروجوں کے تقریباً سوا سو برس بعد انہوں پنے ہی خاندان بنی ہاشم کے خلفاء کے خلاف خروج کر دیا۔ بذات خود عالم ل مسلکاً مالکی تھے اور جملہ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام کرتے ن کے اخلاف اہلِ سنت والجماعت کے مسلک پر قائم رہے، چنانچہ عمر بن ہیم، ابوالبرکات متوفی ۵۳۸ھ جو آٹھ واسطوں سے یحییٰ بن حسین کی اولاد میں تھے زمانہ کے جید سنی عالم تھے (ص۲۱۹ جلد ۱۲ البدایہ) ان کے گھرانے کے بھی تعلقات ماہرت خلفائے عباسی کے خاندان سے برابر چلے آتے تھے۔ یحییٰ بن حسین مذکور کی قی بہن میمونہ جو حضرت علی (زین العابدینؒ) کی حقیقی پوتی تھیں۔ امیر المؤمنین مہدی عباسی کی زوجہ محترمہ تھیں (جمہرۃ الانساب ابن حزم ص۵۱) یحییٰ کی سکونت کوفہ تھی۔ طلب خلافت کا سودا ان کے سر میں ایسا سمایا کہ بقول ابن خلدون بادیہ نان عرب اور اہلِ کوفہ کی جمعیت کو اپنے ساتھ کر کے جیل کا دروازہ توڑ ڈالا اور یوں کو جیل سے نکال کر اپنے ساتھ ملا لیا، سرکاری دفاتر جلا کر خاک سیاہ دئے اور بیت المال کے دروازے توڑ کر دو ہزار دینار سرخ اور ستر ہزار درہم

Marfat.com

لوٹ لئے، سرکاری لشکر سے بالآخر شکست کھائی، ان کے ساتھیوں کی کثیر جما
ہلاک ہوئی۔ ان سے کوئی عقب نہیں۔ لیس لیحییٰ بن عمر بن یحییٰ عق
(عمدۃ الطالب صہ ۲۶۴) مگر ان لوگوں کو بھی جنہوں نے بیت المال کی کثیر رقوم
لیں۔ سرکاری دفاتر جلا ڈالے۔ مظلوموں کی فرضی فہرست میں شامل کیا گیا

۳۰	حسن[1] بن زید بن محمد بن اسمٰعیل بن حسن بن زید بن الحسنؓ	۲۵۰ھ دیلم	امیر المؤمنین المستعین باللہ عبا
۳۱	محمد بن زید بن محمد بن اسمٰعیل بن حسن بن زید بن الحسنؓ	۲۵۰ھ طبرستان	" "
۳۲	محمد بن جعفر بن حسن بن عمر بن علی (زین العابدینؒ)	۲۵۰ھ فارس	" "
۳۳	احمد بن عیسیٰ بن حسین الصغیر بن علی (زین العابدینؒ)	۲۵۰ھ الرے	" "

۱؎ حضرت حسن بن علیؓ کے ایک صاحبزادے زید تھے وہ بھی اپنے چچا
حسینؓ کے خروج میں ساتھ تھے۔ لیکن اپنے بھائی محسن مثنیٰ کی طرح صحیح سلا
واپس آئے تھے (مقاتل الطالبین صہ ۱۱۹) ان زید کے ایک بیٹے کا نام حسن تھا
یہ حسن بن زید بن الحسنؓ امیر المؤمنین ابو جعفر المنصور عباسیؒ کے عہد خلافت
پانچ سال تک امیر مدینہ رہے۔ شیعی مؤلف عمدۃ الطالب ان کے
میں لکھتے ہیں۔

کان امیر المدینۃ من قبل	وہ المنصور دوانیقی کی جانب سے ام

۱؎ شیعہ مؤلفین امیر المؤمنین ابو جعفرؒ کے اسم گرامی کے ساتھ "دوانقی" کا لفظ
تحقیر کے لئے لکھتے ہیں "دوانق" ایک سکہ دمڑی کا تھا۔ امیر ال

المنصور الدوانیقی وعمل لہ
غیر المدینۃ ایضاً وکان مظاھرًا
لبنی عباس علی بنی عمہ الحسن
المثنیٰ وھو اول من لبس
السواد من العلویین۔
(ص۹۴ طبع اول مطبوعہ لکھنؤ)

تھے اور مدینہ کے علاوہ بھی اور جگہ کے
یہی عامل رہے، وہ اپنے ابن عم حسن
مثنی کی مخبری اور جاسوسی بنی عباس سے
کیا کرتے تھے اور علویوں سے وہ پہلے
شخص ہیں جنہوں نے سیاہ لباس
(عباسیوں کا سرکاری لباس) پہنا تھا۔

حسن مذکور کی ایک بیٹی اور آٹھ بیٹے تھے۔ بیٹی کا نام ام کلثوم تھا۔ وہ پہلے خلیفہ عباسی امیر المؤمنین ابو العباس عبداللہؓ کی زوجہ تھیں اور ان سے عباسی خلیفہ کے دو بیٹے ہوئے (ج۱۳ ص۱۰۶ طبری) حسن مذکور کے بڑے بیٹے ابو محمد قاسم تھے۔ انکی والدہ ام سلمہ بنت حسین بن الحسن بن علی تھیں۔ یہ بڑے عابد و زاہد تھے اور خلفائے بنی عباسؓ کے خاص طرفدار۔ شیعی مولف عمدۃ الطالب نے ان پر خلفائے بنی عباسؓ کی جاسوسی کا اتہام لگایا ہے اور لکھا ہے کہ:۔

وکان زاھدًا عابدًا
ورعًا الا انہ کان مظاھرًا
لبنی عباس علی بنی عمہ
الحسن المثنیٰ ص۵۰

یہ زاہد و عابد و متقی تھے سوائے اس
بات کے کہ وہ اپنے بنو عم اولاد حسن
مثنی کی جاسوسی بنو عباسؓ کے خلفاء
سے کیا کرتے تھے۔

دوسرے بیٹے ابو الحسن اسحاق کوکبی تھے جو امیر المؤمنین ہارون الرشیدؒ کی مصاحبت میں رہتے تھے اور عباسی خلافت کے خلاف طالبی خاندان کے افراد کی باغیانہ کارروائیوں کی اطلاع دیتے رہتے تھے اور ان ہی کے مشورے سے ان لوگوں کو سزائیں بھی دی جاتی تھیں۔

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) موصوف سلطنت کے حسابات کی جانچ پڑتال اہتمام سے کرتے اور اخراجات میں کفایت شعاری ملحوظ رکھتے تھے، دشمنوں نے "ذوالنقی" ان کے نام کے ساتھ لکھنا شروع کر دیا۔

Marfat.com

شیعی مؤلف عمدۃ الطالب ان کی وفادارانہ خدمات کو مسخ کرکے ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔

وکان مع الرشید وہ زخلیفہ ہارون الرشید کی مصاحبت
قیل انہ کان یسعیٰ میں تھے۔ کہتے ہیں کہ وہ آل ابی طالب
بال ابی طالب الیہ کی ان سے مخبری کیا کرتے تھے۔ وہ
وکان عیناً الرشید علیہم (ہارون) الرشید کی طرف سے ان پر
وسعیٰ بجماعۃ من جاسوس تھے انہوں نے علویوں کی ایک
العلویین الیہ وقتلوا جماعت کی جاسوسی کی جو ان ہی کی رائے
برأیہ وکان لایفارقہ سے قتل ہوئے۔ وہ سیاہ سرکاری
السواد لیلاً ولا نہاراً لباس) دن رات پہنے رہتے، اس کو
صہ ۵ کبھی جدا نہ کرتے۔

حسن بن زید بن الحسن رضؓ کے آٹھ بیٹوں میں سے چار بھائیوں کی اولاد میں سے متعدد اشخاص نقل مکانی کرکے سجستان ورے وطبرستان ومرو وجرجان وبلخ ودیلم میں باوقات مختلف مسکن گزین ہوئے۔ منجملہ ان اشخاص کے حسن بن زید ومحمد بن زید ابنائے زید بن محمد بن اسمٰعیل بن حسن بن زید بن الحسن رضؓ مقام رے میں ساکن تھے۔ اس زمانے میں طبرستان کے والی سے وہاں کے باشندوں کو شکایات پیدا ہوئیں ان لوگوں نے محمد بن ابراہیم علوی سے جو وہاں مقیم تھے دعوے امارت کے ساتھ کھڑے ہو جانے کو کہا۔ انہوں نے انکار کیا اور کہارے پہنچ کر حسن بن زید کو آمادہ کرو۔ طبرستانی وفد حسن مذکور کے پاس پہونچا وہ آمادہ ہو گئے۔ اور ۲۵۰ھ میں اہالیان طبرستان کی مدد سے خروج کیا اور اپنی حکومت قائم کر لی۔ شیعوں نے ان کو الداعی الکبیر کا لقب دیا۔ انیس برس آٹھ مہینے حکمراں رہے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے بھائی محمد نے جن کو الداعی الصغیر کہا گیا ہے۔ سترہ برس تک اس علاقہ پر سیاسی تسلط قائم رکھا۔ ۲۸۷ھ میں عباسی خلافت کے لشکر سے مقابلہ ہوا محمد بن زید مع اپنے ساتھیوں کی کثیر تعداد کے مقتول ہوئے۔ ان

Marfat.com

نوں بھائیوں نے سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے خاندانی و نسبی عصبیت کو ہوا دی
رخلافت پر اپنا حق مرجح ثابت کرنے کا پروپگنڈا کیا۔ اسی پروپگنڈے سے اس
قہ میں شیعی عقائد کی مسلسل تبلیغ ہوکر اب الیاق طبرستان کی اکثریت اس مسلک
قائم ہوگئی۔ محمد بن زید کے زمانہ کا ایک لطیفہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ
خص جن میں سے ایک کا نام علی تھا اور دوسرے کا معاویہ' اپنے تنازعہ
تصفیہ کے لئے ان کے پاس حاضر ہوئے۔ محمد بن زید نے فریقین کے نام
نے ہی کہا کہ تمہارے معاملہ کا فیصلہ تو تمہارے ناموں ہی سے ہوجاتا ہے
کا نام معاویہ تھا اس نے عرض کیا کہ امیر کو ہمارے ناموں سے مغالطہ نہ ہونا
ہیئے۔ میرے باپ نے جو کبار شیعہ میں سے تھا میرا نام تقیۃً "معاویہ" رکھا۔
ہمارے یہاں سُنّیوں کو غلبہ حاصل تھا اور میرے مخالف کے باپ نے بھی جو
رنواصب میں سے تھا شیعوں کی مدارۃ میں بیٹے کا نام "علی" رکھا۔ محمد بن زید
لطیفہ پر ہنس پڑے اور ان کے معاملہ کا تصفیہ انصاف سے کر دیا۔ ان کے
ے بھائی بھی فضلت علمی سے بہرہ ور اور اچھی صفات کے حامل تھے' ایک
رنے ان کی مدح میں قصیدہ کہا تھا جس کے ایک شعر کا مصرعہ تھا۔ ع —

لہٗ فردٌ وابن زید فرد (اللہ بھی یکتا ہے اور ابن زید بھی یکتا)

حسن بن زید نے یہ مصرعہ سنتے ہی فرمایا "تیرے منہ میں خاک یوں کہو :—

لہٗ فردٌ وابن زید عبدُ (اللہ یکتا ہے اور ابن زید بندہ)

مگر سیاسی اقتدار کے قیام اور اس کے حصول میں ان سے ایسی لغزشیں
کہ رفتہ رفتہ ان کے اخلاف نومسلم وضعیف الاعتقاد طبرستانی عجمیوں
لیموں میں اس طرح گھل مل گئے کہ ان کے ناموں تک میں "کار" و "کبار"
ابو لکا" نام ہونے لگے۔ مثلاً ابو لکا بن حسن بن محمد بن جعفر" یا کاردکبار
ئے طاہرین احمد بن محمد بن جعفر"
شخصیت پرستی' سب سلف اور رفض کو ایسا فروغ اس علاقہ میں ہوا کہ

اسلامی تعلیمات کا چہرہ مسخ ہو گیا۔ مؤرخ ابن جریر طبری کا خاندان اسی علاقہ کا غالی رافضی خاندان تھا۔ علامہ ابن حزمؒ حسن بن زید اور ان کے بھائی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ :۔

هما غيّرا نعم اهلتها واذ	ان دونوں نے (طبرستان) کے باشندوں
هبا بهجة البدو كانا	کی خوش حالی کو بدل ڈالا۔ اس علاقہ کی بہج
من كبار فساق وهما	وشادمانی جاتی رہی۔ یہ دونوں بڑے فاسق
كانا السبب فی تولی	میں سے تھے اور یہی اسلامی ممالک پر
الديلم بلاد اسلام	دیلمیوں کے تسلط کے موجب ہوئے
لانهما استجاشا يالديلم	کیونکہ انھوں نے ان دیلمیوں سے فوجی
(جمہرۃ الانساب ص۳۵)	امداد طلب کی تھی۔

۳۵ھ بغاوت کے ارتکاب میں عساکر خلافت کے ہاتھ اسیر ہو کر سزا یا ہوئے (ص۱۱۳۳ ج۱۱ طبری)

۳۴ھ حضرت علی (زین العابدینؒ) کے یہ پوتے اپنے ہموعم میں سے ادریس موسیٰ بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ کے ساتھ ہو کر "الرضا من آل محمدؐ" کے نعرہ کے سا بعد نماز عید خروج کر بیٹھے۔ موسیٰ بن بغا الکبیر خلافت کے ایک ترکی سردار نے ا ہزیمت دی۔ احمد بن عیسیٰ بھاگ کر قزوین پہنچے۔ ۲۵۲ھ میں دیلم کے ایک سردا سے مدد طلب کر کے اور حسن بن احمد کوکبی کی معیت میں بلاد رے پر یورش کی قتل و غارت گری کا بازار گرم کیا۔ افواج خلافت سے شکست کھا کر گرفتار ہو اور نیشاپور بھیجد گئے۔ (ص۱۵۲ ج۱۱ طبری)

۳۴	ادریس[۱] بن موسیٰ بن عبداللہ بن موسیٰ بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ	۲۵۰ھ الرے	امیر المومنین المستعین باللہ
۳۵	عبداللہ بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن محمد بن عبداللہ بن جعفر طیارؓ	۲۵۰ھ زنجان	〃 〃

Marfat.com

۳۲	حسین[۵۳] کوکبی بن احمد بن اسمٰعیل بن محمد بن اسمٰعیل الارقط محمد بن عبداللہ بن علی (زین العابدینؒ)	۲۵۱ھ قزوین	امیر المومنین المستعین باللہ عباسیؒ
۳۳	ابراہیم[۵۴] بن محمد بن عبداللہ بن حسن بن عبیداللہ بن حسن بن عباس بن علی بن ابی طالب	〃 〃	〃 〃 〃 〃
۳۴	حسین[۵۵] الحرون محمد بن حمزہ بن عبداللہ بن حسین بن علی (زین العابدینؒ)	۲۵۱ھ کوفہ	〃 〃 〃 〃
۳۵	ابواحمد[۵۶] محمد بن جعفر بن حسن بن جعفر بن حسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب	〃 〃	〃 〃 〃 〃

[۵۳] یہ احمد بن عیسیٰ (۳۳) کے ساتھ شریک بغاوت تھے۔

[۵۵و۵۶] یہ حسین کوکبی حضرت علی بن الحسینؓ (زین العابدینؒ) کے فرزند عبداللہ الارقط برادر حقیقی محمد (الباقرؒ) کی اولاد سے تھے۔ ابن حزمؒ نے عبداللہ کا لقب الارقط لکھا ہے۔ شیعہ نسابین نے "الباہر" اور ان کے فرزند محمد کا الارقط چنانچہ ان کے متعلق کہتے ہیں کہ ان کا کچھ جھگڑا اپنے عم جعفر (الصادقؒ) سے تھا ان کی بددعا سے محمد مذکورہ کا چہرہ بگڑ گیا اس لئے محمد الافطح کہلائے۔ (عمدۃ الطالب ص۲۴۱)

دوسری روایت یہ ہے کہ چیچک کے داغ چہرے پر زیادہ ہونے سے کریہہ المنظر ہو گئے۔ ان کے گھرانے کے تعلقات مصاہرت و مناکحت خلفائے عباسی کے خاندان سے شروع ہی سے تھے۔ حضرت علی بن الحسین (زین العابدینؒ) کی تین بیٹیاں منجملہ سات دختران کے عباسی خاندان میں بیاہی گئی تھیں یعنی ام موسیٰ اور بقول مؤلف کتاب نسب قریش ام الحسن بنت علی بن الحسین (زین العابدینؒ) داؤد بن عبداللہ

بن العباسؓ کی زوجیت میں تھیں۔ ان کے بطن سے ایک بیٹی کلثوم اور ایک بیٹے موسیٰ بن داؤد عباسی ہوئے۔ حضرت علی (زین العابدینؒ) کے یہ عباسی نواسے فضیلت علمی سے بہرہ ور محدث تھے اور ان کے پوتے عبداللہ بن محمد بن موسیٰ عباسی بھی محدث ہوئے وہ طبرستان وجرجان کے عہدہ قضا پر مامور رہے، ان کے دوسرے بھائی صالح بن محمد بن موسیٰ عباسی امیر المومنین ہارون الرشیدؒ کے عہد میں بصرہ کے والی تھے۔ حضرت علی (زین العابدینؒ) کی دوسری دختر فاطمہ بھی اپنی بہن ام موسیٰ کے انتقال کے بعد اپنے ہی بہنوئی داؤد بن علی عباسی کے نکاح میں آئیں اور تیسری صاحبزادی ام الحسین ابراہیم الامام بن محمد الامام بن علی بن عبداللہ العباسؒ کی زوجہ تھیں۔ ان سے ان کے اولاد بھی ہوئی (جمہرۃ الانساب ابن حزم ص۴۶) ان محمد بن عبداللہ الارقط کی بیٹی کلثوم بنت عبداللہ الارقط بن علی بن الحسینؓ اسمٰعیل بن علی بن عبداللہ بن العباسؓ کی زوجہ تھیں (کتاب نسب قریش ص۶۴)

اسی طرح کے اور رشتے تھے جن کا بیان موجب طوالت ہے۔ باوجود ان تعلّقات مصاہرت کے محمد بن عبداللہ الارقط مذکور کے پوتے حسین بن احمد مذکور نے اپنے دوسرے افراد خاندان کی سازش سے ۲۵۱ھ میں اور بروایت عمدۃ الطالب ۲۵۵ھ میں بمقام قزوین علم بغاوت بلند کیا۔ سرکاری فوج کے مقابلہ میں شکست کھا کر فرار ہوئے اور حسن بن زید کے پاس طبرستان پہنچے لیکن کچھ عرصہ بعد مقتول ہوئے۔

اسی بغاوت میں ابراہیم بن محمد بھی تھے جو عباس بن علی بن ابی طالب کے اخلاف میں سے تھے ان کے جد امجد عبیداللہ بن حسین امیر المومنین مامون الرشیدؒ کے عہد میں مکہ و مدینہ کے عامل اور قاضی بھی رہے تھے اور ان ہی کے بنو اعمام میں عبداللہ بن عباسؓ بن قاسم بن حمزہ بن حسن بن عباس بن علی امیر المومنین موصوف کے مصاحب بھی تھے۔ ابراہیم بن محمد تو اسی معرکہ قتال میں کام آئے۔

Marfat.com

۲۵۴ھ حسین الخردن اور ابو احمد محمد نے کوفہ میں خروج کیا' ابو احمد مذکور کے عبید اللہ بن حسن بن جعفر امیر المومنین مامون الرشید کے عہد میں اوّل کوفہ کے بعد میں مکہ کے عامل رہے اور ان کے دادا کی زوجہ سلیمان بن علی بن عبد اللہ بن عباسؓ ب بیوہ تھیں جن سے اولاد بھی تھی۔ ان رشتوں کے باوجود بغاوت کی اور مع اپنے ساتھیوں ثیر تعداد کے مارے گئے۔

فهزم العلوی وقتل من اصحابه بشرا کثیرا

ص۹ ج ۱۱ البدایہ وص۱۲۵ ج ۱۱ الطبری۔

اسمٰعیل[1] بن یوسف بن ابراہیم بن موسیٰ بن عبد اللہ بن حسن مثنیٰ بن الحسن بن علیؓ بن ابی طالب	۲۵۱ھ مکہ معظمہ	امیر المومنین المستعین باللہ عباسی
الاحضر[2] محمد بن یوسف بن ابراہیم بن موسیٰ بن عبد اللہ بن حسن مثنیٰ بن الحسنؓ بن علی بن ابی طالب	۲۵۲ھ یمامہ	〃 〃 〃

[1] انھوں نے اپنے ایام بغاوت میں مکہ معظمہ و مدینہ منورہ اور جدہ میں نہ صرف نہ مکہ اور ان کے طرفداروں کے مکانات لوٹ لئے بلکہ کعبہ کا وقفی خزانہ اور جو سونا ی اس میں تھا وہ سب بھی لوٹ لیا اور کعبہ کا غلاف تک اتار لیا۔ واخذ انی الکعبۃ من الذھب والفضۃ والطیب وکسوۃ الکعبۃ لبدایہ والنہایہ ج ۱۱ ص۹) وطبری ج ۱۱ ص۱۳۶) ابالیانِ مکہ سے ہزار اشرفیاں زبردستی وصول کیں پھر مکہ سے مدینہ جا کر اسی قسم کے مظالم کئے۔ ینہ سے واپس ہو کر جدہ میں تاجروں کا مال و متاع بھی لوٹ لیا۔ ۵۰ دن اس ص کا تسلط رہا۔ اس عرصہ میں لوگ بھوک پیاس سے مرنے لگے' روزانہ ر وریات کی اشیاء کی دستیابی محال ہوگئی۔ پینے کے پانی کی ایک صراحی ن درہم کو ملتی تھی۔ یہ زمانہ حج کا تھا۔ ایک ہزار سے زیادہ حاجیوں کو قتل کر کے ان

Marfat.com

ظالموں نے ان کا روپیہ اور اسباب بھی لوٹ لیا۔ وقتل الحجیج الفاً ومائة وسلبهم اموالهم (البدایہ والنہایہ ج ۱۱ ص۱ وطبری ج ۱۳ ص۱۳۷ شیعی مؤلف عمدۃ الطالب کی عبارت کا بھی یہی کچھ مفہوم ہے واعترض الحجاج فقتل منهم جمعاً کثیراً ونهبهم ص۲) حاجیوں کے قافلوں کا راستہ روک لیا اور ان کی کثیر تعداد قتل کر ڈالی گئی اور ان کا مال و اسباب لوٹ لیا۔ ان مفسدین کی دہشت سے نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ ادائے فریضۂ نماز کے لیے کوئی ایک شخص بھی اس عرصہ میں مسجد نبوی میں نہ جا سکا نہ وہاں نماز جماعت ہو سکی۔

علامہ ابن سرم نے اسمٰعیل مذکور کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے :۔

وهو الذی حاصر المدینة حتیٰ مات اهلها جوعاً ولم یُصَلَّ احدٌ فی مسجد رسول الله صلی الله علیه وسلم	یہی ہے وہ جس نے مدینہ کا محاصرہ کیا تھا یہاں تک کہ لوگ بھوک پیاس سے مرنے لگے اور مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی ایک شخص بھی نماز نہ پڑھ سکا۔

لشکر خلافت کے پہنچنے پر اس بغاوت کا خاتمہ ہو گیا لوگوں کو عذاب سے نجات ملی اور یہ شخص بھی اس زمانہ میں چیچک کی وبا سے جلد ہلاک ہو گیا۔ فاهلکه الله عاجلاً اس قماش کے لوگوں کو سزا دینا بھی عباسیوں کے فرضی مظالم کی فہرست میں شامل ہے۔

سلہ یہ الاخضر اپنے بھائی اسمٰعیل سے عمر میں بیس برس بڑے تھے۔ انھوں نے یمامہ میں سیاسی اقتدار حاصل کر لیا اور چند نسلوں تک ان کی اولاد میں وہاں کی حکومت قایم رہی ان کا مستقر "الخضرمۃ" تھا۔ شیعی مؤلف عمدۃ الطالب ان کے بارے میں لکھتے ہیں :۔

وقام بعد (ای اسمٰعیل بن یوسف) اخوه محمد بن یوسف بعد وفاته واذری	اسمٰعیل بن یوسف کی وفات کے بعد اس کا بھائی محمد بن یوسف اٹھا اور اس نے بھی خونریزی لوٹ مار اور فساد ترک

Marfat.com

فعله فی السفك والنهب
فساد فارسل المعتز بالسفاح
شروسی فی عسکر فنحم
رب محمد منه وسار الی الیمامه
ما وملکها ولاده بعده۔

نہ کیا (خلیفہ) المعتز باللہ نے فوجی افسر
سفاح اردشی کو فوج گراں کے ساتھ
بھیجا محمد مذکور اس کے مقابلہ سے
بھاگ کر یمامہ چلا گیا وہاں حکومت قائم
کی جو اس کے بعد اس کی اولاد میں رہی۔

صـ۹۲

عبداللہ[1] بن احمد بن محمد بن ابراہیم الارقط بن محمد بن علی (زین العابدین) بن الحسین بن علی بن ابی طالب۔	۲۵۲ھ کوفہ	امیر المومنین المستعین باللہ عباسیؒ
محمد[2] الاکبر بن موسیٰ بن عبداللہ بن موسیٰ بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ بن الحسن بن علی بن ابی طالب	۲۵۴ھ مدینہ	امیر المومنین المہتدی باللہ عباسیؒ
عیسیٰ بن جعفر حسینی	۲۵۵ھ کوفہ	
علی بن[3] محمد بن احمد بن علی بن عیسیٰ بن زید بن علیؓ زین العابدینؒ بن الحسینؓ بن علیؓ بن ابی طالب۔	۲۵۶ھ کوفہ	امیر المومنین المعتمد علی اللہ عباسیؒ
علی بن[4] زید بن حسین بن زید بن علی زین العابدینؒ)	〃 〃	〃 〃

[1] جناب محمد (الباقرؒ) کے چار بیٹوں میں ایک ابراہیم تھے ان کے پوتے عبداللہ بن احمد بن محمد بن ابراہیم مذکور نے ۲۵۲ھ میں خروج کیا مگر ناکام رہ کر مارے گئے ان سے کوئی نسل نہیں چلی۔

[2] عمدۃ الطالب نے ان کا لقب "الثائر" لکھا ہے اور کہا ہے کہ خلیفہ

Marfat.com

المعتز باللہ عباسیؒ کے زمانہ میں مدینہ میں خروج کیا خرج بالمدینۃ فی ایام المعتز (عمدۃ الطالب ص۱۱۴) ناکام رہ کر کیفر کردار کو پہنچے۔

۳؎ طبری وغیرہ نے ان کا پورا سلسلۂ نسب درج نہیں کیا۔ صرف یہ لکھا ہے کہ ۲۵۵ھ کے ماہ رجب کی دو راتیں باقی تھیں جو کوفہ میں عیسیٰ بن جعفر حسینی اور علی بن زید حسینی نے خروج کیا سرکاری فوج کے مقابلہ میں ہزیمت ہوئی۔

۴؎ طبری نے "اوّل خروج علوی بالبصرۃ" کے عنوان سے اس شخص کی بغاوت کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کا دعویٰ نسب صحیح نہیں تھا وہ عبدالقیس کے قبیلہ سے تھا۔ عجمی موالیوں اور حبشیوں کی بڑی کثیر جماعت کو اپنے ساتھ ملا کر برسوں تک حکومت وقت کے خلاف معرکہ آرائی کرتا رہا چونکہ وقتاً فوقتاً بعض علوی نسب اشخاص بھی اس کے ساتھ ہوتے رہے اس لئے یہاں اس کے نام کا اندراج کیا گیا اس کا ذکر مدعیان علویت کے ضمن میں کیا گیا ہے۔

۵؎۔ علی بن زید طالبی نے ۲۵۲ھ میں کوفہ میں خروج کیا۔ سرکاری فوج کے مقابلہ میں ہزیمت ہوئی اور اس کے ساتھیوں کی بڑی تعداد مقتول ہوئی (طبری ج ۲۱۴) علی بن زید بھاگ کر حبشیوں کے سردار کے پاس جو "صاحب الزنج" کہلاتا تھا بصرہ میں جا پہنچے مگر اس نے مدد دینے کے بجائے ان کو قتل کر کے ان کی ایک محبوبہ کنیز کو جس کا نام رائق تھا اپنے تصرف میں کر لیا۔ (جمہرۃ ابن حزم ص۵۲)

۴۰	محمد بن حسن بن محمد ابراہیم بن حسن بن زید بن الحسن بن علیؓ بن ابی طالب	۲۵۶ھ مدینہ	امیر المومنین المعتمد علی اللہ عباسیؒ
۴۸	ابراہیم بن محمد بن جعفر بن عبداللہ العقیقی بن حسین بن علی (زین العابدین) بن الحسین بن علیؓ بن ابی طالب۔	۲۵۷ھ مصر	〃 〃 〃

Marfat.com

۴	حسن[۵۳] بن محمد بن جعفر بن عبداللہ العقیقی بن حسین بن علی (زین العابدینؒ) بن حسین بن علی بن ابی طالب	۲۶۶ھ طبرستان	امیر المومنین المعتمد علی اللہ عباسیؒ
۵	احمد[۵۴] بن محمد بن اسمٰعیل بن حسن بن زید بن الحسن	۲۶۶ھ مدینہ	〃 〃 〃
۵	علی بن احمد بن اسمٰعیل بن حسن بن زید بن الحسن	〃 〃	〃 〃 〃

۵۳ مدینہ میں خروج کیا، نہایت بداعمال اور فاسق تھا۔ مسجد نبوی میں بیٹھ کر ن دہاڑے شراب نوشی اور بدفعلیاں کرتا۔ علامہ ابن حزم اس کے بارے ں لکھتے ہیں :۔

کان من افسق الناس شرب الخمر علانیۃ فی مسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہاراً وفسق فیہ بقیۃ لبعض اھل المدینۃ رحمہ اللہ وقتل اھل المدینۃ بالسیف والجوع وکانا قیامہ ایام المعتمد و قتل اھل المدینۃ ولم یصل بھا طول مدتہ فیھا جمعۃ ولا جماعۃ (جمہرۃ ابن حزم ص۳۴۰ سطر ۱۳)	یہ نہایت درجہ فاسق تھا، دن میں مسجد نبوی میں بیٹھ کر علانیہ شراب پیتا اور بعض اہل مدینہ کی چھوکریوں سے فسق و فجور کا ارتکاب کرتا۔ اہل مدینہ کو بھوک پیاس سے مار ڈالا۔ وہ (خلیفہ) المعتمد باللہ کے عہد میں بغاوت کے لئے کھڑا ہوا، اہل مدینہ کو قتل کیا اور اس تمام مدت میں جمعہ اور جماعت کی نماز مسجد نبوی میں ادا نہ کی جا سکی۔

خلافت کے لشکر نے جلد ہی اس کا خاتمہ کر دیا۔ خسر الدنیا والآخرۃ

۵۴ ان کا لقب "ابن صوفی" تھا۔ ابن خلدون کا بیان ہے کہ :۔

۲۵۶ھ میں ابراہیم بن محمد بن یحییٰ بن عبداللہ بن محمد حنفیہؒ معروف بہ

Marfat.com

ابن صوفی کا مصر میں ظہور ہوا۔ آل محمد کی حمایت کی لوگوں کو دعوت دینے لگا۔ بلاد صعید کے چند قصبات پر قابض و متصرف ہو گیا۔ احمد بن طولون (والی مصر) نے ایک لشکر مصر سے روانہ کیا۔ ابن صوفی نے اس کو ہزیمت دے کر اس کے سپہ سالار کو قتل کر ڈالا، دوسرا لشکر آیا مقام حمیم میں صف آرائی ہوئی۔ ابن صوفی کو ہزیمت ہوئی (صلہ ۳۱۱ ترجمہ ابن خلدون ج ۴ کتاب ثانی)"

۳ھ حضرت علیؓ (زین العابدینؒ) کے ایک فرزند حسین تھے جو اپنی ایک ٹانگ کے نقص کی وجہ سے "اعرج" کہلاتے تھے۔ ان کے سات بیٹے اور ایک بیٹی تھیں بیٹی کا نام زینب تھا جو امیر المومنین ہارون الرشیدؒ کے عقد میں آئیں ۔ بیٹوں میں ایک عبداللہ العقیقی تھے جن کے پروتے نے طبرستان میں لوگوں کو یہ کہہ کر بیعت پر آمادہ کر لیا کہ حسین بن زید قید ہو گئے ہیں، اب کوئی اور میرے سوائے خلافت کے لئے کھڑے ہونے کو موجود نہیں لوگوں نے ان کی بیعت کر لی مگر حسین بن زید کو جیسے ہی اس کی اطلاع ملی، انھوں نے ان پر چڑھائی کر کے قتل کرا دیا۔ (جمہرۃ ابن حزم صہ ۴۸)

سیاسی اقتدار کے حصول میں نسب و رشتہ کا لحاظ نہیں ہوتا، یہاں ایک حسینی نے دوسرے کو ہلاک کر دیا۔

۴ھ مدینہ منورہ میں حسن بن زید کی اولاد میں سے ان دونوں باپ بیٹوں نے غلبہ حاصل کر کے لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔ نواح مدینہ میں سخت خونریز لڑائیاں ہوئیں۔ علامہ ابن حزمؒ نے اولاد حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ کانت بینھم وبین بنی الحسن بن علی حروب عظیمۃ ودماء (صہ ۶۲) یعنی ان جعفریوں اور حسن بن علیؓ کی اولاد میں عظیم لڑائیاں اور خوں ریزی ہوئی۔ علامہ ابن کثیر نے نام کی صراحت نہیں کی لیکن بیان کیا ہے کہ حسن بن زید جنھوں نے طبرستان میں غلبہ حاصل کر لیا تھا۔ ان کی اولاد میں سے ایک شخص نے مدینہ پر غلبہ حاصل کر لیا:۔

وتغلب علیہا (المدینۃ رجلٌ حسن بن زید جنھوں نے طبرستان پر

Marfat.com

ں اھلبیت من سلالۃ الحسن
زید الذی تغلب علی
ر ستان وجرت شرور کثیرۃ
ا لك بسبب قتل الجعفریۃ
لعلویۃ (ج ۱۱ ص ۳۹ البدایہ)

غلبہ حاصل کرلیا تھا' ان کی اولادمیں سے
ایک شخص نے مدینہ پر غلبہ حاصل کرلیا اور
وہاں بوجہ جعفریوں اور علویوں کے قتال
کے اور بہت سے جھگڑے اُٹھ کھڑے
ہوئے۔

مدینہ پر تسلط چند روزہ رہا۔ خلیفہ عباسی کے عامل ابن ابی الساج نے باغیوں کی شورش کا خاتمہ کردیا۔ جعفر و علیؓ دونوں حقیقی بھائی تھے۔ ان کی اولاد میں جیسی سخت لڑائیاں ہوئیں ایسی کوئی خاندانی لڑائی عباسیوں اور علویوں میں کبھی نہ ہوئی۔ سیاسی اقتدار حاصل کرنے کی غرض سے جو بغاوتیں یہ حضرات کرتے اور ناکام ہوکر مارے جاتے ان باغیوں کی سرکوبی کو عباسیوں کے مظالم سے تعبیر کیا گیا۔

۴ محمد بن حسین بن جعفر بن موسیٰ (الکاظم) بن جعفر (الصادق)	۲۷۱ھ مدینہ	امیر المومنین المعتمد علی اللہ عباسی
۵ علی بن حسین بن جعفر بن موسیٰ (الکاظم) بن جعفر (الصادق)	〃 〃	〃 〃

۲۷۱ھ جناب موسیٰ (الکاظم) کے یہ دونوں پروتے ننگ اسلام ثابت ہوئے مدینہ منورہ پر چند روزہ قبضہ کے دوران بقول علامہ ابن کثیر:

"وہاں کے باشندوں کی بڑی تعداد کو قتل کر ڈالا' ان کا بہت سا مال و متاع چھین لیا۔ مسجد نبوی میں چار ہفتوں تک نماز نہ ہوسکی۔ جماعت یا جمعہ کی نماز کے لئے لوگ مسجد میں نہ جاسکے۔ مدینہ کے علاوہ مکہ معظمہ میں بھی یہی فتنہ برپا کیا۔ مسجد حرام کے دروازہ پر لوگوں کو قتل کردیا" (ص ۹۰ ج ۱۱) علامہ ابن حزم ان کے بارے میں

Marfat.com

لکھتے ہیں :-

وھما اللذان قاما فی سنۃ ۱۲۷ھ بالمدینۃ فقتلا اھلھا واخذ اموالھم واخربا المدینۃ حتی یقیت لا یصلی فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شھرًا کاملًا لا جمعۃ ولا جماعۃ اصلا وقتل محمد بن الحسین حین قیامہ ثلاثۃ عشر رجلا من ولد الجعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ صبرًا وھو المقلب بالملیط (ص۵۵ سطر جمہرۃ الانساب)

یہی وہ شخص ہیں جو ۱۲۷ھ میں مدینہ میں (طلب خلافت کے لئے) کھڑے ہوئے انھوں نے وہاں کے باشندوں کو قتل کیا۔ ان کے اموال چھین لئے اور مدینہ کو برباد کیا یہاں تک کہ مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کامل ایک مہینہ تک نماز نہ ہو سکی نہ جماعت کی اور نہ جمعہ کی۔ اس محمد بن حسین نے اپنے زمانہ خروج میں جعفر بن ابی طالب کی اولاد میں سے تیرہ اشخاص کو قتل کر ڈالا۔ اس کا لقب الملیط تھا یعنی "ڈاکیا"

شیعہ مورخ ابن جریر طبری نے بھی تقریباً ان ہی الفاظ میں ان اشخاص کی قتل وغارت گری اور بداعمالیوں کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ ان ہی کے خاندان کے ایک شاعر ابو العباس بن فضل علوی نے ان کے بارے میں یہ قطعہ لکھا تھا :-

اخیریت دار الھجرۃ المصطفی البتر ۔۔۔ فابکی اخوانھا السمینا
عین فابکی مقام جبریل والقبر ۔۔۔ فبکی والمنبر المیمونا
وعلی المسجد الذی اسسہ التقوی ۔۔۔ خلائق اضحی من العابدینا
وعلی طیبۃ التی بارک اللہ ۔۔۔ علیھا بخاتم المرسلینا
قبح اللہ معشرا اخریھا ۔۔۔ واطاعوا متبسرا ملعونا

(طبری ج۱۱ ص۳۲۹)

ان اشعار کا ترجمہ ہے :-

(پاک مصطفی کا دار الہجرت برباد ہو گیا۔ اس کی بربادی پر مسلمان گریہ وبکاء

کرتے ہیں۔ اے آنکھ مقامِ جبریل اور لحد (مصطفیٰ) پر رو۔ اور پاک منبر بھی بکا کرتا ہے اور وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ عبادت کرنے والوں سے خالی ہو گئی اور اس پاک بستی پر (بکا کر) جس کو مبارک کیا اللہ نے رسولوں کے خاتمہ کرنے والے کے ذریعہ سے، ان لوگوں کا بُرا ہو جنھوں نے اس (مدینہ) کو برباد کیا اور ایک ملعون ظلم ڈھانے والے کی (اطاعت کی) واقعہ حرّہ اور کعبہ کی بے حرمتی کی فرضی داستانیں ان کے سامنے کر دیں۔

مدینہ میں حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ مدعی خلافت کے طرفداروں کے اشارے سے خلیفہ وقت کے خلاف بغاوت کی گئی اور باوجود بار بار فہمائش کے باغی اپنی حرکات سے باز نہ آئے حالانکہ اس عہد کے شیخ الصحابہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت محمد بن علیؓ بن ابی طالب و علی بن الحسین (زین العابدینؒ) اور دوسرے اکابر بنی ہاشم و صحابہ نے باغیوں کی سخت مخالفت اور خلیفہ کی حمایت کی تھی مجبوراً پولیس ایکشن کیا گیا۔ صحابہ کی سرکردگی میں فوجی دستہ بھیجا گیا جس نے بغاوت کا چند گھنٹوں میں قلع قمع کر دیا۔

اس کی تفصیلات کتاب خلافت معاویہؓ و یزیدؒ میں پیش کی جا چکی ہیں۔

کتاب کا تیسرا ایڈیشن شائع ہوئے بھی سال بھر ہو گیا لیکن جناب ابو الاعلیٰ مودودی نے آج تین سال بعد کتاب کے پہلے ایڈیشن پر اپنی بعض مصلحتوں کے پیش نظر جو تبصرہ اپنے مجلّہ ترجمان القرآن (اپریل ۱۹۶۱ء) میں شائع کرایا ہے، اس میں مدینہ کو مباح قرار دینے اور وہاں کے باشندوں پر ظلم و ستم ڈھانے اور اہل مدینہ کو قتل کرانے کا جھوٹا الزام امیر المومنین یزیدؒ پر سبائی راویوں کی کذب بیانی سے متاثر ہو کر عاید کرا دیا۔

چشم بصیرت سے دیکھیں اور نسلی تعصبات سے بالا ہو کر غور کر سکیں تو ثابت ہو گا کہ ان حرکات شنیعہ کا ارتکاب اسی خانوادے کے بعض افراد سے ہوا جس سے جناب موصوف کے ہمجد ساکنان امروہہ و سہسوان و بریلی (یوپی) تقریباً ایک صدی سے منقطع سلسلے کے ذریعہ انتساب کرنے لگے ہیں۔

Marfat.com

۵۴	احمد بن عبداللہ[1] بن ابراہیم طبا طبا بن اسمٰعیل بن ابراہیم حسن مثنیٰ۔	۲۷۰ھ مصر	امیر المومنین المعتمد علی اللہ عباسیؒ
۵۵	یحییٰ[2] الہادی بن حسین بن القاسم المرسی بن ابراہیم بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن حسن مثنیٰ۔	۲۸۸ھ یمن	امیر المومنین المعتضد باللہ عباسیؒ
۵۶	ایک[3] علوی (بلا اظہار نام)	〃 〃	〃 〃 〃
۵۷	محسن[4] بن جعفر بن علی (نقی) بن محمد (الجواد) بن علی (الرضا) بن موسیٰ (الکاظم)	۳۰۰ھ دمشق۔	〃 〃 〃

[1] ان کے چچا محمد بن ابراہیم نے ابوالسرایا کے ساتھ جس کا تذکرہ گزر چکا خروج کیا تھا، انھوں نے مصر میں قسمت آزمائی کی مگر ناکام رہے۔

[2] یہ فاضل شخص تھے اور فقیہہ، مشیعہ مورخ و نساب (مولف عمدۃ الطالب) نے بیان کیا ہے کہ فقہ میں امام ابو حنیفہؒ کے مسلک سے مماثل ان کا مسلک تھا۔ زلہ تصانیف کبار فی الفقہ قریبۃ من مذھب ابی حنیفۃ وکان ظھورہ بالیمن ایام المعتضد سنۃ ثمانمائۃ (ص ۱۶۴) یمن کے مقام صعدہ میں انھوں نے اپنا مستقر بنایا ۲۸۸ھ میں انتقال ہوا ان کے بعد ان کی اولاد اس علاقہ پر حکومت کرتی رہی۔

[3] طبری اور دیگر مورخین نے بلا تفریح نام و نسب لکھا ہے کہ اسی سال یمن کے مقام صنعاء پر ایک علوی نے غلبہ حاصل کر لیا، اس نواح کے لوگوں نے مجتمع ہو کر علم خلافت کی حمایت میں صف آرائی کی، باغی علوی گرفتار نہ ہو سکا۔ مع پچاس سواروں کے میدانِ جنگ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ وہاں کے قبیلہ بنی یعفر نے صنعاء پر قبضہ حاصل کر کے امیر المومنین المعتضد باللہ عباسیؒ کے نام کا خطبہ پڑھا اور ایک

Marfat.com

اطلاعی عرضداشت دربار خلافت کو ارسال کی (ابن خلدون) یمن پر قرامطہ کا سیاسی اقتدار ۳۰۴ھ میں ختم ہو کر تین علاقوں پر تین جداگانہ ..... قبیلوں کا تسلط رہا۔ یعنی صنعاء پر اسی قبیلہ بنو یعفر کا جو عباسی خلیفہ کا نام خطبہ میں پڑھتے تھے۔ صعدہ اور شمالی علاقہ پر زیدی امام کا جو یحییٰ الہادی سنی کی اولاد میں تھے اور زبید پر اولاد امیر زیاد بن ابوسفیانؓ اموی کا قبضہ اور تسلط عرصہ دراز تک قائم رہا۔

۵۸ یہ حسن بن جعفر جناب علی (الہادیؒ) کے پوتے تھے جن کو زیدیہ مابعد میں لوگ علی (نقیؒ) کہنے لگے ہیں۔ مورخین کا بیان ہے کہ سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے یہ شام چلے گئے اور وہاں قتل ہوئے۔ ان کے قتل کا باعث سیاسی سرگرمیاں تھیں۔ فاطر الحسن بالشام وقتل هنالك (جمہرۃ ابن حزم ص۵۵) ان حسن کے والد جعفر کو شیعوں نے کذاب کہا ہے (ص۱۸۶ عمدۃ الطالب) ان کے بھائی جناب حسن (العسکریؒ) تھے جو بروایت صحیحہ لاولد فوت ہوئے وادعی الرافضیۃ ان جاریۃ لہ اسمها صقیل ولدت له منه بعد موته وهذا اكذب (ص۵۵ جمہرۃ ابن حزم) یعنی روافض کا ادعا ہے کہ ان کی کنیز صقیل نام سے ایک بچہ ان کے مرنے کے بعد پیدا ہوا لیکن یہ کذب ہے ان کے بھائی نے ترکہ کا دعوی کیا تھا۔ اور بعد تحقیقات ان کا دعوی صحیح ثابت ہوا تھا۔

۵۸	حسن[۵۸] الاطروش بن علی بن حسن بن علی بن عمر بن علی (زین العابدینؒ)	سنہ ۳۰۱ھ دیلم	امیر المومنین المقتدر باللہ عباسیؒ
۵۹	رجل من الطالبین	سنہ ۳۰۳ھ واسط	〃 〃 〃
۶۰	حسن[۵۹] بن محمد بن علی بن حسن بن علی بن عمر بن علی (زین العابدینؒ)	سنہ ۳۱۷ھ طبرستان	〃 〃 〃
۶۱	حسن[۶۰] بن القاسم المحسن	سنہ ۳۱۲ھ الری	〃 〃 〃

۵۸ یہ حسن الاطروش جناب علی بن الحسینؓ (زین العابدینؒ) کے فرزند عمر بن علی کے

Marfat.com

پروتے عالم فاضل ونیک خصال تھے۔ آئمہ زیدیہ میں ان کا شمار ہے الناصر الکبیر کہلاتے تھے برسوں تک بلاد دیلم میں تبلیغی سرگرمیوں میں منہمک رہے۔ محمد بن زید حسنی کی وفات کے بعد ۳۰۱ھ میں طبرستان پر قابض ہو گئے۔ ان میں اور محمد بن حسن داعی صغیر بن قاسم (از اولاد زید بن الحسنؓ) سے بڑی شدید حروب ہوئیں (جمہرۃ ابن حزم ص۲۵) تین برس بعد ۳۰۴ھ میں انتقال ہوا۔ علامہ ابن حزمؒ کا بیان ہے کہ مقتول ہوئے۔ ولی طبرستان ومات سنہ ۳۰۴ھ مقتولاً ص۴۸۰ ۹۵ برس کی عمر ہوئی پانچ بیٹوں سے نسل چلی جس میں سے ایک ابوالحسن محمد کی اولاد میں فاطمہ بنت الناصر الصغیر تھیں جو شریف الرضی و شریف المرتضیٰ مصنف نہج البلاغہ کی والدہ تھیں۔

۲ھ طبری کا بیان ہے کہ بادیہ نشین عربوں کی ایک جماعت کو جس کا سردار محمد زین رباح تھا اپنے ساتھ ملا کر واسط واہواز و بصرہ پر تاخت و تاراج کی کارروائیاں کیں۔ تین لاکھ دینار کی رقم جو بیت المال خلافت کو بھیجی جا رہی تھی لوٹ لی اور اس علاقہ میں حرکات شنیعہ کا ارتکاب کیا۔ باشندگان کو تباہ و برباد کیا۔ مسجدوں کو جلا ڈالا۔ اوقعوا باھلھا واحرقوا مساجدھا (طبری ج۱۱ ص۲۹) بالآخر خلیفہ عباسی کے ایک فوجی سردار توتو الطولونی نے ایک معرکہ میں اس طالبی اور اس کے ساتھیوں کو قتل کر کے بغاوت کا خاتمہ کر دیا۔

۳ھ یہ حسن بن محمد زیدی امام حسن الاطروش کے بھتیجے تھے۔ اکانی بن کاکا دیلمی کی امداد سے طبرستان میں بادعائے خلافت کھڑے ہوئے وہاں کے والی نصر بن احمد بن اسمٰعیل السلمانی کی فوج سے مقابلہ ہوا ۳۱۶ھ میں مارے گئے۔ (جمہرۃ ابن حزم ص۴۰۰ وطبری ج۱۲ ص۷۰)

۴ھ طبری کا بیان ہے ۳۱۶ھ کے ماہ شعبان میں حسن بن القاسم الحسنی نے دیلمی سردار کاکا بن کاکی کی مدد سے علاقہ رے میں علم بغاوت بلند کیا، قزوین کے مقام پر حسن بن القاسم کے ساتھی ایک سردار اسفار بن شیر نے سرکاری فوج کو شکست دی۔

Marfat.com

مگر پھر کچھ عرصہ بعد دوسری فوج کے مقابلہ میں ہزیمت ہوئی اور یہ بغاوت بھی ناکام رہی۔
۳۱۷ھ میں حسن مذکور قتل ہوئے۔ مقاتل الطالبین کے مؤلف نے ۳۱۷ھ تک کے
حالات لکھے ہیں اور کہا ہے کہ یمن اور طبرستان کے علاقوں میں آل ابی طالب میں سے
یک جماعت حکمراں ہے، ان کے حالات کا علم نہیں۔

قد ملکوا وغلبوا علیہا الا ان اخبارھم منقطعہ عنا لقلۃ
من ینقلھا الینا، (ص ۲۱)

۶۴	ایک[1] علوی (رجل من العلویین)	۳۲۹ھ مدینہ	امیر المومنین الراضی باللہ عباسیؒ
۶۴	جعفر[2] بن محمد بن حسن بن محمد بن موسیٰ بن عبداللہ بن موسیٰ بن عبداللہ بن عبداللہ المحض	۳۳۴ھ مکہ	امیر المومنین المتقی باللہ عباسیؒ
۶۵	ابو عبداللہ[3] محمد بن الحسین بن الراعی من اولاد الحسین بن علیؓ	۳۵۳ھ بلاد دیلم	امیر المومنین المطیع باللہ عباسیؒ
۶۷	المبرقع[4] العلوی	۳۵۳ھ کوفہ	〃 〃 〃
۶۶	عبداللہ بن عبیداللہ بن علی بن حسین بن علی بن الحسین بن علی (زین العابدین)	۳۵۸ھ شام	〃 〃 〃

[1] علامہ ابن کثیرؒ ۳۲۹ھ کے احوال میں لکھتے ہیں کہ (خرج الناس للحج ثم
رجعوا من اثناء الطریق بسبب رجل من العلویین خرج بالمدینۃ
لنبویۃ ودعا الی نفسہ وخرج عن الطاعۃ (ص ۳) یعنی لوگ حج کے لئے
نکلے لیکن راستہ ہی میں سے واپس لوٹ آئے بوجہ اس کے کہ علویین میں سے ایک شخص
نے مدینہ نبویہ میں خروج کیا اپنے لئے دعوت دی اور (خلیفہ کی) اطاعت سے نکل
گیا تھا۔ اس علوی کے فساد کے ڈر سے لوگ حج کا فریضہ ادا نہ کر سکے۔

[2] انھوں نے اس زمانے میں جب منجانب خلافت عباسی الاخشید محمد
بن طغج حجاز و شام کا والی تھا، مکہ معظمہ پر تسلط کر لیا تھا۔ پھر ان کی اولاد میں نسلاً
بعد نسلٍ شریف مکہ ہوتے رہے۔ ابنِ حزم کے زمانے تک ان ہی کی اولاد میں۔

Marfat.com

شرفائے مکہ کا عہدہ قائم رہا۔ (ص ۱۴)

۵۳۔ علامہ ابن کثیرؒ ۳۵۳ھ کے احوال میں لکھتے ہیں :۔

وفیہا ظھور رجل ببلاد دیلم وھو ابو عبد اللہ محمد بن الحسین بن علی ویعرف بابن الراعی قالتف علیہ خلق کثیر ودعا الی نفسہ وتسمی بالمھدی۔۔۔۔۔ وحرب منہ ابن الناصر العلوی۔

(البدایہ ج ۱۱ ص ۲۵۳)

اس سنہ میں اولاد الحسینؓ میں سے ایک شخص ابو عبداللہ محمد بن الحسین الراعی سے معروف تھا بلاد دیلم میں ظاہر ہوا۔ کثیر تعداد میں لوگ اس کی جانب مائل ہوئے اس نے اپنی ذات کے لئے دعوت دی اور اپنے کو "مہدی" سے موسوم کیا۔۔۔۔ ابن الناصر علوی اس کے مقابلہ سے بھاگ گئے

۵۴ علامہ ابن کثیرؒ نے اسی سال ۳۵۳ھ کے حالات کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ ایک علوی نے جو نقاب پوش رہتا تھا کوفہ میں خروج کیا یہ زمانہ وہ تھا جب امیر الامراء معز الدولہ بغداد سے باہر گیا ہوا تھا۔ اس برقعہ پوش نے بڑا فتنہ وفساد پیدا کر رکھا تھا جب امیر الامراء واپس آیا یہ برقعہ پوش چھپ کر دوسرے مقامات کو چلا گیا۔ (ص ۲۵۴ ج ۱۱ البدایہ والنہایہ)

۵۵۔ انھوں نے کافور الاخشیدی کی موت کے بعد ملک شام میں علم بغاوت بلند کیا، اپنے کو "مہدی" بتایا، قرامطہ سے مدد مانگی، وہاں کے دوسرے گورنر کے سپاہیوں سے مقابلہ ہوا۔ علامہ ابن حزم نے ان کے ذکر میں بیان کیا ہے :۔ قام بالشام اثر موت کافور الاخشید وتسمی بالمھدی وحارب الحسن بن عبد اللہ بن طغج واستغثہ بالقرامطہ

(ص ۵۰۰ جمہرۃ الانساب) قرامطہ جیسی مخرب دین جماعت سے مدد لینا ظاہر ہے سیاسی وجوہ سے ہو سکتا تھا۔ اس قماش کے لوگوں کو اسلامی حمیت سے واسطہ ہی کیا ہو سکتا تھا۔

Marfat.com

خلیفہ ابوجعفر المنصور عباسیؒ اور محمد بن عبداللہ حسنی کی مراسلت

حضرت حسن بن علیؓ بن ابی طالب کی نسل کے جو اشخاص طلب خلافت کے لئے وقتاً فوقتاً علم بغاوت بلند کر کے اکثر و بیشتر ناکام رہے ان کے ضمن میں محمد بن عبداللہ حسنی کی باغیانہ سرگرمیوں کا تفصیلی ذکر پچھلے اوراق میں آچکا ہے، وہ اپنے زمانے میں تو محمد الارقط ہی کہلاتے تھے مگر سیاسی اقتدار حاصل کرنے کے لئے "مہدی" ہونے کا ادعا کیا تھا۔ ان میں اور عباسی خلیفہ میں جو مراسلت ہوئی بعض کتب تاریخ طبری وغیرہ میں درج ہے، خطوط میں اپنا نام "محمد المہدی بن عبداللہ" لکھتے ہیں۔ صدیوں بعد سبائی راویوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بول کر انھیں "نفس الزکیہ" کا لقب دیا' بعد کے مؤلفین بھی نام کے بجائے یہی لقب لکھتے رہے۔

امیر المومنین ابوجعفر المنصورؒ نے محمد الارقط اور ان کے اہل خاندان کی باغیانہ سرگرمیوں کے متعلق اپنی ایک تقریر میں فرمایا تھا:۔

"اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور ہمارے حق میں اس کے عادلانہ فیصلہ کی بناء پر جب ہماری حکومت اچھی طرح استوار ہوگئی تو ان کے (حسنیوں کے) بعض لوگوں نے بلا وجہ محض اس فضل و کرم پر جو اللہ تعالیٰ نے یہ خلافت اور اپنے نبی کی میراث عطا کر کے ہم پر مبذول فرمایا ہے حسد کی وجہ سے ہم پر یورش کر دی۔

"بخدا میں نے اس معاملہ میں بغیر سوچے سمجھے صرف اس لئے دست اندازی نہیں کی ہے کہ ان لوگوں کے بارے میں مجھے یہ شکایت پہنچی تھی کہ انھوں نے میرے حقوق میں کوتاہی کی ہے یا وہ میرے سامنے جھکتے نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں بلکہ واقعہ یہ ہے کہ میں نے کئی اشخاص کو تحقیق حال کے لئے بطور جاسوس بھیجا اور کہا کہ تم جاؤ اس قدر روپیہ

ساتھ لے جاؤ اور یہ ہدایات ہیں ان پر عمل کرنا، چنانچہ یہ لوگ مدینہ گئے ان حسنی حضرات سے ملے وہ سب روپیہ بھی ان کے حوالے کر دیا اور ان حسنی لوگوں میں سے کوئی شخص بوڑھا ہو جوان، چھوٹا ہو یا بڑا ایسا نہ بچا جس نے ان لوگوں کے ہاتھ پر میری ایسی بیعت نہ کی ہو جس کے توڑ دینے پر میرے لئے ان کی مزا دہی حلال نہ ہو گئی ہو۔" (طبری)

بایں ہمہ امیر المومنین نے ان کی بغاوت کا تدارک کرنے سے قبل ہر طرح کوشش کی کہ بغاوت سے باز رہیں۔ محمد الارقط اور ان کے بھائی ابراہیم جب بھیس بدل کر مختلف اقطاع میں لوگوں کو بغاوت پر آمادہ کرنے کے لئے چکر کاٹ رہے تھے ان کے اہلِ خاندان کو زیرِ حراست لے لیا گیا اور مندرجہ ذیل خط محمد مذکور موسومہ محمد بن عبداللہ حسنی کو بھی بھجوایا گیا اس کا عربی متن ترک کر کے صرف ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔

امیر المومنین ابو جعفر المنصورؒ کا خط موسومہ محمد بن عبداللہ حسنی

اللہ کے بندے عبداللہ المومنین کی جانب سے محمد بن عبداللہ کے نام

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ	بے شک جو لوگ لڑائی کرتے ہیں اللہ
وَرَسُوْلَہٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ	سے اور اس کے رسول سے اور ملک میں
فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا	فساد مچاتے ہیں ان کی سزا یہ ہے کہ د
اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْھِمْ وَاَرْجُلُھُمْ	قتل کئے جائیں یا ہاتھ پیر ان کے کاٹ
مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ	ڈالے جائیں یا ان کو ملک بدر کر دیا جا
ذٰلِکَ لَھُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَلَھُمْ	یہ دنیا میں ان کی سزا ہے اور آخرت
فِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۙ اِلَّا	میں ان کے لئے بڑا عذاب ہے مگر وہ لوگ
الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا	جو اس سے پہلے توبہ کر لیں کہ تم ان پر غالب
عَلَیْھِمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ	آؤ پس جان لو کہ بے شک اللہ تعالےٰ
رَّحِیْمٌ ۝ (المائدہ ۳۳)	بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

Marfat.com

(آیت کے مضمون سے یہ جتانے کے بعد کہ بغاوت سے ملک میں شر و فساد مچاؤ گے
تمہارا بھی یہی انجام ہوگا خلیفہ موصوف نے لکھا تھا کہ)

"میرے اور تمہارے درمیان خدا کا مضبوط عہد اور ذمہ داری ہے کہ تم کو اور تمہاری اولاد اور تمہارے بھائیوں کو اور تمہارے گھر والوں کو امان دیتا ہوں اگر تم نے توبہ کی اور جن لوگوں نے تمہارا ساتھ (باغیانہ سرگرمیوں میں) دیا ہے ان کی جان و مال کو بھی امان ہے اور تم سے اس سلسلہ میں جو خونریزی ہوئی ہو یا تم نے کسی کا مال لے لیا ہو میں اس سے بھی درگزر کروں گا۔ تمہارے (وظیفے کے) لئے ایک لاکھ درہم مقرر کرتا ہوں۔ تمہاری جو اور ضرورت ہوگی پوری کی جائے گی اور جس شہر میں تم رہنا پسند کرو اس میں رہو نیز جتنے تمہارے عزیز زیر حراست ہیں ان کو بھی رہا کر دیا جائے گا۔ اس کو بھی امان ہے جس نے تمہارا ساتھ دیا ہو اور تمہارے پاس آیا ہو اور تمہاری بیعت کی ہو یا کسی کام کا مشورہ دیا ہو اس سے بھی کسی طرح کا مواخذہ نہ کیا جائے گا اگر تم اطمینان چاہتے ہو تو جس کو چاہو میرے پاس بھیج کر مجھ سے امان اور عہد و اقرار پر وثوق کر لو"۔ والسلام۔

محمد النفس الزکیہ نے مہدی ہونے کا جھوٹا دعویٰ کر کے بغاوت کی تیاریاں کر رکھی تھیں ابو جعفر المنصور کے مندرجہ بالا خط کے جواب میں مندرجہ ذیل خط لکھا۔

(اس میں سورہ القصص کی پہلی تین آیتیں جن میں موسیٰؑ اور فرعون کا قصہ بیان ہوا ہے، نقل کر کے اور اپنے کو مہدی اور امیر المومنین کہہ کر لکھا تھا:۔

"اللہ کے بندے مہدی محمد بن عبداللہ امیر المومنین کی طرف سے عبداللہ بن محمد کے نام)

میں بھی تمہارے لئے امان پیش کرتا ہوں جس طرح تم نے ہمارے لئے پیش کی ہے کیونکہ واقعی (خلافت تو ہمارا حق ہے۔ ہمارے ہی وسیلہ سے تم اس کے مدعی بنے ہو اور ہمارے شیعوں کے ساتھ تم حکومت لینے نکلے تھے اور ہماری فضیلت سے تم کو بھی کچھ فضیلت ہے۔ (دیکھو)

ہمارے باپ علیؓ تو وصی (رسول اللہ کے) تھے اور امام تھے پھر تم ان کے بیٹوں کے ہوتے ہوئے کس طرح ان کے وارث ہو سکتے ہو۔ تم خوب واقف ہو کہ مجھ جیسے شخص نے جو نسب اور حسب کے اعتبار سے، ذاتی طور سے اور آباء کے تعلق سے شریف ہے اب تک اس امر (خلافت) کی طرف توجہ نہیں کی۔ ہم لوگ لعنت کی ہوئی اور مردود کی ہوئی عورتوں اور طلقاء کی اولاد سے نہیں ہیں۔ تمام بنی ہاشم میں رشتہ و قرابت اور سابقت (اسلام کی) اور فضیلت جیسی مجھے حاصل ہے کسی کو بھی نہیں کیونکہ ہم لوگ زمانہ جاہلیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دادی فاطمہ بنت عمرو کی اولاد میں ہیں اور زمانہ اسلام میں آپ کی بیٹی (حضرت) فاطمہؓ کی نسل سے ہیں نہ کہ تم۔ بے شک خدا نے ہم کو برگزیدہ کیا ہے کیونکہ ہمارے لئے نبیوں میں محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسا باپ منتخب فرمایا اور سلف میں علی ہیں جو سب سے پہلے ایمان لائے اور بیبیوں میں سے خدیجہؓ طاہرہ کی نسل سے ہم کو پیدا کیا جو سب سے پہلی بی بی ہیں جنہوں نے نماز پڑھی اور ان کی بیٹیوں میں فاطمہؓ ہیں جو تمام عورتوں کی جنت میں سردار ہوں گی، ان کے صاحبزادے حسنؓ اور حسینؓ ہیں جو زمانہ اسلام میں پیدا ہوئے اور جو تمام جوانانِ جنت کے سردار ہوں گے ان کی اولاد میں ہم ہیں۔ ہم ہی کو یہ شرف حاصل ہے کہ ہاشم نے علیؓ کو دوبارہ جنا (یعنی حضرت علی کے والدین دونوں ہاشمی نسب تھے۔م) اور عبدالمطلب نے بھی دوبار ہم کو جنا (در حسنؓ و حسینؓ میں رسول اللہ نے دوبار ہم کو جنا (یعنی علی و فاطمہ دونوں ہاشمی نسب تھے) پس تمام بنی ہاشم میں نسب کے اعتبار سے میں سب سے بہتر ہوں، مجھ میں کسی عجمی کا میل نہیں اور مجھ میں امہات اولاد کا کوئی نزاع نہیں ہے جاہلیت اسلام میں میرے ماں باپ ممتاز رہے، یہاں تک اہل نار

Marfat.com

(دو دزخیوں) میں میرے باپ کو بہترین ہونے کے لئے منتخب کیا
(یعنی ابوطالب کو۔م) پس میں اسلام میں اُس شخص کا بیٹا ہوں جس
کا مرتبہ تمام جنّتیوں میں ارفع و اعلیٰ ہے اور میں اس شخص کا بھی بیٹا ہوں
جس پر عذاب فی النّار (دو زخ کا) کم ہوگا (یعنی ابوطالب کا) غرضیکہ تمام
بہترین کا جو بہتر ہے (یعنی ابن خیر الاخیار) میں اس کا بیٹا ہوں اور
تمام بُروں میں جو بہتر ہے اس کا پوتا ہوں (ابنِ خیر الاشرار یعنی
میں ابن خیر اہلِ جنّت ہوں اور ابن اہل النار ہوں) پس اگر تم نے
میری اطاعت قبول کر لی اور میرا کہنا مان لیا تو تم کو اور تمہارے
جان و مال کو امان دے دوں گا اور تمہاری لغزشوں سے درگذر
کروں گا، ہاں البتہ تم اگر خدا کے حدود میں سے کسی حد کے مرتکب
ہوئے ہو گے یا کسی مسلمان کا حق تم پر ہوگا یا کسی معاہدے میں خلاف
عمل تم نے کیا ہوگا تو تم خود واقف ہو تم پر ویسی ہی حد قائم کیجائے گی
میں ان باتوں میں سے کسی کا ذمّہ دار نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ احکام شرع
سے مجبوری ہے۔ بلاشک میں تم سے خلافت کا ہر طرح سے زیادہ مستحق
ہوں اور عہد کا پورا کرنے والا۔ تم نے مجھ سے پہلے جن لوگوں کو
امان دی تھی، وہ پورا نہ کر سکے۔ تم کون سی امان دیتے ہو۔ ابن ہبیرہ کی
سی یا ابو مسلم کی سی ——— والسلام۔

محمد الارقط حسنی کے اس خط کا جس میں نسبی تعلّیوں پر اپنی خلافت کا استحقاق
جتایا تھا امیر المومنین ابو جعفر المنصور عباسیؒ نے قلم برداشتہ جواب دیا۔

جواب الجواب منجانب امیر المومنین ابو جعفر عبداللہ المنصور عباسیؒ

(اللہ کے بندے امیر المومنین ابو جعفر کی جانب سے محمد بن عبداللہ کے نام)

"مجھ کو تمہاری باتیں معلوم ہوئیں اور تمہاری تحریریں نے پڑھی

Marfat.com

تمہارے فخر کا بڑا دارومدار عورتوں کی قرابت پر ہے جس سے جاہل اور بازاری، لوگ ہی دھوکہ کھا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو باپ اور چچا کی طرح یا عصبہ اور ولیوں کی طرح حقوق نہیں دیئے اور اپنی کتاب (قرآن شریف) میں چچا کو باپ قرار دیا ہے اور قریب ترین ماں پر مقدم فرمایا ہے۔ اگر دربار خداوندی میں قرابت کی بنا پر عورتوں کی قدر و منزلت ہوتی تو آمنہ (والدہ ماجدہ رسولِ اکرمؐ) کو سب سے زیادہ مرتبہ ملتا اور قیامت کے دن سب سے پہلے وہ ہی جنّت میں داخل کی جاتیں مگر ایسا نہیں، یہ تو اللہ تعالےٰ کی پسند پر ہے کہ وہ اپنی مخلوق کے گذشتہ حالات سے واقف ہے جسے چاہتا ہے پسند فرماتا ہے اور یہ جو تم فاطمہ والدہ ابوطالب اور ان کی اولاد ہونے پر فخر کرتے ہو تو تم نے یہ نہ سوچا کہ ان کے بیٹوں، بیٹیوں میں سے کوئی ایک بھی اسلام سے مشرف نہیں ہوا اگر اس قرابت کی بنا پر کچھ فضیلت ہوتی تو عبداللہ (والد ماجد رسول اللہ) کو دنیا اور آخرت کے فضائل حاصل ہوتے لیکن یہ سب امور تو خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہیں جسے چاہتا ہے اپنے دین کیلئے منتخب کر لیتا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں فرماتا ہے :- اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ ۝ (بے شک اے رسول تم ہدایت نہیں دے سکتے اس شخص کو جس کو تم چاہتے ہو مگر خدا جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ ہدایت والوں کا سب سے زیادہ جاننے والا ہے)

دیکھو! اللہ تعالےٰ نے جب محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا تو اس وقت آپ کے چار چچا موجود تھے اور اللہ تعالےٰ نے جب یہ آیت نازل فرمائی۔ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ۔ (تم اپنے قریب ترین عزیزوں کو ڈراؤ) پس آپ نے اپنے چچوں کو انذار کیا اور

اور اسلام کی دعوت دی۔ پس دو چچوں نے آپ کے اسلام قبول کیا جن میں ایک ہمارے باپ تھے اور دو چچوں نے انکار کیا جن میں ایک تمہارے باپ تھے۔ اس انکار کے ساتھ ہی خدا نے تمام رشتے ان کے منقطع کر دئے اور ان دونوں سے رسول اللہ کے تعلقات قرابت اور معاہدے اور میراث کے واسطے سب توڑ دیئے (چنانچہ ابو طالب کے مرنے پر حضرت علیؓ و حضرت جعفرؓ کو بوجہ مسلم ہونے کے ورثہ نہیں ملا طالب و عقیل کو جو اس وقت مسلمان نہ تھے ورثہ ملا تھا) اور یہ جو تم سمجھتے ہو کہ تم اِس شخص (ابو طالب) کی اولاد ہو جس کو دوزخ کا عذاب کم ہوگا اور تم اپنے کو خیر الاشرار (بدترین میں سے اچھے) کی اولاد ہونے پر فخر کرتے ہو تو خوب جان لو کہ خدا کی نافرمانی میں چھوٹا ہونا یا عذاب الٰہی میں خفیف ہونا یا آسانی ہونا کچھ نہیں ہوتا، نہ بدوں (اشرار) کو نیکوں (اخیار) میں سے کہہ سکتے ہیں۔ پس کسی مومن کو جو اللہ پر ایمان لایا ہے یہ نہ چاہیئے کہ کسی دوزخی (اہل النار) پر فخر کرے۔ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ (اور قریب ہے کہ جن لوگوں نے ظلم کئے، وہ جانیں گے کہ کس کروٹ پر اُلٹے پلٹے جائیں گے) چنانچہ تم عنقریب جان لو گے۔ اور دوسرا فخر جو تم کرتے ہو کہ تم فاطمہؓ والدہ علیؓ کی اولاد میں ہو اور ہاشم نے تم کو دو بارہ جنا ہے اور (حضرت) فاطمہ والدہ حسنؓ نے اور عبد المطلب نے تم کو دو بار جنا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بار تم کو پیدا کیا ہے (یعنی ان سے تمہارے دوسرے رشتے ہیں) اس پر تم فخر کرتے ہو تو جان لو کہ فخر اوّلین و آخرین حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جناب ہاشم سے اکہرا ایک ہی رشتہ ہے اور علی ہذا عبد المطلب سے بھی (اگر یہ کوئی فضیلت ہوتی تو رسول اللہ کو حاصل ہوتی تو کیا تم اس وجہ سے حضور پر فخر حاصل کرنا چاہتے ہو)

Marfat.com

اور یہ جو تمہارا زعم ہے کہ تمام بنی ہاشم میں تم نسباً افضل ہو اور نجیب الطرفین ہو اور تم میں کسی عجمی کا میل نہیں اور نہ کسی ام ولد کا تو میں دیکھتا ہوں کہ تم توحد سے گذر گئے کہ تمام ہاشمیوں سے اپنے کو افضل بتانے لگے دیکھو بڑی شرم کی بات ہے کل خدا کو کیا جواب دو گے تم تو بالکل آپے سے باہر ہو گئے ہو اور ایسی ذات پر بھی فخر کرنے لگے جو بحیثیت ذاتی فضلیت کے اور بحیثیت پدری فضیلت کے اور دنیا و آخرت کی فضیلت میں تم سے کہیں برتر و افضل تر ہیں یعنی حضرت ابراہیم فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا تم اپنے کو ان سے افضل جانتے ہو۔ پھر (حضرت) علیؓ کی اولاد کو دیکھو، خاص کر ان میں جو اہل فضل ہوئے وہ سب کے سب لونڈیوں کی اولاد ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد علی بن حسینؓ کی ولادت ہوئی (یعنی علی زین العابدین کی) وہ صاحب فضیلت تھے اور لونڈی کی اولاد تھے اور تمہارے دادا حسن بن حسن سے افضل تھے اسی طرح محمد بن علی (یعنی محمد الباقرؒ) ان کی دادی بھی لونڈی تھیں وہ تمہارے باپ سے افضل تھے اسی طرح ان کے بیٹے جعفر جو تم سے افضل تھے ان کی دادی بھی لونڈی تھیں اور تمہارا یہ کہنا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ وسلم کے بیٹے ہو تو یہ غلط ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ اپنی کتاب (قرآن شریف) میں فرماتا ہے۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ (محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے بھی باپ نہیں ہیں (تمہارے اس قول کو تو خدا ہی نے مردود کر دیا باقی تم ان کی بیٹی کی اولاد میں ہو اور یہ بے شک قرابت قریبہ ہے لیکن بیٹی کی اولاد وارث نہیں ہوتی اور نہ اس کو ولایت مل سکتی ہے اور نہ امامت حاصل ہو سکتی ہے۔ تو اس رشتے سے تم کس طرح حضورؐ کے وارث

Marfat.com

ہو سکتے ہو اور تم تو کیا دیکھو تمہارے دادا (حضرت) علیؓ نے ہر طرح
اور ہر پہلو سے اس کی کوشش کی اور (حضرت) فاطمہؓ کو بھی اس کے لئے
باہر نکالا (یعنی انصار کے ہاں اپنی تائید حاصل کرنے کو لے گئے) پھر
جب وہ بیمار پڑیں تو ان کی بیماری کی اطلاع بھی نہ کی اور خفیہ طور
سے رات کو انھیں دفن کر دیا وجود ان باتوں کے لوگوں نے ان کو
خلافت کے لئے پسند کیا اور شیخین (ابوبکرؓ و عمرؓ) کو مقدم رکھا"
اور ان کی فضیلت کو تسلیم کیا۔ اور یہ ایسی سنّت ہے جس میں کوئی
اختلاف نہیں اور سب مسلمانوں کا یہ متفق علیہ مسئلہ ہے کہ نانا اور
ماموں اور خالہ کی وراثت نہیں پہنچتی پھر تم کو تنہا ان کی وراثت
کیسے پہنچ سکتی ہے۔ اور یہ جو تم (حضرت) علیؓ کی اولاد ہونے پر فخر
کرتے ہو کہ وہ سابقین میں تھے تو اچھا یہ بتاؤ کہ ان کے موجود
ہوتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے قبل
کیوں دوسرے شخص (حضرت ابوبکرؓ) کو امامت نماز پر مقرر فرمایا پھر
(ابوبکرؓ کے بعد) لوگ یکے بعد دیگرے امام (وخلیفہ) منتخب کرتے رہے
اور ان (علیؓ) کو کسی نے امام نہ بنایا اور جب انتخابِ خلافت چھ شخصوں
میں منحصر ہوا تو سب نے علیؓ کو چھوڑ دیا اور ان کا کوئی حق تسلیم نہ کیا
اور عبدالرحمنؓ (بن عوف) نے ان پر حضرت عثمانؓ کو فوقیت دی اور
جب عثمانؓ قتل ہو گئے تو لوگوں نے ان کے قتل کی تہمت ان پر (علیؓ پر)
لگائی اور طلحہؓ و زبیرؓ نے ان سے جنگ کی اور سعد بن ابی وقاصؓ نے
ان سے بیعت تک نہ کی اپنا دروازہ بند کر کے بیٹھ رہے بعد میں معاویہؓ
سے بیعت کر لی (حضرت) علیؓ نے ہر طرح کوششیں کیں اور بہت سی
لڑائیاں خلافت کے لئے لڑیں یہاں تک کہ خود ان ہی کی جماعت میں
پھوٹ پڑ گئی لوگ ان سے جدا ہو گئے پھر جب پنچائت مقرر ہوئی تو

Marfat.com

خود ان کے شیعوں نے ان کی امامت میں شک کیا کہ کیوں انھوں نے معاہدہ کرلیا اور کیوں اقرار کیا۔ آخران دونوں پنچوں نے ان کو خلافت سے علیحدہ کر دینے کا فیصلہ کر دیا۔ پھر ان کے بعد حسنؓ کی بیعت ہوئی انھوں نے معاویہؓ سے بیعت کرلی اور کچھ درہم اور کپڑوں پر اکتفا کرکے شیعوں کو معاویہؓ کے حوالے کر دیا اور خود حجاز چلے گئے اور خلافت کو غیر مستحق کے سپرد کر دیا اور بلا استحقاق مال لے لیا پس اگر تمہارا اس میں کوئی حق تھا بھی تو تم اس کو فروخت کر چکے اور اس کی قیمت وصول کر چکے اس کے بعد تمہارے چچا حسین بن علیؓ نے ابنِ مرجانہ (ابنِ زیاد) پر چڑھائی کر ڈالی سب لوگ ان کے مقابلے میں ابن مرجانہ کے ساتھ ہوئے یہاں تک کہ وہ قتل ہو گئے ان کا سر اس کے لوگ لے گئے بعد ازاں تم لوگ ہمیشہ بنی اُمیّہ پر خروج کرتے رہے وہ تم کو قتل کرتے رہے تم کو کھجوروں کے تنوں پر سولیاں دیتے رہے اور آگ میں جلاتے رہے یہاں تک کہ یحییٰ بن زید خراسان میں قتل کئے گئے، تمہارے خاندان کے بہت سے لوگ مارے گئے تمہاری لڑکیوں اور بیبیوں کو برہنہ اونٹوں پر مثل قیدیوں کے بٹھا کر ملک شام کو لے گئے ان مصیبتوں میں تم لوگ مبتلا تھے یہاں تک کہ ہم لوگ ان (بنی اُمیّہ) کے مقابل آئے۔ ہم نے تمہارے خونوں کا بدلہ لیا ان کے شہروں اور زمینوں کا تم کو مالک کر دیا۔ ہم ہی نے تمہارے بزرگوں خصوصاً (حضرت) علیؓ کے فضائل بیان کئے پس اسی کو تم حجّت پکڑتے ہو اور گمان کرتے ہو کہ ہم نے جو ان کی فضیلت بیان کی تو کیا ان کو ہم نے حضرت حمزہؓ و حضرت عباسؓ اور حضرت جعفرؓ پر فضیلت دے دی ہے۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے جو تم نے سمجھا ہے بلکہ یہ حضرات تو ان کے بزرگ تھے اور دنیا سے صحیح سلامت ایسی حالت میں تشریف

Marfat.com

لے گئے کہ ان کی بزرگی اور فضیلت سب کے نزدیک مسلمہ تھی اور تمہارے دادا تو جنگوں اور لڑائیوں میں مبتلا ہوئے اور بنی امیہ نمازوں میں ان پر اسی طرح لعن کرتے رہے جس طرح کافروں پر کرتے ہیں، ایسی حالت میں ہم ہی نے تو ان کے فضائل بیان کئے اور دلائل پیش کئے پھر ہم نے ان سے ایسے ہی برتاؤ کئے جیسے انہوں نے کئے تھے اور یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ زمانۂ جاہلیت ہی سے ہماری بزرگی و فضیلت ایسی تھی کہ سقایا حاج اور تولیت زمزم حضرت عباسؓ کے متعلق تھا، اس بارے میں وہ اپنے سب بھائیوں میں ممتاز تھے۔ تمہارے دادا نے اس بارے میں کچھ تنازعہ کیا تھا تو حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ ہی کے حق میں فیصلہ کر دیا تھا۔ پس زمانہ جاہلیت سے لے کر زمانہ اسلام تک بھی یہ ہماری فضیلت برقرار رہی جب اہل مدینہ قحط کی سختی میں مبتلا ہوئے تو حضرت عمرؓ (خلیفہ وقت) نے باوجودیکہ تمہارے دادا موجود تھے ہمارے ہی جد امجد حضرت عباسؓ کے وسیلے سے بارگاہ رب العزت میں دعا کی تھی۔ حتیٰ کہ ابر چھا گیا اور بارش ہو گئی۔ اس وقت تمہارے دادا موجود تھے ان کا وسیلہ کسی نے نہ پکڑا، اور یہ بھی تم خوب جانتے ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کے چچوں اولاد عبدالمطلب میں سوائے ہمارے دادا حضرت عباسؓ اور کوئی باقی نہ رہا تھا۔ پس وہ چچا آپ کے وارث تھے اگرچہ اور لوگ بھی بنی ہاشم میں سے اس کا دعویٰ کیا مگر ان کو یہ وراثت نہ ملی آل عباس چونکہ حقیقی وارث تھے انہیں ہی یہ وراثت ملی سقایہ کے تو وہ پہلے ہی سے مالک تھے نبی کی وراثت کے بھی مستحق ہوئے اس لئے خلافت پر بھی ان ہی کی اولاد فائز ہوئی۔ پس کوئی شرف و بزرگی کیا زمانہ جاہلیت اور کیا زمانہ اسلام میں ایسی نہ تھی۔ نیز دنیا

Marfat.com

وآخرت میں کہ حضرت عباسؓ اُس کے وارث نہ ہوئے ہوں اور جنگ بدر کا جو ذکر ہے تو دیکھو جب اسلام آیا تو حضرت عباسؓ اولاد ابو طالب کی پرورش میں مشغول تھے اور بوجہ قحط سالی ان کے عیال کا خرچ اپنے ذمہ لئے ہوئے تھے اگر حضرت عباسؓ زبردستی بدر کی طرف نہ جاتے تو تمہارے چچا طالب اور عقیل بھوکے مرجاتے یا عتبہ شیبہ کی لگن چاٹتے چونکہ حضرت عباسؓ اپنے عزیزوں کی پرورش کرنے والے ان کو کھانا کھلانے والے تھے اور تم سے ہر طرح کے ننگ و عار کو دور کرتے تھے کوئی برائی تم پر نہ آنے دی، تمہاری تکلیفوں کو دور کیا اور تم کو نفقہ اور مؤنت دے کر سیر کر دیا۔ تمہارے چچا عقیل کا فدیہ بدر میں دے کر آزاد کرا دیا۔

پس ہم پر تم کس طرح اپنی بڑائی جتا سکتے ہو ہم تو زمانہ جاہلیت میں بھی تم سے افضل تھے کہ تمہارے بزرگوں کو فدیہ دے کر آزاد کیا تم پر ہم کو آباء کی بزرگی حاصل ہے۔ ہم ہی خاتم الانبیاء کے وارث ہیں نہ کہ تم۔ ہم ہی نے تمہارے خونوں کا بدلہ لیا ہے اور تم کو اس درجہ پر پہنچایا ہے جس پر پہنچنے سے تم عاجز تھے" والسلام علیک ورحمۃ اللہ۔

عباسی خلیفہ اور حسنی مدعی خلافت کی مراسلت کو متعدد مورخین نے اپنے صفحات پر جگہ دی ہے قطع نظر نسبی تعلیوں اور نوک جھونک کے جو ایک ہی خاندان بنی ہاشم کے دو شخصوں کے مابین تحریراً ہوتی رہی۔ یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ مدعی خلافت محمد بن عبداللہ حسنی کا حکومت قایمہ کے خلاف علم بغاوت بلند کرنا کسی پبلک مفاد کی خاطر مطلق نہ تھا۔ ذاتی و شخصی مفاد پیش نظر تھا، نسبی تعلیوں ہی۔ اپنا استحقاق جتاتے اور مہدویت کے جھوٹے پروپگنڈے کو آلہ کار بنا کر عوام کو ورغلا رہے۔ وہ اور ان کے بھائی ابراہیم دونوں یکے بعد دیگرے خلافت کی فوجی قوت سے ٹکرا کر مع اپنے ساتھیوں کے مقتول ہو گئے ان کے اس طرح مارے جانے کے تقریب دو سو برس بعد سیائی راویوں نے وضعی روایتوں میں امام مالکؒ و امام ابو حنیفہ

ر یہ بہتان طرازی کی کہ انہوں نے باغیوں کی تائید میں فتوے بھی دئے تھے اور مالی
عانت بھی کی تھی اور ان بغاوتوں کو جو شخص اور خاندانی مفاد کی خاطر اسلامی حکومت
ور خلافت قایمہ کے خلاف کی گئیں تھیں غزوۂ بدر کے مماثل قرار دیتے تھے۔ امام مالکؒ
ے بارے میں تو گذشتہ اوراق میں واضح کیا جا چکا ہے کہ امیر المومنین ابو جعفر
لمنصورؒ سے جو خود اعلیٰ پایہ محدث و عالم تھے ان کے کیسے کچھ تعلقات التس و
بت کے تھے ان ہی کے ایما سے حدیث کی سب سے پہلی کتاب الموطاء کی تالیف
ی تھی۔ امیر المومنین موصوف جیسے علم پرور اور قدر شناس خلیفہ نے امام ابو حنیفہ
ے سپرد تدوین فقہ کی اہم خدمت کی تھی کہ خلافت اسلامیہ کے محکمہ قضا اور عدالتوں کی
وزمرہ کی ضروریات کے پیش نظر آثار و احادیث کی روشنی میں فقہی دستور
رتب کریں۔ امام موصوف کی صدارت میں بصرف کثیر یہ کام کئی سال تک ہوتا
ہا۔ خلافت عباسیہ کی سرپرستی میں اسلامی علوم کی جو ترویج و اشاعت
ہوئی اس کی بنیاد امیر المومنین ابو جعفر المنصورؒ ہی کے علمی ذوق کی مرہونِ
منت ہے۔ امام مالکؒ سے حدیث کی کتاب مرتب کرائی۔ محمد بن اسحٰق سے
مغازی و سیرت کی کتاب لکھوائی۔ دیگر علوم کے لئے دارالترجمہ قائم کیا،
امام ابو حنیفہؒ سے فقہ کی تدوین کرائی۔ اس اہم کام کی غرض سے جب ان کو
طلب کیا ان کے اکتساب علم کا حال معلوم کیا جو گفتگو اس موقع پر کی تاریخ الخمیس
نے خود امام صاحب کی زبانی یہ روایت درج کی ہے۔ (ج ص ۳۶۴)

قال ابو حنیفۃ دخلتُ علی	(امام) ابو حنیفہ بیان کرتے ہیں کہ جب
ابو جعفر امیر المومنین	میں امیر المومنین ابو جعفر (المنصور عباسی)
فقال عمن اخذت العلم	کے پاس پہنچا تو انھوں نے پوچھا کہ
قال قلتُ من حماد عن	تم نے علم کن سے حاصل کیا میں نے
ابراھیم عن عمر بن الخطاب	کہا حماد (بن سلیمان) سے انھوں
وعن علی بن ابی طالب	نے ابراہیم (بن یزید النخعی) سے انھوں نے

Marfat.com

وعبد اللہ بن مسعود
وعبد اللہ ابن عباس
قال نح نح استوثقت
ماشئت یا اباحنیفۃ
الطیبین الطاھرین
المبارکین رضی اللہ
عنھم اجمعین۔

بہ یک واسطہ حضرت عمر بن الخطاب
سے اور علی رضؓ بن ابی طالب وعبد اللہ
بن مسعود اور عبد اللہ بن عباس
سے۔ امیر المومنین نے فرمایا بہت خوب
شاباش۔ اے ابو حنیفہ تم کو پاک و
طیب و مبارک بزرگوں کا علم اللہ ان
سب سے راضی ہو پختہ علم ملا۔

اسی مضمون کی دوسری روایت کے علاوہ خلیفہ مامون الرشید کے زمانہ میں مقام مرو کے قاضی نے وہاں کے دو عالموں کے تنازعے کے بارے میں رپورٹ ارسال کی تھی کہ امام ابوحنیفہؒ کے اجتہاد کو کتاب وسنّت کے خلاف بتاتے ہیں، ان کو دربار خلافت میں طلب کیا گیا، امیر المومنین جو خود اعلیٰ پایہ فقیہ تھے، گفتگو کی، علماء سے جواب نہ بن پڑا تو آخر میں فرمایا تھا "اگر ہم ابوحنیفہ کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے خلاف پاتے تو ہرگز تدوین فقہ کا کام انھیں سپرد نہ کرتے ما استعملناہ (کتاب ابن ماجہ وعلم حدیث ص طبع المطابع کراچی

عباسی خلافت میں امام صاحب کے شاگردوں کو بھی مناصب اعلیٰ قضا وغیرہ پر فائز کیا گیا تھا۔

یہ ہے وہ صحیح صورت حال مگر صدہا برس سے وضاعوں اور کذابوں کی مخترعات نے تاریخ کو مسخ کر رکھا ہے سبائی راویوں نے اموی و عباسی خلفاء کو ظالم و خونخوار ثابت کرنے کے لئے جو لچر روائتیں وضع کیں وہ آج بھی سبائیت زدہ مولفین کی زبان قلم سے ادا ہوتی رہتی ہے اظہار حق کے لئے اس موقع پر چند واقعات بیان کئے گئے۔

Marfat.com

حسنی و حسینی نسب کا ادّعا کرنیوالوں کے خروج

حسنی و حسینی، علوی، و جعفری یعنی طالبی گھرانے کے افراد کے خروجوں کی فہرست اور مختصر حالات سے جو گزشتہ اوراق میں بیان ہوئے بخوبی واضح ہے کہ زید بن علی زین العابدینؒ کے ۱۲۲ھ کے خروج سے لے کر عبداللہ بن عبیداللہ حسنی کے ۳۵۸ھ کے خروج تک گویا اس دو سو چھتیس ۲۳۶ سال کی مدت میں باستثنائے حضرت حسینؓ کے ۶۱ھ کے خروج کے جو اسلامی ملت میں حکومت وقت کے خلاف سب سے پہلا اور ناکام خروج تھا۔ خود ان کے برادر بزرگ حضرت حسنؓ کے اخلاف اور ان کے گھرانے کے بعض دیگر اشخاص نے جن کی مجموعی تعداد (۶۵) اشخاص کی ہوتی ہے۔ طلب حکومت کی غرض سے مختلف اوقات میں خلفائے وقت کے خلاف خروج کیے۔ بعض دفعہ تو ایک ہی سال کے اندر کئی مدعیان خلافت کھڑے ہو گئے۔ مگر اوسطاً دیکھا جائے تو ہر چھٹے سال کوئی نہ کوئی طالبی، حسنی و حسینی، علوی و جعفری خروج کرتا رہا۔ بایں تفصیل حسنی (۲۵) حسینی (۳۰) علوی و جعفری و غیرہم (۱۰) میزان کل (۶۵) ان میں سے بھی صرف دو شخصوں نے اموی خلفاء کے خلاف خروج کیے، بقیہ اپنے ہی ہاشمی گھرانے کے عباسی خلفاء کے مقابلہ میں علم بغاوت بلند کرتے رہے۔

مشہور مستشرق ہنری لامنس نے اپنی تالیف "اسلام معتقدات و آئین" ISLAM BELIEFS AND INSTITUTION میں جس کا ترجمہ لندن یونیورسٹی کے شعبۂ السنہ شرقیہ کے ڈائرکٹر سر ڈینس راس نے کیا تھا ایک موقع پر ان علوی طالبانِ حکومت کے بارے میں لکھا ہے کہ :-

"(حضرات) علی (رض) کے جاہ طلب اور کثیر التعداد اخلاف نے

تھوڑے ہی دنوں میں شیعہ جماعت کو بہت سے ایسے فرقوں میں (جن کی تعداد ستر کے لگ بھگ شمار کی گئی ہے) منقسم کر دیا جو برابر ایک دوسرے پر لعنت و شتم کرتے تھے ..... یہ لوگ سیاسی فہم و فراست سے عاری، رشک و حسد میں مبتلا تھے اور منصب امامت کے بارے میں آپس ہی میں شدت کے ساتھ لڑتے جھگڑتے رہتے تھے۔ وہ (حکومت کے خلاف) ایک حزب مخالف کی حیثیت رکھتے ان لوگوں کی سازشوں اور ایسی بغاوتوں کے حالات سے جو ناقص طور سے منظم کی گئیں پہلی دو صدی ہجری کے واقعات سے اوراق تاریخ بھرے اور بھرپور ہیں"۔ (صفحات ۱۴۳ و ۱۴۴ مطبوعہ لندن ۱۹۲۱ء)

مگر باوجود ان کی مسلسل بغاوتوں اور خروج کے ان تمام صحیح النسب علوی و طالبی حضرات کے نسب کا نہ کسی اموی یا عباسی خلیفہ کی جانب سے انکار ہوا اور نہ ان کے شجرۂ نسب کی قدح کی گئی۔ حالانکہ متعدد اشخاص نے بڑی بڑی جمعیت کے ساتھ خروج کئے، خون ریز معرکہ آرائیاں ہوئیں۔ بعض اقطاع میں اپنی حکومتیں بھی قایم کر لیں جن میں سے یمن کی زیدی حکومت اب تک باقی ہے۔ محرک اصلی ان تمام بغاوتوں کا محض سیاسی اقتدار کا حصول اور حب جاہ تھا نسبی تفتیشوں اور تفاخر بالآباء پر ہی ان کے دعاوی کا زیادہ تر دارومدار رہا۔ دو ڈھائی سو برس کے خروجوں اور خروجوں کے پروپیگنڈے نے ایسی فضا پیدا کر رکھی تھی کہ بعض موقع شناس جن کا کوئی نسبی تعلق کسی حسنی و حسینی خاندان سے نہ ہوتا، اس نسب کے جھوٹے دعوے کے ساتھ اپنے متبعین کی ایک جماعت فراہم کر کے سیاسی اقتدار حاصل کرنے کے لئے حکومت وقت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے اور سبائیوں کے پھیلائے ہوئے عقیدے "مہدی موعود" "امام منتظر" کے مدعی بن کر عوام کو فریب میں مبتلا کرتے۔ تاریخ کے اوراق کتنے ہی "مہدیان موعود" کے حالات سے پُر ہیں۔ بعض مورخین نے ایک عباسی خلیفہ

Marfat.com

زادہ کی نامعقول حرکت کا تذکرہ کیا ہے کہ انھوں نے تختِ خلافت حاصل کرنے کے لئے "مہدی موعود" ہونے کا ادعا اور عباسی نسب کے بجائے حسینی نسب کا اظہار کیا۔ علامہ ابن کثیرؒ ۳۵۹ھ کے واقعات میں لکھتے ہیں کہ بغداد اور دوسرے شہروں میں یہ خبر شائع ہوئی کہ ایک "مہدی" کا مصر میں ظہور ہوا ہے جس کا نام محمد بن عبداللہ" ہے۔ اس زمانہ میں خلیفہ عباسی کا حاجب سبکتگین نام ایک شیعہ تھا اس نے اس مدعی "مہدیت" کو حسینی نسب جان کر اس مقصد سے بغداد بلوایا کہ موقع مناسب پاکر مستقر خلافت پر ان کا قبضہ کرا دے۔ انبار کے مقام پر سبکتگین نے ان کا استقبال کیا۔ صورت دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ تو محمد بن عبداللہ المستکفی باللہ نسباً عباسی ہیں نہ حسینی، اپنے عزم و ارادہ سے ہٹ گیا۔ معز الدولہ امیر الامرا کے ذریعہ خلیفہ کے حضور میں پیش کر دیا۔ امیر المومنین المطیع للہ عباسی نے نسب کے ادعائے کاذبہ اور دعوے "مہدیت" کی پاداش میں ان کی ناک کٹوا دی فجدع انفہ (ص ۲۶۵ ج ۱۱ البدایۃ النہایۃ)

حبشیوں کا سردار

مندرجہ بالا واقعہ سے تقریباً ایک صدی پہلے یعنی ۲۵۵ھ میں ایک شخص علی بن محمد بن عبدالرحیم نے جو اصل و نسل کے اعتبار سے عبدالقیس کے قبیلہ سے تھا، مولد و منشا اس کا علاقہ ری کا قریہ ورزنین تھا اور وہاں اس کی قرۃ نام علی بن حبیب بن محمد بن حکیم قبیلہ خزیمہ سے تھی۔ اس نے حسینی نسب کا جھوٹا دعویٰ کر کے اوّل تو اپنے کو یحییٰ بن زید بن علی بن حسین رضؓ کی اولاد میں بتایا۔ کیونکہ زید و یحییٰ اپنے ناکام خروجوں میں مقتول ہو کر عوام میں مشہور و متعارف ہو چکے تھے، مگر بعد میں جب اسے یہ پتہ چل گیا کہ یحییٰ بن زید مذکور کے کوئی اولاد نرینہ نہ تھی صرف ایک بیٹی تھی جو ایام رضاعت ہی میں فوت ہو گئی تھی تو کہنے لگا کہ میں علی بن محمد بن احمد بن عیسیٰ بن زید بن علی بن حسینؓ ہوں۔ مگر اصلی علی بن محمد زیدی اس زمانہ میں زندہ سلامت کوفہ میں موجود تھے، بہت سے لوگ

Marfat.com

ان سے واقف تھے۔ جس کذاب کو جب ان زیدی کا یہ حال معلوم ہو گیا تو سامرہ سے جہاں مقیم تھا فرار ہو کر بحرین چلا گیا، وہاں محمد بن فضل بن عبداللہ بن عباس بن علی بن ابی طالب کی اولاد میں ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنے متبعین کی جمعیت ساتھ لے کر بصرہ آیا، جیل کا دروازہ توڑ کر قیدیوں کو رہا کروایا، وہ سب بھی اس کے ساتھ ہو گئے، حبشیوں کی کثیر تعداد بصرہ اور اس کے نواح میں شورہ کی کانوں وغیرہ میں کام کرتی اور غلامی کی زندگی بسر کرتی تھی، انھیں غلامی سے نجات دلانے کے سبز باغ دکھا کر اپنے ساتھ کر لیا، اسی بنا پر تاریخ میں "صاحب الزنج"[1]، یعنی حبشیوں کا سردار کہلایا۔ شیعی مورخ و نساب، مؤلف عمدۃ الطالب نے لکھا ہے کہ یہ شخص نہایت درجہ ذمیم الاخلاق اور بدمعاش ہونے کے باوجود فصیح البیان خطیب اور شاعر تھا، اپنی سحر بیانی سے غلاموں اور عراقیوں کو حکومت وقت کے خلاف برانگیختہ کرتا اور مختلف مقامات پر فتنہ و فساد برپا کر کے لوٹ کھسوٹ کرتا رہا۔ بعض صحیح النسب علوی بھی حکومت کی سپاہ سے ہزیمت اٹھا کر اس کے پاس پہنچ جاتے، مگر کسی نہ کسی بہانے سے وہ ان کو بھی ہلاک کر دیتا۔ جیسا علی بن زید کا واقعہ گذشتہ اوراق میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ چودہ برس تک اس کا فتنہ و فساد جاری رہا۔ بالآخر ولیعہد خلافت ابوالعباس کو جو بعد میں المعتضد باللہ عباسی کے لقب سے سریر آرائے خلافت ہوئے بذات خود فوجی زحمت کی کمان کرنی پڑی۔ ۲۷۰ھ ہجری میں وہ اپنے ساتھیوں کی کثیر جماعت کے جو دلدلی علاقہ میں پناہ گزین رہتے اور جہاں "المختارہ" نام ایک گڑھی بھی اس نے بنا لی تھی ہلاک ہوا۔ بعض غالی شیعوں نے محض اس بنا پر کہ وہ عباسی خلافت کے خلاف بغاوت

---

[1] فارسی میں حبشی کو زنگ کہتے تھے اس سے زنگی ہوا جو معرب ہو کر "زنج" کہلایا اسی سے زنگبار و زنجبار بنا۔

Marfat.com

کر رہا تھا اس کے جھوٹے دعوے نسب کی تائید بھی کی ہے۔ لیکن جملہ ثقہ مورخین نے اس کے دعوے کو جھوٹا بتایا ہے۔ علامہ ابن کثیر نے کہا ہے :-

ھو کاذب فی ذلک وبالاجماع ص ۲۹ ج ۱۱ البدایۃ والنہایۃ علامہ ابن حزم نے بھی اس کے دعوے نسب کی واضح الفاظ میں تکذیب کی ہے (رسائل جمہرۃ الانساب) ابن جریر طبری نے اس کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں اور بیان کیا ہے کہ اس کا باپ قبیلہ عبدالقیس سے تھا اور ماں بنی اسد خزیمہ سے تھی۔ یہ رے کے ایک قریہ ورزین کے تھے وہیں اس کی ولادت ونشو ونما ہوئی تھی۔

عبیداللہ بن میمون القدح

اسلام کی بڑھتی ہوئی سیاسی قوت کے وہ شدید دشمن تھے، مجوسی اور یہودی، مغلوب ومقہور ہونے کے باوجود ان میں سے بعض چلنے پرزے منافقانہ طور سے اسلام میں داخل ہو کر فتنے پیدا کرنے کی سازشیں کرتے رہے حبشیوں کے سردار "صاحب الزنج" کے فتنہ سے پچیس تیس سال پہلے اسلام دشمنی کے جذبہ نے ایک ایرانی نسل مجوسی کے دل میں جو غیر معمولی ذہانت کا شخص تھا، ایسے منصوبے کے بروئے کار لانے کا خیال پیدا کیا جو عربوں کے سیاسی اقتدار کے استیصال، خلافت عباسیہ کی بربادی اور اسلامی معتقدات ودینی تعلیمات کے مسخ کرنے کا موثر ذریعہ ہو سکے اور ساتھ ہی ساتھ اس منصوبہ کی کامیابی کے نتیجے میں وہ خود یا اس کی اولاد تخت حکومت پر بھی فائز ہو سکے ولندیزی محقق اور بلند پایہ عالم (اسکالر) دے خوے (DE GOETE) جنھوں نے غیر معمولی ذہانت تجسس اور تفتیش سے اس دشمن اسلام تحریک کے بارے میں تالیفات کی ہیں اپنی ایک تالیف (MEMOIRE SURLES CARMATHES) (مقالہ بابت قرامطہ) میں تحریر کرتے ہیں :-

"اسلام اور عربوں کے خلاف شدید ترین نفرت و عناد کا جذبہ ہی تھا جس نے تیسری صدی ہجری کے وسطی زمانہ میں عبداللہ

Marfat.com

(عبیداللہ) بن میمون نامی ایک شخص کے دل میں جو پیشہ کے اعتبار سے (قدّاح) معالج چشم اور اصل نسل کے اعتبار سے ایرانی تھا، ایک ایسے منصوبے کا خیال جما دیا جو بلحاظ اس غیر معمولی فراست، منچلے پن کے جس سے یہ منصوبہ اختراع کیا گیا تھا ایسا ہی متحیر کن ہے جیسا اس خود اعتمادی اور قوت کے اعتبار سے ہے جس سے وہ منصوبہ بروئے کار لایا گیا۔" (مطبوعہ لیڈن ۱۸۸۶ء)

مورخ دے خوے نے مورخ ڈوزی کا یہ فقرہ بھی ان ہی کی کتاب "تاریخ مسلمانان اسپین HISTOARE DES MUSUL MANS DE ESPANE" سے نقل کیا ہے:۔

"فاتح اور مفتوح کو ایک ہی جماعت میں مربوط و منسلک کرنا ایک ہی خفیہ انجمن کے اندر جس کے داخلہ کے مختلف مدارج ہوں ایسے آزاد خیال اور بدعقیدہ لوگوں کو جو عوام کے لئے مذہب کو ایک روک اور لگام کی طرح سمجھتے تھے نیز مذہب کے دیوانوں کو باہم متحدہ کر دینا، کافروں اور دیندیوں کی حکومت کو وجود میں لانے کی غرض سے مومنوں کو آلہ کار بنانا اور فاتحین کے ذریعہ اس سلطنت ہی کو نیست و نابود کرا دینا جو خود انھوں نے اپنے ہی ہاتھوں قائم کی تھی۔ الغرض ایسے کثیر تعداد اشخاص کی ایک متحد اور طاعت کیش جماعت اپنے اغراض و مقاصد کی خاطر ایسی بنانا کہ وقت اور موقع مناسب آجانے پر خود اس کی اپنی ذات کو نہیں تو کم از کم اس کی اولاد کو تخت حکومت پر متمکن کرا سکے۔ یہ تھا عبداللہ (عبیداللہ) بن میمون کا وہ زبردست منصوبہ اور خیال جو اگرچہ بڑا ہی عجیب و غریب و بے باکانہ تھا لیکن اس نے اپنی حیرت انگیز حسن تدبیر بے مثل ہوشیاری اور انسانی قلوب کی گہری معرفت کی بدولت

Marfat.com

اسے عملی جامہ پہنا دیا" (ہسٹری آف پرشین لٹریچر پروفیسر براؤن ص۳۹۴)

عملی جامہ پہنانے کے لئے کیا ذرائع استعمال کئے گئے اس کو بھی سی ولند پزی محقق کے الفاظ میں سنئے۔ فرماتے ہیں :۔ (منقول از تاریخ ادبیات ایران پروفیسر براؤن ج ص۳۹۴)

"اس مقصد کے حصول کے لئے ذرائع کا ایسا مربوط سلسلہ اختراع کیا گیا جس کو بجا طور سے شیطانی کہا جا سکتا ہے۔ انسانی فطرت کی کمزوریوں سے ہر پہلو ہر نہج سے فائدہ اٹھایا گیا، دین داروں کو دینداری، بے قید اور آزاد منشوں کو آوارگی یا یوں کہہ لیجئے، عیاشی، پختہ دماغ لوگوں کو فلسفہ، مذہبی منشد دین کو باطنی غوامض و اسرار اور عوام الناس کو عجوبات پیش کئے گئے۔ غرض کہ اسی طور سے یہودیوں کے سامنے ایک نجات دہندہ (مسیح) نصاریٰ کے روبرو ایک قارقلیط اور مسلمانوں کے لئے ایک مہدی پیش کیا گیا اور آخر الامر ایرانی وسامی زندیقیت کے پرستاروں کے لئے مذہبیت کا ایک فلسفیانہ نظام اور گورکھ دھندہ پیش کیا گیا اور ایسی دلیرانہ مستقل مزاجی کے ساتھ اسے بروئے کار لایا گیا جو ہمارے جذبات حیرت و استعجاب کو برانگیختہ کرتا ہے اور اگر ہم اس مقصد و غرض کو فراموش نہ کر بیٹھیں جس کی خاطر یہ سب کچھ کیا گیا (یعنی اسلام کی بیخ کنی اور اسلامی سیاسی سیادت کی تباہی (م۔ا۔ع) تو ضرور ہماری پرجوش مدح و تحسین کا مستوجب ہو سکتا تھا" (ایضاً ص۲۹۵ ج)

مسلم مورخین کا بیان ہے کہ عبیدہ اور اس کا باپ میمون شہر اہواز کے ایک قریہ قونح العباس کے باشندے نسلاً ایرانی اور مسلکاً ثنوی عقیدے کے دیصانی تھے، یعنی دو خداؤں کے ماننے والے، ایک خدا نور کا اور ایک

Marfat.com

ظلمت کا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ یہودی تھے۔ میمون منافقانہ طور سے مسلمان بنا اور غالی شیعوں کے فرقہ خطابیہ میں شامل ہو گیا۔ یہ فرقہ ابوالخطاب محمد بن ابی زینب اسدی کے نام سے موسوم ہے جو جناب جعفر بن محمد بن علی بن حسینؓ کو خدا کہتا تھا۔ یقال بالٰھیہ جعفر بن محمد والٰھیہ اٰبائہ وھم ابناء اللہ واحبّاہ (ص۱۸۴ الملل والنحل شہرستانی) یہ دونوں باپ بیٹے کہ اپنے وطن سے نکل کر کربلا پہنچے اور "تربت حسین" پر اس مقصد سے معتکف ہو بیٹھے اپنے مصنوعی تقشف و زہد اور رکارانہ عبادت گذاری سے زائرین کو متاثر کریں اور ناواقفوں کو دام فریب میں پھانس کر متبعین کی جماعت بنائیں۔ اخبار القرامطہ بالیمن کے مؤلف نے عبیداللہ اور اس کے باپ میمون کے بارے میں ایک ایسے فقیہہ و عالم ابن مالک کا قول نقل کیا ہے جو تحقیق حال کے لئے خود اس فرقہ میں شامل ہوئے تھے وہ کہتے ہیں کہ :-

وکان میمون ملازم للضریح	میمون ہمہ وقت ضریح (حسین) پر
ومعہ والدہ عبید یخدمہ	حاضر رہتا اس کے ساتھ اس کا بیٹا
..... وکان میمون فی الاصل	عبید تھا جو اس کی خدمت کیا کرتا تھا
یھودیا قد حسد الاسلام و	..... یہ میمون اصلاً یہودی تھا
اعتاد علی دینہ فلم یجد حیلۃ	اس کو اسلام سے بڑا حسد تھا اور وہ اس
غیر العکوف علی تربۃ الحسین	
بکربلا و اظہار الاسلام ص۱۰۰	دین کو تباہ کرنا چاہتا تھا اس کو
مشمولہ کتاب اخبار القرامطۃ بالیمن	کوئی حیلہ سوائے اس کے نہ ملا کہ
تالیف نجم الدین عمارۃ مطبوعہ	کہ تربتِ حسین پر معتکف ہو بیٹھے
لنڈن سنہ ۱۳۰۹ھ	اور اپنے اسلام کا اظہار کرے۔

"تربت حسین" پر معتکف ہو کر ان لوگوں نے مقام کربلا کو اپنی خفیہ تحریک کا مرکز بنا لیا تھا، یہیں سے اپنے داعیوں کو یہ کہہ کر یمن بھیجا کہ وہاں

Marfat.com

ب تم کو شوکت اور حکومت حاصل ہو جائے اس وقت تم میرے بیٹے کی
مہدویت" کی دعوت دینا:۔

تدعوا الی ولدی فسیکون کما بھا شان وسلطان ص۱۴۰ اخبار الفرامطہ بالیمن مطبوعہ لندن

اور تم میرے بیٹے کی مہدیت کی دعوت دینا۔ پس تم کو وہاں شان اور حکومت ہوگی۔

یہ امیر المومنین[1] جعفر المتوکل علی اللہ عباسیؒ کا عہد خلافت تھا جو ردّ

---

[1] یہ بڑے راسخ العقیدہ حامی سنت خلیفہ تھے۔ علماء و صلحاء سے مجالست رکھتے۔ امام احمد بن حنبلؒ کے مشورہ کے بغیر کسی قاضی و حاکم کا تقرر نہ کرتے۔ وکان لا ولی احداً الا بعد مشورۃ الامام احمد ص۳۱۶ ج۱۰ البدایہ والنہایۃ) قاضی یحییٰ بن اکثمؒ جو ائمہ اہل سنت میں بلند پایہ فقیہہ و محدث تھے امام موصوف ہی کے مشورے سے قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز کیا اور مذہبی تعلیم کے بارے میں احکام نافذ کئے کہ کتاب اللہ اور سنّت رسول اللہ کے سوائے کوئی شخص ہی اور مذہبی تعلیم کا شغل نہ کرے۔ وامر الناس ان لا یشتغل احد الا بالکتاب والسنۃ لا غیرا ص۳۱۶ ایضاً نذر و نیاز نیز شخصیت پرستی سے روکنے کے لئے نائب السلطنت کو ہدایت کی گئی کہ عوام کو ان سے باز رکھنے کی کوشش کرے فکتب المتوکل الی نائبہ یامرہ برد عنھم عن تعاطی وعن المغالاۃ فی البشر (ص۳۱۶ ایضاً اسی مغالاۃ فی البشر کا مظاہرہ یہ سبائی "تربت حسین" پر طرح طرح سے کر رہے تھے، وہاں کی مٹی کو "خاک شفاء" کہتے، ضعیف العقیدہ طبقہ میں بدعتیں رائج کرتے اور خفیہ خفیہ سیاسی مقاصد کے لئے سازشیں کرتے اس کے انسداد کے لئے ضروری ہوا کہ اس مقام پر لوگوں کا اجتماع نہ ہونے پائے۔

امر المتوکل بھدم قبر الحسین بن علی بن ابی طالب وما حولہ من المنازل والدور ونودی فی الناس من وجد ھنا بعد ثلاثۃ ایام ذھبت بہ

Marfat.com

بدعات و احیاء سنت میں امتیاز رکھتے تھے۔ علامہ ابن کثیرؒ امیر المومنین موصوف کے بارے میں بیان کرتے ہیں :۔

وکان المتوکل محبباً الی رعیۃ قاماً فی نصرۃ اھل السنۃ وقد شبہ بعضھم بالصدیقؓ فی قتلہ اھل الردۃ ..... وقد اظھر السنۃ بعد البدعۃ واحمد اھل البدع وبدعتھم بعد انتشارھا واستھارھا فرحمہ اللہ وقد راہ بعضھم فی المنام بعد موتہ وھو جالس فی نور قال قلتُ المتوکل ؟	اور المتوکل (علی اللہ) اپنی رعایا کے محبوب تھے، اہل سنت (والجماعت) کی نصرت کو مستعد رہتے بعض لوگوں نے ان کو (حضرت ابوبکر) الصدیقؓ سے تشبیہ دی ہے کہ (حضرت موصوف) نے مرتدین کا قلع قمع کیا تھا..... ان کے (متوکل علی اللہ کے) عہد میں سنت کو بدعت کے پھیل جانے اور مشتہر ہو جانے کے بعد ایسا فروغ ہوا کہ وہ

الی المطبق ص ۳۱۵ ج ۱۰ ایضاً یعنی (خلیفہ) المتوکل نے حسین بن علی بن ابی طالب کی قبر اور اس کے آس پاس کی عمارتوں اور احاطوں کے انہدام کا حکم دے دیا اور لوگوں میں منادی کرا دی کہ اگر تین دن کے بعد بھی کسی شخص کو موجود پایا گیا تو قید خانے بھیج دیا جائے گا۔ یہ اقدام شرک و بدعات کے انسداد کی غرض سے کیا گیا تھا۔ سبائیوں نے طرح طرح کے حاشئے چڑھائے جسٹس امیر علی فرماتے ہیں کہ "حضرت علی اور ان کے اخلاف سے عجیب اور ناقابل توجیہہ بغض و عناد کی بناء پر متوکلؒ نے حسینؓ شہید کے مقبرے کو منہدم کرا دیا نہر کا پانی ادھر چھڑوا دیا۔ اس متبرک مقام کے زائرین کو سخت سزا کی دھمکی سے ممنوع کرا دیا اور فدک کی املاک کو دوبارہ ضبط کر لیا۔ (ص ۲۸۹ ہسٹری آف دی سریسنز)

ان شیعہ مؤلف نے اس حامی سنت اور راسخ العقیدہ خلیفہ عباسی کو شراب نوشی و عیاشی سے متہم کر کے "عرب کے نیرو" کا خطاب دیا ہے مگر چند سطر پہلے یہ بھی فرمایا ہے کہ "بایں ہمہ وہ احیاء سنت کے زبردست حامی تھے (ص ۲۸۸ ایضاً) فتدبر۔ صحابہ کرام خصوصاً خلفائے ثلاثہ ام المومنین عائشہؓ کی اسائت ادب کرنے والوں کو سزائیں دیتے تھے۔

Marfat.com

ل: المتوکل: قلت فما
ل ربك؟ قال اغفرلی:۔
لت: بماذا؟ قال: بقبیل
السنة احیتہا۔
۳۵ خ البدایہ والنہایۃ)

سب دب گئیں اور ماند پڑ گئیں۔ اللہ کی
رحمت ہو ان پر۔ ان کی وفات کے بعد
کسی نے ان کو خواب میں دیکھا کہ
(رحمت الٰہی کے) نور میں بیٹھے ہیں
پوچھا کہ آپ متوکل ہیں۔ بولے ہاں
میں متوکل ہوں پوچھا کہ آپ کے
رب نے آپ کے ساتھ کیا عمل کیا؟ فرمایا
میری مغفرت کر دی، دریافت کیا کس
بناء پر، کہا کہ احیاء سنّت کی جو تھوڑی
سی خدمت میں نے کی تھی۔

دین کی مشرکانہ بدعات سے پاک رکھنے کی ذمہ داری امام المسلمین کی حیثیت
خلیفہ وقت پر عائد تھی۔ مورخین نے متعدد واقعات کا ذکر کیا ہے کہ صحابہ کرامؓ
ام المومنین عائشہ و حضرت حفصہ صلوٰۃ اللہ علیہن کی اساءت ادب کرنے
لوں اور مشرکانہ بدعات کے مرتکبین کو عبرت ناک سزائیں دی گئیں۔ مقام کربلا
منافقین و ملحدین کی جماعت کو منتشر کر دینے کی غرض سے جو زہد کا لباس پہن کر
ام کو گمراہ کر رہے تھے اور حکومت کے خلاف خفیہ تحریک بھی چلا رہے تھے اس
ی سنت و ماحی بدعت خلیفہ نے وہاں کی عمارتوں کے انہدام کا حکم دے دیا ساتھ
"تربت حسین" کو جسے سانحہ کربلا سے سو برس سے زیادہ مدّت منقضی ہو جانے
بعد کہ قبر کے آثار باقی نہ رہے تھے، فرضی طور سے تعمیر کر کے زیارت بنا لیا
تھا منہدم کر دیا گیا۔ یہ واقعہ ۲۳۶ھ کا ہے۔ اس سے تقریباً ستّر برس بعد
میر المومنین المقتدر باللہ نے بغداد کے قریب کی "مسجد برانی" کو جسے سیاسی
غراض کے لئے استعمال کیا جا رہا تھا، منہدم کرا دیا تھا۔ علامہ ابن کثیرؒ
س بارے میں لکھتے ہیں:۔

Marfat.com

• ان جماعة من الرافضة يجتمعون في مسجد فينالون من الصحابة ولا يصلون الجمعة ويكاتبون القرامطة ويدعون الى محمد بن اسمٰعيل الذي ظهر بين الكوفة وبغداد ويدعون انه المهدي وتبرأون من المقتدر ومن يتبعه فامر بالاحتياط عليهم و استفتى العلماء في المسجد فافتوا بانه مسجد ضرار ..... فهدم۔

(ص۵۲ ج۱۱ البدایہ والنہایۃ)

خلیفہ عباسی کو یہ اطلاع پہنچی کہ مسجد میں روافض کا اجتماع ہوتا ہے صحابہ کی ہجو کرتے ہیں جمعہ کی نماز نہیں پڑھتے اور قرامطہ سے خط وکتابت کرتے ہیں اور محمد بن اسماعیل کی (امامت) کی دعوت دیتے ہیں۔ جو کہ کوفہ اور بغداد کے مابین ظاہر ہوا ہے اس کو "مہدی" کہتے اور (خلیفہ) المقتدر اور ان کے متبعین سے تبرا کرتے ہیں خلیفہ نے ان لوگوں کی نگرانی کا حکم دیا اور مسجد کے بارے میں علماء سے استفتاء کیا۔ انھوں نے فتویٰ دے دیا کہ یہ مسجد مسجد ضرار کی طرح ہے ..... لہٰذا اس کو منہدم دیا گیا۔

کربلا کی عمارتوں وغیرہ کے انہدام کے بعد میمون مع اپنے فرزند عبیداللہ کے وہاں سے نکل کر ایران کے بعض مقامات اصفہان وغیرہ میں کچھ عرصہ مقیم رہا اس درمیان میں وہ تو فوت ہوگیا۔ عبیداللہ بصرہ آیا اور کچھ عرصہ یہاں مقیم رہا اس نسبت مکانی سے "بصری" کہلایا۔ چنانچہ ابن جریر طبری جو اس کے ہمعصر تھے اس کے بیٹے کو "ابن البصری" کہتے ہیں (صفحہ ۴۰۸ و ۴۰۹ ج۱۱ طبری) بصرہ کی سکونت ترک کرکے صوبہ شام مقام سلمیہ نزد (حمص) میں جاکر مقیم ہوا اور یہیں بیٹھ کر اپنی تحریک کی قیادت کرتا رہا۔

قرامطہ بصرہ چھوڑنے سے پہلے عبیداللہ یہاں اپنا ایک کارگزار داعی بھی چھوڑ تا گیا جو اپنے لقب سے قرمط ایسا مشہور رہوا کہ بعد میں

Marfat.com

ں کی جماعت کا نام ہی "قرامطہ" پڑ گیا۔ نام اس شخص کا احمد بن اشعث تھا۔
لاً قبطی تھا اور کوفہ کے ایک قریہ قس بہرام میں مویشیوں کی سوداگری کرتا تھا۔
مطہ لقب کے بارے میں مختلف روائتیں ہیں بعض کہتے ہیں کہ پستہ قد ہونے
وجہ سے پاؤں قریب قریب ڈال کر چلتا تھا، اس لئے نبطی زبان میں "کرمیتہ"
لاتا تھا جو معرب ہو کر "قرمط" ہو گیا، کسی کا قول ہے کہ اس کی آنکھوں کا رنگ
رخ تھا اور بیل پر سوار ہوتا تھا اس لئے قرمط کہلایا۔ ابنِ جوزی وغیرہ کے
دیک قرمط کے معنی "خفیہ داعی" کے ہیں۔ چونکہ عبیداللہ بن میمون القداح کی
سیاسی تحریک جس کی کامیابی کے لئے اسے مذہبی رنگ دیا گیا تھا، ابتداء میں
نیہ طور سے چلائی جاتی تھی اس لئے قرمط کی یہ وجہ تسمیہ زیادہ قرین قیاس ہے۔
وفیسر حتّی کہتے ہیں :-

"عبیداللہ اور اس کے جانشینوں نے اوّل تو اپنے صدر مقام سے
بعد ازاں شمالی علاقہ شام کے مقام سلمیہ سے اپنے خفیہ داعی اسلامی
ممالک میں بھیجنا شروع کئے۔ یہ داعی اپنی دعوت کی ابتداء اس
باقاعدہ ترتیب سے کرتے کہ ہونے والے مرید کے دل میں ابتداءً
مذہب کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرتے پھر اس شخص کو اس
بات کا متوقع کرتے کہ جلد ہی "مہدی موعود" کا ظہور ہونے والا ہے۔
عربوں اور ایرانی نومسلموں کے مابین بڑھتے ہوئے جذبۂ تفرت
وعناد سے فائدہ اُٹھا کر اس ادنیٰ ایرانی نسل والے
معالج چشم کے فرزند (عبیداللہ) نے ایک ایسے جرأت مندانہ
منصوبہ کا خیال دماغ میں پکایا جس کے ذریعہ فاتح و مفتوح دونوں
کو اس قماش کی خفیہ انجمن میں متحد و منسلک کر دے جس کے داخلہ
کے مختلف مدارج ہوں پھر ان آزاد خیال اور مسلمات مذہب سے
منکر لوگوں کے ذریعہ خود مذہب ہی کو ایسی اسکیم میں بطور آلۂ کار

Marfat.com

کے استعمال کیا جائے جو اسلامی خلافت وحکومت کا استیصال کرکے یا تو عبیداللہ کو بذاتِ خود یا اس کی اولاد کو تخت وحکومت پر متمکن کر سکیں۔

اپنی وفات سے قبل تقریباً ۲۶۱ھ میں (عبیداللہ) کو ایک سرگرم مرید اور کارگزار داعی حمدان قرمط ہاتھ لگ گیا۔ یہ شخص عراقی کسان تھا، علم نجوم سے اسے پتہ لگ گیا تھا کہ ایرانی اپنی کھوئی ہوئی سلطنت عربوں کے ہاتھ سے پھر واپس لے لیں گے۔ یہی حمدان اس باطنی فرقہ کا بانی مبانی ہے جو اس کے لقب سے قرامطہ کہلاتا ہے۔ اس تحریک میں مقامی مزارعین وفلاحین اور بدویوں کے قدیمی تنازعہ کا نمایاں طور سے اظہار ہوا ۲۷۸ھ میں بانی تحریک نے اپنا مستقر کوفہ کے قریب "دار الہجرت" نام سے بنالیا جو تحریک کا صدر مقام قرار پایا۔ مقامی باشندوں خاص خاص کر بنطی کسانوں اور اہل حرفہ نیز عرب بدویوں کے درمیان تحریک کو اس شدت سے پھیلایا گیا کہ کثیر تعداد میں لوگ نئے فرقہ میں شامل ہوتے گئے۔ بنیادی طور سے یہ ایک خفیہ انجمن تھی جس نے اشتراکیت کے اصول ملکیت کو عورتوں اور دوسری املاک پر بھی منطبق کر دیا تھا (ص ۴۱ تاریخ عرب پروفیسر ہتی)

مورخ ابن جریر طبری کے بیان سے محقق دے خوے ومورخ دوزی کے اس قول کی تائید مزید ہوتی ہے کہ اس تحریک کی بنیاد اسلام اور عربوں سے شدید نفرت وعناد کے جذبہ سے ڈالی گئی قرامطہ کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

وانهم قد احدثوا دينا غير الاسلام وانهم يرون السيف على امة محمد صلى الله عليه وسلم	اور (قرامطہ نے) اسلام سے جدا اپنا دین ایجاد کیا اور اُمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر تلوار اُٹھائی۔

(ص ۳۳۵ ج ۱۱ طبری)

Marfat.com

اسی مورخ نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ قرمط حبشیوں کے سردار کے پاس جس کا
ر گذر چکا تو اح کوفہ میں ملاقات کے لئے گیا اس کو اپنے ساتھ ملانا چاہا اور کہا
یرے پاس ایک لاکھ تیغ زن موجود ہیں اگر ہم تم دونوں ایک مذہب پر متفق
جائیں تو سب کو تمہارے ساتھ کر دوں گا۔ فان اتفقنا علی المذھب فلک
ی معی الیک۔ (ص ۲۳۹ ج طبری) مگر وہ تو خود ہی مدعی "مہدیت" و طالب حکومت
متفق نہ ہوا۔

حمدان قرمط اور اس کے ساتھی اصلاً عبید اللہ بن میمون القداح کی تحریک کے
ی تھے اور اسی حیثیت سے انھوں نے کام کیا اس لئے ان کی جماعت عبیدی اسمٰعیلی
یک کی ایک اہم شاخ بیان کی گئی ہے۔ خود ایک اسمٰعیلی مولف (ڈاکٹر زاہد علی بی اے
ی قل آکسن) اپنی تالیف "فاطمیین مصر" میں کہتے ہیں کہ "بعض مورخوں کو یہ دھوکہ
ہوا کہ قرامطہ سے اسماعیلی نکلے۔ واقعہ یہ ہے کہ اسمٰعیلیوں کی کئی شاخیں ہیں
یں پہلی اور اہم شاخ قرامطہ ہے" (صفحہ ۴۳۰) لیکن بانی تحریک عبید اللہ
لور کے انتقال کے بعد سے قرمط نے سلیمہ کے مرکز سے قطع تعلق کر لیا اور خود
ئم بالحق" ہونے کا مدعی ہو گیا تھا اسمٰعیلی مؤلف مزید لکھتے ہیں :—

"سلیمہ کے سلسلے کو قطع کر کے حمدان نے ۲۶۸ھ کے بعد اپنی الگ
دعوت جاری کی، اب گویا دعوت قرمط کا آغاز ہوا۔ کوفہ سے عرب
اور نبطی قبیلے کثرت سے دعوت میں داخل ہونے لگے۔ حمدان نے اپنی
مدد کے لئے کئی مددگار داعیوں کو تیار کیا جن میں سب سے زیادہ
ہوشیار اور عقل مند عبدان تھا۔ آہستہ آہستہ حمدان کی قوت بڑھنے
لگی۔ اسے مال جمع کرنے کی حرص پیدا ہوئی، مختلف قسموں کے
محاصل تھوڑی تھوڑی مدت کے بعد مریدوں پر لگا دیئے گئے
اور ان کا نام فطرہ، ہجرہ، بلغہ، خمس اور الفہ رکھے گئے..... الفہ
کی یہ شرح دلچسپ ہے کہ تمام مریدوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے مال

Marfat.com

منقولہ اور غیر منقولہ یہ سب صدر داعی کے خزانے میں جمع کرادیں
کسی کے قبضہ میں کوئی ملک نہ رہے تاکہ مالی حیثیت سے ایک
دوسرے پر کوئی فوقیت نہ رہے۔ ہر شخص کو اس کی ضرورت کے
موافق داعی کے خزانے سے رقم دی جائے سب ایک ہی سی زندگی
بسر کریں۔ لوگوں کو سمجھایا گیا کہ ان کو اپنا مال اپنے پاس رکھنے کی
ضرورت نہیں، کیونکہ وہ تمام روئے زمین کے جلد مالک ہونے والے
ہیں۔ جب حمدان نے دیکھا کہ اس کے پیرو ہر بات میں اس کی اطاعت
کرنے کے لئے بخوشی تیار رہیں تو اس نے اپنے داعیوں کو بتدریج
ثنویہ مذہب کی تعلیم دینی شروع کی، جس سے ان کا زہد تقویٰ
جس کی انہیں پہلے تعلیم دی گئی تھی بالکل جاتا رہا اور وہ فسق و فجور
میں پڑ گئے۔ انہیں یہ سمجھایا گیا کہ ایک خاص حد کو پہنچنے کے بعد
شریعت کے ظاہر اعمال اٹھ جاتے ہیں۔ اب نماز روزہ وغیرہ کی
ضرورت نہیں۔ امام حق یعنی محمد بن اسمٰعیل بن جعفر (صادق) کی
معرفت کافی ہے۔ یہ وہ مہدی ہیں جو آخری زمانہ میں ظاہر ہوں گے
اور اپنا حق لیں گے، داعی جو بیعت لیتا ہے انہی کے لئے لیتا ہے
مال جو کچھ جمع کیا جا رہا ہے انہی کے لئے جمع کیا جا رہا ہے وہ زندہ
ہیں کبھی نہیں مرتے۔ وہ ہی مقصود حقیقی ہیں، اگر وہ نہ ہوتے تو
خلقت ہلاک ہو جاتی اور ہدایت معدوم ہو جاتی۔ ایسے امام کی
معرفت حاصل ہو جانے کے بعد پھر کسی گناہ سے بچنے اور کسی عذاب
سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں رہتی۔ ایسی تعلیم کا نتیجہ وہی ہوا
جو ہونا چاہیئے تھا۔ قرامطہ کی اخلاقی حالت بگڑی اور ایسی بگڑی
کہ وہ ہر قسم کی بدکاریوں میں مبتلا ہو گئے۔ یہ بھی ان سے کہا گیا کہ
تمہارے مخالفین کا خون تمہارے لئے حلال ہے، جو لوگ تمہاری

Marfat.com

مخالفت نہ کریں۔ لیکن تمہارے مذہب میں داخل نہ ہونا چاہیں ان سے بھی جزیہ وصول کیا جائے، ہتھیار جمع کرنے کی پہلے ہی ترغیب دلائی جا چکی تھی۔ انہوں نے ایسی خونریزی شروع کی کہ ہمسائے چیخ اٹھے۔ (ص ۴۳۶ و ص ۴۳۸)

ہتھیار فراہم کر کے رفتہ رفتہ جنگ جو دستے تیار کئے، بحرین کا علاقہ اور بصرہ نیرہ مقامات جہاں پہنچنے کے لئے لق و دق بیابان اور صحرا عبور کرنے پڑتے تھے ن کا آماجگاہ تھا۔ موقع پا کر وہاں سے نکلتے اور ڈاکہ و رہزنی لوٹ مار کا بازار گرم دیتے۔ خلافت کی فوج سے شکست پر شکست کھاتے اور بعض اوقات اسے شکست ی دیتے مگر فتنہ و فساد اور خونریزی سے باز نہ آتے، کچھ ایرانی نژاد سردار اور لہان ایران کی نسل کے لوگ بھی ان سے آ کر مل گئے تھے۔ مورخ المسعودی نے راحتاً بیان کیا ہے کہ بلادِ اصفہان کے شاہانِ عجم کی اولاد میں سے ایک نوجوان ں کو "الزکری" کہتے تھے قرامطہ سے مل گیا۔ اور اس نے ان کی قیادت کی باگ ی سنبھالی تھی (ص ۳۹۱ التنبیہ والاشراف مطبوعہ بریل ۱۸۹۴ء)

قرامطہ کا ایک اور سردار زکرویہ بن مہرویہ بھی ایرانی نسل کا تھا اور یہی وہ شخص تھا س نے حمدان قرمط کے عزیز قریب اور کارگزار داعی عیدان کو مروا دیا تھا۔ جس سے ان میں آپس میں پھوٹ پڑ گئی تھی۔ زکرویہ کے کئی بیٹے تھے، ان میں سے یحییٰ نے خود "مہدی موعود" ہونے کا دعویٰ کیا۔

یحیی بن زکرویہ بن مھرویہ الذی ادعی عند القرامطہ انہ محمد بن عبداللہ بن اسمٰعیل بن جعفر بن محمد بن الحسین بن علی بن ابی طالب وقد کذب فی ذلک ....

یحییٰ بن زکرویہ بن مہرویہ یہی وہ شخص ہے جس نے قرامطہ کی جماعت میں یہ دعویٰ کیا کہ وہ محمد بن عبداللہ بن اسماعیل بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب ہے اس میں اس نے یقیناً جھوٹ بولا۔ الاصبغ

Marfat.com

واتبعہ طائفۃ من الاصبغ و سموا بالفاطمین ص۸۶ ج۱ البدایۃ والنہایہ)

میں سے ایک گروہ اس کا متبع ہو کر انکو فاطمین سے موسوم کیا گیا۔

حاجیوں کا قتل اور کعبہ کی بے حرمتی

بلاد شام پر کئی مرتبہ خونریز حملے کئے بالآخر خلافت کی فوج نے ان کا قلع قمع کر دیا۔ انہی ایام میں ایک اور ایرانی نژاد سردار ابو سعید حسن بن بہرام نے جو اپنے مولد "قریہ جنابہ" کی نسبت سے "جنابی" کہلاتا تھا۔ بحرین کے اکثر دیہات پر قابض ہو گیا، مقام ہجر کو فتح کر کے اپنا مستقر بنایا اور اسماعیلی قائد سے تعلقات استوار کئے، جس نے بقول اسماعیلی مؤلف خلافت عباسیہ پر حملے کرنے کی ترغیب دلائی تھی (ص۴۴۶ تاریخ فاطمین مصر) پہلے تو عراق کے مقامات بصرہ و کوفہ وغیرہ پر اچانک حملے کر کے لوٹ کھسوٹ اور قتل و غارت گری کا ہنگامہ برپا کیا، پھر حاجیوں کے قافلوں پر پے در پے حملے کئے، بہت سے حاجیوں کو قتل کیا، ان کا مال و اسباب لوٹ لیا، کئی سالوں تک قرامطہ کے خوف و دہشت سے لوگ حج کو نہ جا سکے، پھر ۳۱۷ھ میں مکہ معظمہ پر وحشیانہ حملہ کیا جس کے حالات اکثر مورخین نے لکھے ہیں۔ یہاں اسماعیلی مؤلف کی عبارت نقل کرتا ہوں۔ وہ لکھتے ہیں کہ:۔

اب تک قرامطہ حاجیوں کے قافلوں کو لوٹا کرتے لیکن ۳۱۷ھ میں میں عراق سے بھاگ کر مکہ معظمہ پہنچے۔ اس سال منصور دیلمی حاجیوں کا سردار تھا۔ یہ ان لوگوں (حاجیوں) کو ساتھ لے کر بغداد سے مکہ روانہ ہوا، مکہ معظمہ میں عین "ترویہ" کے روز قرامطہ نے ان پر حملہ کر کے ان کا مال و اسباب لوٹ لیا۔ ان میں سے کئی آدمیوں کو (؟) خود بیت اللہ اور مسجد حرام میں قتل کیا۔ حجر اسود کو اس کی جگہ سے نکال کر اپنے مستقر ہجر کو لے گئے تاکہ اپنے شہر میں حج مقرر کریں (؟) ابن مہلب (؟) امیر مکہ نے کئی اشراف کو ساتھ

Marfat.com

لے کر یہ کوشش کی کہ قرامطہ اپنے کرتوت سے باز آئیں مگر انکی کوششیں ناکام ہوئیں (؟) اس کے بعد بیت اللہ کا دروازہ اور محراب اکھاڑے گئے مقتولوں کے چند لاشے زمزم کے کنوئیں میں پھینک دئے گئے اور چند بغیر غسل اور کفن کے مسجد حرام میں دفن کئے گئے اہل مکہ پر بھی مصیبتیں ڈھائی گئیں۔ اس حادثہ کی اطلاع جب مہدی کو قیروان میں پہنچی تو اس نے قرامطہ کے رہبر ابو طاہر (بن ابو سعید حسن بن بہرام جنابی۔م) کو بہت لعنت ملامت کی اور اسے لکھا۔

"تو نے کفر و الحاد کے الزام کو جو ہم پر لگایا جاتا ہے اپنے عمل سے ثابت کر دیا اگر تو حاجیوں کا لوٹا ہوا مال اور حجر اسود واپس نہ کرے گا تو ہم تجھ سے دنیا و آخرت میں بری ہو جائیں گے" مہدی کے بعد اسکے جانشین قائم نے بھی ایک خط ابو طاہر کو لکھا۔

ابو طاہر نے یہ کہہ کر واپس کیا کہ "ہم حکم ہی سے اسے لے گئے تھے اور حکم ہی سے واپس کرتے ہیں" تقریباً بائیس سال حجر اسود قرامطہ کے پاس رہا۔ (صفحہ ۴۴ تاریخ فاطمین مصر)

قرامطہ کے ان افعال قبیحہ اور اس حادثہ فاجعہ کو جملہ مورخین نے بیان کیا ہے، سماعیلی مؤلف بھی کلیتاً نظر انداز نہیں کر سکتے تھے لیکن اپنے فرقے کی ہم شاخ کی پاسداری کے جذبے ہی کا شاید یہ اثر ہو کہ وقوعہ کی شناعت سے گھٹا کر بیان کیا ہے۔ یہ واقعہ شیعی مورخ المسعودی کے اپنے زمانے کا نا اپنی مشہور تالیف التنبیہ والاشراف میں جو ۳۴۵ھ میں تالیف ہوئی تھی س حادثہ سے صرف ۲۸ سال بعد صراحتاً بیان کرتے ہیں کہ مسلم اُمت نفوس کا شمار تو حد و حساب سے باہر ہے جو مکہ سے بھاگ پڑے تھے اور ں کی وادیوں اور صحرا میں بھوک پیاس سے ہلاک ہوئے لیکن خود شہر مکہ تولین کی تعداد کم و بیش تیس ہزار نفوس کی اندازاً بیان کی گئی ہے (صفحہ ۳۸۶)

Marfat.com

مطبوعہ بیروت) جن میں سے حسب تصریح صاحب تاریخ الکعبۃ المعظمہ ایک ہزار سا
مرد و اناث مسجد الحرام میں قتل ہوئے، ان کی لاشوں کو چاہِ زمزم میں ڈال دیا
جو ان سے اٹ گیا تھا۔ اس تعداد کو اسماعیلی مؤلف نے "کئی آدمیوں" لکھ کر
سے ظاہر کیا ہے۔ امیر مکہ کا نام اور ان کا واقعہ بھی غلط لکھا ہے، امیر مکہ
اسماعیلی المعروف بابن مخلب مع اپنے اہل خاندان اور اپنے سپاہیوں
خونخوار قرمطیوں سے برسرپیکار ہو کر جاں بحق ہوئے فقاتلہ امیر مک
فقتلہ القرامطی وقتل اکثر اھل بیتہ واھل مکۃ وجن
(صلاح ۱۱ البدایۃ والنہایہ) یعنی امیر مکہ قرمطی (حملہ آوروں) سے
مگر قرمطیوں نے ان کو ان کے اکثر اہلِ خاندان اور مکہ کے باشندوں او
کو قتل کرا دیا۔ اسماعیلی مؤلف کا امیر مکہ کے بارے میں یہ قول مندرجہ با
کے اعتبار سے معناً کس درجہ غلط ہے کہ "ان امیر مکہ کی کوششیں ناکام
اسی طرح مؤلف مذکور نے بیت اللہ کے صرف "دروازے اور محراب"
بیان کیا ہے۔ مؤرخ المسعودی نیز دیگر مورخین نے تصریح کی ہے کہ قرمط
نے خانہ کعبہ کے انہدام کے سلسلہ میں چاہ زمزم کے قبے کو منہدم کر دیا۔ یہ
اکھاڑتے ہوئے جو قرمطی اوپر چڑھا تھا اوندھا گر کر ہلاک ہو گیا، دوسرا جرا
اکھاڑتے ہوئے کہتا جاتا تھا۔ ابن الطیر الابابیل؟ ابن الحج
مِن سجیل؟ (صلاح ۱۱ البدایۃ والنہایۃ) یعنی سورۂ الفیل میں یمن
عیسائی حکمراں ابرہہ کے انہدام کعبہ کے مقصد سے آنے اور اپنے ار
میں ناکام رہنے اور بحکم خداوندی اس پر وبار مسلط ہونے کا جو ذ
اس کا مذاق اڑا رہا تھا، خانہ کعبہ میں ایسی لوٹ کھسوٹ مچائی کہ
چاندی کی جالیاں، سونے چاندی کے قندیل اور جھاڑ فانوس،
پردے اور وہ تمام زیبائش کے قیمتی ساز و سامان جو خلفائے بنی
اور بنی عباسؒ نے اپنے اپنے عہد میں اس مقدس و متبرک مقام کی ز

Marfat.com

قیدت سے پیش کئے تھے۔ نیز آثار قدیمہ کی تمام باقیات اتنی مقدار میں لے
بقول ہم عصر مؤرخ المسعودی پچاس اونٹوں پر صرف یہی سامان بار کرایا
ا۔ (ص۳۸۶ التنبیہ والاشراف)

ظاہر ہے کہ ان افعال قبیحہ کے ارتکاب کا خیال بھی کسی کلمہ گو سے منسوب
یا جا سکتا مگر قرمطیوں کی نظر میں خانہ کعبہ اور بیت اللہ کے حج کی جو
قت تھی اس کا اندازہ انہی اسماعیلی مؤلف کی دوسری تصنیف "ہمارے
لی مذہب کی حقیقت اور اس کا نظام" کے مطالعہ سے بخوبی ہو سکتا ہے یہ
ی پریس حیدرآباد کی مطبوعہ اور ۲۶×۲۰ سائز کے (۶۷۰) صفحات پر
ل ہے، مقدمہ کتاب میں اسماعیلی مؤلف نے اس سوال کو اٹھاتے ہوئے کہ "ہمارا
لی مذہب کہاں تک اصول اسلام پر مبنی ہے" لکھا ہے کہ:۔

فروعات میں اختلاف ہونا خیر کوئی ایسی بات نہ تھی لیکن افسوس
ہے کہ اصول ہی کچھ ایسے ایجاد کئے جو اسلام کے اصول سے الگ
ہو گئے۔ اگر ہم یہ کہیں کہ مسلمان مورخین جنہیں ہم "اہل ظاہر"
کہتے ہیں ہمارے مذہب کے متعلق یہی رائے رکھتے ہیں کہ اسماعیلیت
کو اسلام سے کوئی تعلق نہیں تو ہمارے بھائی کہیں گے کہ یہ لوگ
تو ہمارے دشمن ہیں۔ ان کی رائے ضرور ہمارے خلاف ہوگی،
لیکن بڑے اچنبھے کی بات ہے کہ مستشرقین جو ہم دونوں سے بالکل
الگ ہیں، وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ اسماعیلیت اسلام سے علیحدہ
ہے (ص۲۔ مقدمہ کتاب)

آگے چل کر خود یہی اسماعیلی مؤلف فرماتے ہیں کہ ان کے گروہ کے نزدیک
ت اللہ سے مراد "امام الزماں اور ان کی طرف متوجہ ہونے سے ہے" اور
عبہ کا سات بار طواف کرنے سے مطلب "سات اماموں کی دوستی رکھنے
ن کے احکام کی پیروی کرنے سے ہے" وھمچناں دیگر تاویلات (ص۴۵۶

ایضاً ان عقائد کے ہوتے ہوئے کہ قرمطی حجر اسود کو اس غرض سے اکھاڑ کر لے گئے تھے کہ "اپنے شہر میں حج مقرر کریں" محض بے معنی ہے۔ قرامطہ تو عبیدیوں ہی کے اشارے پر اور ان ہی کے احکام کی تعمیل میں یہ سب حرکات خلافت کے استیصال اور ایرانی النسل عبیدیوں کے برسر اقتدار آنے کے مقصد سے کر رہے تھے۔

وکان هولاء القرامطة یراسلونه ویدعون إلیه و یترامون علیه ویقال انهم انما کانوا یفعلون ذلك سیاسة ودولة لا حقیقة له

(صبح الاعشیٰ ۱۱ البدایہ)

(عبیدی مہدی سے) یہ قرامطہ خط و کتابت رکھتے تھے اسی کی دعوت دیتے اور کہتے تھے کہ یہ سب کچھ سیاسی مقاصد سے اور سلطنت کے لئے کر رہے تھے۔ جس کی کوئی اصلیت نہ تھی۔

بغداد کے ترکی امیر الامرا بجکم نے پچاس ہزار دینار کی گراں قدر رقم حجر اسود کی واپسی کی غرض سے پیش کی مگر قرامطہ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ جب تک ہی حکم ہم کو نہ دیں گے جن کے حکم سے ہم لے گئے ہیں اسے واپس کریں

نحن اخذناه بامر فلانده الا بامر من اخذنه بامره

(صفحہ ۲۲۳ ایضاً) ان کے اس قول سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عبیدی مہدی ہی کے حکم سے اس فعل کا ارتکاب کیا گیا تھا۔ تخریب مذہب کے جذبے کے علاوہ نسلی عصبیت بھی کارفرما تھی۔ قرامطہ کے اکثر و بیشتر لیڈر ایرانی نسل کے تھے۔ مورخ المسعودی جو قرمطی لیڈر ابو سعید حسن بہرام جنابی کے ہم زمانہ تھے، اس کے بارے میں یہ کرتے ہیں کہ شاہانِ ایران کے خاندان سے اس کو نسبت تھی اور ان سے اس کا میل ملاپ رہا تھا۔ بالفاظ دیگر ان کے باقی ماندہ اخلاف سے اس کے روابط قائم تھے۔ "اصحاب الغرب" یعنی عبیدیان افریقہ اور یمن کے قرامطہ کا ذکر کرتے ہوئے المسعودی یہ الفاظ لکھتے ہیں۔

واخبار ابی سعید الحسن بن بهرام الجنابی ونسبته واتصال

ملوک فارس ومکانہ من ھذہ (ص۳۹۲ التنبیہ والاشراف
مطبوعہ بریل ۱۸۹۴ء) جو کوئی ایرانی اس زمانے میں سیاسی اقتدار
حاصل کرنے کی جدوجہد کرتا قرامطہ سے ساز باز اور روابط و میل ملاپ پیدا کرتا چنانچہ
ایک ایرانی مرداویج نے بھی قرامطہ کے سردار کے ساتھ اسی مقصد سے تعلقات
قائم کئے کہ عربوں کے ہاتھ سے سیاسی اقتدار چھین کر ایرانی و عجمی سلطنت قائم
کرے۔ اس کے بارے میں علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے وانہ ممالئی لصاحب
البحرین امیر القرامطۃ وقد اتفقا علی رد الدولۃ من
العرب الی العجم ص۱۷۸ ج ۱۱ البدایہ والنہایہ اور اس مرداویج نے
بحرین کے حاکم و سردار قرامطہ سے تعلقات قائم کئے اور یہ دونوں اس بات پر
متفق ہو گئے کہ عربوں کے ہاتھ سے حکومت نکال کر عجمیوں کی طرف لوٹائیں
یہ وہ زمانہ تھا جب اکثر صوبوں کے گورنروں کے مطلق العنان ہو جانے سے
مرکزی حکومت کمزور پڑ گئی تھی۔ تاہم قرامطہ کی لوٹ مار، قتل و غارت گری،
خانہ کعبہ کی بے حرمتی، حاجیوں کے قافلوں کے دردناک قتل کے واقعات نے
عالم اسلامی میں سخت اضطرابی کیفیت پیدا کر دی تھی۔ بقول جسٹس امیر علی۔
قرامطہ کے جرائم کا پیالہ لبریز ہو گیا تھا۔ ہر چہار طرف کے مسلمان ان دشمنان انسانیت
کے استیصال پر متحد ہو گئے اور پندرہ برس کے خونریز قتال و جدال کے بعد اس
ملعون گروہ کا قلع قمع کر دیا گیا۔" (ص۲۹۸ ہسٹری آف سیریسنز) تاریخ فاطمین مصر
کے اسمٰعیلی مؤلف بھی لکھتے ہیں کہ "بالآخر (خلیفہ) مقتدر (باللہ عباسیؒ) نے دو
فوجی سردار ہارون بن غریب اور صافی کو بصرہ کی طرف روانہ کیا۔ انہوں نے
قرامطہ کو زبردست شکست دی۔ اس کے بعد عراق میں پھر قرامطہ نے سر نہ اٹھایا۔
(ص۴۴۷) عراق و بحرین میں قرامطہ کے استیصال کے بعد اس گروہ کے کچھ افراد
خلافت عباسیہ کے بعید اور دور دست مقامات سندھ وغیرہ میں پناہ گزین
ہوئے۔ رفتہ رفتہ یہاں بھی کچھ سیاسی قوت بہم پہنچائی۔ امیر المؤمنین القادر

باللہ عباسیؒ کے زیر ہدایت سلطان محمود غزنویؒ نے ان کی سیاسی قوت کا خاتمہ کر دیا لیکن یہ لوگ پھر بھی اپنی دعوت خفیہ چلاتے رہے۔

بصرہ اور بحرین کے علاوہ یمن کے بعض مقامات پر بھی قرامطہ کے داعیوں نے سیاسی اقتدار حاصل کر لیا تھا، مگر ان میں سے اکثر کی اخلاقی حالت حد درجہ گری ہوئی تھی۔ کتاب السلوک کے مؤلف قاضی ابو عبید اللہ بہاؤ الدین بن یوسف بن یعقوب الجندی نے فقیہہ ابو عبد اللہ محمد بن مالک کے بیان کردہ چشم دید حالات لکھے ہیں۔ ابو عبد اللہ محمد بن مالک فقہائے یمن میں سے مسلکاً سنی حنفی تھے۔ اسمٰعیلی داعی علی بن محمد الصلیحی کے ایام میں اس غرض و مقصد سے اس فرقہ میں شامل ہو گئے تھے کہ ان کے اندرونی اور اصلی حالات کی تحقیق کریں جب اصل حالات اپنی آنکھوں دیکھ لئے رجوع کیا اور ایک رسالہ تالیف کیا فلما تحقق فسادہ رجع عنہ وعمل رسالۃ مشہورۃ (ضمن اخبار القرامطہ بالیمن) ان کے بیان سے بھی ولندیزی اسکالر (دے خوئے) کے قول کی تائید مزید ہوتی ہے کہ جن سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے یہ تحریک چلائی گئی تھی اس کی کامیابی کی غرض سے مختلف النوع عناصر کو شامل کیا گیا اور ہر قماش کے لوگوں سے کام لیا گیا۔ حتیٰ کہ آوارگی کو بے قیدی سے چھوٹ دیدی گئی۔ رسالہ میں قرامطہ کے ایک داعی کی بہیمانہ حرکات کو تفصیلاً بیان کیا ہے یہاں صرف ایک فقرے کے نقل کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ لکھتے ہیں کہ۔

وانھمک فی المذیخرۃ علی تحلیل محرمات الشریعۃ وابا حۃ محظوراتھا وعمل بھا دارًا واسعۃ یجمع فیھا اھل مذھبہ نساء ورجالا متنزینین متطیبین ویوقد بینھم	اور (قرمطی داعی نے) مقام مذیخرہ میں محرمات شرعی کو حلال کر دیا ممنوعات شریعہ کی کھلی آزادی دے دی، ایک وسیع مکان بھی بنوایا جس میں مرد کے اہلِ مذہب عورتوں مردوں کا اجتماع ہوتا اور یہ سب آراستہ

Marfat.com

شمع ساعة ويتحادثون بها باطيب الحديث واطربه ثم يطفي الشمع ويضع كل منهم يده على امراءة الى اخره)

ہو کر خوشبوئیں لگا کر آتے شمع ان کے درمیان روشن ہوتی۔ دلآویز طور سے باتیں اور خوش فعلیاں کرتے پھر شمع بجھا دی جاتی اور ہر شخص کسی عورت پر ہاتھ ڈالتا۔

(ص۱۴۷ اخبار القرامطہ بالیمن مطبوعہ لندن ۱۳۰۹ء)

علامہ ابن کثیر نے بھی یہ بیان کرتے ہوئے کہ ۲۷۸ھ میں قرامطہ حرکت میں آئے لکھا ہے کہ یہ فرقہ زندیقوں اور ملحدوں کا ہے جو ایرانی فلاسفہ کا اتباع کرتے ہیں اور زردشت و مزدک کی نبوت کا اعتقاد رکھتے ہیں، محرمات کو حلال جانتے ہیں۔ ان کو باطنیہ، اسماعیلیہ، سبعیہ اور بابکیہ و خرمیہ وغیرہ ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے۔ آخر میں لکھتے ہیں کہ۔

وقد بقي من البابكية جماعة يقال انهم يجتمعون في كل سنة ليلة هم ونساءهم ثم يطفئون المصباح وينتهبون النساء فمن وقعت يده في امراة حلت له

(ص۶۲ ج۱۱ البدایہ والنہایۃ)

بابکیہ میں سے ایک جماعت اب تک باقی ہے کہا جاتا ہے کہ ان کے یہاں مرد و عورت کا سالانہ اجتماع شب میں ہوتا ہے پھر چراغ و شمع بجھا دی جاتی ہے۔ عورت پر ہاتھ ڈالتے ہیں اور جس کا جس عورت پر ہاتھ پڑ جائے وہ اس کیلئے حلال ہو جاتی ہے۔

ان داعیوں میں سے ایک نے نبوت کا بھی دعویٰ کیا تھا۔ اس کے چند شعر بھی مؤلف موصوف نے نقل کئے ہیں جو کفریات و خرافات سے مملو ہیں۔ بالآخر مرکزی حکومت نے فوج بھیج کر یمن کے صوبہ سے بھی قرمطیوں کے تسلط کا خاتمہ کرایا، اس فوج کے سردار ایک ہاشمی تھے جن کو خلیفہ بغداد نے مامور کیا تھا۔ ان قدامہ بارسال من صاحب بغداد (ص۱۴۸ اخبار القرامطہ)

Marfat.com

مغربی افریقہ میں دعوت کا اجراء

دعوت عبیدیہ کا ایک پُرجوش داعی ابوعبداللہ الشیعی تھا وہ یمن میں قرامطہ کے استیصال سے کچھ مدت پہلے مصر ہوتا ہوا شمال مغربی افریقہ کے بربری قبائل میں تبلیغ دعوت کے لئے طرح طرح کی صعوبتیں اٹھا کر جا پہنچا وہ سادہ زندگی بسر کرتا، موٹے کپڑے پہنتا اور ہمیشہ عبادت میں مشغول رہتا۔ (ص ۶۷ تاریخ فاطمین مصر) اس کے ظاہری زہد و تقشف کا اثر ان بربری قبائل پر جن کی خصوصیات میں بقول مؤلف تاریخ فاطمین "باطل پرستی"، توہمات میں انہماک اور سرعت قبول شامل تھے" خاص طور سے بڑھتا گیا۔ غرضیکہ ۲۸۰ھ میں داعی ابوعبداللہ الشیعی اپنے بڑے بھائی ابوالعباس کے ساتھ بربری قبائل میں اپنی تحریک کو جاری کرنے اور پندرہ سولہ برس کی مسلسل جدوجہد کے بعد سیاسی اقتدار حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ ۲۹۶ھ میں اس نے میمون القداح کے پوتے کو جس کا نام و نسب بعض مورخین نے حسین بن احمد یا احمد بن عبیداللہ بن میمون القداح لکھا ہے۔ ملک شام سے بلوا کر مقام سجلماسہ (مغربی افریقہ) میں عبیداللہ المہدی کی حیثیت سے ظاہر کیا۔ لیکن تھوڑے عرصہ بعد ابوعبداللہ الشیعی اس سے منحرف ہو کر بغاوت پر آمادہ ہوگیا اور بقول اسمٰعیلی مؤلف اس نے بربری سرداروں کے روبرو اپنے شبہات اس طرح سے ظاہر کئے۔

"اس مہدی کے افعال اس مہدی کی مانند نہیں ہیں جس کی طرف میں دعوت کرتا تھا مجھے غلط فہمی ہوگئی ہے اور میں نے ابراہیم خلیل اللہ کی طرح دھوکا کھایا ہے۔ جب انھوں نے تارے دیکھ کر کہا تھا کہ یہ میرا رب ہے اس لئے مجھ پر اور تم پر فرض ہے کہ ہم انکا امتحان لیں اور ان سے ایسے اوصاف طلب کریں۔ جنہیں نسب دان امام میں ہونا ضروری سمجھتے ہیں (ص ۱۹۲ ہمارے اسمٰعیلی مذہب

کی حقیقت اور اس کا نظام مؤلفہ ڈاکٹر زاہد علی)

ابو عبداللہ الشیعی، اس کے بھائی ابو عباس اور ان کے ساتھیوں کی یہ بغاوت ناکام رہی۔ عبیداللہ مہدی نے ان دونوں کو اور ان کے بعض ساتھیوں کو قتل کرا کے قبیلہ کتامہ وغیرہ کی مدد سے اپنے سیاسی اقتدار کی بنیاد مستحکم کی۔ اور اس طرح عبیداللہ بن میمون القداح کی تحریک نے بالآخر اس حکومت و سلطنت کی شکل اختیار کی جو ابتداءً مغربی افریقہ میں اور بعد ازاں مصر میں اسلامی خلافت کے حریف کی حیثیت سے "خلافت فاطمیہ" اور "دعوت فاطمیہ" سے موسوم کی گئی۔

دعوتِ فاطمیہ عبیدیہ

یہ دعوت "فاطمیہ" جو برعکس نہند نام زنگی کافور کے مصداق اصل و حقیقت کے اعتبار سے دعوتِ عبیدیہ" اور مقصد و غرض کے لحاظ سے عربوں کے سیاسی اقتدار و حکومت اسلامی کے مقابلہ میں جیسا کہ تفصیلاً بیان ہو چکا ایک زبردست تحریک تھی، بڑی منظم، منضبط، ہمہ گیر اور دور رس، واقعات کا مورخانہ تجزیہ کیا جائے تو صاف ہویدا ہو جاتا ہے کہ صحیح النسب فاطمیوں سے اسے کوئی تعلق نہ تھا "فاطمیت" و "مہدیت" "اسماعیلیت" و "امامت" کی اصطلاحیں جن مقاصد سے اختیار کی گئیں ان کا قدرے اندازہ ان عجیب و غریب عقائد سے ہوگا جو اسماعیلی مؤلف ڈاکٹر زاہد علی کی تالیف "ہمارے اسمٰعیلی مذہب کی حقیقت اور اس کا نظام" مطبوعہ نامی پریس حیدرآباد دکن میں شرح و بسط سے بیان کئے گئے ہیں۔ چند فقرات ملاحظہ ہوں۔

"آنحضرت صلعم کے دادا مولانا عبدالمطلب حضرت ابراہیم کی ذریت سے ہیں۔ آپ بھی حضرت ابراہیم کی طرح حضرت عیسیٰ کے دور میں مستقر امام تھے۔ یعنی آپ میں نبوت، رسالت، وصایت اور

امامت چاروں مراتب جمع تھے، آپ نے اپنے دو فرزندوں مولانا عبداللہ اور مولانا ابو طالب کو خدا کے امر و وحی سے الگ الگ رتبے دیئے۔ پہلے کو نبوت و رسالت کے رتبے دے کر ظاہری دعوت کا مدبر بنایا اور دوسرے کو وصایت و امامت کا درجہ دے کر باطنی دعوت کا رئیس مقرر کیا۔ مولانا عبداللہ کے انتقال کے وقت آنحضرت صلعم پیدا نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے مولانا عبدالمطلب نے اپنے فرزند مولانا ابو طالب پر نص کر کے انہیں آنحضرت صلعم کا کفیل بنایا۔ مولانا ابو طالب نے نبوت و رسالت کا رتبہ آنحضرت صلعم کو اور وصایت و امامت کا درجہ مولانا علی کو دیا۔ (ص ۶۳ و ص ۶۴)

اوپر کے بیانات سے واضح ہے کہ مولانا ابو طالب چار عظیم الشان مراتب یعنی نبوت، رسالت، وصایت اور امامت کے مالک تھے۔ آپ ہی زمانہ ستر و تقیہ کے آخری امام تھے جنہوں نے آنحضرت صلعم کو قائم کیا۔ گویا آپ ہمارے اصول کے مطابق آنحضرت صلعم کے "رب" تھے۔ (ص ۶۵)

آنحضرت کو مولانا ابو طالب نے قائم کیا۔ یعنی آپ کو نبوت و رسالت کے رتبے سے سرفراز کر کے وصایت و امامت کے رتبے کے متعلق مولانا علی کا کفیل بنایا، جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے آپنے اپنی زندگی میں ظاہری شریعت کی تبلیغ کی اور باطنی شریعت کے لئے مولانا علی کو قائم کیا۔ آپ کے اور مولانا علی کے مراتب میں ہمارے داعیوں میں بڑا اختلاف ہے۔ (ص ۷۰)

رسالت و امامت کے اعتقاد کے متعلق ہم میں تین گروہ ہیں ایک گروہ کہتا ہے کہ مولانا علی اور آپ کی نسل سے جتنے ائمہ ہوئے سب

Marfat.com

انبیاء مرسلین سے جن میں آنحضرت بھی شامل ہیں چار درجے افضل
ہیں۔ اس جماعت کو تقدیم حاصل ہے (ص ۷۴)
دوسرا گروہ متاخرین داعیوں کا یہ کہتا ہے کہ آنحضرت صلعم مولانا
علی سے افضل ہیں۔ (ص ۷۵)
تیسرا گروہ ستر کے داعیوں کا۔ یہ کہتا ہے کہ آنحضرت صلعم اور
مولانا علی دونوں مساوی ہیں، ایک کو دوسرے پر کوئی فضیلت
نہیں ہے۔ ایک کو دوسرے سے افضل سمجھنے والا ملعون ہے (ص ۷۵)
ہمارے اکثر اثناء عشری بھائیوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ مولانا علی
آنحضرت سے افضل ہیں میرے ایک اثنا عشری عزیز دوست کے
قول پر غور کیجئے۔
دستِ احمد نے کیا ہے اپنے بازو کو بلند
جب تو اونچا ہے نبوت سے امامت کا وقار (ص ۷۶)

اسلامی معتقدات ہی سے نہیں تاریخی واقعات سے بھی ان "عقائد" کی پوری تکذیب ہوتی ہے جن سیاسی مقاصد سے یہ "عقائد" وضع ہوئے ان کے اعتبار سے نیز تاریخ سے ثابت ہے کہ دعوت "فاطمیہ" و "مہدیہ" و "دروزیہ" وغیرہ کے پیرو اگرچہ مختلف النوع ہیں، مگر سب اس بات پر متفق ہیں کہ بعثت نبویہ کے وقت ہی سے یہ دعوت جاری ہے۔ اس دعوت کے جن اصول پر اس کے سب داعی اتفاق کرتے ہیں اور اختلاف الفاظ کے ساتھ جو ایک ہی سی باتیں یہ سب لوگ کہتے ہیں وہ مختصراً یہ ہیں کہ۔

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی غایت ہی یہ تھی کہ آپ کے بعد آپ کی امامت حضرت علی رض کو ملے اور ان کے بعد ان کے سولہ یا اٹھارہ فرزندوں میں سے صرف حسنین اور ان کے اخلاف کو ایک مختصر سا گروہ البتہ حضرت محمد بن علی رض (الحنفیہ) کی امامت

کا مدعی ہوا تھا۔

(۲) منصب امامت منصب نبوت سے افضل ہے یعنی محمد الامام محمد النبی سے افضل ہیں؟

(۳) ائمہ سب یکساں حیثیت رکھتے ہیں اور سب میں عینیت تامہ ہے۔ یعنی مثلاً اثنا عشریہ کے نزدیک حضرت علی اور حضرت حسین ہی نہیں بلکہ محمد الجود حسن العسکری بھی "محمد النبی" سے افضل اور "محمد الامام" کے ہم پلہ ہیں۔ اسماعیلہ کے نزدیک یہی حیثیت الحاکم اور المعز کی ہے۔ صغیرنا و کبیرنا سواء (ہمارے چھوٹے بڑے سب برابر ہیں)

(۴) امام چونکہ ناطق ہے یعنی بولنے والا اس لئے وہ کتاب (قرآن) سے بالا ہے کیونکہ کتاب صامت ہے یعنی خاموش۔ کتاب کو امام پر حکم نہیں کہا جا سکتا۔ امام کتاب پر حکم ہے اور اسے یہ حق پہنچتا ہے کہ جس چیز کو چاہے حلال قرار دے اور جس چیز کو چاہے حرام یحلّون مایشاؤن و یحرمون مایشاؤن (جس چیز کو چاہیں حلال قرار دیں اور جسے چاہیں حرام کہیں)

(۵) امام کا تقرر منجانب اللہ ہوتا ہے اور بذریعہ وحی اس بارے میں کسی کو یا رائے دہ زدن نہیں۔ اسماعیلہ کا اس خصوص جو عقیدہ ہے وہ پہلے بیان ہو چکا۔

امامت کے اس اساسی تصور کے علاوہ اور بھی بہت سی باتیں ہیں جو مختلف فرقوں میں قدرے مختلف ہیں، چونکہ تحریک اور دعوت کا محور یہی تصور ہے اس لئے اسی کے بیان پر یہاں اکتفا کیا جاتا ہے۔ مگر یہ نہ سمجھا جائے کہ اس اساس پر سب کے مجتمع ہونے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان کے یہاں امامت کا کوئی ایسا سلسلہ بھی ہے جس پر سب کو اتفاق ہو۔ حضرت حسینؓ کے بعد انکا کوئی امام متفق علیہ

Marfat.com

ہیں۔ ہر فرقے کے ہاں ائمہ کا الگ سلسلہ ہے اور سب لوگ اپنے اپنے اماموں ہی
ہی صفات بیان کرتے ہیں جو اوپر بیان ہوئیں۔ اختلاف جو ہے وہ ان صفات
سے موصوف ائمہ کے تعین میں ہے۔ تعیین کا اختلاف بھی اجتہادی نہیں کہ
باہم رواداری کی گنجائش ہو بلکہ ہر سلسلے کے متبع اپنے سلسلہ امامت کے
علاوہ باقی سب سلاسل کو باطل قرار دے کر ان کے ائمہ کی تکذیب کرتے ہیں
یعنی ایک فرقہ کے نزدیک اگر "امام معصوم" اور "ناطق الوحی" علی بن
حسینؓ (زین العابدین) ہیں تو دوسرے کے نزدیک یہ منصب محمد بن علیؓ
(الحنفیہ) کا ہے۔ پھر ایک ہی سلسلہ کا ایک فرقہ اگر اپنے متفق علیہ امام یعنی جعفر
(الصادق) کے بعد موسیٰ (الکاظم) کو "امام معصوم" کہتا ہے تو دوسرا
ان کے بھائی اسمٰعیل کو جن کا انتقال کہا جاتا ہے کہ اپنے والد ماجد کی زندگی
میں ہو گیا تھا یا بروایت دیگر جن کو کسی لغزش کی بنا پر ان کے پدر بزرگوار نے
الگ کر دیا تھا غرض کہ اس طرح گویا اولاد علیؓ کی مختلف شاخوں کو ان لوگوں نے
باہم تقسیم کر رکھا ہے۔ اس ادعا کے ساتھ کہ وحی الٰہی کے تحت صرف انہی کے ائمہ کا
تقرر ہوا ہے باقی سب مدعیانِ امامت خود ساختہ ہیں۔ محمد بن علیؓ (الحنفیہ)
کی امامت کے قائل کیسانیہ کہلاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان میں اور ان کے
بھتیجے علی بن الحسینؓ (زین العابدین) میں جب منصب امامت کے بارے میں
اختلاف ہوا تو قرار پایا کہ حجر اسود جس کی امامت کی شہادت دے وہی امام
ہو۔ محمد الحنفیہؒ کے سوال پر حجر اسود خاموش رہا۔ لیکن حضرت علی بن الحسینؓ
کے سوال پر حجر اسود میں حرکت پیدا ہوئی اور فصیح عربی میں آواز آئی کہ امامت
کا حق علی بن الحسینؓ کا ہے۔ ویسے اندرونی طور پر اپنے اپنے ائمہ کے بارے
میں غلو کا یہ عالم ہے کہ نہ نبوت و رسالت کوئی چیز رہتی ہے اور نہ کتاب
و سنت دو سلسلوں کے متفق علیہ امام جناب جعفر (الصادق) کی بابت
ان بڑے اور چھوٹے فرقوں کے تصورات کو ایک صاحب نے ذیل

Marfat.com

کے عربی اشعار میں ظاہر کیا ہے ؎

الم تران الرافضین تفرقوا
وکلھم فی جعفر قال منکرًا
فمنھم طائف قالوا امام ومنھم
طوائف سمتہ النبی المطھرا
عجبا لہ تقضہ جلد جفرھم
برئت الی الرحمٰن ممن
بجفرا

کیا تم نہیں دیکھتے کہ رافضیوں میں کیسا اختلاف ہے۔ وہ سب کے سب جعفر کے بارے میں کوئی نہ کوئی بری بات کہتے ہیں۔ ان میں ایک فرقہ کہتا ہے کہ وہ "امام" ہیں۔ اور ایسے فرقے بھی ہیں جو انہیں "نبی پاک" کہتے ہیں۔ عجب بات ہے کہ ان کے جفر کی جلد نے انہیں کوئی فیصلہ کن بات نہیں بتائی۔ میں اللہ کی جناب میں ان لوگوں کی برأت کا اظہار کرتا ہوں جو جفر پر اعتماد کرتے ہیں [1]

حضرت علیؓ اور ان کی وہ اولاد جن کے بارے میں غلو کیا جاتا ہے سب تاریخی ہستیاں ہیں۔ ان میں سے ایک ایک کے حالات و عقائد و اعمال سے یہ امت واقف ہے ان کے سیاسی مواقف بھی سب الم نشرح ہیں۔ ان میں سے بہت سے بزرگواروں کو ہم ثباتِ قلب میں رفیع المنزلت اور آلائشِ سوء اعتقاد ہی سے نہیں بلکہ فسق و فجور تک کے شوائب سے مبرا دیکھتے ہیں بعض نے سیاسی غلطیاں کیں، بعض کی صحیح تدبیریں الٹی پڑ گئیں۔ بعض نے اپنے اجتہاد کی غلطی سے ٹھوکر کھائی اور بعض میں کچھ بشری کمزوریاں بھی نظر آتی ہیں، لیکن ان میں سے کسی کے اندر ایسی بات نہیں ملتی جس سے ان کے سوء اعتقادی

---

[1] جفر غیب کا علم معلوم کرنے کا ایک طریقہ بتایا جاتا ہے کہتے ہیں کہ یہ علم جناب جعفر (الصادقؒ) پر نازل ہوا۔ چمڑے پر لکھا ہوا تھا۔

Marfat.com

بادعوت محمدیہ کے ساتھ بے وفائی کا شائبہ بھی نظر آئے، ان میں اکثر کے تقوی و
عدالت، علوم دینیہ میں ان کی دستگاہ سب سے یہ امت واقف ہے، اس لئے
ان کی تعظیم و تکریم اور ان سے محبت کی جاتی ہے۔

نبوت و امامت کے بارے میں حقائق تاریخی اور واقعات حقیقی کا مزید
جائزہ لینے سے پہلے اُمّت محمدیہ کو اس سوال پر غور کرنے دعوت دی جاتی ہے کہ
اگر منصب امامت کو منصب نبوت سے افضل مان کر امام کے تقرر کو وحی الہٰی
پر منحصر لکھا جائے تو ظاہر ہے کہ "وحی امامت" کو "وحی نبوت" سے افضل ماننا
ہوگا۔ وحی نبوت کی شان ہمیں یہ نظر آتی ہے کہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام
ایک دوسرے کے مصدّق ہیں اور سب پر باہمی توثیق فرض ہے۔

اذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اٰتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتومنن بہ ولتنصرنہ قال اأقررتم واخذتم علی ذلکم اصری قالوا اقررنا قال فاشھدوا وانا معکم من الشاھدین (۲ - ۸۰)	اور جب خدائے تعالےٰ نے تمام انبیاء سے یہ عہد لیا تھا کہ جس وقت میں تم کو کتاب اور حکمت عطا فرماؤں اور پھر تمہارے پاس ایک ایسا رسول آئے جو اس چیز کی تصدیق کرتا ہو جو تمہارے پاس ہے تو تم یقیناً اس پر ایمان لاؤ گے اور اس کی مدد کرو گے پھر فرمایا کہ اس کا اقرار کرتے ہو اور میری عائد کردہ ذمّہ داریاں تمہیں منظور ہیں؟ انہوں نے عرض کیا ہم اقرار کرتے ہیں۔ فرمایا پھر گواہ رہو۔ میں بھی تمہارے ساتھ گواہ میں شامل ہوں۔

نبوت صادقہ کی شناخت ہی یہ ہے کہ وہ انبیاء عصر و ماسبق و مابعد کی تصدیق
پر مبنی ہو، اگر ایک وقت میں کئی نبی ہوں جیسے یحییٰ و حضرت عیسیٰ علیہما السلام تو وہ
بھی سب ایک دوسرے کی تصدیق کے مکلّف ہیں اور واقعی وہ ایک دوسرے
کے مصدق تھے، یہ اس لئے کہ وحی الہٰی کا منبع ایک ہی ہے اور ایک وقت میں جتنے

Marfat.com

نبی ہوتے ہیں ان سب کا دائرہ عمل اور مقصد بعثت بھی ایک ہی ہوتا ہے۔

واضرب لھم مثلا اصحب القریۃ اذ جاءھا المرسلون اذ ارسلنا الیھم اثنین فکذبوھما فعززنا بثلث فقالوا انا الیکم مرسلون (۳۶-۱۳)

اور ان کے سامنے اس بستی کی مثال پیش کیجئے جہاں پیغمبر آئے تھے، جب ہم نے ان کی طرف دو کو بھیجا تو انہوں نے انہیں جھٹلایا تب ہم نے ایک تیسرے سے انکی وقت بڑھائی اور ان سب نے مل کر کہا، ہم تمہاری طرف پیغام دے کر بھیجے گئے ہیں۔

پس اگر "وحی امامت" کا صیغہ بھی ایک ہی ہے تو وحی نبوت کے مقابلے میں اس کی یہ فضیلت کیسی کہ "ہر امام" دوسرے امام یا ائمہ کا مکذب اور ان کی دعوت کا مبطل ہے اور ایک ہی امام پر یہ کیسی وحی آتی ہے کہ وہ فیصلہ نہیں کر سکتا کہ اس کا گزرا ہوا بیٹا امام بنایا گیا ہے یا وہ جو زندہ ہے اور اگر بالفرض یہ تسلیم کر لیا جائے کہ ان میں سے واقعی فلاں سلسلہ حق ہے اور فلاں باطل تب بھی منصب نبوت کی اس شان سے مقابلہ کرنا ہوگا کہ انبیاء علیہم السلام کے ہاں ارتقائی درجات ہیں۔ ایک نبی مرسل کے بعد اس کی دعوت کی مدت پوری ہونے پر جب دوسرا نبی مرسل ملعوث ہوتا ہے تو پہلے کی تصدیق کے ساتھ ساتھ وہ اس سے بہتر نظام حیات اور وسیع تر دائرہ عمل لے کر آتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ محمد النبی صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام ارتقائی منازل کس طرح پوری ہوئیں اور خاتم النبیین بنا کر اعلان کر دیا گیا

وتمت کلمت ربک صدقا وعدلا لا مبدل لکلمٰتہ

اور تیرے رب کے کلمات پورے ہو گئے سچائی اور انصاف کے ساتھ اب کوئی نہیں جو اس کے کلمات میں تبدیلی کر سکے۔

گویا حتمی طور پر طے ہو گیا کہ وحی نبوت ختم ہو چکی اور اس وحی کے تحت جو کتاب نازل ہوئی ہے وہ آخری کتاب ہے۔ اب نہ کوئی نئی کتاب آئے گی اور نہ کسی کی یہ حیثیت اور طاقت ہے کہ اس کتاب کے کلمات میں کچھ تغیر و تبدل

- ایسی ہر کوشش ناکام رہے گی -

کتٰب عزیزلا یاتیه الباطل
ین یدایه ولا من خلفه
ل من حکیمٍ حمیدٍ (۴۱-۴۲)

یہی ہے وہ سب پر غالب آجانے
والی کتاب کہ باطل نہ اس کے سامنے
سے آسکتا ہے اور نہ پیچھے سے - کیونکہ یہ
اس ذات کی نازل فرمائی ہوئی ہے
جو بڑی حکمت والا ہے اور مستحق
ہر ستائش -

لے ساتھ یہ فرمان خداوندی ہے کہ :-

ن لبشر ان یوتیه اللّٰه
ب والحکم والنبوة ثم
ل للناس کونوا عبادًا لی
دون اللّٰه ولکن کونوا
نیین بما کنتم تعلمون
ب وبما کنتم تدرسون (۷۹:۳)

کسی انسان کی یہ حیثیت نہیں کہ اللہ اسے
کتاب اور حکمت اور نبوت عطا فرمائے
اور وہ لوگوں سے یوں کہے کہ تم احکام خداوندی
کے بجائے میرے احکام کی پیروی کرو -
البتہ یہ کہتا ہے کہ تم علوم الٰہیہ کے حامل
بنو اس لئے کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور
اس لئے کہ تم (علوم کا) درس لیتے ہو -

اس آیت میں ہر اس شخص کی نفی مطلق ہے جو اللہ کی کتاب سے ہٹ کر اپنی
محض اس لئے منوانی چاہے کہ اس کی ہے - یہ حیثیت کسی انسان کی نہیں
ممکن کہ کتاب اللہ پر حکم بن سکے، ہر شخص کو کتاب کی پیروی کرنی ہوگی - کتاب کا
مون بھی ظاہر آیت کے منافی بیان کیا جائے گا وہ مردود ہوگا -

"وحی نبوت" کے مقابلے میں "وحی امامت" کی یہ بات قابل دید ہے کہ
ئمہ" کے لائحہ عمل اور طریق کار میں کوئی ارتقائی شان نظر نہیں آتی - اثنا عشریہ
سن العسکری اور اسماعیلیہ کے العاضد کو کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے
ے سلسلوں کے ائمہ ماسبق سے زیادہ ترقی یافتہ "امامت" کے حامل تھے، ہمیں
ن ظاہر بین نگاہوں سے سوائے جمود محض کے اور کچھ نہیں ملتا - البتہ اگر ایک

سلسلے کی تخریبی کارروائیوں کے مقابلے میں دوسرے سلسلے کی تخریبی کارروائیوں
اختلاف کا نام ارتقار رکھا جائے اور یہ نام لے کر اُمّت مسلمہ پر جو آفتیں ڈھائی
ہیں انہی کو برکات "امامت" سمجھا جائے تو دوسری بات ہے۔

اس نظری استدلال کے بعد ہم اُمّت محمدیہ کو یہ دریافت کرنے پر
کرتے ہیں کہ آیا آل علیؓ کی مختلف شاخوں میں اور ایک ہی شاخ کے مختلف
میں کوئی رابطہ تھا یا نہیں۔ اگر تھا تو وہ ایک دوسرے کے احوال سے واقف
یا ناواقف۔ اگر واقف تھے جیسا کہ اضطراراً ہر شخص سمجھنے پر مجبور ہے تو یہ با
کیا ہے کہ علی بن الحسین (زین العابدینؒ) کو اپنے عم بزرگوار حضرت محمد الحنفیہ
علی بن ابی طالب کا اور تو سب حال معلوم تھا مگر یہ نہیں جانتے تھے کہ وہ اپنے
کو "امام معصوم" کہتے ہیں اور "زندہ جاوید" سمجھتے ہیں، اور مدعی ہیں کہ
موت نہیں آئے گی بلکہ قیامت تک وہی امامت کریں گے۔ علی بن الحسین
خیر اپنی جگہ ہیں خود ابو ہاشم عبداللہ بن محمد بن علیؓ کو کیا ہوا کہ باپ کی "امامت"
کے قیامت تک ممتد ہونے کے باوجود خود "امامت" کا دعوے کر بیٹھے اور
باپ کی تمام صفات کا موصوف اپنے آپ کو بنا لیا، اور یہ سب کام ایسے
چپلتے ہو گیا کہ کسی اور ہاشمی کو خبر تک نہ ہوئی۔

پھر جعفر (الصادق) نے کہا جاتا ہے جب اپنے زندہ فرزند موسیٰ (الکاظم)
کو امامت سپرد کی تو انہیں یہ معلوم تھا یا نہیں کہ ان کے پوتے محمد بن اسمٰعیل
بن جعفر اپنے چچا کی امامت تسلیم نہیں کرتے اور اپنے باپ کی امامت برقرار
رہنے کے مدعی ہیں، اور ان کو اپنے چچا کی مخالفت میں اتنا غلو ہوا کہ خلیفہ وقت
سے ان کی مخبری اور جاسوسی کرتے رہے، اگر معلوم تھا تو انہوں نے کیا کارروائی
کی اگر انہوں نے نہیں کی تھی تو موسیٰ (الکاظم) نے اس سلسلے میں کیا گیا۔ اور جب
محمد بن علی عبداللہ بن عباسؓ نے یہ دعوے کیا کہ ابو ہاشم کے بعد امامت
کی طرف منتقل ہوئی ہے تو تمام سادات آل ابیت خاموش بیٹھے رہے
کسی طرف سے احتجاج نہیں ہوا اور نہ تصدیق کا کسی طرف سے سراغ ملتا ہے

Marfat.com

ں بزرگواروں کا یہ تذکرہ کیا گیا ہے ان کی ہستیاں گم نام نہیں۔ ان
وں کی معمولی معمولی باتیں اُمّت کے پاس محفوظ ہیں۔ پھر تاریخ میں
ی چیز کیوں نہیں ملتی جس سے ثابت ہو کہ علی بن الحسین (زین العابدینؒ)
چچا محمد بن علیؒ یا محمد الباقرؒ نے اپنے عم ابو ہاشمؒ کے کاذب ہونے کا
یا ہو یا موسیٰ الکاظم نے محمد بن اسماعیل کے خلاف پروپگنڈے کی
م جاری کی ہو، ان کے باہمی تعلقات، ان کی رشتہ داریاں، سب
کیوں جاری رہیں؟

البتہ ان کے نام لیوا اسلاسل میں تکذیب و تضلیل کا ذکر ملتا ہے۔ اس
کی ایک مثال عبرت انگیز ہے۔ حسن العسکری کے بھائی جعفر نے اپنے
ت کہہ دی کہ ان کے کوئی بھتیجے محمد بن الحسن پیدا نہیں ہوئے یا بروایت
ں میں انتقال کر گئے اور ان کے متعلق یہ پروپگنڈہ غلط ہے کہ وہ غار
ے گئے، یا جزیرہ خضرا میں مقیم ہیں اور قرب قیامت پر بحیثیت "مہدی"
ں گے۔ جعفر کا یہ قول اتنا اشتعال انگیز ثابت ہوا، سیّدہ فاطمہؓ کے
فرزند اور گیارھویں امام کے بھائی کو "کذّاب" کہا جاتا ہے اور یہ لفظ
نام کا جزو بن گیا ہے کہ جب تک جعفر الکذّاب نہ کہا جائے ان کی ذات
ہ نہیں ہوتی، عرصہ دراز کے بعد ایک فرقے نے "کذّاب" کے بجائے
ب" کہنا شروع کیا ہے۔

اب ہم ایک اور مسئلہ کی طرف اُمّت مسلمہ کو متوجہ کرتے ہیں کہ تمام
ے یہ ائمہ جو ہاشمی ہونے کی وجہ سے حلقائے اسلام (بنو العباس)
الاعمام تھے، ان کے احوال اور ان کے دعاوی بمعہ حلقائے عباسیہ
م تھے یا نہیں، اگر حلقاء کو علم تھا کہ یہ حضرات اپنے آپ کو نبی صلی اللہ علیہ
سے افضل یا ان کا سہیم سمجھتے ہیں۔ اپنے اوپر وحی نازل ہونے کے مدعی
ر کتاب اللہ کو اپنے اوپر حکم سمجھنے کی بجائے، اپنے آپ کو کتاب پر حکم سمجھتے
انہوں نے حلقائے اسلام، ائمۃ المسلمین اور امراء المومنین ہونے کی

Marfat.com

حیثیت سے ان کے خلاف کیا کاروائی کی ؟ یہ کہہ دینے سے کام نہیں بن
کہ حنفیہ حنفیہ زہر دے کر مار دیا گیا۔ جس شریعت کی پیروی خلفائے اسلام
تھے، اس میں زندقہ و الحاد کی سزا چپکے سے زہر دے دینا نہیں ہے، وہا
کوڑے پڑتے ہیں، ہاتھ پاؤں کاٹے جاتے ہیں، سولیاں دی جاتی ہیں،
عبرت ناک سزائیں ملتی ہیں۔ منصور حلاج اور محمد بن سعید شامی کو سولی کیو
گئی ؟ محض اس لئے کہ خلفائے اسلام کے نزدیک ان کا کلام اور طرز عمل
اور زندیقانہ تھا۔ حضرت ذوالنورین مصریؒ نے مقامات صوفیہ پر کچھ کلام
تھا تو امیر مصر عبداللہ بن حکمؒ شاگرد حضرت امام مالکؒ نے ان کے احوال
چھان بین کی اور مطمئن ہو کر امیر المومنین المتوکل علی اللہؒ کو اطلاع کر دی
امیر المومنین مطمئن نہیں ہوئے اور ان کی طلبی کے احکام جاری کر دیئے
اطمینان اس وقت ہوا جب انہوں نے حضرت ذوالنورین کو خود اپنے
دن رکھا اور ان کے احوال کی رفعت دیکھ لی۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا
دین کو خالص رکھنے میں خلفائے اسلام کتنی جدوجہد کرتے تھے۔

اس سے بھی بڑی مثال امیر المومنین عبداللہ المامونؒ کی ہے کہ خلق
کے معمولی مسئلے میں انہوں نے کیسی شدت برتی۔ کلام اور کلمات کے فرق
نہ کرنے کی وجہ سے یہ مسئلہ اتنا اہم ہو گیا کہ باہم تکفیر کے تیر چلنے لگے۔ حالانکہ
کے موقف اپنی اپنی جگہ درست تھے۔ جیسے حنفی علما نے اسی زمانے میں
اشعری علما سے بعد میں اچھی طرح صاف کر دیا۔ مگر چونکہ امیر المومنین کے
اہل حدیث کے موقف میں ابہام مشترک تھا۔ اس لئے وہ نہایت سختی سے
کے ساتھ پیش آئے۔ محنت ابن حنبلؒ کے سلسلے میں جھوٹی سچی بہت سی باتیں
گئی ہیں منجملہ ان کے یہ بھی ہے کہ آپ کلمات قرآن کو مخلوق نہیں کہتے تھے
یہ بات نہیں آپ صرف اتنا کہتے تھے کہ قرآن کلام اللہ ہے۔ اس کے مخلو
غیر مخلوق ہونے کا مسئلہ اٹھانا جائز نہیں اور امیر المومنین معتصم باللہؒ
تھے کہ مسئلہ جب اٹھ گیا تو اس کی وضاحت کیجئے، بہرحال بات اپنی جگ

خلافت کی طرف سے جو کچھ ہوا اور محدثین نے جو طرز عمل اختیار کیا دونوں کا مقصد
ن کو خالص اور بدعات سے پاک رکھنا تھا۔

اب دیکھنا چاہیئے کہ انہیں امیر المومنین المامونؒ نے امیر علی الرّضا کو اپنا
اماد بنایا اور ولی عہد مقرر کیا تو کیا اپنے داماد اور ولی عہد کے خیالات و تصوّرات
ے ناواقف تھے جو جانتے بوجھتے انہوں نے اتنا بڑا اشرف انہیں عطا فرمایا؟
یہ تعجب اور حیرت کا مقام نہ سمجھا جائے گا کہ جو شخص خلق قرآن جیسے مسئلہ میں
شدّت دکھائے اس نے اپنے داماد کی یہ باتیں کیسے برداشت کر لی کہ وہ اپنے
پ کو "امام معصوم"۔ "مورد وحی" نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سہیم اور کتاب اللہ
حکم کہتے ہیں اور اسی پر بس نہیں کیا بلکہ ان کے فرزند کو بھی جو اپنے اندر انہی
فات کے مدعی تھے، انہیں بھی اپنی دامادی کا شرف بخشا، یعنی ایک بیٹی علی الرّضاؒ
ودی اور ایک اس کے فرزند محمد الجوادؒ کو۔

ایک دو مثالوں سے نہیں بلکہ صدہا واقعات سے ثابت ہے کہ کسی ایک
ہد میں نہیں بلکہ ہر عہد میں زندقہ و الحاد پر لوگوں کو سخت ترین سزائیں دی گئیں
حابہ کرام پر طعن کرنے والوں کی زبانیں گدی سے کھینچ لی گئیں (طبری ابذیل عنوان
متوکل علی اللہؒ کہ ایک شخص حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ حضرت طلحہؓ اور
زبیرؓ کی جناب میں گستاخیاں کیا کرتا تھا اور توبہ سے اس نے انکار کر دیا تو اسے
یہی مذکورہ بالا سزا دی گئی تھی۔ اسی طرح اور بہت سے واقعات ہیں جن میں کچھ
صحیح ہیں اور کچھ زنادقہ کے وضع کردہ۔ یہاں تو دیکھنا یہ ہے کہ ان صنادید بنی ہاشم
اور اولاد علیؓ و فاطمہؓ کے خلاف نہ کبھی عقائد کی بنا پر عدالتیں بٹھائی گئیں نہ ان کی
تکفیر کے فتاوی مرتب ہوئے، نہ ان کی توہین و تضلیل کی گئی اور نہ کبھی ان کی رفعت
مکانی پر حرف آیا۔ کیا یہ اس کا بیّن ثبوت نہیں کہ صحیح النسب سادات فاطمیان
تمام عقائد باطلہ سے پاک و منزہ تھے جو ان کے نام سے پھیلائے گئے ہیں۔ ورنہ
پھر تسلیم کرنا پڑے گا کہ خلفائے عباسیہ سب سیاست و تدبر سے نابلد اور اپنے
فرائض کی طرف سے بے پروا تھے اور ساری اُمّت ایسی ہی بے غیرت اور حمیّت

Marfat.com

دینی سے عاری تھی کہ اتباع کو زندقہ الحاد کے جرم میں سزائیں ملیں اور ان کے خلاف جہاد کیا گیا، مگر متبوع کو صاف چھوڑ دیا بلکہ اتنا بھی نہ پوچھا کہ فلاں زندیق نے تمہاری "امامت" کی جو صفات بیان کی ہیں وہ تمہاری بیان کردہ ہیں یا خود اس کی وضع کردہ

خلفائے اسلام اور اُمّت مسلمہ ان بزرگوں کو مکروہ عقائد و اعمال میں ملوث کیسے سمجھ سکتی تھی جب کہ سب جانتے تھے کہ ان حضرات کی زندگانی کا مدار کتاب و سُنّت اور اتباع سلف الصالحین پر ہے اور یہ سب کے سب تقویٰ و عدالت اور صدق و صفا میں ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ نیز یہ کہ اہل کذب و زور نے ان کی طرف جو باتیں منسوب کی ہیں وہ خود انہیں کی مخترعات ہیں۔ ان صحیح النسب سادات فاطمیہ کو نہ ان باتوں سے کوئی تعلق ہے اور نہ ان کے کہنے والوں سے ان حضرات میں سے کسی نے نہ کبھی "امام معصوم" ہونے کا دعویٰ کیا نہ امامت کے مدعی ہوئے اور نہ اپنے زمانوں میں امام کہلائے۔

قدماء کی تالیفات میں خواہ تاریخ کی ہوں یا انساب کی کہیں بھی ان بزرگواروں کے ناموں کے ساتھ "امام" کا لفظ تحریر نہیں ہے۔ خود حضرت علی بن الحسین (زین العابدین) کے صاحبزادے اور جناب محمد (الباقر) کے بھائی عمر بن علی بن الحسین سے کسی نے پوچھا کہ آپ کے گھرانے میں کوئی ایسا شخص ہوا ہے جو مفترضۃ طاعۃ" ہو یعنی جس کی اطاعت فرض واجب ہو

فقال لا، واللہ، ما ھذا فینا من قال ھذا فھو اکذّاب
(کتاب نسب قریش)

انہوں نے کہا نہیں قسم بخدا ہم میں ایسا کوئی نہیں ہوا اور جس نے ایسا کہا وہ جھوٹا ہے۔

مجوسی ایران کا حسّ کینہ و انتقام

عرب فاتحین کے خلاف مجوسی ایرانیوں کے دلوں میں کینہ و انتقام کا جذبہ تو اسی وقت سے موجزن تھا۔ جب سے خلیفہ دویم حضرت عمر فاروقؓ کے عہد مبارک میں ایران فتح ہوا تھا۔ "اساس تشیع در ایران"

Marfat.com

کے ذیلی عنوان سے "تجلیات روح ایران در ادوار تاریخی"[1] کے مصنف حسین
ظم زادہ فرماتے ہیں :-

روزے کہ ایران بر دست سعد ابن
ی وقاص از طرف خلیفہ دویم فتح و
ستیلا گردید ایرانیان کینہ و حس
نتقام در دل خود می پروراندند و این
س کینہ و انتقام در مواقع عدیدہ
دنمائی می کرد و از پردہ بیرون می
تاد تا آن کہ تاسیس فرقہ تشیع بکلی
ہر گشت ارباب وقوف و
طلاع بخوبی ادراک و قبول می کنند
اساس ظہور تشیع علاوہ بر مسائل
تقادی و اختلاف نظری و نقلی یک
سئلہ سیاسی نیز بود۔

جس دن سے کہ سعد بن ابی وقاص
نے خلیفہ دویم کی جانب سے ایران کو
فتح کیا اور اس پر غلبہ پایا۔ ایرانی اپنے
دلوں کے اندر کینہ و انتقام کا جذبہ
پالتے رہے۔ کینہ و انتقام کا یہ جذبہ
متعدد مواقع پر ظاہر ہوتا اور پردہ
سے باہر آتا رہا۔ یہاں تک کہ فرقہ شیعہ
کی بنیاد پڑ جانے سے پورے طور پر
اظہار اس کا ہو گیا۔ صاحبان واقفیت
و اطلاع اس بات کو بخوبی جانتے اور
مانتے ہیں کہ شیعیت کی بنیاد و ظہور
میں اعتقادی مسائل اور نظری و نقلی
اختلافات کے علاوہ ایک سیاسی
مسئلہ بھی داخل تھا۔

وہ سیاسی مسئلہ کیا تھا اس کو بھی انہی مصنف کے الفاظ میں سن لیجئے
رماتے ہیں :-

رانیان استیلائے مملکت خود از
ف اعراب بادیہ نشین و نہب و
ارت خزائن این کشور باستان و
تل ہزاران نفوس بے گناہ از طرف

ایرانی ہرگز اس بات کو نہ کبھی بھول
سکتے تھے نہ معاف کر سکتے اور نہ قبول
کر سکتے تھے کہ مٹھی بھر ننگے پیر پھرنے
والے عربوں نے جنگل و صحرا کے

---

[1] اس کتاب کے اقتباسات مجلہ معارف شمارہ ۳ جلد ۱۶ سے نقل کئے گئے ہیں۔

Marfat.com

مشتے عرب ہا پا برہنہ ہرگز نمی توانستند
قبول وعفو وفراموش کند۔

رہنے والے تھے ان کی مملکت پر قبضہ
کرلیا، اس قدیم ملک کے خزانوں کو
لوٹ کر غارت کر دیا اور ہزاروں بے
گناہ آدمیوں کو قتل کر ڈالا

عرب فاتحین کو "بادیہ نشین" و "پا برہنہ" کا جو طعنہ مصنف مذکورہ نے مندرجہ بالا فقرے میں دیا ہے وہ کوئی نئی بات نہیں۔ ۶ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نامہائے مبارک سلاطین عالم کو تبلیغ اسلام کی خاطر بھیجے تھے ایک شاہ ایران کو بھی بھجوایا تھا، اس مغرور بادشاہ پرویز نے اس کو چاک کر دیا گستاخانہ کلمات زبان پر لایا اور باذان کو جو یمن میں اس کا عامل تھا لکھا تھا "محمدؐ کو گرفتار کر کے دربار میں لائے" اس گستاخی کا بدلہ تو اسی زمانہ میں اسے مل گیا تھا کہ اسی کے بیٹے نے اس کا خاتمہ کر دیا تھا۔ خانیان اسلام کے پیش نظر "کشور باستان" کے خزانوں کی لوٹ کھسوٹ نہیں تھی اور نہ "تخت کیان" کے حصول کی آرزو جیسا تنقیصاً یہ مجوسی کہتے تھے:۔

زشیر شتر خوردن و سمار — عرب را بجائے رسید ست کار
کہ تخت کیان را کند آرزو — تفو بر تو اے چرخ گردان تفو

بلکہ اعلائے کلمۃ اللہ کا جذبہ صادق تھا اور فرمان ایزدی **ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون**۔ کی تعمیل تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں تو صرف خیبر و یمن کے یہود و نصاریٰ ہی پر اسلام نے غلبہ پایا تھا، آپ کے بعد آپ کے خلفاء حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ نیز حضرت معاویہؓ و امیر یزیدؒ دیگر اموی خلفاء اور چند ابتدائی خلفائے بنی عباسؓ کی جہادی سرگرمیوں کی بدولت اس فرمان خداوندی کی تعمیل بدرجہ اتم پوری ہوئی اور ادیان عالم پر جن کی پشت پناہی شاہ ایران و قیصر روم کی سیاسی قوتیں کر رہی تھیں۔ اسلام نے تفوق و غلبہ حاصل کیا۔ اس میں حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کا مطلق کوئی حصہ نہ تھا، مجوسی

ایران کا حضرت عمر فاروق اعظم سے عداوت و نفرت کرنا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ رقمائے کردی نے اپنے اشعار میں تو اس کا صاف اظہار کر دیا ہے:۔

بشکست عمر رض پشت ہزیراں عجم را — بر باد و فنا داد رگ و ریشۂ عجم را
این عربدہ بر غصب خلافت ز علی نیست — با آں عمر کینہ قدیم است عجم را

ایران میں شیعیت کی بنیاد پڑنے کے سلسلہ میں مصنف مذکور نے خلیفہ دوم و سوم حضرت عمر رض و عثمان رض سے ایرانیوں کے دلوں میں "آتش غضب و کینہ" بھڑک اٹھنے اور حضرت علی رض اور ان کی اولاد سے ان کی ازدیاد محبت کی یہ دو سبب بتاتے ہیں:۔

(۱) حضرت عمر رض نے مدائن وغیرہ کے مفتوح ہزاروں ایرانیوں کو لونڈی غلام بنا لیا، حضرت علی رض اور حسین رض نے اپنے اپنے حصہ میں آئے ہوئے قیدیوں کو آزاد کر دیا اور ان کی دیکھا دیکھی اور لوگوں نے بھی، چنانچہ اس طرح تمام ایرانی قیدی آزاد ہو گئے۔ "بہ این وسیلہ امر منتہی بہ آزاد شدن تمام اسیر ہا گردید"۔

(۲) ایک ایرانی فیروز نامی تے جسے ابولؤلؤ بھی کہتے تھے حضرت عمر رض کو قتل کر دیا تھا۔ عبید اللہ بن عمر رض نے محض اس شبہ پر ہرمزان ایرانی کو جو خوزستان کا سابق والی اور "از بزرگ زادگان و صاحب اقران ایران" تھا۔ مع ایک اور شخص کے قتل کر دیا تھا، کیونکہ فیروز قاتل عمر رض ان کے پاس آنا جلتا تھا۔ عثمان رض نے سیاست کو عدالت پر ترجیح دے کر اور خوں بہا اپنے پاس سے ادا کر کے عبید اللہ کو آزاد کر دیا۔ حالانکہ حضرت علی رض نے عبید اللہ کو قصاص میں قتل کر دینے کا مشورہ دیا تھا۔ چنانچہ مصنف مذکور فرماتے ہیں کہ:۔

این مسئلہ آتش غضب و کینہ در دل ایرانیان نسبت بہ عمر رض و عثمان رض شعلہ در ساخت و محبت آنان للہ حق حضرت علی امیر المومنین بیافزود ازاں روز ایرانیان کہ از پادشاہ و

اس معاملہ نے ایرانیوں کے دلوں میں عمر رض و عثمان رض کے خلاف غصہ اور کینہ کی آگ کو اور بھڑکا دیا اور حضرت علی رض امیر المومنین کے ساتھ ان کی محبت کو اور زیادہ کر دیا۔ ایرانی جو

Marfat.com

سرپرست محروم ماندہ بودند بحضرت علیؓ با نظر حامی و پدر مہربان نگریستند و اخلاص خود در حق او و فرزندان او اظہار می کردند۔

اپنے بادشاہ و سرپرست سے محروم ہو گئے تھے۔ اس دن سے حضرت علیؓ کو اپنے حامی و پدر مہربان کی نظر سے دیکھتے اور ان کے اور ان کی اولاد کے حق میں اپنے اخلاص و محبت کا اظہار کرنے لگے۔

تاریخ کے زاویہ نظر سے واقعات کو پرکھا جائے تو مصنف کے بیان کی پوری تکذیب ہو جاتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے نہ ایرانی قیدیوں کو لونڈی غلام بنایا اور نہ سخت برتاؤ کیا۔ ایران کے ایک مقام اہواز کے باشندوں نے بغاوت کی تھی جن کا حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے قلع قمع کر کے ہزاروں آدمیوں کو لونڈی غلام کی حیثیت سے لشکریوں کو تقسیم کر دیا تھا، حضرت عمرؓ کو جب اطلاع ہوئی انہوں نے لکھ بھیجا کہ سب رہا کر دئے جائیں، چنانچہ وہ سب چھوڑ دئے گئے (الفاروق ص ۱۶۹ ج ۱) ایرانیوں کا پایہ تخت مدائن جب فتح ہوا وہاں کا ایک متنفس بھی قیدی نہ بنایا گیا، سب نے جزیہ دینا اور ذمی کی حیثیت سے رہنا قبول کیا وہ بدستور اپنے اپنے گھروں اور املاک پر قابض و متصرف رہے[1] (طبری ج ۴ ص ۱۱۳ و محاضرات تاریخ الامم اسلامی ص ۲۵ ج ۲)

---

[1] جلولاء کی جنگ میں مال غنیمت کے علاوہ غلام اور لڑکیاں مسلمان لشکریوں کے ہاتھ آئیں۔ ان میں ایرانیوں کے اعلیٰ خاندانوں کی لڑکیاں بھی تھیں جن سے بعد میں اولادیں ہوئیں۔ حضرت عمرؓ "سبایا الجلولیات" کی اولاد کی فتنہ پردازیوں سے پناہ مانگتے تھے۔ حضرت علیؓ کے ایام میں کابل یا نیشاپور سے کسریٰ کے خاندان کی کوئی خاتون بنت بامان گرفتار ہو کر آئی تھی۔ آپ نے اپنے بڑے صاحبزادے حسن کے بارے میں اس سے کہا کہ نکاح کرے اس نے انکار کیا اور ایران کے ایک زمیندار کی زوجیت قبول کی۔ (اخبار الطوال ص ۱۶۴)

Marfat.com

حضرت عثمانؓ کی معدلت گستری کا یہ واقعہ عدل و نصفت شعاری کی تاریخ میں اعلیٰ مقام رکھتا ہے کہ آپ نے زمام خلافت ہاتھ میں لینے کے بعد ہی عبید اللہ بن عمرؓ کے قضیہ کا یہ عادلانہ و منصفانہ فیصلہ کیا تھا کہ ہرمزان مقتول کے قصاص میں جو بظاہر مسلمان تھا، عبید اللہ اس کے قاتل کو ہرمزان کے بیٹے اور ولی الدّم قباذان کے ہاتھ میں دے دیا کہ اپنے باپ کے قتل کا بدلا لے لو۔ قباذان سچے مسلمان تھے اور اپنے باپ کی سازش سے واقف بھی تھے۔ انہوں نے عبید اللہ کو اللہ واسطے چھوڑ دیا "فترکہ للہ" علامہ طبری نے اس روایت کو جداگانہ عنوان قائم کر کے لکھا ہے (طبری ج ۵ ص ۴۳ و ص ۴۴) اور جو روایت اپنے مال سے دیت ادا کر کے عبید اللہ کو چھوڑ دینے کی درج کی ہے وہ بلا سند ہے، مگر عجمی پروپگنڈے کی یہ سحر کاری ہے کہ بے سند روایت اس درجہ مشتہر کی گئی کہ بعض "محققین" حضرت حضرت عثمانؓ جیسے عادل خلیفہ راشد کی عدالت گستری پر حرف لانے کے لئے اسی کو قبول کر لیتے ہیں خصوصاً مصری عالم ڈاکٹر طٰہٰ حسین!

قصہ شہربانو

پیا یہ تخت مدائن کے قیدیوں کے بارے میں مصنّف نے یہ سب کچھ تو اس غلط قصّہ کی تمہید کے طور سے لکھا ہے کہ "آخرین پادشاہ ساسانی یزدگرد" کی دختر شہربانو ایرانی قیدیوں کے ساتھ عمر بن الخطابؓ کے سامنے پیش ہوئی، انہوں نے اسے بھی دوسرے قیدیوں کے ساتھ بازار میں فروخت کئے جانے کا حکم دے دیا۔ حضرت علیؓ مانع آئے اور کہا کہ "پادشاہ زادگان و نجبا" کو ننگے سر بازار میں لے جانا "خلاف ادب" ہے، بالآخر شہربانو حضرت حسین فرزند علیؓ کے حصّہ میں آئی۔ پھر فرماتے ہیں:۔

ازان جہت خاندان حضرت علی در	اسی سبب سے خاندان حضرت علی
نظر ایرانیان ہم از نژاد ساسانی نسب	ایرانیوں کی نظر میں اصل نسل کے
داشت و ہم حیث خویشی با رسول	اعتبار سے ساسانی نسب رکھتا تھا
خدا (صلعم) صاحب شرافت و امتیاز	اور رسول خدا (صلعم) سے رشتہ کی
مخصوص بود، بدین سبب تنہا این	بناء پر شرافت اور امتیاز سے بھی

خاندان می تواند بطور مشروع صاحب
تخت و تاج کیانی بشود تیز بہمین نکتہ
است کہ علی زین العابدین فرزند
ارجمند امام حسین را کہ از شہر بانو بود
فخر العرب والعجم می گفتند چہ از طرف
پدر بہ بزرگ ترین عرب کہ پیغمبر اکرم
(صلعم) بود می رسید و از طرف
مادر بہ نجیب ترین سلاطین روئے
زمین یعنی پادشاہان عجم منتہی می گردید۔

مخصوص تھا، تنہا اسی سبب سے یہ
خاندان جائز طور پر تخت و تاج کیانی
کا مالک ہو سکتا ہے۔ نیز اسی بنا
پر علی زین العابدین کو جو امام حسین
کے فرزند ارجمند شہر بانو کے بطن
سے تھے فخر العرب والعجم کہتے تھے۔
کیوں کہ باپ کی طرف سے (ان کا سلسلہ
نسب) بزرگ ترین عرب یعنی پیغمبر
اکرم (صلعم) سے ملتا ہے اور ماں کی
طرف سے روئے زمین کے نجیب
ترین سلاطین یعنی عجم کے بادشاہوں
پر منتہی ہوتا ہے۔

مستند ترین کتب تاریخ و انساب کی مندرجہ ذیل تصریحات اور خود یزدگرد کے حالات و واقعات سے اس قصہ کی پوری تکذیب ہوتی ہے یعنی :۔

(۱) یزدگرد بن شہریار ساسانی نسل کا آخری بادشاہ تھا۔ وہ ۱۳ھ میں تخت نشین ہوا اس وقت اس کی عمر سولہ (۱۶) برس کی تھی۔ وھو یومئذ غلام ابن ست عشرۃ سنۃ (اخبار الطوال ص ۱۲۵) یعنی وہ اس وقت سولہ سالہ لڑکا تھا گبن نے پندرہ سال عمر بتائی ہے[1]۔ یزدگرد حضرت عمرؓ کی خلافت کے پہلے سال میں تخت نشین ہوا تھا۔

---

[1] ابو حنیفہ الدینوری نے اخبار الطوال میں شاہان ایران کے حالات بہت تفصیل سے لکھے ہیں، وہ یزدگرد کی عمر صراحتاً سولہ سال کی بتلاتے ہیں۔ بعض مورخین نے اس سے زیادہ عمر لکھی ہے لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ شیرویہ بن پرویز نے اپنے پندرہ بھائیوں کو قتل کرڈالا پھر وہ بھی قتل ہوا اور اس کا بیٹا اردشیر بھی۔ درباریوں نے ایک

Marfat.com

(۲) یزدگرد کی تخت نشینی کے صرف دو سال بعد ہی جب اس کی عمر ۱۸ برس کی تھی، قادسیہ کی مشہور جنگ کے نتیجہ میں اس کا پایہ تخت مدائن حضرت سعد ابن ابی وقاص رضؓ کے ہاتھ پر فتح ہوگیا۔ یزدگرد اسلامی فوج کی چڑھائی کی خبر سنتے ہی اپنا پایہ تخت چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا اور مع اپنے اہل و اعیال کے حلوان چلا گیا۔

ومضی الی حلوان معه وجوه ساورته وحمل معه بیت ماله وخف متاعه وخزانته النساء والذراری۔

(کتاب فتوح البلدان بلاذری ص۲۷۱)

وہ (یزدگرد) حلوان کی جانب چلا گیا اس کے ساتھ سربرآوردہ اسادرہ بھی تھے، وہ اپنے ساتھ اپنا بیت المال اور سبک بار متاع اور اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی لے گیا۔

اخبار الطوال کے بیان سے بھی اس کی تائید مزید ہوتی ہے، یزدگرد کے پایہ تخت مدائن سے حلوان چلے جانے کے سلسلہ میں وہ لکھتے ہیں کہ :۔

ثم تحمل فی حرمه وحشمه وخاصة اهل بیته حتی اتوا حلوان فنزلها (ص۱۳۳)

پھر وہ (یزدگرد) اپنی بیویوں، خادموں اور اپنے خاص اہل خاندان کو ساتھ لے کر حلوان پہنچا اور وہاں اتر پڑا۔

اسلامی لشکر نے جب ادھر کا رُخ کیا وہ مع اپنے اہل و اعیال کے خانقان ورقم و قاشان کو بھاگتا پھرا :۔

ور نوجوان کو جس کا نام جواں شیر تھا تخت پر بٹھایا مگر وہ ایک سال میں مر گیا ب سوائے یزدگرد کے جو باد دریا کی ایک نائن کے بطن سے تھا اور بہت مغیر السنہ ھا ساسانی نسل میں کوئی باقی نہ رہا تھا۔ اس لئے پوران دخت شہزادی کو اس شرط سے تخت نشین کیا گیا کہ یزدگرد جب سن شعور کو پہنچ جائے وہ تخت و اج کا مالک ہو۔ چنانچہ سولہ سال کی عمر میں وہ پوران دخت کے بعد تخت نشین ہوا، اور پوران دخت کا خاتمہ خلافت فاروقی کے شروع ایام میں ہوا تھا۔

Marfat.com

فتحمل بحرمه وحشمه وما كان
معه من امواله وخزانه
حتى نزل قم وقاشان

(ایضاً ص۱۳۶)

پھر وہ (یزدگرد) اپنی بیویوں وغار
اور اپنے ساتھیوں اور اپنے اموال
اور خزانوں کو ساتھ لیتا گیا اور قم
قاشان میں جا ٹھیرا۔

غرضیکہ اسی طرح ایک مقام سے دوسرے مقام کو مع اپنے اہل وعیال، بیوی بچوں کے بھاگتا رہا بالآخر ۲۹ھ میں خراسان پہنچا اور وہاں سے مرو جہاں ۳۱ھ میں بعہد خلافت عثمانی اس کا خاتمہ ہوگیا۔

(۳) مندرجہ بالا تصریحات سے ثابت ہے کہ یزدگرد کے اہل وعیال بیوی بچوں پر اسلامی لشکر نے کبھی قابو نہیں پایا تھا - علامہ شبلیؒ نے اس وضعی حکایت کے بارے میں کہ یزدگرد کی تین بیٹیاں مدائن کی فتح کے بعد گرفتار ہوکر مدینہ آئیں حضرت عمرؓ نے عام لونڈیوں کی طرح بازار میں بیچنے کا حکم دیا لیکن حضرت علیؓ نے منع کیا کہ شاہی خاندان کے ساتھ ایسا سلوک جائز نہیں، حضرت علیؓ نے خود ان کو اپنے اہتمام میں لیا، ایک حضرت حسینؓ کو ایک محمد بن ابی بکر کو ایک حضرت عبید اللہ بن عمرؓ کو عنایت کی - انہوں نے اپنی مشہور تالیف الفاروق (حصہ دوئم ص۱۷۲) میں لکھا ہے کہ :-

اس غلط قصہ کی حقیقت یہ ہے کہ زمخشری نے جس کو فن تاریخ سے کچھ واسطہ نہیں ربیع الابرار میں اس کو لکھا اور ابن خلکان نے امام زین العابدین کے حال میں یہ روایت اس کے حوالے سے نقل کر دی - لیکن یہ محض غلط ہے اولاً تو زمخشری کے سوا طبری، ابن الاثیر، یعقوبی، بلاذری، ابن قتیبہ وغیرہ کسی نے اس واقعہ کو نہیں لکھا اور زمخشری کا فن تاریخ میں جو پایہ ہے وہ ظاہر ہے - اس کے علاوہ تاریخی قرائن اس کے بالکل خلاف ہیں۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں یزدگرد اور خاندان شاہی پر مسلمانوں کو مطلق قابو نہیں حاصل ہوا - مدائن کے معرکہ میں یزدگرد مع تمام اہل وعیال

Marfat.com

کے دارالسلطنت سے نکلا اور حلوان پہنچا۔ جب مسلمان حلوان پر بڑھے تو وہ اصفہان بھاگ گیا پھر کرمان وغیرہ ٹکراتا پھرا، مرو میں پہنچکر ۳۱ھ میں جو حضرت عثمانؓ کی خلافت کا زمانہ ہے مارا گیا۔ اس کی آل اولاد اگر گرفتار ہوئے ہوں گے تو اسی وقت گرفتار ہوئے ہوں گے۔ مجھ کو شبہ ہے کہ زمخشری کو یہ بھی معلوم تھا یا نہیں کہ یزدگرد کا قتل کس عہد میں واقع ہوا۔

یزدگرد نے اپنی زندگی میں بعض اہالیان ملک کو بطور سفیر بھیجکر ملک چین کے بادشاہ سے مدد طلب کی تھی مگر ناکام رہا تھا۔ ۳۰ھ میں اس کے مرجانے کے بعد اسکا بیٹا پیروز سویم کے لقب سے اس کا جانشین ہوا۔ چین کے بادشاہ نے اس کو شاہ ایران کی حیثیت سے تسلیم کیا مگر فوجی امداد نہ کی۔ تخارستان کے حکمران نے کچھ امداد کی تھی۔ ۵۵ھ میں جو امیر یزیدؒ کی ولی عہدی کا زمانہ ہے، فیروز شاہ چین کے پاس تھا۔ اس کی خاطر تواضع بھی کی گئی اور ایرانی معبدگاہ بنانے کی بھی اجازت دی گئی چینی فیروز کو پیلوسہ (PE-LU-SSEH) کہتے تھے اس کے مرجانے پر اس کا بیٹا نرسی جس کو چینی NI-NIE SHEH کہتے تھے جانشین ہوا وہ تخارستان چلا گیا سجستان کے سرحدی مقام زرنج کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنایا عربوں کے حملہ کی تاب نہ لاکر ۸۵ھ میں چین لوٹ آیا اور بیماری سے مرگیا۔ ۱۰۰ھ تک بنی امیہ کا عہد ہے۔ یزدگرد کی نسل کا کچھ حال معلوم ہوتا ہے اسکے بعد پتہ نہیں کہ اس نسل کا کیا ہوا۔ البتہ امیر قتیبہ بن مسلم نے جب اموی عہد میں ان اطراف پر چڑھائی کی ہے تو اس خاندان کی دو لڑکیاں گرفتار ہوئیں جو یزدگرد کے بیٹے فیروز کی بیٹیاں بتائی جاتی ہیں۔ ان میں سے ایک شاہ آفرید بنت فیروز بن یزدگرد دی خلیفہ الولید بن عبدالملکؒ کے حرم میں داخل ہوئی، جن کے بطن سے یزید بن ولید بن عبدالملکؒ پیدا ہوئے ان کا یہ قول مشہور ہے ؎

انا ابن کسریٰ وابی مروان وقیصر جدی وجدی خاقان

Marfat.com

(۴) حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں اور خاص کر مدائن کے معرکے میں قیدیوں میں یزدگرد کی تین بیٹیوں کا گرفتار ہو کر آنا اور حضرت حسینؓ و حضرت عبداللہ بن عمرؓ و محمد بن ابی بکرؓ کو انکا دیا جانا محض لغو اور مہمل ہے۔ اولاً یہ کہ جب لڑکیوں کے باپ کی عمر ہی اٹھارہ بیس برس کی تھی تو اس کے کوئی اولاد اگر ہو گی بھی تو طفل شیر خوار ہو گی۔ پھر حضرت حسینؓ و محمد بن ابی بکرؓ بھی اس زمانہ میں نابالغ لڑکے تھے۔ اوّل الذکر کی عمر گیارہ بارہ برس کی تھی اور محمد بن ابی بکرؓ کی کوئی پانچ برس کی تو کیا شیر خوار بچیوں کو نابالغ لڑکوں سے بیاہ دیا گیا تھا!

(۵) یہ زمخشری متوفی ۵۳۸ھ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اس غلط قصّہ کو مشتہر کیا ہے ان سے ڈھائی تین صدی پہلے کے مورخین بیان کرتے ہیں کہ جناب علی بن الحسین (زین العابدینؒ) کی والدہ ماجدہ سندھیہ خاتون تھیں۔ ابن قتیبہ متوفی ۲۷۶ھ جناب زین العابدینؒ کے حالات میں لکھتے ہیں:

ویقال ان امہ سندیہ یقال لہا سلافہ ویقال غزالۃ خلف علیہا بعد الحسین زبید مولی الحسین بن علی فولدت لہ عبداللہ بن زبید فہو اخو علی بن الحسین لامہ وروی علی بن محمد عن عثمان بن عثمان قال زوّج علی بن الحسین امہ من مولاہ واعتق جاریۃ لہ وتزوجہا فکتب الیہ عبدالملک یعیرہ بذلک

کہتے ہیں کہ ان کی (زین العابدینؒ کی) ماں سندھن تھیں جن کو سلافہ یا غزالہ کہتے تھے (حضرت) حسینؓ کے بعد وہ حسین بن علیؓ کے غلام زبید کے نکاح میں آئیں ان سے عبداللہ بن زبید ہوئے جو علی بن الحسین (زین العابدینؒ) کے مادری بھائی تھے، علی بن محمد عثمان بن عثمان سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ علی بن الحسین نے اپنی والدہ کو اپنے غلام کے عقد میں

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) کہتے ہیں کہ اس خاتون کی ماں بنت قیصر تھی اور اسکی ماں بنت خاقان۔ دوسری لڑکی ایک اور مجاہد کو دے دی گئی۔

تب له علی قد کان لکم فی
سول اللہ اسوۃ حسنۃ
د اعتق رسول اللہ
لعم صفیۃ بنت حی
تزوجھا واعتق زید
ن حارثہ وزوجہ
بنۃ عمتہ زینب بنت
جحش

(المعارف ص۹۴)

دے دیا اور کنیز کو آزاد کر کے اپنے
نکاح میں لے آئے۔ عبدالملک نے انکو خط
لکھا جس میں اس کے متعلق انکو غیرت
دلائی تھی، اس کے جواب میں علی بن الحسین
نے لکھا کہ تمہارے لئے بہترین مثال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کی
ہے آپ نے صفیہ بنت حی کو آزاد کر کے
اس سے نکاح کیا تھا اور اپنے غلام زید
بن حارثہ کو آزاد کر کے اپنی پھوپی کی
بیٹی زینب بنت جحش کو ان کے نکاح
میں دے دیا تھا۔

تقریباً یہی واقعہ مورخ طبری متوفی ۳۱۰ھ نے دو جگہ لکھا ہے۔ حضرت حسینؓ کی اولاد کے ذکر میں ان کے ان صاحبزادے علی الاصغر (زین العابدین) اولاد کے بارے میں لکھا ہے کہ:-

(۱) ام لاصغر ام ولد قال
علی بن محمد کانت تدعی
سلافۃ ویقال ان اسمہا
جیدا۔ (طبری ج ۱۳ صہ ۱۹)

(۲) علی بن الحسین بن علی
بن ابی طالب وامہ غزالۃ ام
ولد خلف علیہا بعد حسین
زید مولی الحسین فولدت
لہ عبداللہ بن زید وھو اخو علی
بن الحسین (طبری ج ۷ صہ ۸۸)

(علی) اصغر (زین العابدین) کی ماں کنیز
تھیں علی بن محمد کہتے ہیں کہ انہیں
سلافہ کہتے تھے، اور یہ بھی کہا گیا ہے
کہ ان کا نام جیدا تھا۔

علی بن الحسین بن علی بن ابی طالبؓ ان
کی ماں غزالہ کنیز تھیں (حضرت حسینؓ
کے بعد ان کے غلام زید کے نکاح میں
آئیں، اور عبداللہ بن زید ان سے
پیدا ہوئے جو علی بن الحسین کے
(مادری) بھائی تھے۔

Marfat.com

جناب علی بن الحسین (زین العابدینؒ) نے صحیح فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے اپنے اسوۂ حسنہ سے غلام اور غیر غلام کا امتیاز مٹا دیا تھا۔ آپ کے موذن حضرت بلالؓ نسبًا حبشی تھے اور غلام بھی، انہوں نے جب مدینہ میں اپنا نکاح کرنا چاہا تو بڑی بڑی ناک والے قریشی بھی انکار نہ کر سکے۔ علامہ شبلیؒ نے اس واقعہ کو منظوم کیا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

بارگاہِ نبویؐ کے جو مؤذن تھے بلالؓ — کر چکے تھے جو غلامی میں کئی سال بسر
جب یہ چاہا کہ کریں عقد مدینہ میں کہیں — جا کے انصار و مہاجر سے کہا یہ کھل کر
میں غلام حبشی ادنیٰ حبشی زادہ بھی ہوں — یہ بھی سن لو کہ میرے پاس نہیں دولت و زر
ان فضائل پہ مجھے خواہش تزویج بھی ہے — ہے کوئی جس کو نہ ہو میری قرابت سے حذر

گردنیں جھک کے یہ کہتی تھیں کہ دل سے منظور
جس طرف اس حبشی زادہ کی اٹھتی تھی نظر

اب دیکھئے نسب پرستوں نے پہلے تو یہ روایت وضع کی کہ جناب علی بن الحسینؓ کی والدہ ماجدہ شاہ ایران کی دختر تھیں پھر ان کے عقد ثانی کو چھپانے کے لئے کبھی تو یہ کہا ہے کہ کربلا میں وہ موجود نہ تھیں، اپنے فرزند کی ولادت کے بعد ہی فوت ہو گئی تھیں۔ کبھی یہ بیان کیا ہے کہ دریائے فرات میں ڈوب کر مر گئیں فانہا التقمت نفسہا فی الفرات (کتاب مناقب ابن شہر آشوب) کبھی یہ داستان سرائی کی ہے کہ گھوڑے پر سوار ہو کر رے کی طرف چلی گئیں، مولف "نجاۃ اعظم"، اس قصہ کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ۔

اپنی غلط موضوع اور بے بنیاد روایات میں یہ قصہ بھی نہایت مشہور ہے کہ حضرت کی شہادت کے بعد جب آپ کا گھوڑا خیمہ پر آیا تو جناب شہر بانو سوار ہو کر رے کی طرف چلی گئیں۔ راستہ میں ان کا بھائی شہریار جو کمک کے لئے لشکر لئے ہوئے آ رہا تھا بہن سے ملا اور اس وجہ سے کہ واقعات شہادت ہو چکے تھے بہن کو اپنے ساتھ لے کر واپس چلا گیا۔ (ص ۲۷۳)

Marfat.com

چنانچہ ان ہی بے بنیاد قصّوں میں یہ مہمل روایت بھی ہے جو "تاریخ ادبیات ایران کے قابل مؤلف پروفیسر براؤن نے" تعزیہ غائب شدن شہر بانو" کے تحت لکھی ہے اور بیان کیا ہے کہ ایران کی مجلسوں میں اس کا ڈرامہ ہوتا ہے۔ یہ روایت منظوم ہے جس میں شاہِ ایران کی اس مصنوعی دختر شہر بانو کی زبانی کہا گیا ہے کہ میں بادشاہ یزدگرد کی بیٹی نوشیروان کی نسل سے ہوں اپنے باپ کے محل (مدائن) میں ایک رات سو رہی تھی کہ فاطمہ زہراؓ خواب میں آئیں اور مجھ سے کہنے لگیں کہ میں حسین سے تیرا نکاح کروں گی۔ میں نے کہا کہ یہ بات محال ہے حسین تو مدینہ میں ہیں۔ اور میں یہاں مدائن میں ہوں۔ حضرت زہرا نے کہا۔

بمی گردی اسیر و بے قرینہ　　برندت از مدائن در مدینہ
بفرزندم حسین پیوند سازی　　مرا از نسل خود خورسند سازی
بسلت نہ۹ امام آید بدوران　　کہ نبود مثل شان در دار دوران

اس کے آگے کے چند شعر پروفیسر براؤن نے اس ریمارک کے ساتھ درج کئے ہیں کہ ان سے اس عداوت و نفرت کا اظہار ہوتا ہے جو (حضرت) عمرؓ سے ایرانیوں کو ہے۔ ان اشعار میں حضرت علیؓ کے منہ سے خلیفہ وقت و امیر المومنین حضرت عمرؓ کی شان میں نہایت مکروہ کلمات کہلوائے ہیں اور وہ بھی اس وضعی بے بنیاد روایت پر کہ مدائن کے ایرانی اسیروں کو بازار میں فروخت کرانا مناسب نہیں۔ اب ٹیپ کا بند سنئے جس میں کہا گیا ہے کہ حضرت حسینؓ نے شہر بانو کو وصیت کی تھی کہ میرے بعد تم "آل اطہار" میں نہ رہنا کہیں چلی جانا ورنہ قید اور سرعریاں ہو کر بازاروں میں گشت کرائی جاؤ گی۔ چنانچہ حضرت فاطمہؓ کی خدمت میں شہر بانو کے منہ سے یہ بھی کہلوایا گیا ہے:۔

حسین کردہ وصیت برمن زار　　نمانم درمیانِ آلِ اطہار

۱؎ ایک غیر ملک و قوم کی مجوسی بادشاہ کی بیٹی کا خواب میں پیغمبر اسلام کی صاحبزادی کو دیکھ کر ان سے ہم کلام ہونا کیا عجائبات عالم میں کچھ کم حیثیت رکھتا ہے۔

Marfat.com

اگر ما تم، اسیر و خوار گردم — بر ہنہ سر بہر بازار گردم
تو ئی چوں ہستی امام شہر یارم — بدست تست، مادر، اختیارم

حضرت فاطمہؓ نے کیا ہدایت کی یہ نہیں بتایا گیا "مجاہد اعظم" کے شیعہ مؤلف نے اس مہمل روایت کے بارے میں بجا طور سے یہ ارشاد کیا ہے کہ:۔

شہر بانو کے ساتھ اس حکم کی کوئی خصوصیت بھی نہیں پائی جاتی حضرت نے اپنی دوسری ازواج لیلیٰ و رباب و ام اسحق کو ایسا حکم کیوں نہیں دیا۔ بالخصوص رباب (مادر سکینہ۔م) کو جن سے آپ سب سے زیادہ مانوس تھے (ص ۲۷۸)

مؤلف موصوف مزید غور فرماتے تو یہ حقیقت بھی منکشف ہو جاتی کہ شہر بانو نام کی کوئی خاتون جو شاہِ ایران کی دختر ہوں نہ حضرت حسینؓ کی زوجہ میں تھیں اور نہ کربلا سے ان کی کوئی زوجہ اس طرح غائب ہوئیں اور نہ یزدگرد کا کوئی بیٹا شہر یار نام تھا۔ اور نہ اس کے قبضہ میں کسی علاقے کی حکومت تھی اور نہ سپاہ و لشکر اور نہ وہ کوئی فوج لے کر حضرت حسینؓ کی مدد کو کربلا آرہا تھا۔ یہ سب مہمل حکایتیں طبعزاد ہیں۔

ایک اور شیعہ مورخ و نساب جو نسباً حسنی اور مولداً کرمانی ہیں یعنی مؤلف عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب شہر بانو کے قصہ کے بارے میں مختلف اقوال پر محاکمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

وقد منع اکثر من النسابین و المورخین و قالوا ان بنتی یزدجرد کانتا معہ حین ذھب الی خراسان وقیل ان ام زین العابدین من غیر ولدہ وقد اغنی اللہ تعالیٰ علی بن الحسینؑ بما حصل لہ من ولادت رسول اللہؐ عن

اکثر نسابین و مورخین نے اس سے انکار کیا ہے (کہ والدہ زین العابدین بنت یزدگرد (تھیں) اور کہتے ہیں کہ یزدگرد جب خراسان کو گیا ہے اسکی دو بیٹیاں اس کے ساتھ تھیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ زین العابدین کی والدہ اسکی اولاد سے نہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے علی بن الحسین

Marfat.com

ولادة یزدجرد بن شهر
یار المجوسی المولود من
غیر عقد علی ما جاءت
به التواریخ والعرب
لا تعد للعجم فضیلة
وان کانوا ملوکاً
(ص ۱۸۱)

کو رسول اللہ کی اولاد میں ہونے
کی فضیلت کے مقابلہ میں اس بات
سے مستغنی رکھا کہ یزدگرد بن شہریار مجوسی
کی اولاد میں ہوں جو بے نکاحی عورت
سے پیدا ہوا تھا جیسا کہ کتب تاریخ
میں مذکور ہے اور اہل عرب اہل عجم
کی فضیلت کو خواہ وہ بادشاہ ہوں
کسی شمار میں نہ لاتے تھے۔

بہرحال یہ قصہ سیاسی ضرورت سے گھڑا گیا تھا، جیسا کہ خود مصنف "تجلیات روح ایران" فرماتے ہیں کہ:۔

محبت مخصوص کہ ابتدائے اسلام
ایرانیان نسبت بخاندان رسول (صلعم)
و حضرت امیر المؤمنین علی بن ابی
طالب و اولاد او بہم رسانید غیر
از اسباب معلومہ یک علت سیاسی
نیز داشت وگرنہ ہمہ قبائل عرب
و پیشوایان اسلام برائے ایرانیاں
یکے بود با ہیچ کدام خویشی و روابط
مخصوص پیش از وقت نداشتند
(مجلہ معارف شمارہ ۳ جلد ۱۶
ص ۱۸۷)

خاندان رسول (صلعم) اور حضرت
امیر المؤمنین علی بن ابی طالب اور ان
کی اولاد کے ساتھ ایرانیوں نے جو
مخصوص محبت ابتدائے اسلام سے
بہم پہنچائی وہ اسباب معلومہ
کے علاوہ ایک سیاسی ضرورت بھی
تھی وگرنہ تمام عربی قبیلے اور پیشوایان
اسلام ایرانیوں کے نزدیک یکساں
تھے اور ان میں سے کسی سے رشتہ و
مخصوص روابط اس سے پہلے وہ
نہ رکھتے تھے۔

اسی سیاسی ضرورت کی تشریح کرتے ہوئے مصنف مذکور فرماتے ہیں کہ ایرانیوں کا ہمیشہ یہ اعتقاد رہا ہے کہ ساسانی خاندان ہی ایران پر حکومت کرنے کا جائز حقدار ہے۔

Marfat.com

چنانکہ بعضے از کتب غیبت را
جاماسپ نامہ نقل کردہ اند کہ پس
از اسلام سلطنت ایران بہ یکے
از آلِ قبا منتہی می گردند و شیعیان
اثنا عشری این یک فقرہ زآلِ قباد
را امام غائب دوازدہم خود دے
دانند کہ از طرف شہر بانو از آل
قباذ است۔ (ایضاً ص ۱۹)

چنانچہ بعض کتب غیبت میں جاما
سپ نامہ سے منقول ہے کہ اسلام
کے تسلط کے بعد آل قباد میں سے
کسی کو سلطنت (ایران) پہنچے گی
اور اثنا عشری شیعہ آل قباد سے
اپنے بارھویں امام غائب مراد
لیتے ہیں۔ جو شہر بانو کی طرف سے
آل قباد میں سے ہیں۔

پروفیسر براؤن نے جو طہران میں عرصہ تک مقیم رہے تھے بتایا ہے کہ شہر سے چار پانچ میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑی ہے جو بی بی شہر بانو سے منسوب ہو کر "کوہ بی بی" کہلاتی ہے کسی مرد کے نجس قدم تو اس پہاڑی پر نہیں جا سکتے عورتیں ہی جاتی ہیں اور امام غائب کی جناب میں جو ایرانیوں کے اعتقاد میں شہر بانو کی نسل سے ہیں حاجت روائی کی التجائیں کرتی ہیں، غرضیکہ ایرانی اثنا عشریہ کے "امام غائب و مہدی" کو آخری بادشاہ ساسانی کی دختر کی نسل میں جس سیاسی ضرورت سے قرار دیا گیا وہ ایرانی و مجوسی دعویداران "مہدویت" کے حالات سے ظاہر ہے جو پچھلے اوراق میں پیش کئے گئے ہیں۔ خصوصاً عبید اللہ بن میمون القداح کے احوال اور اس کے فاطمی نسب کے ادعا سے۔ ورنہ اس قصہ کی کوئی تاریخی حیثیت نہیں ہے۔

فاطمیت کا ادّعا

قرامطہ و اسماعیلیہ کے بیشتر لیڈر جیسا کہ گذشتہ اوراق میں بیان ہوا ہے ایرانی مجوسی تھے، ان میں سے متعدد نے اپنے کو "مہدی" کہا اور فاطمی نسب کا دعویٰ کیا، یحییٰ بن زکرویہ بن مہرویہ نے جس کا ذکر قرامطہ کے سلسلہ میں گزر چکا ہے، اپنے کو محمد بن عبداللہ بن جعفر (الصادق) بتایا، چنانچہ وہ اور اس کے متبعین فاطمی کہلانے لگے۔ وسموا بالفاطمیین (البدایہ جلد ۱۱ ص ۸۶) اظہار نسب کے لئے فاطمیت کی یہ اصطلاح انہی

Marfat.com

اشخاص نے اختیار کی جن کا کوئی نسبی تعلق علیؓ و فاطمہؓ کی اولاد سے نہ تھا یحییٰ ابن زکرویہ نے چند سال تک عراق و حجاز و شام میں فتنہ و فساد مچایا، حاجیوں کو لوٹا اور کثیر تعداد میں قتل کیا۔ بالآخر ۲۹۴ھ میں مع اپنی جماعت کے لشکر خلافت کے ہاتھوں قتل ہوا، چند اور مدعیان مہدویت بھی وقتاً فوقتاً ظہور کرتے، اور کیفر کردار کو پہنچتے رہے، عبداللہ بن میمون القداح اور اس کے اخلاف نے جیسا ذکر ہو چکا مغربی افریقہ کے بربری قبیلوں کی مدد سے فوجی قوت پیدا کر لی تھی، ان کا سیاسی اقتدار عرصہ دراز تک مصر میں باقی رہا۔ ان کے نسبی دعوے کے بارے میں علامہ ابن حزم جو ان کے ہم عصر تھے۔ لکھتے ہیں کہ:۔

ان بني عبيد ولاة مصر	عبید (اللہ بن میمون القداح) کی
الأن قد ادعوا في اول امرهم	اولاد جو اب تک مصر کے حکمران ہیں
الى عبد الله ابن جعفر بن محمد	انہوں نے اول اول تو اپنے کو جعفر
(بن علي بن الحسين) فلما صح	(الصادق) بن محمد (الباقر) کے فرزند
عندهم ان عبد الله هذا	عبداللہ سے منسوب کیا، جب انکو
لم يعقب الا ابنة	اس بات کی صحت ہو گئی کہ ان
واحدة تركوه وانتموا	عبداللہ کے سوائے ایک بیٹی
الى اسماعيل بن جعفر بن	کے کوئی عقب نہ تھا، انہوں نے
محمد	پھر اسمٰعیل بن جعفر بن محمد سے اپنے
(جمہرۃ الانساب ص۵۳)	آپ کو منسوب کر دیا۔

اسی کے ساتھ علامہ ابن حزمؒ نے لکھا ہے کہ عبیدین نے ایک مرتبہ تو یہ دعویٰ کیا کہ وہ حسین بن محمد بن اسمٰعیل بن جعفر (الصادق) کی اولاد سے ہیں پھر کہا کہ ابوالحسن التغیض بن جعفر بن محمد بن اسمٰعیل مذکور کے بھائی کی اولاد سے ہیں یہ لکھ کر وہ فرماتے ہیں:۔

وكل هذه دعوى مفتضحة	یہ کل دعویٰ شرمناک ہے کیونکہ محمد
لان محمد بن اسمٰعيل بن	بن اسمٰعیل بن جعفر کے کوئی بیٹا حسین

Marfat.com

جعفر لم یکن له قط ولد
اسمه الحسین وهذا کذب فاحش
ولان مثل هذا النسب لا یخفی علی من
له اقلّ علم بالنسب (ص۵۴)

نام کا تھا ہی نہیں، یہ تو کھلا جھوٹ
ہے کیونکہ یہ سلسلہ نسب ایسا ہے
کہ جس کسی کو انساب کا کچھ بھی علم ہوگا
اس پر یہ مخفی نہیں رہ سکتا۔

جناب جعفر (الصادقؒ) کے جن سے عبیدین نے اپنے کو منسوب کیا تھا سات بیٹے تھے۔ جن میں بڑے عبداللہ تھے، ان ہی کے نام سے ان کے والد کی کنیت ابو عبداللہ تھی، ان کے بعد اسمٰعیل پھر موسیٰ و محمد و اسحاق و علی و عباس عبداللہ و اسماعیل اور ان کی بہن ام فروہ یہ تینوں فاطمہ بنت حسین بن حسن بن علی بن ابی طالب بطن سے حقیقی بھائی بہن تھے۔ باقی پانچ بیٹے اور چار بیٹیاں کنیزوں سے تھے۔ بڑے بیٹے عبداللہ اپنے والد ماجد کو زیادہ محبوب تھے، ان سے نسل ذکور نہیں چلی، ان کی بیٹی فاطمہ جو علیہ بنت الحسین بن زید بن علی زین العابدین کے بطن سے تھیں امیر المؤمنین ابو جعفر المنصورؒ کے بھائی موسیٰ بن محمد کے پروتے عباس بن موسیٰ بن عیسیٰ بن موسیٰ مذکور کو بیاہی گئیں (جمہرۃ ابن حزم ص۶۴) ان عبداللہ کے چھوٹے بھائی اسمٰعیل کا انتقال جو اسماعیل الاعرج (لنگڑے) کہلاتے تھے (عمدۃ الطالب ص۲۲۲) اپنے والد کی حیات میں ۱۳۳ھ میں ہو گیا تھا۔ ان کے دو بیٹے تھے، ایک محمد جو کنیز کے بطن سے تھے اور دوسرے علی جن کی والدہ ام ابراہیم بنت ابراہیم بن ہشام مخزومیہ تھیں (جمہرۃ الانساب ابن حزم) یہ دونوں بھائی اور خاصکر محمد اپنے چچا موسیٰ بن جعفر یعنی اثنا عشریہ کے ساتویں امام موسیٰ الکاظمؒ کے سخت خلاف تھے۔ مؤلف عمدۃ الطالب لکھتے ہیں:۔

وقال ابن جذاع کان موسیٰ
الکاظم یخاف ابن اخیه محمد
بن اسمٰعیل و یتره و هو لا
یترک السعی به الی السلطان من

اور ابن جذاع نے کہا ہے کہ موسیٰ الکاظم
اپنے بھتیجے محمد بن اسمٰعیل سے خوف
کھاتے اور ان سے کنارہ کش
رہتے تھے وہ بنی عباس کے سلطان

بنی العباس (خلیفہ) سے ان کی مخبری کرنا نہ چھوڑتے تھے۔ (ص ۲۲۲)

امیر المؤمنین مہدی باللہ عباسیؒ (م ۱۵۔ ۱۶۹ھ) کو موسیٰ بن جعفر (الصادق) کے بارے میں جب یہ اطلاعات پہنچیں کہ وہ انقلاب حکومت کے درپے ہیں انہیں بغداد طلب کیا گیا۔ انہوں نے صفائی پیش کر کے امیر المؤمنین کو مطمئن کیا تو پھر مدینہ جانے کی اجازت دی گئی اور تین ہزار کا گرانقدر عطیہ بھی مرحمت ہوا اس کے بعد جب امیر المؤمنین ہارون الرشیدؒ سریر آرائے خلافت ہوئے تو بقول مولف عمدۃ الطالب ان کا (موسیٰ الکاظم کا) اعزاز و اکرام کیا گیا

ولما ولی هارون الرشید الخلافة اکرمه وعظمه (ص ۱۸۴)

جب ہارون الرشید خلافت پر فائز ہوئے انہوں نے (موسیٰ الکاظم) کا اعزاز و اکرام کیا۔

لیکن ۱۷۳ھ میں جب امیر المومنین ادائے حج و زیارت روضۂ رسولؐ مقبول کے لئے حرمین شریفین تشریف لے گئے موسیٰ الکاظم کے بھتیجے محمد بن اسمٰعیل بن جعفر (الصادق) نے ان سے اپنے چچا کی مخبری کر دی اور ان کے سب راز بھی خلیفہ کو بتلا دیئے۔

وقال ابو نصر البخاری کان محمد بن اسمٰعیل بن الصادق مع عمه موسیٰ الکاظم یکتب له فی السر الی شیعته فی الآفاق فلما ورد الرشید الحجاز سعی محمد بن اسمٰعیل بعمه الی الرشید فقال ما علمت ان فی الارض خلیفتین یجیٔ الیهما الخراج فقال الرشید ویلك انا ومن؟

ابو نصر بخاری نے کہا کہ محمد بن اسمٰعیل بن الصادق اپنے چچا موسیٰ الکاظم کی خفیہ تحریرات ان کے پاس لکھا کرتے تھے جو باہر مقامات کے اپنے طرفداروں کو بھیجتے تھے۔ جب (ہارون) الرشید حجاز آئے محمد بن اسمٰعیل نے اپنے چچا کی مخبری ان سے کر دی اور کہا کہ مجھے معلوم نہیں کہ دنیا میں کئی خلیفہ ہیں جن کے پاس خراج کی رقم آتی ہے

Marfat.com

قال موسیٰ بن جعفرؒ اظہر
اسرارہ فقبض الرشید علیٰ
موسیٰ الکاظم وحبسہ وکان سبب
ھلاکہ وحظی محمد بن
اسمٰعیل عند الرشیدؒ خرج
معہ الی العراق ومات ببغداد
دعی موسیٰ بن جعفر بدعاء
استجابہ اللہ تعالےٰ
فیہ وفی اولادہ
(ص ۲۲۳)

(ہارون) الرشید نے کہا کہ تمہارا
ہو میرے سوائے اور کون ہے (محمد
نے) کہا کہ یہ موسیٰ بن جعفر ہیں اور
ان کے سب راز خلیفہ پر ظاہر کر دیے
(ہارون) الرشید نے موسیٰ الکاظم
کو گرفتار کر کے قید کر دیا اور یہ سبب
ان کی ہلاکت کا ہوا[1]۔ محمد بن اسمٰعیل
(ہارون) الرشید کے یہاں خوش
نصیب رہے اور ان ہی کے ساتھ
عراق چلے گئے اور وہیں فوت ہوئے
موسیٰ بن جعفر نے ان کو اور انکی اولاد
کو بددعا دی اور جو اللہ تعالےٰ کے
یہاں استجاب ہوئی

ان محمد بن اسمٰعیل کا انتقال اپنے والد کی وفات سے تقریباً نصف صدی بعد ۱۸۰ھ میں بغداد میں ہو گیا تھا، ان میں اور عبید اللہ میمون القداح متوفی ۲۶۱ھ کے زمانوں میں تقریباً اسّی سال کا فرق ہے لہذا اس کا یہ ادعا کہ وہی

---

[1] شیعہ مورخ و نسابہ نے اس سلسلہ میں یہ بھی لکھا کہ قید کی حالت میں زہر دیا گیا تھا مگر واقعات سے اس الزام کی تردید ہوتی ہے۔ جناب موسیٰ (الکاظم) کو سیاسی وجوہ سے بغداد لا کر نگرانی میں رکھا گیا تھا اور حکومت کی جانب سے ان کے آرام و آسایش کا ایسا انتظام تھا کہ اس مدت حراست میں ان کے دس بارہ اولادیں بھی ہوئیں ان کے کل ساٹھ اولادیں تھیں، ۳۷ بیٹیاں اور ۲۳ بیٹے۔ جو سب کنیزوں کے بطن سے تھے۔ ان کے کئی بیٹوں نے حکومت کے خلاف خروج بھی کئے جن کے تذکرے پچھلے اوراق میں درج ہیں۔

Marfat.com

محمد بن اسمٰعیل ہے۔ محض بے بنیاد اور بقول علامہ ابن حزمؒ شرمناک دعوی تھا،
مؤلف عمدۃ الطالب نے بھی یہ ریمارک کیا ہے کہ پہلے تو اس نے کہا کہ میں ہی محمد
بن اسمٰعیل بن الصادق ہوں۔ مگر اس کا زمانہ اس دعوے کا متحمل نہیں ہو سکتا
(ص ۲۲۴) محمد مذکور کے دو بیٹے جعفر اور اسماعیل تھے جو کنیز کے بطن سے تھے۔
ان سے نسل باقی رہی محمد مذکور کے دوسرے بھائی علی بن اسماعیل بھی اپنے چچا
جناب موسیٰ (الکاظم) کی کارروائیوں کی اطلاعیں خلیفہ کو پہنچاتے رہتے تھے
انہیں بھی حکومت نے بغداد میں ان کے چچا پر نگراں مقرر کر دیا تھا (جمہرۃ انساب
بن حزم ص ۵۴) آخر الذکر کی نسل سے کچھ لوگ مصر میں بھی متوطن ہو گئے تھے، مگر
ان دونوں بھائیوں اور ان کی اولاد کا کوئی نسبی تعلق عبیدی فاطمیوں سے نہ تھا
صحیح النسب فاطمیوں میں سے بیسیوں اشخاص نے عباسی خلفاء کے خلاف خروج
کئے۔ بعض نے اپنی حکومتیں بھی قائم کر لیں۔ مگر ان میں سے کسی کے نسب کی قدح
یا انکار نہیں کیا گیا۔ عبیدیوں کے اس ادعائے کاذبہ کا انکار نہ صرف عباسیوں کی
جانب سے ہوا بلکہ خود صحیح النسب فاطمیوں اور اندلس کے امویوں اور افریقہ
کے ادریسیوں نے بھی کیا جن کی تفصیلات کتب تاریخ میں مندرج ہیں۔ مقریزی
نے بالتعلق چونکہ عبیدی فاطمین سے تھا اس نے اور علامہ ابن خلدون نے البتہ ان
کے دعوے کی تصدیق کی ہے، مگر کوئی قوی دلیل نہ پیش کر سکے عبیدیین کے زمانہ
میں متعدد خاندان صحیح النسب فاطمیوں کے مصر میں اقامت گزین تھے منجملہ
ان کے ابو جعفر مسلم بن عبید اللہ بن طاہر تھے۔ جو جناب علی بن الحسین
زین العابدینؒ کے فرزند حسین الاصغر کے احفاد میں سے تھے۔ اور المعز
عبیدی کے یہاں ذی مرتبت بھی تھے۔

مؤلف عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب نے یہ دلچسپ واقعہ
لکھا ہے کہ کسی نے یہ منظور رقعہ المعز عبیدی کے محل میں اس کے میز پر رکھ دیا
جس کا مضمون تھا کہ اگر تم اصلاً اور نسباً آل ابی طالب سے ہو تو بنی طاہر میں
سے کسی کے یہاں اپنا رشتہ کرو تو لوگ جان لیں گے تم ان کے ہم کفو ہو۔

محمد بن عبید اللہ بن میمون القداح کی ماں کا نام خوزیہ تھا۔ آخری شعر میں اسی کا اشارہ ہے۔ وہ رقعہ یہ تھا۔

ان کنت من آل ابی طالب　　فاخطب الی بعض بنی طاھر
فان راک القوم کفوًا لھم　　فی باطن الامر و فی الظاھر
فامر من خالف خوزیۃ　　یعض منھا البظر بالاخر

رقعہ پڑھ کر المعز اتنا متأثر ہوا کہ ابو جعفر مسلم کے یہاں پیام دیدیا مگر انہوں نے منظور نہ کیا، ان کے انکار پر اس نے انہیں قید میں ڈال دیا اور انکی اموال ضبط کر لئے۔ کہتے ہیں کہ وہ قید خانہ سے بھاگ کر حجاز چلے آئے جہاں ان کے ہم جد متوطن تھے، ہمارے برصغیر ہند میں محمد و علی ابنائے اسمٰعیل بن جعفر (الصادق رح) کی نسل سے بعض قدیم و حامل آثار خاندان ہیں، مثلاً خاندان حضرت اشرف جہانگیر سمنانی جن کا سلسلہ نسب، ۱۷ واسطوں سے محمد بن اسمٰعیل سے متصل ہوتا ہے، بایں طریق حضرت اشرف جہانگیر بن ابراہیم بن عماد الدین بن نور بخش بن ظہیر الدین بن تاج الدین بن علی بن محمد بن کمال الدین بن مبارز الدین بن جمال الدین بن عبد اللہ بن حسین بن احمد بن حمزہ بن علی الاکبر بن موسیٰ بن اسماعیل ثانی بن محمد بن اسمٰعیل بن جعفر الصادق رح ..... اسی طرح ابو جعفر امیر شاہ بہرائچی کا سلسلہ نسب علی بن اسماعیل بن جعفر الصادق رح تک بچند واسطہ منتہی ہوتا ہے۔ ان خاندانوں کا کوئی واسطہ و تعلق عبیدیوں سے یا ان کے داعیوں سے جو وقتاً فوقتاً برصغیر ہند میں اپنی دعوت کے سلسلے میں آتے رہے مطلق نہ تھا اور نہ ہو سکتا تھا۔ کیونکہ یہ سب صحیح النسب فاطمی اپنے عقائد و اعمال میں سلف صالحین کے متبع تھے۔

نام نہاد "دعوت فاطمیہ" کی خصوصیات

لاکھوں مسلم علماء و فضلاء، و امراء و عوام اور حاجیوں کے قتل کے علاوہ جیسا مورخین نے لکھا ہے۔ وقتلوا من المسلمین خلقا و ممّا لا یحصیھم الا اللہ (البدایہ جلد ۱۲ ص ۲۶۷)۔

Marfat.com

جنہیں محض اس لئے قتل کیا گیا کہ وہ دین اسلام پر مستقیم تھے اور علاوہ اس
بہتان تراشی کے جس کے ذریعہ اعیان اسلام کو طرح طرح بدنام کیا گیا اور
علاوہ اس تحریف و تلبیس کے جو شریعت اسلامیہ کو مسخ کرنے کے لئے ان
لوگوں نے باقاعدہ اور منظم طریقہ پر کی حسب ذیل "کارنامے" سب پر فائق ہیں۔

(۱) حاکم اسماعیلی کہ ششم
خلیفہ بنی فاطمہ مغرب بود از مدینہ
علوی را بفریفت تا در شب از خانہ
و نقب بر روضہ رسول صلعم می زدند
تا امیر المؤمنین ابو بکر صدیق و عمر
بن خطاب رضیعہما از آں روضہ
بیروں آوردند و ہر چہ خواہند با
ایشاں کنند (نزہت القلوب
بحمد اللہ مستوفی۔ قزوینی ص۱۳۱)

حاکم اسماعیلی نے جو مغرب (مصر)
کا چھٹا خلیفہ بنی فاطمہ (عبیدی) ہیں
سے تھا مدینہ کے ایک علوی کو اس
غرض سے بہکایا کہ رات میں اس
کے گھر سے روضہ رسول (اللہ) صلعم
تک نقب لگائیں تاکہ امیر المؤمنین
ابو بکر الصدیق اور عمر بن الخطاب رضی
اللہ عنہما کو روضہ سے باہر نکال
لائیں۔ اور ان کے (لاشوں کے
ساتھ) جو دل چاہے کریں۔

مصنف موصوف نے قاضی احمد دامغانی مؤلف کتاب استظہار الاخبار
اور قاضی رکن الدین جوینی مؤلف کتاب مجمع ارباب الملک کے حوالے سے یہ
واقعہ لکھا ہے کہ اس روز مدینہ میں "گرد باد و صاعقہ" کے ساتھ تاریکی عظیم
پیدا ہو گئی۔ تفتیش میں اس علوی نے سب واقعہ حاکم مدینہ سے بیان کر دیا
ان خبیثوں کو سزائیں دی گئیں۔

اس موقع پر یہ بیان کر دینا بے محل نہ ہوگا کہ یہ عبیدی فاطمی جناب جعفر
(الصادق) کے فرزند اسماعیل سے اپنا سلسلہ نسب ملانے کے مدعی تھے حالانکہ
جناب موصوف کے مادری حضرت ابو بکر الصدیق رضؓ تھے اور وہ حضرت موصوف
کی اولاد دختری ہونے کا اظہار فخریہ لہجہ میں کیا کرتے تھے۔ عمدۃ الطالب کے شیعہ
مصنف جناب جعفرؒ کے مادری نسب کے بارے میں کہتے ہیں۔

"اوران کی (جناب جعفر کی) والدہ ام فروہ بنت القاسم الفقیہہ تھیں اور ان (ام فروہ) کی ماں اسماء بنت عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ تھیں اس لئے (جعفر) الصادق کہا کرتے تھے کہ میں ابوبکرؓ سے دو مرتبہ جنا گیا ہوں (ولدنی ابوبکر مرتین) صـ۱۸۳)"

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے جناب جعفرؒ کا یہ قول یہ ایک موقع پر نقل کیا ہے۔

اذا یسبّ الرجل جدّہ ابوبکرٍ
جدی لا تنالنی شفاعۃ
جدّی محمد صلی اللہ علیہ
وسلم ان لم اکن اتولاھما
أبترا من عدوھما
(ازالۃ الخفا، جلد ۱ صـ۱۰۸)

کیا کوئی اپنے جدّ (مادری) کو برا کہہ سکتا ہے، ابوبکر تو میرے جدّ (مادری) ہیں مجھے میرے (دوسرے) جدّ (مادری) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہو، اگر میں ان دونوں (ابوبکر و عمرؓ) سے محبت نہ کروں اور ان کے دشمنوں سے اظہار بیزاری)

جناب موصوف سے ان لوگوں کے بارے میں پوچھا گیا جو شیخین کو برا کہتے ہیں فرمایا۔ اولٰئک المرّاق یعنی یہ لوگ دین سے نکلے ہوئے ہیں (ایضاً صـ۱۰۹) ایک مرتبہ کسی شخص نے پوچھا کہ تلوار کے دستہ پر نقاشی کا کام کرانا کیسا ہے فرمایا اچھا ہے ابوبکر الصدیقؓ کی تلوار کے دستہ پر بھی نقاشی کا کام تھا۔ اس نے کہا آپ انہیں "الصدیق" کہتے ہیں۔ یہ سن کر جناب جعفر کو جلال آگیا فرمایا، ہاں "ابوبکر الصدیق"، "ابوبکر الصدیق" جو انہیں الصدیق نہ جانے اور نہ کہے اس کا برا ہو اور شفاعت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اسے نصیب نہ ہو۔ (البدایہ والنہایہ)

ان کے دادا جناب علی بن الحسینؓ سے جب کسی نے دریافت کیا تھا، کہ شیخین کی کیا منزلت ہے، آپ نے روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ایسی ہی ہے جیسے اس وقت بھی ہے یعنی آنحضورؐ کے پہلو میں یہی دونوں بزرگوار ہیں کوئی تیسرا نہیں۔

مزار اقدس کے دائیں بائیں حضور کی لیتے ہیں بلائیں۔

نہ اُس جہاں میں جدا رہیں گے نہ اس جہاں میں جدا رہے ہیں

محبت و احترام کے ان واقعات کے ہوتے ہوئے کیا ان بزرگوں یعنی جناب علی بن الحسینؓ و محمد بن علیؒ و جعفر بن محمدؒ (الباقر) سے کوئی دور کی نسبت بھی ان عبیدیوں کو ہو سکتی ہے۔ جنہوں نے اس فعل شنیعہ کے ارتکاب کرانے کی کوشش کی تھی۔

(۲) قرامطہ نے جیسا پچھلے اوراق میں بیان ہوا عبیدی مہدی کے حکم سے حجر اسود کو اکھاڑا تھا اور مدت تک اپنے قبضہ میں رکھا تھا۔ ۴۱۱ھ کے تحت علامہ ابن کثیرؒ نے یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ الحاکم عبیدی کے مصاحبین سے ایک شخص مصری حاجیوں کے زمرہ میں شامل ہو کر مکہ معظمہ پہنچا۔ خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے اس خبیث نے حجر اسود پر ہتوڑے سے تین ضربیں لگائیں (ضربہ بدبوس کان معہ ثلاث ضربات متوالیات) (ج ۱۱ ص ۱۴۱)

ضربات مارتے وقت کہتا جاتا تھا کہ میں کعبہ کو بھی منہدم کروں گا۔

انی اھدم البیت الیوم ھذا۔ لوگوں نے پکڑ کر خود اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔

(۳) اس روایت کو دوسرے طریق پر بھی بیان کیا گیا ہے کہ اسی حاکم عبیدی نے ابو الفتوح اپنے ایک سردار کے ساتھ ایک دستہ فوج دیکر ان ایام میں جب ان کا چند روزہ تسلط حجاز پر ہو گیا تھا۔ مدینہ طیبہ بھیجا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مصر لے آئے۔ یہ خبیث جب روضۂ مبارک کو منہدم کرنے اور جسد اطہر کو وہاں سے منتقل کرنے کے لئے جمع ہوئے مسلمانوں میں سخت اضطراب پھیل گیا، یکایک ایک قاری نے یہ آیت بلند آواز سے تلاوت کی

الا تقاتلون قوما نکثوا	کیا تم اس گروہ سے جنگ نہیں کرتے
ایمانھم وھموا باخراج	جنہوں نے اپنے سب عہد و پیمان
الرسول وھم بدءوکم	توڑ دئیے اور رسول اللہ صلی اللہ

Marfat.com

اَوَّلَ مَرَّةٍ ط اَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ

(۱۳-۹)

علیہ وسلم کو نکالنے کا ارادہ کیا اور شرارت کی ابتدا ان ہی کی طرف سے ہے، کیا تم ان سے ڈرتے ہو حالانکہ یہ حق اللہ کا ہے کہ تم اس سے ڈرو۔

یہ آیت مبارکہ ایسی برمحل پڑھی گئی گویا اسی موقع کے لئے نازل ہوئی تھی مسلمانوں میں بجلی سی دوڑ گئی۔ انہوں نے ان خبیثوں کا باوجود ان کی مسلح قوت کے مقابلہ کیا، ساتھ ہی خوف ناک آندھی آئی یہ خبیث خوف زدہ ہوکر بھاگ گئے

(۴) نام نہاد "دعوت فاطمیہ" کے علمبرداروں کی خواہ اسماعیلی شاخ سے متعلق ہوں یا دوسری سے برابر یہ کوشش رہی ہے کہ اسلامی تعلیمات کے اصل منبع یعنی قرآن شریف کی فعالیت کو ختم کردیں تاویلات باطلہ فاسدہ کے ذریعہ یا صحیفہ آسمانی کو مبدّل و محرّف ثابت کرکے، امام ابن قیمؒ نے اعلام الموقعین عن رب العالمین۔ میں تاویلات کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ نصیریہ و اسماعیلیہ و باطنیہ و قرامطہ نے ان تاویلات ہی کے ذریعہ ملت میں بار پایا۔ اور تعلیمات اسلامی کو مسخ کرنے کی کوشش کی چنانچہ ایک اسماعیلی مصنف ڈاکٹر زاہد علی نے اپنی کتاب میں جس کا ذکر پہلے آچکا ہے آیاتِ قرآنی کے بارے میں اپنے اماموں اور داعیوں کی تاویلات کی بہت سی مثالیں پیش کرنے کے بعد لکھا ہے۔

"کیا ہم ایسے مذہب کو اسلام کے موافق کہہ سکتے ہیں جس کی توحید میں کلمۂ شہادت لا الٰہ الا اللہ کی تفسیر لا امام الا امام الزماں ہو۔ جس میں ھو الخالق فیھما الا اللہُ لفسد تا میں اللہ سے اشارہ امام کی طرف ہو۔ جس میں ھو الخالق الباری المصور سے عقل اوّل یا امام الزماں مراد ہوں جس میں عالم الغیب و

الشہادۃ سے مقصود مولانا قایم ہوں۔۔۔۔ وغیرہ وغیرہ۔
(ص۶۳۲ کتاب ہمارے اسمٰعیلی مذہب کے حقیقت اور اسکا نظام)

(۵) یہ جو کچھ بیان ہوا اس شاخ کے "کارنامے" ہیں جنہوں نے جناب جعفرؓ کے ایک پوتے محمد بن اسماعیل بن جعفر کو اپنا امام مہدی قرار دے لیا تھا اب دوسری شاخ کی بات سنئے جنہوں نے جناب موصوف کے فرزند موسیٰ بن جعفرؒ کو اور ان کے بعد ان کے اخلاف کو اپنا امام کہا ہے اور امامیہ کہلائے۔

ومن قول الامامیۃ کلھا قدیمًا او حدیثًا ان القراٰن مبدّل، زید فیہ ما لیس منہ ونقص فیہ کثیر وبدّل منہ کثیر (الملل والنحل ج۳)	تمام امامیہ کا خواہ قدیم ہوں یا جدید یہی قول ہے کہ قرآن بدل دیا گیا، اس میں وہ چیز بڑھا دی گئی جو نہیں تھی اس میں سے جو کم کر دیا گیا ہے وہ بھی بہت ہے، جو بدل دیا گیا ہے وہ بھی بہت ہے [1]

چنانچہ شیعہ محدث محمد بن یعقوب الکلینی متوفی ۳۲۹ھ اپنی کتاب الصافی میں لکھتے ہیں۔

ان القراٰن الذی جاء بہ جبریل الی محمد (۷۱۰۰) اٰیۃ والمشہور عندنا (۶۶۱۶) اٰیۃ	قرآن جو جبریل فرشتہ (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا تھا اس میں (۷۱۰۰) آیتیں تھیں اور ہمارے پاس مشہور (۶۶۱۶) آیات ہیں۔

---

[1] قدمائے امامیہ میں علی بن حسن بن موسیٰ بن ابراہیم بن موسیٰ بن جعفرؒ (الصادق) تحریف قرآن کے منکر تھے اور اس کے قائل کی تکفیر کرتے تھے۔ اسی طرح ان کے دو شاگرد (ابو علی طوسی اور ابو القاسم الرازی بھی تحریف قرآن کے قائل نہ تھے (الملل والنحل ابن حزم)

Marfat.com

گویا ان شیعہ محدث کے نزدیک جو قرآن جبریل لائے اس سے موجودہ قرآن میں (۴۸۴) آیتیں کم ہیں۔

(۶) محدث کلینی سے تقریباً ۷۰ برس بعد بغداد کے امامیہ نے ایک قرآن پیدا کیا جسے عبداللہ بن مسعودؓ کا مصحف بتایا اور اس قرآن سے مختلف ظاہر کیا جو مسلمانوں میں متداول ہے۔ اس واقعہ پر سخت ہنگامہ و فساد برپا ہوا یہ امیر المؤمنین القادر باللہ عباسیؒ کا عہد امامت تھا انہوں نے علماء و فقہاء و قضاۃ کا اجلاس طلب کیا اور متفقہ فیصلہ کے مطابق قاضی ابو محمد اکفانیؒ و شیخ ابو حامد اسفرائینیؒ نے خود کھڑے ہو کر اس مصنوعی قرآن کو نذر آتش کر دیا (البدایہ ج۱۱ ص۳۴۵ و طبقات الشافعیہ ج۳ ص۲۶)

(۷) الکلینی نے ایک اور کتاب کے نزول کی روایت اپنے ایک امام ابو عبداللہ سے اور معاذ بن کثیر کی سند سے نقل کی ہے یعنی۔

ان اللہ عزّ وجلّ انزل علی نبیہ کتابًا فقال جبریل۔ یا محمد ھذا کتابک وصیتک الی النجباء فقال ومن النجباء یا جبریل؟ فقال علی بن ابی طالب وولدہ وکان علی الکتاب خواتم من الذھب فدفعہ رسول اللہ الی علی وامرہ ان یفک خاتما منہ فیعمل بما فیہ (الی اٰخرہ)	اللہ بزرگ و برتر نے اپنے نبی پر ایک کتاب اتاری جسے جبریل نے (یہ کہہ کر پیش کیا کہ) اے محمد! یہ آپ کا وصیت نامہ ہے۔ نجباء کے لئے (رسول اللہ نے) پوچھا نجباء کون لوگ ہیں (جبریل نے) کہا علی بن ابی طالب اور ان کی اولاد۔ اس کتاب میں سونے کی مہریں لگی ہوئی تھیں۔ رسول اللہ نے وہ کتاب علی کو دے دی اور ہدایت کی کہ مہر توڑ کر جو (حکم تحریر ہے) اس پر عمل کرو۔

کتاب میں حضرت علیؓ کے لئے کیا حکم تھا روایت میں اس کی تصریح نہیں

Marfat.com

اور نہ حضرت حسنؓ کے بارے میں ہے۔ شاید اس لئے کہ یہ حضرات اپنے اپنے زمانہ کے خلفاء کی بیعت میں داخل تھے۔ حضرت حسینؓ نے جب اپنی مہر توڑی تو یہ حکم لکھا پایا۔

تم شہادت حاصل کرنے کے لئے نکلو تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی شہادت کے سوا کسی کی شہادت نہیں اور تم اپنی جان اللہ کے واسطے دے ڈالو۔ (واشتر نفسک للہ)

جب ان کے صاحبزادے کو یہ کتاب پہنچی انہوں نے مہر توڑ کر دیکھا تو حکم لکھا پایا۔

بے شک تم چپ سادھے رہو اور خاموش اپنے گھر کے اندر بیٹھے رہو اپنے رب کی عبادت میں خاموش رہو۔"

پھر انکے فرزند محمدؒ اور پوتے جعفر بن محمدؒ نے جب اپنی اپنی مہریں اپنے وقتوں میں توڑیں تو دونوں کو یہی ہدایت تھی کہ:۔

"لوگوں کو حدیثیں سناؤ، فتوے دو اور اپنے اہل بیت کے علوم کی اشاعت کرو سوائے اللہ کے کسی سے خوف نہ کھاؤ، تمہارے اوپر کسی کو دسترس نہ ہوگا۔

جب جعفر بن محمد کے فرزند جناب موسیٰ بن جعفر کی نوبت آئی کوئی حکم تحریر نہ تھا اور نہ ان کے اخلاف میں سے کسی اور کی بابت، شائد یہ اس وجہ سے ہو کہ جناب موسیٰ کو ان کے بھتیجے محمد بن اسماعیل کی رپورٹ پر جیسا بیان ہو چکا کہ وہ انقلاب حکومت کے درپے ہیں اور اپنے طرفداروں سے مراسلت کرتے اور ان سے روپیہ حاصل کرتے ہیں، خلیفہ وقت نے نظر بند کر دیا تھا اور ان کے بیٹے پوتے خلیفہ عباسی کے داماد تھے۔ بہر حال جو وجہ بھی ہو، مجلد کتاب کا نزول چیپر سونے کی مہریں ثبت ہوں خالص عجمی ذہنیت کی مہمل اختراع ہے اسی سے "مصحف فاطمہ" و "مصحف علی" کا بھی قیاس کیا جا سکتا ہے۔

کلام اللہ کی آیات کی تاویلات باطلہ، تحریف قرآن کی روائتیں، سونے

Marfat.com

کی مہریں لگی ہوئی مجلد کتاب کا نزول، ائمہ کا منصوص من اللہ اور معصوم عن الخطا قرار دینا اور امام کو یہ اختیار ہونا کہ وہ قرآن پر حکم ہو اور شریعت کو بھی معطل کر سکے۔ یہ اور اس قسم کی باتیں آخر کس بات کا ثبوت ہیں۔ اسماعیلی مصنف نے تو اس تحریک کے سیاسی مقصد کو ان الفاظ میں ظاہر کیا ہے۔

سیدنا عبداللہ[1] نے اسماعیلی دعوت قائم کی جس سے آپ کا مقصد ایک مذہبی تحریک پیدا کرنا تھا جو خلافت عباسیہ کا مقابلہ کر سکے جو اس زمانہ میں برسر حکومت تھی اس غرض کی تکمیل کے لئے ایک انجمن بنائی جس میں ایسے افراد شریک کئے جو بالطبع معتزلیوں کے خیالات اور فلسفیوں کی رایوں کی طرف مائل تھے، اس تحریک کی کامیابی کے لئے اہلِ بیت کی مدد لینا پڑی تاکہ وہ شیعہ جن کو اہل بیت سے محبت تھی اسے جلد قبول کر لیں، تاریخ میں اس قسم کی تحریکوں کی متعدد نظیریں ملیں گی۔ شیعہ جو اس زمانہ کی موجودہ حکومتوں یعنی حکومت عباسیہ اور حکومت اُمویہ اندلس سے ناراض تھے اہلِ بیت کے کسی نہ کسی فرد کو اپنا حق لینے کے لئے ابھارتے اور اسے حکومت کی ترغیب دے لاکر اپنا امام بناتے اور اس کی قیادت میں عباسیوں اور امویوں کا مقابلہ کرتے۔ بعض وقت تو صرف اس کے نام سے فائدہ اٹھاتے تھے، حالانکہ وہ خود ایسی تحریک پسند نہ کرتا تھا چنانچہ مولانا علی کے فرزند مولانا محمد بن الحنفیہ کے نام سے دعوت کیجاتی تھی اور آپ خود اس سے انکار فرماتے رہے، اسی طرح سیدنا عبداللہ بن میمون القداح نے ایک ایسی دعوت قائم کی جو مولانا جعفر صادق کے حکم کے خلاف تھی۔" (ص ۶۱۲)

اسماعیلی مصنف کے اس اعتراف سے نہ صرف عبیدی فاطمی دعوت کی اصل

---

[1] یعنی عبیداللہ بن میمون القداح

Marfat.com

حقیقت منکشف ہو جاتی ہے بلکہ یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ سیاسی پارٹیاں حصول مقصد کے لئے بعض صحیح النسب فاطمیوں کو اپنا امام قرار دے کر سیاسی مقاصد پر مذہب کی ملمع کاری کرتی رہتی تھیں۔ جناب علی بن الحسینؓ کے فرزند عمر بن علی بن الحسینؓ سے کسی نے دریافت کیا تھا کہ آپ کے خاندان میں کیا کوئی ایسے فرد ہوئے ہیں جن کی اطاعت فرض ہو، انہوں نے صاف انکار کیا تھا کہ ہمارے یہاں ایسا کوئی شخص نہیں ہوا جو کوئی ایسا کہتا ہے وہ کذاب ہے اور میرے والد نے مرتے وقت کسی کو وصیت بھی نہیں کی (طبقات ابن سعدؒ ص ۲۳۹ و کتاب نسب قریش ص ۶۲) یہ بیان جناب محمد بن علی بن الحسینؓ کے بھائی کا ہے۔ یہ سب دس یا گیارہ بھائی تھے۔ سب سے بڑے حسین الاکبر تھے وہ اور ان کے چھوٹے بھائی محمد دونوں اپنے والدین کے ساتھ کربلا میں تھے۔ یہ جناب محمدؒ الباقر علمی ذوق رکھتے تھے، سیاسیات سے کوئی تعلق نہ تھا اور نہ وہ اپنے حقیقی بھائیوں سے یا چچازاد بھائیوں سے یا ہاشمی خاندان کے دوسرے افراد سے علم و عمل میں کوئی برتری و فضیلت رکھتے تھے۔ امامیہ کے اس دعوے کی تردید میں کہ ان کے امام کے پاس شریعت کا کل علم ہوتا ہے۔ علامہ ابن حزمؒ نے اپنی کتاب الملل و النحل میں جو استدلال کیا ہے اسے اس موقع پر نقل کرنا نامناسب نہ ہوگا، وہ فرماتے ہیں۔

"اسی طرح یہ لوگ (یعنی امامیہ) علی بن الحسین کی علم و عمل میں کوئی برتری و فضیلت سعید بن المسیبؒ قاسم بن محمد (بن ابی بکرؓ) سالم بن عبداللہ بن عمرؓ عروہ بن الزبیرؓ ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام اور ان کے (علی بن الحسین کے) چچازاد بھائی حسن بن حسنؓ پر نہیں پائیں گے یہ لوگ علم و تقویٰ میں محمد بن علی بن الحسینؓ کی برتری و فضیلت عبدالرحمٰن بن قاسم بن محمد (بن ابی بکرؓ) پر اور نہ محمد بن عمرو بن ابی بکر بن المکندرؒ یا ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوفؓ پر یا ان کے بھائی زید بن علی بن الحسینؓ پر یا عبداللہ بن حسن بن حسنؓ پر نہیں پائیں گے۔ اسی طرح یہ لوگ جعفر بن محمدؒ (بن علی بن الحسین) کی کوئی برتری و فضیلت علم میں، دین میں عمل میں محمد بن مسلم الزہریؒ پر، ابن ابی ذوئبؒ پر، عبداللہ بن عبدالعزیز

بن عبداللہ بن عمرؓ پر، عبیداللہ بن عمرو بن حفص بن عاصم بن عمرؓ پر اور خود اپنے دونوں چچازاد بھائی محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسنؓ اور علی بن حسن بن حسنؓ پر نہ پائیں گے بلکہ جن لوگوں کا ہم نے ذکر کیا ہے، وہ علم و زہد میں ان سے برتر تھے اور یہ سب کے سب فقہ و حدیث میں بہت بلند مرتبہ رکھتے تھے جس کا کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ ابن عباسؓ نے اپنی فقہ بیس۲۰ کتابوں میں جمع کی ہے اور اگر تلاش کیجائے تو ان کی حدیث بھی قریب قریب اسی حد تک پہنچے گی، حالانکہ حسن و حسینؓ کی فقہ دو ورق تک بھی نہیں پہنچتی اور ان دونوں کی حدیث ایک آدھ ورق تک پہنچتی ہے۔ یہی حال علی بن الحسینؓ کا بھی ہے۔ محمد بن علی (بن حسینؓ) کی حدیث و فقہ ایک چھوٹے سے جزو تک پہنچتی ہے، اسی طرح جعفر بن محمد کی حالانکہ روافض کا دعویٰ یہ ہے کہ امام کے پاس شریعت کا مکمل علم ہوتا ہے۔ جعفر بن محمدؒ کے بعد تو ہمیں ان ائمہ کے علم کا بالکل پتہ نہ چلا، نہ حدیث میں نہ فقہ میں، باوجودیکہ ان لوگوں کا زمانہ ہمارے زمانے کے قریب ہے، اگر ان لوگوں کے پاس اس میں سے کچھ ہوتا تو وہ ضرور مشہور و معروف ہوتا، جیسے محمد بن علیؓ اور ان کے بیٹے جعفر وغیرہ سے جو ان کے ائمہ میں سے ہیں مشہور و معروف ہے۔" (الملل النحل ابن حزمؒ)

علمی فضیلت کا اکتساب جناب علی بن الحسینؓ کے صرف ایک ہی صاحبزادے اور ان کے چند اخلاف تک محدود نہ تھا، کیونکہ پہلی صدی ہجری کا وہ زمانہ ہے۔ جب عرب خصوصاً قریش کے نوجوانوں کے دلوں میں فضائل و کمالات کے اکتساب کا ولولہ و جوش موجزن تھا، فضائل کی بھی بہت سی نوعتیں ہیں۔ جن میں علم بھی ہے زہد و تقویٰ بھی، پاک دامنی، عفت بھی، حلم و کرم بھی ہے، صبر و استقامت بھی و ہمچناں، بنو عبد مناف کی دونوں شاخوں ہاشمی و اموی ہی کے نہیں صدیقی و فاروقی انصاری و اسدی و زہری اور دوسرے خاندانوں و قبیلوں کے ہزاروں اشخاص

Marfat.com

حالات کتب سیر میں محفوظ ہیں۔ ان سے ثابت ہے کہ فضائل و کمالات میں ایک سے
ب بڑھ کر تھا، عجمیوں نے تو اپنے سیاسی مقاصد سے چند اشخاص کو خصوصاً حضرت
سینؓ کے تقریباً سوا سو اخلاف میں سے آٹھ افراد کو "امام معصوم" قرار دیکر انکی
مت کا اور اپنے سیاسی مخالفوں خصوصاً بنی امیہ کی بے دینی و ضلالت کا
و پیگنڈا اس شدت اور اس عیاری سے کیا کہ بہت سے غیر شیعہ مسلمانوں کے
ہان و قلوب بھی اس سے متاثر ہیں، ان کی زبانوں پر بھی غیر شعوری و غیر ارادی
ور سے "امام" اور "علیہ السلام" کے الفاظ ان حضرات کے ناموں کے ساتھ ادا ہوتے
ں، حالانکہ ملت کے تعمیری کاموں میں ان حضرات کا کوئی حصہ نہیں رہا۔ اور نہ
ہوں نے کبھی "امام معصوم" ہونے کا دعویٰ کیا اور نہ کوئی شخص اسلامی حکومت
ں ایسا دعویٰ کرنے کی جسارت کر سکتا تھا اور اگر کرتا تو بغیر تعزیر کے نہیں بچ سکتا
ا۔ پہلی صدی ہجری اور اس کے تیس برس بعد تک اموی خلفاء اور ان کے عزیزوں
اسلام کی جو عظیم الشان خدمات انجام دیں وہ ان کے بعد کسی اور خاندان کے
راد نے اس درجہ پر نہیں کیں۔ مغربی پاکستان کے علاقہ سندھ میں جو اس زمانہ میں
و چستان و سرحدی اضلاع وغیرہ پر مشتمل تھا۔ دین اسلام کی ترویج امویوں ہی
ے زمانہ میں ہوئی اور آج بھی کراچی سے صرف تیس میل کے فاصلہ پر محکمہ آثار قدیمہ
) بدولت اسی عہد کی معمرہ مسجد اور غازیوں کی قبریں برآمد ہوئی ہیں اور ایک
باسی خلیفہ کے کچھ سکے بھی۔ ابھی یہ بات شاید طے شدہ نہیں کہ آیا یہ مقام دیبل
ے۔ یا کوئی اور مقام، بہرحال یہ ایک نشانی ہے۔ مجاہدین اسلام کے
رفروشانہ تبلیغ دین متین کی۔

ذیل میں امامیہ کے ائمہ کی فہرست اور اس کے ساتھ ان بزرگوں کی فہرست بھی
رج کی جاتی ہے۔ جنہوں نے اسلام کے اہم رکن یعنی اقامت حج کی خدمات انجام
یں اور مختلف سنین میں امیر حج رہے، اس سے اس وقت کے احوال کا قدرے
ندازہ ہو سکتا ہے۔ ایک طرف امویوں اور ان کے بعد عباسیوں کے
ارنامے تعمیر ملت کے ہیں۔ اور دوسری جانب سبائیوں کے پھیلائے ہوئے

Marfat.com

عقیدۂ موروثی امامت کی کرشمہ سازیاں ہیں جس کو ایک مستشرق محقق ہنری لامن کے الفاظ میں سنئے کیونکہ مسلمانوں کے سیاسی اختلافات کے بارے میں مستشرقین کی تحقیق غیر جانبدار تحقیق ہو سکتی ہے۔ ہمارے سبائیہ زدہ ملّا صاحبان مستشرقین کی اس بے لاگ تحقیق کے بھی مخالف ہیں جو تاریخی واقعات و حالات کے بارے میں ہو اور مذہب اسلام کے معتقدات یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ سے اس تحقیق کا کوئی تعلق نہ ہو، محقق لامن نے اپنی کتاب میں جس کا حوالہ پہلے گذر چکا ہے، لکھا ہے کہ:۔

"اہلِ تشیع کے اعتدال پسند طبقے میں بھی اہلِ بیت کی عقیدت مندی کا جو مسلک اختیار کیا گیا ہے اس سے اس احترام کو ضرر پہنچتا ہے جو اسلام میں، اس کے پیغمبر کا ہے (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی علیؓ کے آگے ماند سے ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح علیؓ بھی حسینؓ کے سامنے دھندلکے میں پڑ جاتے ہیں۔ کربلا کے مایوس و غمگین ہیرو نے اپنے برادر بزرگ حسنؓ کو گویا ان کے مقام سے ہٹا کر ان کی جگہ لے لی ہے کیونکہ شیعہ کبھی اس بات کو معاف نہیں کر سکتے کہ معاویہؓ کے ساتھ انہوں نے صلح و مصالحت کر لی تھی۔ حسینؓ کے بارے میں یہ باور کیا جاتا ہے کہ اپنی خوشی و مرضی سے انہوں نے اپنی ذات کو اس غرض سے قربان کر دیا کہ بندوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کریں اور اس طرح گویا باعث نجات ہوں۔ محمد (صلعم) علیؓ اور حسینؓ سے ایک شیعہ تثلیث کی بناء ڈالی گئی۔ اوّل الذکر سے مراد وحی سے لی گئی۔ علی سے تاویل و تفسیر قرآن اور حسین سے شفاعت و کفارہ (اسلام۔ معتقدات و آئین مولفہ ہنری لامن صـ۱۴۱)

اللہ تعالیٰ نے ان تحریکات کے وجود میں آنے کی اطلاع جو قرآن حکیم کی فعالیت ختم کرنے کے درپے ہوں اس کی حفاظت کے خدائی وعدہ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ کے خلاف اسے مبدّل و محرف بتائیں اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں

سے دے دی تھی مگر اس بشارت کے ساتھ کہ بالآخر حق غالب ہو کر رہے گا۔

ما ارسلنا من	ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول کوئی نبی
لک من رسول و	نہیں بھیجا مگر یہ کہ اس نے جب اپنے مقاصد
نبی الا اذا تمنّٰی القی	بر ئے کار لانے چاہے تو شیطان نے اس
شیطان فی امنیتہ	کے عزائم کی راہ میں رکاوٹیں ڈالیں پس
ینسخ اللہ ما یلقی	اللہ تعالےٰ اس چیز کو منسوخ کرتا رہتا ہے
شیطان ثم یحکم	جو شیطان نے ڈالیں اور پھر اپنی آیات
اللہ اٰیتہ۔	کو ثبات بخشتا ہے۔

اہلِ عالم کی تاریخ میں نزول قرآن سے بڑھ کر کوئی واقعہ نہیں اور دعوت
مدیہ سے عظیم تر کوئی تحریک نہیں اس لئے اس تحریک کے مقابلے میں جو تحریکیں اٹھیں
بھی طاقتور ہونی چاہئیں۔ اب چونکہ کوئی نبی آنیوالا نہیں اور قرآن مجید کی صورت
مسلمانوں کا نبی ہر وقت موجود ہے لہذا تحکیم اٰیات باللہ اور تنسیخ
ا یلقی الشیطان کا کام تا قیام تہا مسلمانوں ہی کے ذریعہ جو رشد و
ہدایت کے دعویدار ہوتے ہیں پورا ہوتا رہا ہے جو طرح طرح کے بدعات و
خرافات کے باعث ہیں۔

علی بن ابی طالب اور
صحیح النسب فاطمی جنہیں "امام معصوم" قرار دے لیا ہے

نمبر شمار	نام و نسب	سنہ ولادت	سنہ وفات	عمر	سبب موت	امامیہ کے اختراعی القاب	کس کس خلیفہ کی بیعت میں داخل تھے
۱	علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب	سنہ ۶۰۵ء	سنہ ۶۶۰ھ	۵۸ سال	مقتول	اسد اللہ و حیدر	ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ
۲	حسن بن علی بن ابی طالب	سنہ ۶۲۵ء	سنہ ۶۶۹ھ	۴۵ سال	بعارضہ دیابیطس	مجتبیٰ	عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ و معاویہؓ

Marfat.com

نمبر شمار	نام و نسب	سنہ ولادت	سنہ وفات	عمر	سبب موت	امامیہ کے اختراعی القاب	کس کس خلیفہ کی بیعت میں داخل رہے
۳	حسین ابن علی رضؓ بن ابی طالب	سنہ ۵ھ	محرم سنہ ۶۱ھ	۵۵ سال	مقتول	سید الشہداء	عمر رضؓ و عثمان رضؓ و علی رضؓ و معاویہ رضؓ
۴	علی بن الحسین رضؓ	سنہ ۳۷ھ	سنہ ۹۵ھ	۵۸ ؍؍	طبعی	سجاد و زین العابدین	معاویہ رضؓ و یزید رحؒ و مروان رضؓ
۵	محمد بن علی بن الحسین رضؓ	سنہ ۵۷ھ	سنہ ۱۱۷ھ	۶۰ ؍؍	؍؍	الباقر	عبدالملک ولید رحؒ سلیمان رحؒ
۶	جعفر بن محمد بن علی بن الحسین رضؓ	سنہ ۸۰ھ	سنہ ۱۴۸ھ	۶۸ ؍؍	؍؍	الصادق	عمر بن عبدالعزیز رحؒ بقیہ اموی خلفاء عبداللہ السفاح المنصور عباسی رحؒ
۷	موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین رضؓ	سنہ ۱۲۸ھ	سنہ ۱۸۲ھ	۵۵ ؍؍	؍؍		محمد المہدی و ہارون عباسی رحؒ
۸	علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین رضؓ	سنہ ۱۵۳ھ	سنہ ۲۰۳ھ	۵۵ ؍؍	؍؍	الرضا	ہارون الرشید و مامون الرشید عباسی۔
۹	محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر رحؒ	سنہ ۱۹۵ھ	سنہ ۲۲۰ھ	۲۵ ؍؍	؍؍	الجواد	مامون الرشید و المعتصم باللہ عباسی رحؒ
۱۰	علی بن محمد علی بن موسیٰ ابن جعفر رحؒ	سنہ ۲۱۲ھ	سنہ ۲۵۴ھ	۴۲ ؍؍	؍؍	النقی	الواثق باللہ و المتوکل علی اللہ عباسی رحؒ
۱۱	حسن بن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ رحؒ	سنہ ۲۳۱ھ	سنہ ۲۶۰ھ	۲۹ ؍؍	؍؍	العسکری	المستعین و المعتز و المہتدی و المعتمد علی اللہ عباسی رحؒ

آخر الذکر لاولد فوت ہو گئے۔

Marfat.com

علامہ ابن حزمؒ کہتے ہیں:۔

"حسنؓ بغیر کوئی عقب چھوڑے مر گئے تو روافض کے چند فرقے ہو گئے ان کے جمہور اکثر اس پر قائم ہیں کہ حسن بن علی (بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر) کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا مگر انھوں نے اسے پوشیدہ رکھا یہ بھی کہا گیا ہے کہ حسنؓ کی وفات کے بعد ان کے یہاں ان کی کنیز سے جس کا نام صقیل تھا ایک لڑکا پیدا ہوا اور یہ بہت مشہور ہے، بعض روافض نے کہا ہے کہ صقیل سے نہیں بلکہ ان کی ایک اور کنیز سے پیدا ہوا جس کا نام سوسن تھا، زیادہ ظاہر یہی ہے کہ اس کا نام صقیل تھا اس لئے کہ اسی صقیل نے اپنے آقا حسن بن علیؓ کی وفات کے بعد حمل کا دعویٰ کیا تھا، اسی وجہ سے سات برس تک حسنؓ کی میراث کو روکا گیا اس معاملہ میں اس کنیز سے حسنؓ کے بھائی جعفر بن علی نے جھگڑا کیا تھا اور ارباب دولت کی ایک جماعت اس کنیز کی مددگار تھی اور دوسرے لوگ جعفر کے مددگار تھے اس کے بعد وہ حمل پچک گیا اور جھوٹا ہو گیا اور حسنؓ کے بھائی جعفر نے میراث لے لی"۔ (الملل والنحل)

امت وامارت حج

ماہ رمضان ۸ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں جہاں سے آٹھ سال قبل آپنے مدینہ کو ہجرت فرمائی تھی۔ دس ہزار پیروانِ اسلام کی معیت میں تشریف فرما ہوئے حضرت عباسؓ کے حسن تدبیر سے جو چند ایام پہلے اسلام قبول کر چکے تھے اسلام کا یہ مقام بغیر قتال جدال کے مسلمانوں کے زیر تسلط آ گیا، آپنے حضرت ابوسفیانؓ کو کعبہ کی طرح دارالامان قرار دیا اور ایک اموی نوجوان حضرت عتاب بن اسید بن ابوالعیص بن امیہ کو وہاں کا عامل مقرر کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی اموی عامل نے چند ماہ بعد اسلام کے اولین امامت کی اور لوگوں کو حج کرایا۔ دوسرے سال ۹ھ میں حضرت صدیق کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر حج مقرر کیا، تیسرے سال یعنی

Marfat.com

سنہ ۱۰ھ میں خود جناب رسالت مآب نے حج کیا اور لوگوں کو حج کرایا۔ فتح مکہ کے بعد آپ کا یہ پہلا اور حیات طیبہ کا آخری حج تھا جو اس اعتبار سے کہ آپ نے کعبہ معظمہ کو آخری بار دیکھا اور اُمّت کو وداع کیا حجۃ الوداع کہلاتا ہے، اسے حجۃ البلاغ بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبۂ حج میں جسے بجا طور پر انسانیت کا منشور اعظم کہا گیا ہے اپنی اُمّت کو بہت سی نصیحتیں اور وصیتیں کیں حجۃ الاسلام بھی کہتے ہیں اس لئے کہ اسی زمانہ میں یہ آخری آیت (سورہ المائدہ آیت ۳) نازل ہوئی تھی)

الیوم اکملت لکم	آج ہم نے مکمل کر دیا تمہارے لئے
دینکم واتممت علیکم	تمہارا دین اور اپنی نعمت تم پر پوری
نعمتی ورضیت لکم الاسلام	کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام
دیناط (المائدہ)	کو پسند کیا۔

مدینہ واپس تشریف آوری کے تقریباً دو ماہ بعد چند روزہ بیماری سے وصال بحق ہوئے، آپ کی رحلت کے بعد آپ کے خلفاء یا ان کے نائبین امیر حج ہوتے اور لوگوں کو حج کراتے رہے سوائے حضرت علی رضؓ کے جنہوں نے مدینہ کو چھوڑ کر کوفہ اپنا مستقر بنا لیا تھا اس لئے انہوں نے اپنے ایام میں نہ حج کیا اور نہ لوگوں کو حج کرایا اور نہ ان کے اخلاف میں سے چوتھی صدی ہجری تک کوئی امیر حج ہوا۔ شاہ ولی اللہ

لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منجملہ بہت سی نصیحتوں کے فرمایا تھا کہ الا ترجعون بعدی ضلالاً یضرب بعضکم رقاب بعض۔
(خبردار! میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو) یہ بھی ارشاد ہوا تھا کہ سب مسلمان ایک ہی برادری ہیں، نسب و خاندان کے اعتبار ایک کو دوسرے پر کوئی تفوق و فضیلت نہیں نہ گورے کو کالے پر نہ عرب کو عجم پر، سب انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم کا خمیر مٹی سے تھا۔

رث دہلوی نے یہ بیان کرتے ہوئے کہ اقامت حج تو ضمیمہ خلافت ہے اور خلیفہ
لام کے خواص میں سے تھا، لکھا ہے کہ:-

"حضرت مرتضیٰ اقامت حج بذات خود نتوانست نمود بلکہ در بعض
سنین نائب ہم نتوانست فرستاد" (ازالۃ الخفاج ا ص۱۳۲)

فریضۂ حج کو اسلام میں خاص اہمیت ہے، مناسک حج و اعمال مذہبی کی ادائیگی
ساتھ مسلمانان عالم کا یہ اجتماع بین الاقوامی پارلیمان و اسمبلی کی حیثیت کے
تا ہے مسلمانوں کا قائد و امام یعنی خلیفہ وقت پیش آمدہ حالات و واقعات
، اعتبار سے امت محمدیہ کے سیاسی و ملی امور کے بارے میں حاضرین کو خطاب
یا، ان کے حوائج و ضروریات معلوم کرتا، اپنے خطبہ میں ان امور کے بارے میں بھی
م کو ہدایت کرتا تھا، چنانچہ خلفائے ثلثہ اپنے زمانوں میں پابندی کے ساتھ امیر
ہوتے رہے۔ اسی طرح اموی یا عباسی خلفاء یا ان کے نائبین جیسا ذیل کی فہرست
، واضح ہے جو ۱۳۱ھ تک مرتب کی گئی جن اموی خلفاء کی بے دینی کا جھوٹا پروپیگنڈہ
دیوں سے جاری ہے۔ فہرست پر ایک نظر ڈالنے سے بھی اندازہ ہو سکتا کہ وہ اس
م فریضۂ مذہبی کی ادائیگی کا کیا کچھ اہتمام کرتے۔ وسیع مملکت کے انتظامی امور کی
صروفیات کے اور جہادوں اور فتوحات میں بیشتر خود اپنے بھائیوں بیٹوں کو بھیجنے
، باوجود ملک شام سے حجاز کا سفر کرتے، علماء و صلحاء کی جماعتیں ساتھ ہوتیں
اجیوں کے راستوں میں کنویں و حوض کھدواتے، اماکن مقدسہ یعنی مسجد نبوی و روضۂ
وی کی تزئین کعبہ معظمہ کی زیب و زینت کیلئے کثیر دولت صرف کرتے۔ امیر المؤمنین یزید رح
ہلے خلیفہ ہیں جنہوں نے کعبہ کے خدام مقرر کئے تھے (اخبار مکہ الازرقی ص۱۶۹) اور
ی وہ پہلے امیر المؤمنین تھے جنہوں نے کعبہ پر دیبائے خسروانی کا غلاف چڑھایا، اور
قول مورخ الازرقی حضرت ابن زبیر رض نے اس کی تقلید کی۔ امیر المؤمنین معاویہ رض نے دو مرتبہ
یر یزید رح نے تین مرتبہ امیر حج کے فرائض ادا کئے۔ امیر المؤمنین مروان رض نے اس زمانہ
ں جب مکہ و مدینہ کے عامل تھے چھ مرتبہ لوگوں کو حج کرایا تھا، ان کے فرزند امیر المؤمنین
بد الملک رح ۶۵ھ میں سریر آرائے خلافت ہوئے۔ پانچ چھ سال کے بعد حجاز کی

Marfat.com

طوائف الملوکی ختم ہوئی تو ۷۵ھ میں اور اس کے بعد ایک اور سال انہوں نے حج کیا۔
وحج عبد الملك فی خلافته سنتین احدهما سنة خمس وسبعين.
(ص۲ کتاب المسبوک) پھر ان کے فرزند امیر المؤمنین الولید ۸۶ھ میں خلافت پر فائز ہوئے، انہوں نے اپنے والد ماجد کے ایام خلافت میں ایک مرتبہ ۷۵ھ میں امیر حج کی حیثیت سے حج کیا تھا اور دوسری مرتبہ ۹۱ھ میں اپنے ایام خلافت میں یوں تو اس اموی خلیفہ نے مملکت اسلامی کے متعدد مقامات پر کنویں اور حوض کھدوائے مسجدیں تعمیر کرائیں اور اس کام پر کثیر رقوم صرف کیں۔ خصوصاً جامع دمشق جو تعمیر کا بہترین نمونہ ہے کروڑوں روپیہ تعمیر پر صرف ہوا مگر دمشق و حجاز کے راستے میں مسافروں کے پانی کے انتظامات پر خاص توجہ کی، مسجد نبوی میں حوض بنوایا اہلِ مدینہ کو مال و دولت دے کر نہال کر دیا۔

وقسم الوليد بالمدينة اموالا كثيرة وصلى بها الجمعة و خطب الناس خطبة اولى جالسا ثم قام فخطب الناس قائما
(کتاب المسبوک ص۳۱)

اور الولیدؒ نے مدینہ میں بڑا مال تقسیم کیا اور وہاں نماز جمعہ ادا کی۔ اور خطبہ اولیٰ بیٹھ کر دیا، پھر کھڑے ہوئے اور خطبہ دیا لوگ بیٹھے رہے۔

اسی طرح ان کے بھائی امیر المؤمنین سلیمان بن عبد الملکؒ نے جو ۹۶ھ میں خلیفہ ہوئے اگلے سال ۹۷ھ میں حج کیا اور لوگوں کو حج کرایا۔ امیر المؤمنین الولیدؒ کے تین بیٹے عبد العزیز و عباس و بشر مختلف سنین میں حج کرنے آئے اور لوگوں کو حج کرائے امیر المؤمنین ہشام بن عبد الملکؒ نے ۱۰۶ھ میں حج کیا۔ اور لوگوں کو حج کرایا ان کے بعد خلفاء کے نائبین جن میں ان کے بیٹے پوتے شامل تھے امیر حج ہوتے رہے ۱۳۲ھ میں اموی خلافت کے خاتمہ کے بعد خلفائے بنی عباسؒ کا بھی یہی عمل رہا۔ ابو جعفر المنصورؒ نے چھ مرتبہ حج کئے اور امیر حج رہے اور اسی طرح ان کے بیٹے پوتے اپنے وقت میں حج کرتے اور امیر حج ہوتے، امیر المؤمنین ہارون الرشیدؒ نے اپنے ایام خلافت میں آٹھ مرتبہ حج کئے اور اپنی امامت میں حج کرائے، مگر وضعی روایتوں میں

Marfat.com

ن خلفاء کو جو اکثر و بیشتر فضائل علمیہ سے بہرہ وافر رکھتے تھے، نیک خصلت اور اعمال
ہی کے پابند تھے، محض سیاسی اختلاف کی بناء پر طرح طرح مطعون کیا گیا ہے۔

امراء حج

سنہ ۸ھ لغایت سنہ ۱۳۱ھ

نمبر	عہد	نام نسب	
۸ھ	عہد رسالت	عتاب بن اسید بن ابی العیص اموی رضؓ	بہ نیابت رسالتمآب
۹ھ	〃	ابوبکر الصدیق تیمی	〃
۱۰ھ	〃	حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	
۱۱ھ	خلافت صدیقی	عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضؓ عدوی	بہ نیابت امیر المومنین
۱۲ھ	〃	ابوبکر الصدیق رضؓ تیمی	ابوبکر الصدیق رضؓ
۱۳ھ	فاروقی	عبدالرحمٰن بن عوف الزہری	〃
۱۴ھ تا ۲۳ھ	غایت	عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضؓ عدوی (دس سال متواتر)	
۲۴ھ	خلافت عثمانی	عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ الزہری	بہ نیابت امیر المومنین
۲۵ھ تا ۳۴ھ	غایت	عثمان بن عفان اموی (گیارہ سال متواتر)	
۳۵ھ	〃	عبداللہ بن عباس رضؓ ہاشمی	〃
۳۶ھ تا ۱۳۱ھ	خلافت علوی	〃	〃
〃	〃	قثم بن عباس رضؓ ہاشمی	〃

سنہ	عہد	نام نسب	
سنہ ۳۹ھ	—	شیبہ بن عثمان الحجبی رض	—
سنہ ۴۰ھ	—	مغیرہ بن شعبہ رض ثقفی	—
سنہ ۴۱ھ	خلافت امیر معاویہ رض	عتبہ بن ابوسفیان رض اموی	بہ نیابت امیرالمومنین
سنہ ۴۲ھ	"	مروان بن الحکم رض اموی	"
سنہ ۴۳ھ	"	"	"
سنہ ۴۴ھ	"	امیرالمومنین معاویہ رض اموی	
سنہ ۴۵ھ	"	مروان بن الحکم رض اموی	بہ نیابت امیرالمومنین
سنہ ۴۶ھ	"	عتبہ بن ابوسفیان رض اموی	"
سنہ ۴۷ھ	"	"	"
سنہ ۴۸ھ	"	مروان بن الحکم رض اموی	"
سنہ ۴۹ھ	"	سعید بن العاص اموی	"
سنہ ۵۰ھ	"	امیریزید بن امیر معاویہ رض اموی	"
سنہ ۵۱ھ	"	" "	"
سنہ ۵۲ھ	"	" "	"
سنہ ۵۳ھ	"	سعید بن العاص اموی	"
سنہ ۵۴ھ	"	مروان بن الحکم رض اموی	"
سنہ ۵۵ھ	"	" "	"
سنہ ۵۶ھ	"	الولید بن عتبہ بن ابوسفیان رض اموی	"
سنہ ۵۷ھ	"	" "	"
سنہ ۵۸ھ	"	" "	"
سنہ ۵۹ھ	"	عثمان بن محمد بن ابوسفیان رض اموی	"
سنہ ۶۰ھ	خلافت امیریزید اموی	عمرو بن سعید بن العاص اموی	"

Marfat.com

سنہ	عہد	نام ونسب	
ھ	امیر یزید اموی	الولید بن عتبہ بن ابوسفیان اموی	بہ نیابت امیر المومنین
ھ	"	" "	"
ھ	"	" "	"
خایت	"	عبداللہ بن زبیرؓ اسدی	"
ھ			
ھ	خلافت امیر المومنین عبدالملک اموی	امیر حجاج بن یوسف ثقفی	
ھ	"	" "	
ھ	"	" "	امیر المومنین عبدالملکؒ نے عمرہ کیا
ھ	"	امیر المومنین عبدالملکؒ اموی	
ھ	"	ابان بن عثمان ذی النورینؓ اموی	بہ نیابت امیر المومنین
ھ	"	" "	"
ھ	"	" "	"
ھ	"	" "	"
ھ	"	سلیمان بن امیر المومنین عبدالملکؒ اموی	"
ھ	"	اسحٰق بن عیسیٰ	"
ھ	"	ابان بن عثمان ذی النورین اموی	"
ھ	"	" "	"
ھ	"	ہشام بن اسمٰعیل مخزومی	"
ھ	"	" "	"
ھ	خلافت الولید اموی	" "	"
ھ	"	عمر بن عبدالعزیز اموی	"

Marfat.com

سنہ	عہد	نام نسب	
۸۸ھ	خلافت الولید اموی	عمر بن عبدالعزیز اموی	بہ نیابت امیرالمومنین
۸۹ھ	"	" "	"
۹۰ھ	"	" "	"
۹۱ھ	"	امیرالمومنین الولید بن عبدالملک اموی	"
۹۲ھ	"	عمر بن عبدالعزیز اموی	"
۹۳ھ	"	عبدالعزیز بن امیرالمومنین الولید اموی	"
۹۴ھ	"	عباس بن " "	"
۹۵ھ	"	بشیر بن " "	"
۹۶ھ	خلافت امیرالمومنین سلیمان اموی	ابوبکر محمد بن عمرو بن حزم انصاری	"
۹۷ھ	"	امیرالمومنین سلیمان بن عبدالملک اموی	"
۹۸ھ	"	ابوبکر محمد بن عمرو بن حزم انصاری	"
۹۹ھ	خلافت امیرالمومنین عمر اموی	" "	"
۱۰۰ھ	"	" "	"
۱۰۱ھ	خلافت امیرالمومنین یزید بن عبدالملک اموی	عبدالرحمن بن ضحاک بن قیس الفہری	"
۱۰۳ھ	خلافت امیرالمومنین یزید بن عبدالملک اموی	عبدالواحد بن عبداللہ النضری	"
۱۰۵ھ	خلافت امیرالمومنین ہشام بن عبدالملک اموی	ابراہیم بن ہشام بن عبدالملک اموی	"
۱۰۶ھ	"	امیرالمومنین ہشام بن عبدالملک اموی	"

Marfat.com

نہ	عہد	نام ونسب	
لغایت	ہشام بن عبدالملک اموی	ابراہیم بن ہشام مخزومی	بہ نیابت امیرالمومنین
ھ	"	" "	"
ھ	"	سلیمان بن ہشام بن عبدالملک اموی	"
ھ	"	خالد بن عبدالملک بن مروان اموی	"
ھ	"	الولید بن عبدالملک بن الحارث اموی	"
ھ	"	الولید بن یزید بن عبدالملک اموی	"
ھ	"	محمد بن ہشام بن اسمعیل مخزومی	"
ھ	"	" "	"
ھ	"	ابوشاکر مسلمہ بن امیرالمومنین ہشام اموی	"
ھ		سلیمان " "	"
لغایت	"	محمد بن ہشام بن اسمعیل مخزومی	"
ھ	"	" "	"
ھ	الولید بن یزید بن عبدالملک	یوسف بن محمد بن یوسف ثقفی	"
ھ	یزید بن الولید الغافض	عمر بن عبداللہ بن عبدالملک اموی	"
ھ	ابراہیم بن الولید	عبدالعزیز بن عمر بن عبدالعزیز اموی	"
ھ	مروان بن محمد	" "	"
ھ	"	عبدالواحد بن سلیمان بن عبدالملک اموی	"
ھ	"	محمد بن عبدالملک بن عطیہ ہوازنی	"
ھ	"	الولید بن عروہ السعدی	"

(۱) امراء حج کی یہ فہرست ہی واضح اور بیّن ثبوت ہے اموی خلفاء اور ان کے اہلِ خاندان

Marfat.com

کی دینداری، اعمالِ مذہبی کی پاسداری اور جوشِ ایمانی کا سبب جانتے ہیں کہ اسلامی حج کا آغاز ۸ھ سے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے مبارک زمانہ میں ہوا تھا۔ سب سے پہلے اسلامی حج کے امیر ہونے کی سعادت ایک اموی نوجوان حضرت عتاب بن اسید بن ابی العیص بن اُمیّہ ہی کو نصیب ہوئی پھر عثمانی خلافت کے زمانے سے ۱۳۲ھ گویا ایک سو برس کے عرصہ میں غالب اکثریت امرارِ حج کی اموی نسب اشخاص کی تھی، بالفاظ دیگر ۶۴ حج اس ایک صدی میں امویوں کی قیادت میں ادا کئے گئے اور بیشتر امرارِ حج وہ اموی تھے جو منصب خلافت پر یا تو اس وقت فائز تھے یا بعد میں ہوئے مثلاً امیر یزید رضؓ اور امیر مروان رضؓ خیر القرون کے اس مبارک عہد میں ہاشمیوں میں سے صرف حضرت عبداللہ ابن عباس رضؓ۔ بہ نیابت حضرت علی رضؓ ایک سال امیرِ حج ہوئے اور خود حضرت علیؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں کوئی حج کیا اور نہ کبھی امیرِ حج ہوئے اور نہ ان کے فرزندوں میں سے حضرت حسن و حسین رضؓ یا ان کے کسی دوسرے صاحبزادے کو کبھی یہ شرف و امتیاز حاصل ہوا۔ اوراقِ تاریخ سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ خیر القرون کے تینوں زمانوں عہد صحابہ و تابعین و تبع تابعین میں نہ صرف امارتِ حج بلکہ جمعہ و عیدین کی امامت کے فرائض کی ادائیگی بھی اولاً اموی خلفاء اور ان کے نائبین انجام دیتے رہے اور ثانیاً عباسی خلفاء اور ان کے نائبین۔ امام القاضی شہاب الدین احمد المعروف بابن عبد ربہ نے العقد الفرید کی جلد ثانی کے آخری باب "کتاب الخطب" میں ابتداءِ خطبات کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبۂ مبارکہ حجۃ الوداع سے کی ہے اس کے بعد خلیفہ رسول اللہ حضرت ابوبکر الصدیق رضؓ کے چند خطبات درج کئے ہیں، پھر امیر المؤمنین عمر و عثمان و علی و معاویہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے بعد امیر المؤمنین یزید علیہ الرحمہ کے دو خطبے درج کئے ہیں۔ یہاں امیر المؤمنین موصوف کا ایک خطبہ نقل کیا جاتا ہے غیر عربی داں ناظرین کے افادے کے لئے عربی متن کے ساتھ اردو ترجمہ بھی لکھا جاتا ہے

خطبہ امیر المؤمنین یزید علیہ الرحمۃ

الحمد للہِ احمدہ و استعینہ — سب تعریف اللہ کیلئے ہے اسی کی میں حمد کرتا ہوں اور اسی سے میں مدد مانگتا ہوں

اومن به و اتوکل علیہ و نعوذ
اللہِ من شرور انفسنا و مِنْ
یئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا
ضِلّ لہ و من یضلل فلا
ادی لہٗ وَ اشھد ان لا الٰہ
لا اللہ وحدہ لا شریک لہٗ
اَنَّ محمدًا عبدہ و رسولہ
صطفاہ لوحیہ واختارہٗ
رسالتہ بکتاب فصلہ فضلہ
اعزّہ واکرمہٗ ونصرہ و حفظہ
نہ ب فیہ الامثال و حلل فیہ
لحلال و حرم فیہ الحرام
شرعَ فیہ الدین اعذارًا
وانذارًا، لئلا یکون للناس
علی اللہ حجۃ بعد الرسل و
یکون بلاغا لقوم عابدین
اوصیکم عباد ی اللہ بتقوی
اللہ العظیم الذی ابتداء
الامور بعلمہ، والیہ یصیر
معادھا، وانقطاع مدتھا
وتصرم دارھا، ثمّ اِنّی
احذرکم الدنیا فانھا حلوۃ
خضرۃ۔ حفت بالشھواتِ

اور اسی پر ایمان لایا ہوں اور اسی پر
بھروسہ کرتا ہوں اور اپنے نفسوں کی
شرارت اور برے اعمال سے پناہ
مانگتا ہوں جسے اللہ گمراہ کرے اسے
کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور جسے
ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا
نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے
سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ ایک ہے
اور اس کا کوئی شریک نہیں اور تحقیق
محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے
اور رسول ہیں۔ اپنی وحی کیلئے اللہ نے
انھیں منتخب کیا اور اپنی رسالت اور
اپنی کتاب اور اپنے فضل کیلئے انھیں
اختیار کیا انھیں معزز و مکرم کیا انکی
مدد کی اور ان کی حفاظت کی، اس میں
کتاب (قرآن) میں مثالیں بیان فرمیں
حلال و حرام کو واضح کیا، دین کے
شرائع بیان کئے، اعذار و انذار کئے
تاکہ لوگوں کو رسولوں کے بعد کوئی
حجت نہ رہے اور قوم عابدین تک
یہ کتاب پہونچے، اے اللہ کے بندو
میں تمہیں خدائے بزرگ و برتر سے
تقوے کی وصیت کرتا ہوں جس نے اپنے

Marfat.com

وراقت بالقليل واينعت بالفانِي، و تحببت بالعاجل لايدوم نعيمها ولايؤمن فجيعها، الكالة غواله غرارة لاتبقى عَلىٰ حَال لايبقى لَهَا حال، لن تعدوا الدنيا اذا تناهت الىٰ امنية اهل الرغبة فيها، والرضا بها ان تكون كما قالَ الله عزّ وجلّ:- واضرب لهم مثل الحيوٰة الدنيا كماءٍ انزلنا من السماء .....

الىٰ قوله مقتدرًا

وَنسئال ربناه الٰهنا وخالقنا ومولانا ان يجعلنا وايا كم من فزع يومئذ آمنين ان احسن الحديث وابلغ الموعظة كتاب الله يقول به -

واذا قرئ القران فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون

اعوذ بالله من الشيطٰن الرجيم بسم اللهِ الرحمٰن

علم سے امور کی ابتداء فرمائی اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے میں تمہیں دنیا سے ڈراتا ہوں، دنیا دیکھنے میں سرسبز ہے اور مزے میں شیریں خواہشوں سے مملو ہے، تھوڑے پر قناعت نہیں کرتی، فانی چیزوں سے انس رکھتی ہے اور جلد بازی سے محبت کرتی ہے دنیا کی نعمتیں ہمیشہ نہیں رہیں گی اس کے حوادث سے امن نہیں، دنیا موذی ڈائن، فریب دینے والی کو ایک حال پر قرار نہیں، دنیا سے رغبت رکھنے والوں کے ساتھ دنیا باقی نہیں رہتی اور نہ ان سے راضی رہتی ہے، اللہ عزّ وجل نے فرمایا ہے "اور آپ ان کے سامنے پیغمبر ان لوگوں سے دنیاوی زندگی کی حالت بیان فرما دیجئے کہ وہ ایسی ہے جیسے آسمان سے ہم نے پانی برسایا ہو۔ پھر اس کے ذریعہ سے زمین کی نباتات خوب گنجان ہو گئی ہو پھر وہ ریزہ ریزہ ہو جائے کہ اس کو ہوا اڑائے لئے پھرتی ہو اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔

ہم اپنے رب سے التجا کرتے ہیں" اپنی معبود

Marfat.com

الرحیم" لقد جاءکم رسول من انفسکم.... الی آخر السورۃ)

سے اپنے خالق سے زاری کرتے ہیں۔ اے ہمارے مولی ہمیں اس دن (قیامت) کے خوف سے امن دے (اے لوگو!) بہترین کتاب اور اعلیٰ نصیحت کی کتاب، کتاب اللہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے اسے (غور سے) سنو اور خاموش رہو، تاکہ تم رحم کئے جاؤ (اس کے بعد) اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم اور بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے کے بعد سورۃ انفعال کے نویں پارے کی آیات تلاوت کر کے تفسیر بیان فرمائی اور سامعین کو نصیحتیں کیں۔

امیر المؤمنین یزیدؒ زبردست خطیب ہونے کی بنا پر خطیب الاشدق کہلاتے تھے حافظ قرآن تھے، دوران تقریر و خطابت آیات قرآن تلاوت کرتے احادیث نبوی برمحل استشہاد فرماتے خود بھی راویان حدیث میں سے تھے اپنے والد ماجد سے روایت حدیث کی ہے اور ان سے ان کے فرزند علامہ خالد اور امیر عبدالملک بن حضرت مروانؓ نے (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۳۱۸) ساتویں، آٹھویں صدی ہجری کے مؤلفین کتب اسماء الرجال نے اس زہریلے پروپیگنڈے کا تاثر لے کر جو صدیوں سے ان کے عدل و تدین کے خلاف ہوتا رہا یہ بھی لکھ دیا ہے وہ چونکہ عدالت میں مقدوح ہیں اس لئے ان سے روایت حدیث کی لینا مناسب نہیں لیکن حضرت ابوایوب انصاریؓ جیسے صحابی جلیل اس اموی جوان صالح کی نیک خصلت سے واقف تھے کہ اپنے آخر وقت دو حدیثیں ان ہی کو سنا کر وصیت فرمائی تھی کہ اپنی روایت سے امت کو پہونچا دیں۔ قاضی ابوبکر ابن العربی شاگرد امام غزالی (۴۶۸-۵۴۳ھ) بڑے پایہ کے عالم و مفسر و مورخ تھے انھوں نے اپنی تالیف العواصم من القواصم (ص ۲۳۳) امام احمد بن حنبلؒ کی کتاب الزہد سے امیر یزیدؒ کے ایک خطبہ کے وہ فقرے نقل کئے ہیں جو امام موصوف نے اپنی اس کتاب میں ان کا تذکرہ زہاد صحابہ کے بعد اور تابعین سے پہلے بزمرہ زاہدان امت کرتے ہوئے وعظ و نصیحت کے درج کئے تھے، کتاب

Marfat.com

العواصم کا ذکر ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں کیا ہے لیکن یزید دشمنی میں کسی نے امام احمد بن حنبل کی اس کتاب سے وہ فقرے ہی نکال ڈالے ہم نے اپنی دوسری تالیف میں تفصیلاً بتایا ہے کہ کتاب الزہد کا کیا حجم تھا اور یہ چند ورق نکالنے سے کیا کمی اور بے ترتیبی مطبوعہ کتاب میں ہو گئی ہے۔ ان فقروں کے نکال ڈالنے کے علاوہ کذاب راویوں نے امام موصوف سے ایسے کلمات بھی منسوب کر دیئے گئے جو امیر المومنین موصوف کی قدح میں ہیں اور تو اور ابن خلدون کی تاریخ سے بھی وہ تین ورق جہاں واقعات کربلا کا حقیقت پسندانہ تذکرہ تھا ایسے غائب ہوئے کہ آج تک دستیاب نہ ہو سکے۔ یہ ذکر تو متقدمین کی بعض کتب کا ہے، اب دیکھئے انسائیکلوپیڈیا برطانیکا کے گیارھویں اڈیشن میں جو باریک ٹائپ میں بڑے سائز پر طبع ہوا ہے مشہور مستشرق دے خوئے کا عالمانہ مقالہ بعنوان خلافت، درج تھا جس میں بے لاگ طور سے خلافت بنی امیہ خصوصاً خلافت معاویہؓ و یزیدؒ کا مورخانہ بیان تھا۔ بعد کے اڈیشنوں میں یہ مقالہ ہی نکلوا دیا گیا، دوسری طرف علیؓ و معاویہؓ اور حسینؓ و یزیدؒ کے سیاسی معاملات اور واقعات پر طرح طرح کے موضوعات سے ایسا مذہبی رنگ چڑھا دیا گیا کہ حقیقت خرافات میں کھو گئی، بایں ہمہ اموی خلفاء کے مجاہدانہ کارناموں اور تبلیغ اسلام کی سرفروشانہ کوششوں کے ان مٹ آثار تینوں براعظموں ایشیا و افریقہ و یورپ میں اب تک موجود ہیں۔ خود اس سرزمین سندھ پر اسلامی پرچم جو اموی عہد میں لہرایا تھا کراچی سے چند میل کے فاصلہ پر اب جو آثار قدیمہ بھنبور میں برآمد ہوئے ہیں ایک مسجد بھی ان میں شامل ہے جس کے کتبہ پر امیر المومنین عبدالملک اموی کا اسم مبارک کندہ ہے اوراق تاریخ پر دیکھا جا سکتا ہے کہ خلافت شیخین خاصکر عہد عثمانی میں دوسرے قریشی مجاہدین کے دوش بدوش اموی مجاہدین نے قصائے عالم میں اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے اپنی جانوں کی بازی لگائے ہوئے تھے۔ سنہ ۳۰ھ میں اموی مجاہد حضرت سعید بن العاصؓ کی قیادت میں جس اسلامی جیش نے طبرستان

Marfat.com

وخراسان فتح کئے اس میں صحابہ کرام میں سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ وغیرہم کے علاوہ حضرت حسن وحسینؓ بھی اموی سپہ سالار کی اس فوج میں شامل تھے (طبری ج ۵ ص ۵۷)

یہ وہ زمانہ تھا کہ اسلامی مجاہدین نے شمالی افریقہ میں اسلام کا ڈنکا بجا دیا تھا امیرالمؤمنین حضرت عثمانؓ نے اپنے ان امراء عساکر کو یہ ہدایت کی کہ وہ یورپ کی سرزمین پر اسلامی پرچم لہرائیں اور اندلس کو فتح کرتے ہوئے مشرق کی جانب قدم بڑھائیں تاکہ عیسائیت کے مرکزی مقام قسطنطنیہ کی فتح میں انکو بھی اجر ملے۔ امیرالمؤمنین کے اس مراسلہ کو طبری کے علاوہ دیگر مورخین ابن کثیر و ابوالفداء وغیرہم نے بھی درج کیا ہے، امیرالمؤمنین نے امرائے عساکر کو لکھا تھا۔

اما بعد فان القسطنطنیۃ انما تفتح من قبل الاندلس فانکم ان افتحتموھا کنتم شرکاء من یفتحھا فی الاجر والسلام

اسی غرض ومقصد سے حضرت معاویہؓ نے گورنر مصر کے تعاون اور امیرالمؤمنین کی منظوری سے اسلامی بیڑے جہازات کو اسی زمانہ میں تیار کرالیا تھا کہ قسطنطنیہ اور یورپی علاقے میں جہاں اسلام دشمن قوتیں موجود تھیں بحری راستہ سے مجاہدین بآسانی پہنچ سکیں۔ قسطنطنیہ کے مہم کی پیش قدمی کے لئے حضرت امیر معاویہؓ نے عہد عثمانی میں جزیرہ قبرص کو بذاتِ خود شریک ہوکر فتح کرلیا تھا۔ صحیحین کی حدیثوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بحالتِ خواب اس بحری جہاد کی کیفیت ملاحظہ فرما کر ان مجاہدین کو جنت کی بشارت دی تھی، چنانچہ حضرت معاویہؓ کے اس جہاد سے وہ بشارت پوری ہوئی مگر افسوس کہ عین اس وقت کہ امیرالمؤمنین حضرت عثمانؓ کا پلان اور منصوبہ عیسائی یورپ پر اسلام کے غلبہ اور سیاسی اقتدار حصول کامیابی سے ہم کنار ہونے کو تھا۔ حضرت عثمانؓ جیسے حلیم وکریم خلیفہ وقت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہیتے دوہرے داماد کو ظلم وشقاوت سے قتل کرکے قاتلین نے اپنے اثرات سے علوی خلافت قائم کی جس کا سارا زمانہ خانہ جنگیوں میں گذر گیا

Marfat.com

کتنے صحابہ و تابعین جو اپنے سرفروشانہ جہادی معرکہ آرائیوں سے عیسائیت کی فوجی قوت کو فنا کے گھاٹ اتار سکتے تھے جنگ جمل و صفین وغیرہ میں واصل بعدم ہو گئے حضرت علیؓ کے مقتول ہو جانے کے بعد جس وقت سے حضرت معاویہؓ نے زمام خلافت دست مبارک میں لی خلیفہ مظلوم شہید حضرت عثمانؓ کے پلان کے سلسلے میں رومی عیسائی شہنشاہیت کے خلاف جہادی گرمیاں شروع کر دیں اور ۴۹ھ میں امت مسلمہ کا وہ پہلا جیش جس کی جہادی کیفیت اللہ تعالےٰ نے بحالت خواب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھلاتے ہوئے ان مجاہدین کو مغفرت کی بشارت دی تھی وہ امیر المؤمنین کے نوجوان مجاہد فرزند امیر یزیدؓ کی سرکردگی و قیادت میں بھیجا گیا تھا۔ امیر یزیدؓ کے اس جیش میں میزبان رسول حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے علاوہ جن کا سن مبارک اسّی سال سے متجاوز تھا حضرت عبداللہ بن عمرؓ و عبداللہ بن عباسؓ و دیگر صحابہ کرام کے علاوہ حضرت حسین بن علیؓ و عبداللہ بن زبیرؓ بھی شامل تھے۔ ابن جریر طبری اور مسعودی جیسے شیعہ مورخین تک نے بتایا ہے کہ قسطنطنیہ پر پہلی جہادی مہم امیر یزید بن معاویہؓ کی قیادت میں بھیجی گئی تھی کتاب التنبیہ والاشراف (مطبوعہ بریل لیدن ۱۸۹۴ء) میں مورخ مسعودی نے قسطنطنیہ کے ساحل بحر کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عہدِ اسلام میں جن تین خلفاء کے بیٹوں نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا تھا۔

اولهم یزید بن معاویه بن ابی سفیان والثانی مسلمة بن عبد الملك والثالث هارون الرشید بن المهدی (ص ۱۴۰)	ان تینوں میں سب سے پہلے یزید بن معاویہ بن ابوسفیان تھے دوسرے مسلمہ بن عبدالملک اور تیسرے ہارون الرشید بن المہدی تھے۔

دورانِ جہاد حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا آخری وقت آ پہنچا انھوں نے

Marfat.com

امیر یزیدؒ سپہ سالار و قائد لشکر ہی کو وصیت اپنی تدفین کے بارے میں کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو حدیثیں کی روایت بھی یہ کہہ کر امیر یزیدؒ کو کی تھی کہ مسلمانوں کو یہ حدیثیں پہونچا دیں

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے جیشؒ اول جیش، کے شرکاء کو بشارت جنت کی دی ہے اس کے قائد و سپہ سالار ہونے کی ان مرٹ یادگار حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا مزار ہے جہاں امیر یزیدؒ ہی نے ان کی وصیت کی تعمیل میں ان بزرگ صحابی کی نماز جنازہ پڑھا کر دفن کیا تھا

ظاہر ہے کہ سپہ سالار لشکر امیر یزیدؒ ہی کی امامت میں تمام مجاہدین نے نہ صرف نماز جنازہ ہی ادا کی بلکہ تقریباً چھ ماہ تک پنج وقتہ نمازیں ان تمام صحابی و تابعی شرکائے جیش اسلامی نے بشمول حضرت حسینؓ اپنے قائد و سپہ سالار کی امامت میں ادا کیں اور جہاد قسطنطنیہ سے واپسی کے بعد تین سال متواتر امیر موصوف امیر حج رہے ان کی امارت حج میں یہ سب صحابی و تابعی مناسک حج ادا کرتے رہے۔ حضرت حسینؓ جہادِ قسطنطنیہ میں امیر یزیدؒ کے لشکر میں شامل ہونے سے پہلے ہی اور بعد میں بھی ہر سال مدینہ سے طویل سفر کر کے امیر المؤمنین حضرت معاویہؓ کے پاس دمشق جایا کرتے تھے اور قرابت و مصاہرت کے متعدد رشتوں میں منسلک ہونے سے عزیز خاص کی طرح مہینوں ان کے یہاں مقیم رہتے تھے۔ علامہ ابن کثیرؒ کا بیان ہے کہ

کان الحسین یفد الی معاویۃ فی کل عام فیعطیہ ویکرمہ وقد کان فی جیش الذین غزوا القسطنطنیۃ مع ابن معاویۃ یزید (البدایہ ج ۸ صفحہ ۱۰۱)	اور (حضرت) حسینؓ ہر سال (حضرت) معاویہ کے پاس جایا کرتے تھے، وہ ان کا اکرام کرتے اور عطیے دیتے۔ حضرت حسین ان فوج میں شامل تھے جنہوں نے حضرت معاویہ کے فرزند

Marfat.com

یزیدؒ کی معیت میں قسطنطنیہ پر جہاد کیا تھا۔

ایک کنبے اور خاندان بنو عبد مناف میں ہونے کے علاوہ حضرت حسینؓ امیر یزید کی حقیقی پھوپھیری بہن کے شوہر تھے اور امیر یزیدؒ حضرت عبداللہ بن جعفر طیارؓ کی دختر ام محمد کے شوہر ہونے سے حضرت حسینؓ کے بھتیجے داماد تھے۔ ۴۱ھ سے جب حضرت معاویہؓ مسند خلافت پر متمکن ہوئے ان کی وفات کے سال ۶۰ھ تک تو بقول علامہ ابن کثیرؒ حضرت حسینؓ دمشق جا کر ان کے یہاں مہمانِ عزیز ہوتے تھے اور بیس سال تک امیر یزیدؒ کے حالات اطوار سے بذاتِ خود واقف تھے۔ قسطنطنیہ پر امیر یزیدؒ کی قیادت میں شریک جہاد ہوئے اور تین سال متواتر ان کی امارت میں حج ادا کرنے سے ثابت ہے کہ امیر یزیدؒ کے کردار میں مطلق کوئی خامی یا قابل اعتراض بات نہ تھی حضرت معاویہؓ کی وفات کے بعد عراقیوں کے پیہم اصرار سے جو خروج کیا وہ محض طلب جاہ و سیاسی اقتدار کے حصول کے لئے تھا کوئی دینی و اخلاقی غرض مطلق نہ تھی۔ چنانچہ جب کوفے کے قریب پہونچکر کوفیوں کی غداری کا علم ہو گیا تو اپنے موقف سے رجوع کرتے ہوئے امیر المؤمنین یزیدؒ کے پاس دمشق جانے کے لئے کربلا کی جانب پلٹ گئے جہاں ان کے ساتھی ساٹھ کوفیوں کی غداری سے جو ان کے دمشق جانے کے مانع تھے قتال و جدال کا حادثہ پیش آ گیا۔ اس کے تفصیلی حالات جلد اول میں ملاحظہ ہوں۔

داستان کربلا جو ذاکروں کی زبان سے ادا ہوتی ہے یا فریقین کی کتابوں میں بیان ہوئی ہے بیشتر وضعی اور من گھڑت ہے۔ زمانہ حال کے ایک شیعہ مورخ نے اپنی تالیف "مجاہد اعظم" میں صراحتاً لکھا ہے کہ

"واقعاتِ کربلا کے بیان سے سینکڑوں کتابیں بھری پڑی ہیں۔ لیکن اگر دو مستند سے مستند کتابوں کو بھی سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو

Marfat.com

تمام واقعات کی تحریریں اول سے آخر تک متفق اللفظ نہیں۔۔۔۔۔
رفتہ رفتہ اختلافات کی اس قدر کثرت ہوگئی کہ سچ کو جھوٹ سے اور جھوٹ کو سچ سے علیحدہ کرنا مشکل ہوگیا۔۔۔۔۔ ابو مخنف (مؤلف مقتل حسین) کربلا میں خود موجود نہ تھے۔ اس لئے یہ سب واقعات انھوں نے بھی سماعی لکھے ہیں۔ لہٰذا "مقتل ابو مخنف" پر بھی پورا وثوق نہیں پھر لطف یہ کہ مقتل ابو مخنف کے متعدد نسخے پائے جاتے ہیں جو ایک دوسرے سے مختلف البیان ہیں۔۔۔۔۔ تمام واقعات ابتدا سے انتہا تک اس قدر اختلاف سے پر ہیں کہ اگر ان کو فرداً فرداً بیان کیا جائے تو کئی ضخیم دفتر فراہم ہو جائیں۔ مثلاً اہل بیت پر تین شبانہ روز پانی کا بند رہنا۔ فوج مخالف کا لاکھوں کی تعداد میں ہونا، زینب کے صاحبزادوں کا نو اور دس کی عمر میں شہادت پانا فاطمہ کبریٰ کا عقد روز عاشور قاسم ابن حسن کے ساتھ ہونا وغیرہ کوئی بیس وضعی واقعات کا نام لے کر کہا ہے کہ) یہ نہایت مشہور اور زبان زدِ خاص و عام ہیں۔ حالانکہ ان میں بعض سرے سے غلط اور بعض مشکوک، بعض ضعیف، بعض مبالغہ آمیز اور بعض من گھڑت ہیں" (ص ۱۷۴ و ۱۷۷)

داستانِ کربلا میں رنگ آمیزی سیاسی مقاصد سے "ماتم حسین" کی مجلسوں اور جلوسوں کے ذریعہ اس حادثہ کے تقریباً تین سو برس بعد ۳۵۱ھ میں شیعہ امیر الامراء عضد الدولہ کے حکم سے بغداد میں شروع ہوئی تھی۔ اس حادثہ کے ذمہ دار تو کوفی غدار تھے، سیاسی مقصد سے خلیفۂ وقت اور ان کے عمال کو متہم کیا جانے لگا، اور بعد میں اہلِ سنت کا ایک طبقہ بھی ان جھوٹے ولا یعنی اتہامات سے متاثر ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث کہ جب تک بارہ

قریشی خلفاء ہوں گے یہ دین برابر غالب رہے گا۔ سوائے نسائی کے صحاحِ ستہ کی جملہ کتب احادیث میں موجود ہے۔ صحابی خلفاء سے شمار کیا جائے تو امیر المؤمنین یزیدؒ چھٹے قریشی خلیفہ ہوتے ہیں۔ اور مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی رح کی اس دلیل سے اگر شمار کیا جائے کہ دین کے غالب رہنے سے مراد یہ ہے کہ باعتبار عقائد غلبہ رہے گا، کوئی فرقہ ضالہ اس وقت تک پیدا نہ ہوگا۔ لہٰذا صحابی خلفاء کے زمانہ میں ضعف عقائد کا احتمال نہیں ہو سکتا۔ اس لئے پانچ صحابی خلفاء حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ و معاویہؓ رضی اللہ عنہم اجمعین کو چھوڑ کر بارہ قریشی خلفاء شمار کئے جائیں تو ان میں سب سے پہلے امیر المؤمنین یزید بن معاویہؓ آتے ہیں (تلخیص المرقات صفحہ ۱۶۰ مطبع مجتبائی دہلی) اس حدیث کو اور سنۃ الخلفاء الراشدین من بعدی کو ملائیے تو یہ بارہ خلفاء راشدین میں شمار ہوتے ہیں۔ تو امیر المؤمنین یزیدؒ جیسے عادل و راشد خلیفہ کو مدعیانِ خلافت کے سیاسی واقعات کی بناء پر متہم کرنا شیعی پروپیگنڈے کے اثرات بد ہی کا نتیجہ ہے۔ ورنہ ان کی ذات ان سب اتہامات سے مبرّا ہے۔ جیسا آپ کو جلد اول کے مطالعہ سے بخوبی واضح ہوگا۔ خود حضرت حسینؓ کے عالم و فاضل بھائی حضرت محمد بن الحنفیہؒ نے باغیان مدینہ کے اتہامات کی جو خلیفہ یزیدؒ پر لگا رہے تھے سختی سے تردید کی تھی۔ بقول علامہ ابن کثیرؒ

وَ ناظرھم فی یزید ورد علیھم ما اتھموہ من شرب الخمر و ترکہ بعض الصلوٰۃ (البدایہ ج ۲)

ابن حنفیہ نے ان لوگوں سے بحث مباحثہ کیا اور یزیدؒ کے بارے میں ان سے لڑے اور شراب نوشی اور ترک نماز کے اتہامات کی تردید کی۔

Marfat.com

نوائے حق

(۱)

از قلم محمود احمد عباسی

(منقول از رسالہ تجلی دیوبند)

عباسی صاحب کی کتاب کو تحریف وبددیانتی کا شاہکار ثابت کرنے کے لئے
ناب عزیز احمد قاسمی کا ایک مضمون "خلافت معاویہ ویزید پر ایک طائرانہ
نظر" کے عنوان سے شائع ہوا تھا جسے بعض اور رسائل نے بھی نقل کیا۔ ایک ایسا ہی
سالہ ہم نے عباسی صاحب کی خدمت میں روانہ کر دیا تھا کہ وہ اس کا مناسب
واب عطا فرمائیں۔ واقعہ یہ ہے کہ جواب ہم بھی دے سکتے تھے کیونکہ قاسمی صاحب
ے اپنی دانست میں جس عمل تحقیق کو تحریف وغیرہ کا نام دیا تھا وہ کسی عنوان
ی دائرہ تحریف میں نہ آتا تھا، لیکن صاحب کتاب بفضلہ زندہ ہوں تو جواب کی
ہ داری ہم کیوں اٹھائیں۔ اتفاق دیکھئے عباسی صاحب ان دنوں اپنے مستقر
وجود نہیں تھے۔ کافی دنوں بعد سفر سے لوٹے تو ہمارا ارسال کردہ رسالہ ملاحظہ فرما کر
ل کا مضمون ارسال کیا اور تجلی کی تنگ دامانی کا لحاظ کرتے ہوئے اسے دو حصوں میں
قسیم کر دیا۔ دیر تو پہلے ہی ہو چکی تھی، مزید تاخیر قانونی مشورہ کے باعث پیدا ہوئی۔
ن کا ہدیۂ ناظرین کیا ہی جا رہا ہے (تجلی)

جناب عزیز احمد قاسمی رقمطراز ہیں کہ

کتاب "خلافت معاویہ ویزید" کے مصنف جناب محمود احمد عباسی صاحب
ے حوالہ جات میں بیجا تصرف اور تلبیس کر کے صحابی دیانت کو مجروح فرمایا ہے۔ کتاب
ے مطالعہ سے محسوس ہوتا ہے کہ مصنف نے پہلے ایک نظریہ قائم کر لیا کہ نعوذ باللہ
حضرت حسینؓ نے خروج کیا اور یزید نہایت متقی و پرہیزگار تھا پھر اس نظریہ کے ماتحت

کتابوں کا مطالعہ شروع کیا اور کتابوں میں جہاں کہیں یزید کی تعریف میں کوئی جملہ نظر آیا اسے لے لیا اور اسی عبارت میں جو جملہ یزید یا عمرو بن سعد (؟) کے نقائص میں ہے ان کو حذف کر دیا" نیز وہ یہ بھی کہتے ہیں :-

"جناب محمود عباسی صاحب نے جہاں جہاں دیدہ دانستہ حوالہ جات اور ان کے تراجم میں تصرف کیا ہے۔ ان میں سے چند بطور نمونہ پیش کئے جا رہے ہیں، اس سے موصوف کی ریسرچ کا اندازہ ہوگا" پھر آگے چل کر علامہ ابن کثیرؒ کی کتاب "البدایہ والنہایہ" کی عبارتیں نقل کر کے ارشاد فرماتے ہیں: "غور کیجئے عباسی صاحب نے عبارت میں قطع و برید کر کے کس طرح دھوکا دیا ہے"! اس کے ساتھ لکھتے ہیں کہ روز روشن کر لوگوں کی آنکھوں میں خاک جھونک دی اور ڈھنڈورا یہ پیٹا جاتا ہے کہ حقیقت پر جو پردے پڑے تھے انھیں ریسرچ نے چاک کر دیا"

ان کا پورا مضمون پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دل و دماغ میں بیٹھی ہوئی "یزید دشمنی" کے تحت انھوں نے صاف و سادہ عبارتوں کو توڑنے مروڑنے کا فن خوب آزمایا ہے۔ مقصد احقاق حق نہیں الزام تراشی ہے[۲]۔

حوالہ جات میں بے جا تصرف اور "تلبیس" اور البدایہ والنہایہ کی عبارت میں

(نوٹ بسلسلہ صفحہ گذشتہ) [۲] ہم بار بار کہہ چکے ہیں کہ مسلسل شیعی پروپیگنڈے نے اہل سنت کے دل و دماغ میں بھی تشیع اور رفض کا زہر اس طرح اتار دیا ہے کہ بے شمار مواقع پر اچھے خاصے سنیوں کے ذہن میں شیعوں کی زبان حرکت کرتی نظر آتی ہے۔ یہی دیکھئے کہ مولانا محمد قاسمؒ، شاہ عبدالعزیزؒ، ملا علی قاری، ابن تیمیہ، امام غزالی اور متعدد دیگر اساطین امت کے علاوہ رسول اللہ کے متعدد عالی مرتبہ صحابی مثلاً حضرت ابوسعید الخدری، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت ابوواقد اللیثی اور بعض اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین تو بلا تکلف، برملا اور صاف اقدام حسینؓ کو "خروج" کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں لیکن ہمارے قاسمی دوست اور ان جیسے بے شمار سنی حضرات اس لفظ کے ساتھ "نعوذ باللہ" لگاتے ہیں اور اسے من گھڑت نظریہ قرار دیتے ہیں۔ یہ فساد قلب و نظر نہیں تو اور کیا ہے۔

Marfat.com

قطع و برید کر کے دھوکہ دینے کا جو الزام عائد کیا ہے اور" صحافتی دیانت کے مجروح کرنے کا جو اتہام لگایا ہے پہلے اس کی حقیقت ملاحظہ ہو۔

"خلافت معاویہؓ و یزیدؒ" کا کوئی نسخہ موجود ہو تو اس کا ص۴ کھول کر "کردار خلیفہ یزید کی ذیلی سرخی کے تحت اول یہ فقرہ پڑھ لیجئے :۔

"ہم عصر حضرات کو جن میں کثیر تعداد صحابہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور تابعین کرام کی شامل تھی، امیر یزیدؒ کی سیرت اور کردار میں کوئی خامی ایسی نظر نہ آتی تھی جس کی بنا پر عقد بیعت خلافت ناجائز ٹھہرے یا بعد بیعت ان کے خلاف خروج و بغاوت کا جواز نکالا جا سکے"۔

سب سے پہلے تو امیر یزیدؒ کے صالح و نیکوکار، یا پابند نماز ہونے، نیک کاموں میں سرگرم اور سنت کا اتباع کرنے کے بارے میں دو بزرگوں کے اقوال پیش کئے گئے تھے، یہ دونوں بزرگ حضرت حسینؓ کے عزیز قریب ہیں۔ ایک صحابی و ابن عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور امت کے بڑے عالم (حبر الامت) و ترجمان القرآن یعنی حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہیں اور دوسرے تابعی و برادر حسینؓ سے علم میں بلند تھے خود فرماتے ہیں الحسن و الحسین افضل منی و انا اعلم منہم ص۱۵۲ ج' الاعلام قاموس التراجم خیر الدین الزرکلی یعنی یعنی حضرت محمد بن علیؓ ابن الحنفیہ جو واسع العلم و متقی و شجیع تھے دونوں بھائیوں حسن و حسینؓ سے علم میں برتر تھے فرماتے ہیں کہ حسنؓ

لہ بلاذری اور ابن کثیر بلند پایہ ضرور تھے۔ ان کی عظمت کا انکار روز روشن میں سورج کا انکار ہوگا لیکن یہ حقیقت بھی نہ فراموش کرنی چاہیئے کہ تحقیق و تنقیح کی بجائے ان حضرات پر روایت دوستی کا جذبہ زیادہ طاری رہا ہے۔ ان کی تاریخوں میں صریح متضاد روایات اور بعض واضح البطلان کہانیوں کا پایا جانا ثبوت ہے اس بات کا کہ ان کی خداداد صلاحیتیں اور علمی ترک تازیاں تاریخی حقائق کی چھان پھٹک کے عوض اسی کوشش میں صرف ہوئیں کہ زیادہ سے زیادہ روایات محفوظ کر دیں۔ بے شک دیگر مورخین کے مقابلہ میں ان کا معیار

(بقیہ نوٹ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

وحسینؓ مجھ سے افضل ہیں (حضرت فاطمہؓ بنت رسول اللہ کی فرزندیت کی بنا پر، لیکن میں ان دونوں سے علم میں بڑھ کر ہوں) ان دونوں بزرگوں نے امیر یزیدؒ کی بیعت خلافت بطیب خاطر و بلا تامل کی تھی اور اس پر اس درجہ مستقیم رہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی دھمکیوں کے باوجود بیعت فسخ نہیں کی اور حضرت حسینؓ کو خروج سے باز رکھنے کی طرح طرح کوششیں کیں، نہ خود ان کا ساتھ دیا اور نہ اپنے بیٹوں میں سے کسی کو ان کے خروج میں ساتھ دینے کو بھیجا، حالانکہ حضرت حسینؓ نے اس بارے میں اصرار کیا تھا۔

دو بلند پایہ مورخین بلاذریؒ اور ابن کثیرؒ کی کتابوں یعنی انساب الاشراف اور البدایہ والنہایہ سے یہ روایتیں اخذ کی گئی ہیں۔ بلاذری نے اپنے استاد المدائنی متوفی ۲۲۵ھ کی سند سے روایت درج کی ہے۔ المدائنی بڑے ثقہ و معتبر مورخ ہیں۔ دائرۃ المعارف اسلامیہ (اردو) میں ان کی تصانیف کے بارے میں یہ فقرہ ملتا ہے:۔

"اس کی تصانیف کو معتبر و مستند ہونے کی حیثیت سے ایسی شہرت حاصل ہوئی کہ وہ بعد کے زمانہ کی تالیفوں کے لئے اہم ترین کتب ماخذ متصور ہونے لگیں اور موجودہ تحقیق و تدقیق (ریسرچ) نے بھی انھیں عام طور سے صحیح پایا" (ص۵۳) المدینی کی روایت

صفحہ گذشتہ سے دیکھئے۔

قدرے بلند ہے لیکن ایسا بھی نہیں کہ آنکھیں بند کرکے ان پر اعتماد کر لیا جائے۔ بلاذری کے استاد المدائنی بے شک کافی ثقہ سمجھے جاتے ہیں۔ مگر ان کے بہت سے مراسیل بے حد قابل نظر ہیں اور جن روایتوں کا انھوں نے پورا سلسلۂ سند بیان کیا ہے۔ ان پر بھی پورا بھروسہ مشکل ہے کہ غیر ثقہ یا مجہول راویوں سے ان کے بعض اسناد خالی نہیں ہیں۔ یہ حاشیہ بظاہر عباسی صاحب کے ارشاد پر اعتراض محسوس ہوگا، لیکن حقیقت میں یہی ان کی متنازع فیہ کتاب کے دفاع میں سب سے کارآمد اور حقیقی ہتھیار ہے۔ اسی کی بنیاد پر ہم ان روایات سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں جنہیں معترضین بلاذری اور ابن کثیر ہی کی کتابوں سے نقل کرکے شور مچاتے ہیں کہ دیکھئے یہ تو آپ کے مروجہ اور دعوے کے خلاف ہیں، انھیں نظر انداز کرکے آپ نے بددیانتی کی ہے وغیرہ خود عباسی صاحب نے بھی اس حقیقت کو قدرے مختلف الفاظ میں اپنی کتاب میں بھی اور پیش نظر مضمون میں بھی رقم فرمایا ہے (تجلی)

Marfat.com

یں بیان کیا گیا ہے کہ امیر المومنین سیدنا معاویہؓ کی خبر وفات سنکر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا تھا:۔

"الٰہی معاویہ پر اپنی رحمت وسیع کیجیو، قسم بخدا وہ ان حضرات کی مثل تو نہ تھے جو ان سے پہلے گزر گئے مگر ان کے بعد ان جیسا بھی کوئی آنے والا نہیں"۔

یہ کہہ کر حاضرین کو مخاطب کیا اور فرمایا:۔

ان ابنہ یزید لمن صالحی اھلہ فالزموا	اور ان کا فرزند یزید اپنے خاندان کے نیکوکاروں
مجالسکم واعطوا طاعتکم وبیعتکم	میں سے ہے۔ تم لوگ اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہنا
(ص۴ جزء ۴ انساب الاشراف)	اطاعت کرنا اور بیعت کرنا۔

المدائنی کی اسی روایت کو الامامۃ والسیاسۃ کے مولف نے بھی بہ تغیر الفاظ نقل کرتے ہوئے امیر یزیدؒ کی نیکی کے بارے میں صحابی رسولؐ حضرت ابن عباسؓ کے یہ الفاظ درج کئے ہیں۔

واللہ ان ابنہ لخیر اھلہ	اور قسم بخدا ان کا (معاویہؓ کا) بیٹا اپنے خاندان کا نیک اور اچھا فرد ہے۔

قاسمی صاحب نے کتاب کے صفحات ۴۱ و ۴۲ پر ان روایتوں کے تفصیلی بیان کو ضرور پڑھا گا پھر ص۴۳ پر یہ الفاظ بھی ملاحظہ فرمائے ہوں گے۔

"تاریخ سے ثابت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ مع دیگر اعیان بنی ہاشم، سالہا سال تک بلاناغہ دمشق جاتے۔ امیر المومنین حضرت معاویہؓ کے پاس مہینوں مقیم رہتے، اس طرح امیر یزیدؒ کے حالات اور کردار سے بخوبی واقف تھے اور اپنی اسی ذاتی واقفیت سے انھوں نے امیر موصوف کو صالح و نیکوکار بتایا بلا تامل و بطیب خاطر خود بیعت کی اور دوسروں کو بھی اطاعت اور بیعت کی ترغیب دی"۔

کسی شخص کے ہم عصر کا بیان دوسروں کے مقابلے میں زیادہ مستند و قابل ترجیح ہوتا حضرت ابن عباسؓ تو امیر یزیدؒ کے عنفوان شباب ہی سے ان کے حالات سے ذاتی واقفیت رکھتے تھے اور قسطنطنیہ کے غزوہ میں چار پانچ مہینوں تک شب و روز

Marfat.com

ساتھ رہے تھے۔ امیر یزیدؒ کی صلاحیتوں اور علمی فضیلت کے معترف تھے جس کا ذکر ص۴۸ پر کیا گیا ہے، حضرت ابن عباسؓ کے علاوہ حضرت حسینؓ کے بھائی حضرت محمد بن علی (الحنفیہ) نے باغیان مدینہ کی جب وہ امیر یزیدؒ کی عیب جوئی کرنے لگے۔ کیسی کچھ خبر لی تھی۔ ان کے مکالمہ کو انساب الاشراف بلاذری سے ص۷۵ پر درج کیا گیا ہے۔ علامہ ابن کثیر نے بھی ص۲۳۳ ج۸ پر اس مکالمہ کو درج[1] کیا ہے۔ یعنی ابن مطیع نے جب امیر المومنین یزیدؒ کے بارے میں یہ کذب بیانی کہ "یزید شراب پیتا ہے، نماز ترک کردی اور کتاب اللہ کے احکام کی خلاف ورزی کرتا ہے"۔ تو حضرت محمد ابن الحنفیہؒ نے اور باتوں کے علاوہ فرمایا تھا کہ

وقد حضرته واقمت عنده فرايته مواظبا الصلواة متحريا للخير ليسأل عن الفقه ملازما للسنة (ص۲۳۳ ج۸ البدایہ والنہایہ)

میں تو ان کے (یزید کے) پاس گیا ہوں، ان کے پاس مقیم رہا ہوں، میں نے ان کو دیکھا ہے کہ وہ نماز کی پابندی کرتے ہیں، نیک کام میں سرگرم رہتے ہیں مسائل فقہ پر گفتگو کرتے ہیں اور سنت نبوی کی پیروی کرتے ہیں۔

اب دیکھئے یہ بیان نہ صرف امیر المومنین یزیدؒ کے ایک ہم عصر کا ہے بلکہ ایسے بزرگ کا ہے جنہوں نے اپنی آنکھ سے ان کی دینداری کے حالات دیکھے تھے اور اسی بنا پر بدگویوں اور دروغ بافوں کے اتہامات کی تردید کی تھی۔ باغیان مدینہ تو حضرت ابن زبیرؓ کی خلافت قائم کرنے کا پروپیگنڈہ ہی کر رہے تھے، انھوں نے تو اپنے حریف کی بدگوئی کرنا ہی اپنے پروپیگنڈے کے لئے ضروری سمجھا۔ کتاب ص۸۸ پر قاسمی صاحب نے البدایہ والنہایہ کی یہ عبارت ملاحظہ کی ہوگی، جو فسخ بیعت کے مطالبہ کے جواب میں ابن الحنفیہؒ کے انکار کے بارے میں درج ہے۔

---

[1] یہ پورا مکالمہ گزشتہ تجلی میں بھی نقل ہو چکا ہے۔ (تجلی)

وئل محمد بن الحنفیۃ فی ذلک
نع من ذلک اشدا لامتناع
لھم وجاد لھم فی یزید
علیھم ما اتھموہ من شرب
وترکہ بعض الصلوات
(ص۲۱۸ ج البدایہ والنہایہ)

اور جب (باغیان مدینہ نے) محمد بن الحنفیہ
برادر حسینؓ سے یزیدؒ کی بیعت فسخ کرنے
کے بارے میں کہا تو انھوں نے بہت سختی
سے انکار کیا اور امیر یزید کی موافقت میں
ان لوگوں سے بحث ومباحثہ کیا، ان سے
لڑے جھگڑے اور جو اتہامات شراب
نوشی اور بعض وقت نمازوں کے ترک
کرنے کے یہ لوگ ان پر لگاتے تھے انکی تردید کی

ص کے مکالمے میں حضرت ابن الحنفیہؒ نے امیر یزید کے دفاع میں اتہامات کی
ر تردید کی تھی وہ کتاب کے مطالعہ کرنے والے کو فراموش نہ ہوگی، خصوصاً اس
سے کہ جب یہ لوگ حضرت موصوف کی دلیلوں سے عاجز ہوگئے تو رشوت پیش
ے لگے اور کہنے لگے کہ:۔

"اچھا ہم تمہاری بیعت کرتے ہیں اور تمہیں خلیفہ بنانے کو تیار ہیں اگر تم ابن الزبیرؓ کی
ت کے لئے تیار نہیں ہو"

لیکن حضرت موصوف نے یہ پیش کش حقارت سے ٹھکرادی اور امیر المومنین یزیدؒ کی
ت پر قائم رہے اور اس میں طرح طرح کی تکالیف برداشت کیں۔

تحقیق وریسرچ

یہ تمہیدی فقرات طویل تو ہوگئے لیکن جس مقصد سے
پیش کر رہا ہوں۔ اس کی وضاحت کے لئے نیز مضمون نگار
حوالہ جات کے بے جا تصرف وتلبیس" اور عبارتوں میں قطع وبرید کرنے کے
ے جو افترا پردازی کی ہے اس کے اظہار شناعت کے لئے ضروری ہے کہ ناظرین کو بتایا
ے کہ امیر یزیدؒ کی سیرت وکردار کے بارے میں تحقیق وتدقیق (ریسرچ) کا کتاب "خلافت
ادشہ ویزیدؒ" میں جو پلان وطریق کار اختیار کیا گیا وہ یہ ہے:۔

روایت مستند ماخذ سے لی جائے
بلاذری متوفی ۲۷۹ھ وعلامہ ابن

Marfat.com

کثیر کی کتب تاریخ مستند ماخذ ہیں

۲۔ روایت بیان کرنے والا اثقہ و معتبر ہو (علی بن محمد المدائنی نہایت معتبر سمجھے جاتے ہیں

۳۔ ایسے لوگوں کے اقوال پیش کئے جائیں (جو امت حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور

جنہیں امیر یزید کے حالات سے ذاتی واقفیت ہو حضرت محمد بن علی (الحنفیہؒ) کو ذاتی واقفیت

تھی اس لئے ان کے چشم دید حالات بیان کئے گئے

قدیم مورخین کی اس خصوصیت کے پیش نظر ایک ہی بات اور ایک ہی واقعہ کے متعلق متضاد روایتیں درج کر دینے میں تامل نہیں کرتے راقم الحروف نے عرض مولف کی ابتدا ہی میں یہ بھی جتا دیا تھا کہ :۔

" روایت پرستی کی اس زمانہ میں ایسی وبا پھیلی کہ متاخرین بیشتر اپنے پیش رو مورخین سے نقل در نقل کرنے پر اکتفا کرتے رہے، علامہ ابن کثیرؒ نے تو بعض ایسی روایتوں کو جنہیں وہ صحیح نہ سمجھتے تھے طبری سے نقل کرتے ہوئے یہ کہہ کر اپنی روایت پرستانہ ذہنیت کا منّا اعتراف بھی کیا ہے کہ

ولولا ابن جریر و غیرہ لما من ذکر ما سقتہ۔ اور اگر ابن جریر (طبری) وغیرہ جو حفاظ الحفاظ والائمۃ (روایات) اور ائمہ میں سے ہے ان کو بیان (ص ۳۰۲ ج البدایہ والنہایہ) نہ کرتے تو ہم بھی ترک کر دیتے۔

تحقیق و تدقیق کا طریق کار کا جو اصول عملاً اختیار کیا گیا یعنی معاصرین کے اقوال اور چشم دید حالات کے بیانات کو جو مستند و معتبر ماخذ اور ثقہ راویوں کی روایت پر مبنی ہوں اعتبار کا درجہ حاصل ہوگا۔ متاخرین کے بیانات خصوصاً وہ بیانات اور اقوال جو بلا کسی سند کے پیش کئے گئے ہوں قابل اعتنا نہ ہونگے اور اگر ایک ہی مورخ نے متضاد روایتیں درج کی ہوں ترجیح انہی روایتوں اور بیانات کو دی جائے گی جو سنداً معتبر اور درایتاً قابل قبول ہوں ان کے مخالف روایت کو ترک و حذف کر دیا جائے گا۔ خصوصاً علامہ ابن کثیرؒ کے مندرجہ بالا قول کے مطابق البدایہ والنہایہ کے کسی ایسے بیان یا روایت کو جو دوسرے مستند بیان یا روایت کے متضاد ہو۔ ریسرچ کا یہی اصول اور یہی طریق کار ہے جو ہر سمجھدار پڑھنے والے کی

Marfat.com

شخص کو مطالعہ کتاب کے وقت ہی باوجود تامل معلوم و محسوس ہوگا۔

اب ملاحظہ ہو قاسمی صاحب کی شرمناک بہتان تراشی، کردار خلیفہ یزید" کی ذیلی سرخی کے تحت ص۴۰ کی آخری سطر سے ص۴۹ کی آخری سطر تک یعنی دس صفحات پر مستند کتب تاریخ وغیرہ کے پندرہ حوالہ جات درج ہیں جن میں پانچ البدایہ والنہایہ کے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک حوالہ میں لفظ تو کجا کسی شوشے کا بھی "نہ بیجا تصرف" ہے اور نہ کسی نوعیت کی کوئی "تلبیس"

ص۴۰ سے ص۴۴ تک امیر یزیدؒ کی دینداری، پاکبازی نیکوکاری کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت محمد بن علیؒ (ابن الحنفیہؒ) کے اقوال و بیانات بسند و بحوالہ جات معتبر درج ہیں اور یہ مضمون کہ امیر موصوف مذہبی اعمال کے پابند تھے، نماز پابندی سے پڑھتے تھے۔ سنت نبوی کے پیرو تھے، نیک کاموں میں سرگرم رہتے تھے ص۴۴ پر ختم ہو جاتا ہے) پھر آخر ص۴۴ سے ص۴۶ تک ان کی علمی فضیلت کا بیان ہے، ص۴۷ و ص۴۸ میں ان کی خطیبانہ اہلیت کا تذکرہ ہے اور ایک خطبے کے فقرات بھی درج ہیں اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ جیسے اعلم اہل زمانہ و جہ امت نے امیر یزیدؒ کی علمی قابلیت کا جن الفاظ میں اعتراف کیا ہے اس کا اظہار بھی ہے ص۴۹ کی چوتھی سطر میں اس امر کا اظہار کرنے کے بعد کہ "علم و فضل تقویٰ و پرہیزگاری، پابندی صوم و صلوٰۃ کے ساتھ" (جن کی تفصیلات گزشتہ اوراق میں پیش کی گئی ہیں) "امیر یزیدؒ حد درجہ کریم النفس، حلیم الطبع، سنجیدہ و متین تھے"۔ ایک عیسائی رومی مورخ نے ان کی سیرت کے بارے میں ان کے ہم عصر کا بیان جن الفاظ میں پیش کیا ان کو درج کیا گیا ہے یعنی "وہ (یزید) حد درجہ حلیم و کریم، سنجیدہ و متین، غرور و خود بینی سے مبرا، اپنی زیر دست رعایا کے محبوب، تزک و احتشام شاہی سے متنفر تھے، عام شہریوں کی طرح سادہ معاشرت سے زندگی بسر کرنے والے اور مہذب تھے"۔

اس کے بعد یہ فقرہ درج کر کے کہ:-

"علامہ ابن کثیرؒ نے ان کے بارے میں اسی قسم کے الفاظ تحریر کئے ہیں" البدایہ والنہایہ کی وہی عبارت نقل کی ہے جن سے ان کے خصائل محمودہ و حلم و کرم اور فصاحت وغیرہ

حسن معاشرت کا اظہار ہوتا ہے جن کا تذکرہ رومی مورخ کے مندرجہ بالا فقرے میں کیا گیا ہے۔ اس موقع پر امیر یزیدؒ کی دینداری دینکوکاری کے بیان کے اعادہ کا کوئی محل تھا، کیونکہ یہ ذکر جیسا کہ ابھی بحوالہ صفحات بیان کیا گیا پہلے ہی ہو چکا تھا۔ اور نہ ان کی بے دینی یا نماز کے بعض اوقات ترک کر دینے کی کسی بے سند اور غیر معتبر روایت کی تردید و تکذیب کی ضرورت تھی کیونکہ حضرت ابن الحنفیہؒ کے بیان سے اس کی پہلے ہی تکذیب ہو چکی تھی مندرجہ بالا فقرے میں تو صاف لکھا گیا ہے کہ علامہ ابن کثیر نے رومی مورخ کے بیان یعنی ان کے حلم و کرم وغیرہ کے" بارے میں اسی قسم کے الفاظ" تحریر کئے ہیں چنانچہ وہ الفاظ یہ ہیں:۔

وقد کان یزید فیہ خصال محمودۃ من الکرم والحلم والفصاحۃ والشعر والشجاعۃ وحسن الرای فی الملک

(ص۲۳ ج البدایۃ والنہایۃ)

اور یزید کی ذات میں قابل ستائش صفات حلم و کرم فصاحت و شعر گوئی اور شجاعت و بہادری کی تھیں نیز معاملات حکومت میں عمدہ رائے رکھتے تھے اور معاشرت کی خوبی و عمدگی بھی ان میں تھی۔

ان ہی الفاظ کو علامہ ذہبی نے اپنی تالیف تاریخ الاسلام و طبقات المشاہیر و اعلام کی ج۱ ص۹۳ پر درج کیا ہے جس کا حوالہ بھی کتاب میں موجود ہے۔ علاوہ ازیں یہی الفاظ صرف لتغیر کے ساتھ کہ" خصال محمودہ" کے بجائے" خصال حمیدہ" لکھا گیا ہے۔ عینی (تاریخ) میں بھی موجود ہیں (مخطوطہ پیرس۔ بحوالہ خلیفہ یزید ص۴۸۲ لامن) دیگر مورخین نے بھی ان ہی کلمات کے نقل کرنے پر اکتفا کیا اور وہ کلمات ترک کر دیئے جن میں کہا گیا ہے" اور نیز اس میں (یزید) میں خواہشات نفسانیہ میں انہماک اور بعض اوقات بعض نمازوں کا ترک کر دینا بھی پایا جاتا تھا اور ان کا وقت بے وقت بھی اکثر پڑھنا تھا"، مضمون نگار فرماتے ہیں کہ اس عبارت کو" عباسی صاحب ریسرچ کا پورا حق ادا کرنے کے لئے چھوڑ دیا"! ان صاحب کی خواہش کے مطابق اس عبارت کو ترک و حذف نہ کیا جاتا تو تحقیق و تدقیق ریسرچ کی صورت کچھ اس طرح ہوتی۔

قول ابن عباسؓ

ا وان ابنہ یزید لمن صالحی اھلہ
ران کا (معاویہؓ کا) فرزند اپنے خاندان
ے نیکوکاروں میں ہے

۲) ووا اللہ ان ابنہ لخیرا ھلہ
اور قسم بخدا ان کا (معاویہ کا) بیٹا اپنے
اندان کا نیک شخص ہے)

قول بے سند

کان فیہ ایضاً اقبال علی الشھوات
ادر نیز اس میں (یزید میں) خواہشات
فسانیہ کا انہماک تھا)

قول ابن الحنفیہؒ

ا. وقد حضرتہ واقمت عندہ
فرایتہ مواظبا علی الصلوٰۃ

ادر میں ان کے (یزید کے) پاس گیا ہوں
ان کے پاس مقیم رہا ہوں تو نماز کا پابند

قول بے سند

(۱) وترک الصلوٰت فی بعض الاوقات
اما تتہا فی غالب الاوقات.

(۱) اور بعض اوقات بعض نمازوں کا ترک
بھی کر دیتا تھا اور نمازوں کو بے وقت
بھی اکثر اوقات پڑھتا تھا۔

یا یا ہے۔

قاسمی صاحب کی خواہش کے مطابق ریسرچ کا "پورا حق" اس نوعیت سے ادا کیا جاتا جس کا خاکہ اوپر پیش کیا گیا ہے کہ ایک ہی شخص کو ایک ہی سانس میں نیکوکار بھی بتایا جاتا اور بدکار بھی، نماز کا پابند بھی کہا جاتا ہے اور تارک بھی، نیک کاموں میں سرگرم بھی ظاہر کیا جاتا اور شہوات نفسانیہ کا ملوث بھی سنت نبویہ کا پیرو بھی کہا جاتا اور بے وقت کی نمازیں پڑھنے والا بھی، اس قول بے سکہ تک . . . . .

Marfat.com

وحذف کرنا نامناسب تھا تو اسی کے قبیل کے اور متعدد اقوال اور روایات واہیہ کو بھی جو ان ہی کتب میں درج ہیں کیوں ترک کیا جائے، ایسا ہے تو پھر تحقیق و تدقیق اور ریسرچ ہی پر کیوں وقت و محنت صرف کی جائے نقل را چہ عقل آنکھ بند کرکے ہر رطب و یابس کو ٹانک دیا جائے۔ کون صحیح العقل اس قسم کی خرافات کو ریسرچ کا نام دے سکتا ہے جس کسی میں حق پسندی کا قدرے شائبہ بھی ہوگا وہ حضرت ابن عباسؓ و حضرت ابن الحنفیہؒ کے اقوال کی موجودگی میں قول بے سند کو کیسے مان سکتا ہے۔ یہ اقوال مستند ترین ماخذ اور ثقہ و معتبر ترین راویوں کی سند اور حوالہ جات سے پیش کئے گئے ہیں اور ان اقوال کی تائید مزید خود ان کے موقف اور طرز عمل سے ہوتی ہے کہ امیر یزیدؒ کی بیعت خلافت پر کس استقلال و استقامت سے قائم رہے، چونکہ امیر موصوف کی بیعت پہلے ہو چکی تھی احکام شریعت کے مطابق حضرت ابن زبیرؓ کے اقدام کو غلط قرار دیا حالانکہ وہ صحابی ہونے کا امتیاز بھی رکھتے تھے۔ ایسی روشن مثالوں کے ہوتے ہوئے کسی قول بے سند کو اتنی اہمیت دی جائے کہ اس کے ترک و حذف پر دھوکہ دہی، تلبیس اور لوگوں کی آنکھ میں خاک جھونکنے کے ذلیل الزامات عائد کئے جائیں۔ کیا کسی ریسرچ اسکالر اور محقق کا یہ اولین اور اہم ترین فرض نہیں کہ قوی و ضعیف، صحیح و سقیم روائیوں اور بیانات کی چھان بین کرکے صحیح اور قوی کو اختیار کرے اور ضعیف و سقیم کو ترک و حذف کرے آخر تحقیق در ریسرچ کا مقصد اس کے سوا اور کیا ہے" یزید دشمنی کا پردہ فہم و ادراک پر حائل ہو تو ریسرچ کا کیا قصور ہے

گر نبیند بروز شبرہ چشم
چشمہ آفتاب را چہ گناہ

لہ حضرت ابن عباسؓ، ابو سعید الخدریؓ اور حضرت ابن الحنفیہؒ کے جن فرمودات کو عباسی صاحب بجا طور پر اس کا مستحق سمجھتے ہیں کہ ان کے خلاف ہر روایت کو کوڑے پر پھینک دیں ان کی بعض سندیں تو عام طور پر بیان ہوتی رہی ہیں جو کافی مضبوط ہیں، لیکن اگر قاسمی صاحب

Marfat.com

(۲)

البدایہ والنہایہ کی ایک اور مختصر سی عبارت کے بارے میں جو "جہاد قسطنطنیہ و بشارت مغفرت" کے ذیلی عنوان کے تحت "خلافت معاویہؓ یزیدؒ" میں نقل ہوئی ہے اور دس بارہ لفظوں سے زائد نہیں، عزیز احمد قاسمی فرماتے ہیں کہ "مذکورہ بالا عبارت ہی کے آخر میں ایک اور عبارت بھی ہے" جسے عباسی صاحب نے دیدہ دانستہ ترک کر دیا تاکہ وگ غلط فہمی میں مبتلا ہو جائیں مگر لطف یہ ہے کہ غلط فہمی میں مبتلا کرنیکا یہ ارتکاب تو خود قاسمی صاحب ی کے قلم سے ہوا جیسا کہ ابھی آئندہ سطور میں صحیح صورتحال پیش آنے پر آپ بخوبی اندازہ کر سکیں گے۔

کتاب "خلافت معاویہؓ و یزیدؒ" کے صفحات ۲۱ تا ۳۰ پر مندرجہ بالا عنوان سے اس تاریخی حقیقت کا چند جملوں میں اظہار کرنے کے بعد کہ روم و ایران جیسی دشمنِ اسلام شہنشاہیتوں کے خلاف خلیفہ رسول اللہؐ و امام اول حضرت صدیق اکبرؓ کے زمانہ سے جو جہادی سرگرمیاں شروع ہوئیں اور زبردست کامیابیوں کے ساتھ برابر ہوتی رہیں (جن کا سلسلہ حضرت علیؓ کے ایام میں بوجہ متاسفانہ خانہ جنگیوں کے بالکلیہ منقطع ہو گیا تھا) اور صفین کے افسوسناک نتائج میں یہ جہادی سرگرمیاں حضرت معاویہؓ کو عارضی طور سے ملتوی کر دینی پڑی تھیں بیان کیا گیا تھا کہ زمام خلافت اپنے ہاتھ میں لینے کے کچھ عرصہ بعد سے انھوں نے رومی عیسائیوں کے خلاف از سر نو یہ جہاد شروع کئے چنانچہ ۴۹ھ میں قیصر روم کے مستقر قسطنطنیہ پر جو اسلامی فوج بھیجی گئی۔ اس کے قائد اور سپہ

یا کوئی اور نیر گوارا ان سندوں میں کلام کرتے ہوئے انھیں ضعیف ثابت کرنے کی سعی فرمائیں تو یہ عاجز پانچ سندیں اور ایسی پیش کر سکتا ہے جو عام طور پر بیان نہیں ہوئی ہیں اور جن کے کسی بھی راوی کو کتب رجال میں ساقط الاعتبار یا غیر ثقہ نہیں کہا گیا ہے اسکے برعکس یزید کے فسق و فجور پر دلالت کرنے والی ایک بھی روایت صفحہ ہستی پر ایسی نہیں پائی جاتی جو جرح و تعدیل کی سان پر چڑھ کر کھیل کھیل نہ ہو جائے۔ چہ جائے کہ بقول مولانا محمد طیب صاحب تسق یزید تواتر معنوی رکھتا ہو، تواتر اور اجماع کی مقدس اصطلاحوں کا جو حلیہ مولانا موصوف نے

Marfat.com

سالار امیر یزیدؒ تھے اور ان ہی کی اس فوج میں حضرت حسینؓ بھی موجود تھے۔ نیز صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت بھی تھی جس میں حضرت ایوب انصاریؓ بھی شامل تھے۔ یہی وہ پہلی اسلامی فوج تھی جو "مدینہ قیصر" پر حملہ آور ہوتی تھی اور جس کی بشارت مغفرت لسانِ نبوی سے یوں دی گئی ہے کہ: اول جیش من امتی یغزون مدینۃ قیصر مغفورٌ لہم (صحیح بخاری) یعنی میری امت کی پہلی فوج جو قیصر کے شہر (قسطنطنیہ) پر غزا و جہاد کرے گی اس کے لئے مغفرت ہے۔ اس حدیث کو نقل کرنے کے ساتھ مختلف کتب تاریخ وغیرہ کے حوالہ جات سے بتایا گیا تھا کہ اس پہلی اسلامی فوج میں کون کون صحابہؓ شامل تھے، کیا کیا حالات پیش آئے یعنی میزبان رسول و محترم صحابی حضرت ابوایوب انصاریؓ کی جب موت کا وقت آپہنچا، آپ نے قائد عسکر امیر یزیدؒ کو کیا وصیت کی اور ان کی تدفین کے بارے میں کیا واقعات پیش آئے۔ ان سب حالات کو اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہوئے لکھا تھا کہ:

"اسی جہاد کے دوران حضرت ابوایوب انصاریؓ کی وفات ہوئی۔ اس وقت آپکی عمر اسّی سال سے متجاوز تھی۔ اسدرجہ کبیر السنی میں دور دراز مقام پر جہاد میں شرکت حدیث نبوی کی بشارت مغفرت کی وجہ سے کی تھی۔ جب آپ کا آخری وقت آپہونچا آپنے امیر عسکر امیر یزیدؒ کو وصیت کی کہ میرا جنازہ سرزمین عدو میں جتنی دور لے جا سکو لے جاکر دفن کرنا اور میرا سلام اور یہ حدیث مسلمانوں کو پہنچانا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنی ہے۔ آپنے فرمایا:۔

من مات ولا یشرک باللہ شیئاً جعلہ اللہ فی الجنۃ۔	یعنی جو شخص اس حالت میں فوت ہوا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا تھا اسے جنت نصیب کریں گے۔

امیر یزیدؒ نے ان محترم صحابی و میزبان رسول کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور حسب وصیت قسطنطنیہ کی فصیل کے پاس جہاں اب آپ کا عالی شان مزار اور اس کے متصل مسجد واقع ہے، دفن کیا۔

وکان (ابوایوب انصاریؓ) اور (ابوایوب انصاریؓ) یزید بن معاویہؓ

Marfat.com

فی جیش یزید بن معاویۃ والیہ اوصی وھو الذی صلّٰی علیہ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۵۹)

کے لشکر میں شامل تھے، انھوں نے اسی (یزید) کو وصیت کی اور اسی (یزید) نے ان کے جنازے کی نماز پڑھائی۔

ظاہر ہے کہ تمام مسلمانوں نے جو امیر یزیدؒ کے لشکر میں شامل تھے۔ بشمول حضرت حسینؓ جنازے کی نماز میں بامامت امیر یزیدؒ شرکت کی اور میزبان رسول کی تدفین میں شریک رہے بشمول حضرت حسینؓ چنانچہ طبری جیسے شیعی مورخ کا بھی یہ بیان ہے کہ ابوایوب انصاریؓ کی وفات اس سال ہوئی۔ جب یزید بن معاویہؓ نے اپنے والد کی خلافت کے زمانے میں قسطنطنیہ پر جہاد کیا تھا۔" (ج ۱۳ ص ۱۱) الی آخرہ

ترک مکررات

یہ ہیں وہ فقرات جو جہاد قسطنطنیہ و بشارت مغفرت" کے تحت عنوان اس جہاد کے تاریخی حالات کے سلسلہ میں ضبط تحریر میں لائے گئے اور اسی سلسلے میں البدایہ والنہایہ کی مندرجہ بالا عبارت بھی اس ثبوت میں درج کی گئی کہ حضرت ابوایوب انصاریؓ جیسے بلند پایہ صحابی امیر یزیدؒ کے لشکر میں شامل تھے۔ انہوں نے مرتے وقت امیر موصوف ہی کو وصیت کی اور انہوں نے ہی ان محترم صحابی کے جنازے کی نماز پڑھائی۔ اب ذرا البدایہ والنہایہ کی وہ عبارت ملاحظہ ہو جس کے متعلق قاسمی صاحب فرماتے ہیں کہ" مذکورہ بالا عبارت ہی کے آخر" کی عبارت اس لئے ترک کر دی گئی کہ لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہو جائیں۔ یہ دونوں عبارتیں جسطرح البدایہ والنہایہ کے صفحات ۵۸ و ۵۹ پر بتدیل تذکرہ حضرت خالد بن زید بن کلیب یعنی حضرت ابوایوب انصاریؓ درج ہیں ملاحظہ ہو۔ وہ یہ ہیں۔

وکان ابوایوب انصاری فی جیش یزید بن معاویۃ والیہ اوصی، وھو الذی صلی علیہ۔ وقد قال الامام احمد۔ حدثنا عثمان ثنا ھمام ثنا ابو عاصم عن رجل من اھل

اور (ابوایوب انصاریؓ) یزید بن معاویہؓ کے لشکر میں تھے اسی (یزید) کو انھوں نے وصیت کی اور اسی یزید نے ان کے جنازے کی نماز پڑھائی۔ اور امام احمد (بن حنبلؒ) نے فرمایا کہ ہم سے عثمان نے ان سے ہمام نے ان سے

Marfat.com

مكة ان يزيد بن معاوية كان
اميرا على الجيش الذى غزا فيه
ابو ايوب فدخل عليه عند الموت
فقاله اذا انا مت فاقرأ على الناس
منى السلام واخبرهم انى سمعت
رسول الله صلى الله عليه وسلم
يقول، من مات ولا يشرك بالله
شيئا جعله الله فى الجنة، ولينطلقوا
فليبعدوا بى فى ارض الروم ما
استطاعوا قال فحدث الناس
لما مات ابو ايوب فاسلم الناس
وانطلقوا بجنازته رص ۵۸ و ۵۹

ابو عاصم نے ان سے مکہ کے ایک شخص نے یہ روایت بیان کی کہ یزید بن معاویہؓ اس فوج کے سردار تھے جس میں شامل ہو کر ابو ایوب (انصاریؓ) نے جہاد کیا تھا۔ ان کے مرنے کے وقت (یزید) ان کے پاس گئے تھے، سو انھوں نے ان سے (یزید) سے فرمایا کہ میں جب مر جاؤں میرا سلام لوگوں کو پہنچا دینا اور بتا دینا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے یہ فرماتے سنا ہے کہ جو شخص اس حالت میں مر جائے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ جانتا تھا اللہ تعالےٰ اس کو جنت نصیب کریں گے اور میرا جنازہ سرزمین روم میں جہاں تک تم لیجا سکو لے جا کر دفن کر دینا (امام) احمدؒ نے کہا کہ جب ابو ایوب انصاریؓ کی وفات ہو گئی یزید نے لوگوں سے وصیت مرحوم کی بتا کی لوگوں نے اسے قبول کیا اور اس کے جنازے کو لے گئے"۔

صرف خط کشیدہ الفاظ "خلافت معاویہؓ و یزیدؒ" میں نقل ہوئے ہیں اور انکے آخر کی مندرجہ بالا کل عبارت کا ترجمہ و مضمون کتاب میں شامل ہے اور اس غرض سے شامل ہے کہ جہاد قسطنطنیہ میں شریک ہونے والے ایک محترم صحابی کے وفات پانے اور وفات سے پہلے امیر عسکر امیر یزیدؒ کے ان کی عیادت کے لئے ان کے پاس جانے، مرحوم کی مرتے وقت انھیں وصیت کرنے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنانے اور اس حدیث کو مسلمانوں کو پہنچا دینے کی وصیت کرنے نیز سرزمین روم میں ان کی تدفین کرنے کا یہ سب واقعہ اس میں مذکور ہے چنانچہ اس اقتباس میں یہ حدیث من مات ولا یشرک باللہ شیئا جعلہ اللہ

Marfat.com

ی الجنۃ۔ نہ صرف اس لئے درج کی گئی کہ حضرت ایوب انصاریؓ نے اسکے روا
کی وصیت امیر یزید کو کی تھی، بلکہ یہ حدیث آیتِ قرآنی اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ
ہ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ (النساء) کے بھی مطابق ہے۔ اب آپ
زبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ البدایہ سے کتاب کے ذیلی عنوان "جہاد قسطنطنیہ و بشارت خضر"
تحت جو مضمون بیان ہو سکتا تھا وہ ہی اخذ کیا گیا۔ مکررات یا وہ حدیث جنگی روایت
وصیت نامہ امیر یزیدؓ کو کی گئی اور نہ ان سے بیان کی گئی۔ ترک و حذف کر دی گئی، یعنی
بدایہ والنہایہ کی مندرجہ بالا عبارت کے بعد ہی حسب ذیل مکررات ہیں جو حذف
نے مناسب اور ضروری تھے۔ حذف کئے گئے۔

نال احمد حدثنا اسود بن
ر ثنا ابو بکر عن الاعمش
ن ابی ظبیان قال اعز ایوب
یزید بن معاویۃ قال!
قال اذا مت فادخلونی فی
ض العدو فادفنونی تحت
دامکم حیث تلقون العدو
ال! ثم قال سمعت رسو
للہ صلی اللہ علیہ وسلم
قول، من مات وَ لَا
شرک باللہ شیئًا
خل الجنۃ

امام احمد ابن حنبلؒ نے اپنے اسناد سے
بیان کیا کہ ابو ایوب انصاریؓ نے یزید بن
معاویہؓ کے ساتھ جہاد کیا تھا۔ امام صاحب
نے یہ بھی کہا کہ انہوں نے (یعنی ابو ایوب انصاریؓ)
نے فرمایا تھا کہ میں جب مر جاؤں میرے
جنازے کو سرزمین عدو میں پہنچا دینا اور
جہاں دشمن سے مڈبھیڑ ہو وہاں اپنے
قدموں تلے دفن کر دینا پھر فرمایا کہ میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے
سنا ہے کہ جو شخص اس حالت میں
مر جائے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ
کرتا تھا۔ وہ جنت میں داخل ہوگا

اس عبارت میں بھی اسی مضمون کا اعادہ ہے، جو پہلے درج ہو چکا
یث کے الفاظ میں صرف اتنا فرق ہے کہ بجائے جعلہ اللہ فی الجنۃ
دخل الجنۃ بیان کیا گیا ہے۔
اب اس کے بعد کا دوسرا فقرہ ملاحظہ ہو کہ وہ بھی سابقہ مضمون کا اعادہ ہے،

Marfat.com

ورواہ احمد عن ابن نمیر و یعلی بن عبید عن الاعمش سمعت ابا طبیان فذکرہ وقال فیہ سأحدثکم حدیثا سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لولا انی ھٰذا احد ثتکموہ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من مات ولا یشرک باللہ شیئاً دخل الجنۃ۔

امام احمدؒ نے اس کو روایت کیا ہے ابن نمیر اور یعلی بن عبید سے انہوں نے الاعمش سے انھوں نے کہا کہ میں نے ابو طبیان کو (ابو ایوب انصاریؓ) کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا ہے، جس میں انہوں نے یہ فرمایا تھا کہ میں اب تم لوگوں سے وہ حدیث بیان کرتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے اور اگر میرا یہ حال نہ ہوتا تو میں تم سے نہ بیان کرتا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو شخص اس حالت میں فوت ہو کہ اللہ کے کسی کو شریک نہ کرتا تھا۔ وہ جنت میں داخل ہوگا۔"

یہ دونوں عبارتیں جو اسی ایک بات کا اعادہ کرتی ہیں جو بیان ہو چکی حذف کی گئیں اور کی جانی چاہئیں تھیں۔ اب دیکھئے تیسری مرتبہ پھر یہی بات ایک اور عبارت میں جس کے ترک کر دینے کا شکوہ قاسمی صاحب کو ہے دہرائی جاتی ہے اور برخلاف اس حدیث کے جو تین مختلف سلسلہ اسناد سے اوپر کی عبارتوں میں بیان ہو چکی ہے اور جس کے روایت کرنے کی وصیت حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے مرتے وقت امیر یزیدؒ کو کی تھی، اس کے علاوہ ایک نئی حدیث بیان کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ ان مرحوم نے مرتے وقت یہ کہہ کر لوگوں کو سنائی تھی کہ اب تک یہ حدیث میں تم لوگوں سے چھپائے ہوئے تھا اب بیان کئے دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اگر تم لوگ گناہ نہ کرتے تو اللہ ضرور ایسی قوم پیدا کر دیتا جو گناہ کا ارتکاب کرے تاکہ اللہ انکی مغفرت کرے" روایت کے اصل لفظ یہ ہیں

عن ابو ایوب الانصاریؓ انہ قال حین حضرتہ الوفاۃ۔ قد کنت کتمت عنکم شیئاً سمعتہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و

ابو ایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے مرتے وقت فرمایا کہ میں تم لوگوں سے ایک حدیث چھپائے ہوئے تھا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

سلم سمعته یقول" لو لا
انکم تذنبون یخلق
اللہ قوماً یذنبون
فیغفرلھم

سے سنی تھی، آپ کو یہ فرماتے سنا تھا
کہ اگر تم لوگ گناہ نہ کرتے تو اللہ
ضرور ایسی قوم پیدا کرتا جو گناہ کا
ارتکاب کرتی تاکہ وہ انکی مغفرت کرے

قطع نظر ان شبہات کے جو ایسی روایت کے سننے یا پڑھنے سے ہر سمجھدار شخص کے دل میں پیدا ہوں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کیا لوگوں سے چھپانے کیلئے تھے یا بیان کرنے کیلئے ایک محترم صحابی نے آخر آپ کے ارشاد کو تمام عمر کیوں چھپائے رکھا بیان کیا تو مرتے وقت! پھر یہ قول جو حضور انورؐ سے منسوب کیا جاتا ہے کہ اللہ کی یہ مرضی ہے کہ لوگ گناہ کرتے رہیں، سیئات و ذنوب میں مبتلا ہوتے رہیں تاکہ بقول قاسمی صاحب اللہ کی صفت مغفرت ظہور پذیر اور کارفرما ہو" کیا یہ قول اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ تصور اسلامی عقائد و تعلیمات سے مطابقت رکھتا ہے یا نہیں، قطع نظر ان باتوں کے غور طلب یہ امر تھا کہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے وقت وفات کیا دو مختلف حدیثیں سنائی تھیں جو معنی و مطالب کے اعتبار سے متضاد تھیں، ایک حدیث تو جیسا بیان ہو چکا، کلام اللہ کی آیت کے مضمون کے مطابق ہے اور اس کے روایت کرنے کی وصیت امیر یزیدؒ کو کی تھی، اس لئے وہ کتاب کے مذکورہ بالا عنوان کے تحت درج کی گئی اور دوسری جو نہ ان کو سنائی تھی اور نہ اسکی وصیت کی تھی اور نہ آیات بینات کے کسی مضمون سے وہ مطابقت رکھتی ہے اور نہ "جہاد قسطنطنیہ و بشارت مغفرت" کے تحت بیان کئے جانے سے اس کا کوئی واسطہ و تعلق تھا۔ یا ہو سکتا تھا وہ مع الفاظ روایت ترک و حذف کی گئی اور دیدہ و دانستہ ترک کی گئی تاکہ لوگ غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں۔ مندرجہ بالا عنوان کے تحت جہاد قسطنطنیہ کے سلسلے میں صرف وہی واقعات بیان کئے جا سکتے تھے اور کئے گئے جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

موضوع روایتیں

امیر یزیدؒ کے کیرکٹر کے متعلق کچھ ذکر کرنے یا اتہام کی تردید تکذیب کا مندرجہ بالا عنوان کے تحت کوئی موقع و محل

نہ تھا۔ قاسمی صاحب نے پُر فریب الفاظ میں یہ ذکر اس موقع پر چھیڑ دیا ہے، اس لئے عرض کر دینا پڑا کہ البدایہ والنہایہ کے مصنف کا سنہ وفات ۷۷۴ھ ہے یعنی امیر یزیدؒ کے زمانہ سے سات سو برس بعد۔ ان صدیوں میں بنی امیہ اور امیر معاویہؓ و امیر یزیدؒ کی مذمت میں طرح طرح کی روایات کا طومار اکٹھا ہوا اور ان تک پہنچا۔ ایسا غنیمت ہے کہ اپنی تالیف میں انھوں نے جابجا اسکی تکذیب بھی کر دی ہے، مثلاً امیر یزیدؒ کے ترجمہ میں ایک جگہ لکھتے ہیں کہ:۔

وقد اورد ابن عساکر احادیث فی ذم یزید بن معاویہ کلھا موضوعۃ لا یصح شیئ منھا

اور ابن عساکر جو احادیث یزید بن معاویہؓ کی مذمت میں لائے ہیں وہ سب کی سب موضوع ہیں ان میں سے کوئی بات بھی صحیح نہیں۔

بایں ہمہ علامہ ابن کثیرؒ نے اس حدیث پر کہ "اگر تم لوگ گناہ نہ کرتے تو اللہ ضرور ایسی قوم پیدا کرتا جو گناہ کا ارتکاب کرے اور اللہ انکی مغفرت کرے"، درایتاً نظر ڈالنے کے بجائے ایک ریمارک کر دیا ہے اگرچہ سنا تھا ہی" واللہ تعالیٰ اعلم" لکھ کر یہ بھی جتا دیا ہے کہ اپنے قول پر انکو پورا وثوق و اعتماد بھی نہیں ہے۔ فرماتے ہیں کہ:۔

میرے نزدیک اس حدیث اور اس سے قبل کی حدیث نے یزید بن معاویہؓ کو امید مغفرت دلا کر عمل میں سست کر دیا جس کے سبب سے ایسے افعال پر آمادہ کر دیا جس کو ناپسند کیا گیا، جیسا کہ ہم ان کے تذکرہ میں بیان کریں گے واللہ تعالیٰ اعلم۔

"تذکرہ یزید" میں تو ایسا کوئی بیان نہیں ہے قاسمی صاحب نے جو ترجمہ علامہ موصوف کی اس مختصر سی عبارت کا کیا ہے، ذرا ملاحظہ ہو کہ تحریف و تلبیس سے صحافی دیانت کو کس طرح مجروح کیا ہے۔

عندی ان ھذا الحدیث والذی قبلہ حمل یزید بن معاویۃ علی طرف من الرجاء وترکیب بسببہ افعالا کثیرۃ انکرت

میرا خیال یہ ہے کہ یہ حدیث اور اس سے پہلے والی حدیث (جس کے اصل منشاء کے برخلاف انکے ظاہری مفہوم نے) یزید بن معاویہؓ کو اس پر آمادہ کر دیا کہ گویا اس

علیہ کما سنذکرہ فی ترجمہ واللہ تعالیٰ اعلم

کا یہ اعتقاد ہو گیا کہ عمل کا ایمان سے کوئی تعلق نہیں جو چاہو کرو۔ ایمان بہر حال قائم رہے گا۔

بظاہر اس اعتقاد نے اس کو ایسے بہت سے افعال پر آمادہ کر دیا جن کو سب ہی نے برا سمجھا اور اس پر اعتراض کیا جنکی تفصیل یزید کے تذکرے وقت بیان کریں گے

معمولی عربی دان سمجھ سکتا ہے کہ خط کشیدہ فقرے اور الفاظ قاسمی صاحب کے طبع زاد اور من گھڑت ہیں۔ عربی عبارت کے کسی لفظ اور فقرے کا نہ یہ ترجمہ ہے اور نہ مفہوم اور ترجمہ میں "واللہ تعالیٰ اعلم" کو ترک کر دیا، حالانکہ علامہ ابن کثیرؒ نے اپنے خیال پر پورا وثوق نہ ہونیکے اظہار کی غرض سے اسکو خاتمہ عبارت پر لکھ دیا تھا۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ حرکت لوگوں کو غلط فہمی میں مبتلا کرنے کے لئے کی گئی ہے۔ پھر البدایہ کی اس عبارت کے ترجمہ میں تحریف و تلبیس کا ارتکاب کرنے اور اپنے معہود ذہنی کے مطابق غلط مطلب نکالنے کے بعد تبرائی انداز میں فرماتے ہیں کہ:۔

"اسلامی احکام سے لاپرواہ، من مانی کارروائیاں کرنے والا، ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو غلط معنی سے بہکانے والا، ایسے افعال قبیحہ کا مرتکب تھا جن کو امت نے برا سمجھا اور اس پر اعتراض کیا۔

مگر صاحب البدایہ نے تو یہ باتیں کہیں بھی نہیں کہیں، یہ تو جامد و مفلوج ذہنیت کے سبائیت زدہ اشخاص کی سی خرافات ہے، جس کی کامل تردید حضرت حسینؓ کے بھائی حضرت محمد بن علیؓ (ابن الحنفیہ) جیسے بلند پایہ عالم کے اس ارشاد سے ہو جاتی ہے جو خود ان ہی علامہ ابن کثیرؒ نے تذکرہ یزید کے سلسلے میں درج کیا ہے یعنی باغیان مدینہ کا وفد جب حضرت موصوف کی خدمت میں اس غرض سے حاضر ہوا کہ وہ خلیفۂ وقت کے خلاف بغاوت میں مدد کریں اور اہل وفد نے امیر یزیدؒ پر فسق و فجور کا بہتان تراشا آپنے اسکی پرزور تردید تکذیب کی اور اپنی ذاتی واقفیت کی بنا پر یہ الفاظ فرمائے جو اس مضمون کی پہلی قسط میں بھی نقل ہو چکے ہیں

Marfat.com

وقد حضرته واقمت عندہ فرأیته مواظبًا علی الصلوٰۃ متحیریا للخیر یسأل عن الفقہ ملازمًا للسنۃ

(ص ۲۳۳ ج ۸)

میں تو ان کے (امیر یزید رح کے) پاس گیا ہوں انکے پاس ہی مقیم رہا ہوں میں نے تو دیکھا ہے کہ وہ نماز کی پابندی کرتے ہیں، نیک کاموں میں سرگرم رہتے ہیں مسائل فقہ پر گفتگو کرتے ہیں اور سنت نبوی کی پیروی کرنیوالے ہیں۔

مندرجہ بالا تصریحات کی روشنی میں ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ قاسمی صاحب کا اعتراض ترک عبارت کا کس درجہ فضول اور لایعنی ہے۔

امیر المجاہدین

قاسمی صاحب کو یہ جسارت تو نہ ہو سکی کہ جہاد قسطنطنیہ میں امیر یزید رح کے امیر لشکر ہونے کا انکار کر سکتے۔ البتہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب و معتمد خاص کا ذکر جس انداز سے کیا ہے وہ ضرور محل نظر ہے۔ فرماتے ہیں۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ موتہ میں اپنے غلام یزید[1] کو امیر لشکر مقرر فرمایا تھا اور انکی ماتحتی میں حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ جیسے بڑے بڑے صحابہ رض تھے"

حضرت زید رض یوں کہنے کو غلام تھے مگر ہزار آزاد شخصوں سے برتر، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنی تھے، زید بن محمد صلعم کہلاتے تھے، آپ نے اپنی پھوپی زاد بہن کو انکے نکاح میں دیا پھر جدائی ہو گئی جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے اور انبیاء علیہم السلام کے اسماء کے سوا ان ہی کا نام ہے جو کلام پاک میں ہے۔ سات مرتبہ مہمات سریہ کی قیادت کا شرف ان کو حاصل ہوا۔ سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں ہیں۔

ام المؤمنین حضرت خدیجہ رض، حضرت ابوبکر صدیق رض اور حضرت زید بن حارثہ رض ہی تو سب سے پہلے اسلام لائے تھے، قاسمی صاحب کو امیر یزید رح کے اس امتیازی شرف سے کہ وہ مجاہدین کے لشکر کی کمان کر رہے تھے ایسی اذیت ہے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے قیادت غزوہ موتہ کے ذکر میں حضرت موصوف کا اسم گرامی احترام صحابیت کیساتھ نہ لکھا "غلام زید" اور حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ" لکھا اس طرز سے سیاست

[1] شاید کنیت کی رعایت کی ہو کہ ابو یزید تھے

Marfat.com

ہ ذہنیت کے لوگ ہی لکھا کرتے ہیں، لیکن مجاہدین کے شرف و فضیلت کو مٹا دینا نہ قاسمی
حب کے بس کی بات ہی اور نہ کسی اور کے۔ کلام پاک اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ
یہ وسلم میں مجاہدین کی کیسی کچھ فضیلت آئی ہے۔ اہل علم سے پوشیدہ نہیں۔

نَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ	اللہ تعالےٰ ان لوگوں کو محبوب رکھتا
ی سَبِیْلِہٖ صَفًّا کَاَنَّھُمْ بُنْیَانٌ	ہے جو اس کی راہ میں صف باندھ کر
رْصُوْصٌ (سورۂ صف)	(اس جماؤ سے) لڑتے ہیں گویا وہ
	ایک دیوار سے اینٹ سے اینٹ ملی ہوئی

پھر اسی سورت کی گیارہویں آیت ان مجاہدین کے بارے میں ہے جو دشمنان
ن کے مقابلے میں اپنی جانوں مالوں سے جہاد کرتے ہیں جیسا کہ امیر یزیدؒ اور ان کے ساتھی
رہے تھے اس میں فرمایا کہ یہ وہ عمل ہے جس کے کرنے کے بعد تمام گناہ بخش دیئے جاتے
یں، جنت کا اور ابدی نجات کا دروازہ کھل جاتا ہے، یَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَیُدْخِلْکُمْ
جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ وَمَسٰکِنَ طَیِّبَۃً فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ط
ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝ کلام پاک کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث
سے جہاد اور مجاہدین کی کیا کچھ فضیلت ثابت ہے فرمایا گیا ہے:۔

ما اغبرت قدما عبد فی	ایسا نہیں ہو سکتا کہ جس بندے کے
سبیل اللہ فتمسہ النار	پاؤں جہاد کی راہ میں غبار آلود ہوئے
(بخاری)	ان کو جہنم کی آگ چھو سکے۔

اور فرمایا۔

حرمت النار علی عین دمعہ	"جو آنکھ اللہ کے خوف سے
من خشیۃ اللہ و حرمت	اشکبار ہو یا جہاد میں جاگے
النار علی عین سھرت	اس پر نار دوزخ حرام ہے"
فی سبیل اللہ	
(رواہ احمد)	

Marfat.com

جہاد قسطنطنیہ کے علاوہ اور متعدد جہادوں میں اس قرشی نوجوان، امیر یزیدؒ نے نہ صرف اپنے پاؤں غبار آلود کئے، راتوں کی نیندیں دشمنوں کے انتظار میں حرام کیں، بلکہ کارہائے نمایاں بھی انجام دئے خود دیوبند کے جید عالم اور مقدس بزرگ حضرت مولانا حسین احمد مدنی علیہ الرحمۃ کے ایک مکتوب کے یہ فقرات اس کے شاہد ہیں فرماتے ہیں۔

"یزید کو متعدد معارک جہاد میں بھیجنے اور جزائر بحر ابیض اور بلاد ہائے اشیائے کوچک کے فتح کرنے حتیٰ کہ خود استنبول (قسطنطنیہ) پر بڑی فوج کے ساتھ حملہ کرنے وغیرہ میں آزمایا جا چکا تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ معارک عظیمہ میں یزید نے کارہائے نمایاں انجام دیئے تھے"

(مکتوبات ج ۱)

مسلم و غیر مسلم مورخین کی تصریحات سے مولینا موصوف کے بیان کی تائید ہوتی ہے کہ متعدد معارک عظیمہ میں امیر یزیدؒ نے کارہائے نمایاں انجام دیتے تھے حضرت معاویہ رضؓ نے ۱۶ مرتبہ جہادی مہمیں رومی عیسائیوں کے خلاف مختلف سنین میں اور مختلف سپہ سالاروں اور امرائے بحر کی قیادت میں بھیجی تھیں اور چار سال تک رومیوں کے مستقر کا محاصرہ جاری رہا تھا۔ بزنطینی شہنشائیت THE BYZANTINE EPIRE کے غیر مسلم مؤلف نے لکھا ہے کہ:۔

"رومی شہنشاہ قسطنطین چہارم کے عہد سلطنت کا آغاز ہی تباہی کے ساتھ ہوا، خلیفہ معاویہؓ کی انواح اور بیڑہ جہازات نے افریقہ، سسلی اور ایشیائے کوچک پر بیک وقت حملے شروع کئے جو بطور پیش خیمہ کے تھے ۶۷۳ء میں خلیفہ موصوف نے ایک ایسی بڑی بحری مہم کی تیاری کی جس کے مثل اسوقت تک عربوں کی جانب سے کوئی مہم معرکہ آرائی کی نہیں ہوئی تھی۔ یہ عظیم الشان بیڑہ جہازات اور بڑی افواج تھیں جو قسطنطنیہ کے محاصرے کے لئے شام سے روانہ ہوئیں اور یہ ایسی زبردست مہم تھی کہ اب تک مسلمانوں کی جانب سے نہیں ہوئی تھی جنرل عبدالرحمٰن

کی معیت میں خلیفہ کے فرزند اور ولی عہد یزید بھی متعین تھے اسلامی بیڑے جہازات نے رومی شاہی بیڑے کو شکست دے کر درہ دانیال میں اپنا راستہ نکال لیا اور شہر سائزیکس پر قبضہ کر کے اسکو اپنا فوجی کیمپ بنالیا اور باسفورس کی ناکہ بندی کر دی۔ چار سال تک قسطنطنیہ کا محاصرہ جاری رہا۔ محصور فوج نے زبردست مقاومت کر کے اور کچھ نہیں تو روز بد کو کچھ عرصہ تک ٹالے رکھا (صفحہ ۱۷)

یہ بیان تو ۶۷۳ء کی مہم کے ذکر کا ہے، اب اس سے ایک سال پہلے امیر یزیدؒ کے جہاد قسطنطنیہ کی کیفیت ایک مسلم مورخ کی زبانی سنئے۔

ان السنة التی حاصر فیها یزید بن معاویة القسطنطنیه کانت سنة ۵۱ للهجرة وافق سنة ۶۷۲ مسیحیة وقد جاء ها یزید برّا وکان بُسر بن ارطاة ما سکا البحر وقد انتشرت السفن الحربیة العربیة علی طول ساحل بحر مرمرة وهاجم العرب القسطنطنیة بین شهر ابریل وستمبر

جس سنہ میں یزید بن معاویہؓ نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا وہ سنہ ۵۱ھ مطابق سنہ ۶۷۲ء تھا۔ یزید بری راستہ سے پہنچے تھے، اور بسر بن ارطات سمندری راستہ طے کر کے عربوں کے حربی جہازات ساحل بحر مرمرہ پر پھیل گئے تھے۔ عربوں نے اپریل اور ستمبر کے مہینوں کے مابین قسطنطنیہ پر حملے جاری رکھے۔

(حاضر العالم اسلامی صفحہ ۲۱۴)

امیر یزیدؒ کی قیادت لشکر اسلامی کے بارے میں شبہ کا اظہار بعض مدارس کے علماء صاحبان کی جانب سے کیا جا رہا ہے، مگر جو بات مستند تاریخی روایات سے بالتواتر ثابت ہو اس کے بارے میں اپنی کسی سیاسی مصلحت سے شبہات وارد کرنا گھناؤنی ذہنیت کا ثبوت ہے۔ مدارس اسلامیہ میں جو کتب موجودہ بلکہ متداول ہیں ان میں بھی کہیں نہ کہیں اس بات کا ثبوت مل ہی جاتا ہے مثلاً الاستیعاب میں بذیل تذکرہ حضرت

ابوایوب انصاریؓ یہ فقرہ دیکھا جا سکتا ہے" وتوفی (ابوایوبؓ) بالقسطنطنیۃ من ارض الروم سنۃ خمسین وقیل احد وخمسین فی خلافۃ معاویۃ تحت یزید" (الاستیعاب صدہ حاشیہ الاصابہ جلد ۱) خط کشیدہ الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ امیر یزیدؒ ہی امیر عسکر تھے، اسی تذکرہ میں یہ تصریح بھی ہے کہ جب حضرت معاویہؓ نے امیر یزیدؒ کو فوج کی قیادت سپرد کی" فلما ولی معاویۃ یزید علی الجیش الی قسطنطنیۃ"، تو غالباً کسی کے معترض ہونے پر حضرت ابوایوب انصاریؓ نے فرمایا ہمیں اس سے کیا بحث کہ ہم پر ایک جوان العمر مقرر کیا جاتا ہے "وما علی ان امر علینا شاب" اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت تک امیر یزیدؒ کی نا اہلیت کا خیال تک کسی مخالف کے دماغ میں بھی نہ آیا تھا اس جہاد کے لئے بڑے اہتمام سے تیاریاں کی گئی تھیں۔ حجاز کے مختلف قبائل قریش کے اکابرین کے پاس قاصد اور تحریریں بھیجی گئیں کہ وہ امیر یزیدؒ کے ساتھ اس جہاد میں شرکت کریں۔ چنانچہ کسی نے بھی شرکت جہاد و قیادت یزیدؒ سے اختلاف نہیں کیا۔ ولم یختلف عنہ احد حتی کان فیمن خرج ابو ایوب الانصاری صاحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم (العقد الفرید ج ۲ ص ۱۳۲)

امیر یزیدؒ کو اس جہاد اور دوسرے جہادوں میں جو امتیاز و شرف حاصل ہوا اور ملت نے فتی العرب (عرب کے سورما) کا خطاب دیا ان میں یہ سعادت سب سے بڑھکر نصیب ہوئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پیشین گوئی حضرت ابوایوب انصاریؓ کے جسم کی حراست و محافظت کی فرمائی تھی وہ کس خوبی کے ساتھ امیر یزیدؒ ہی کے جوش ایمانی کی بدولت پوری ہوئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بعد ہجرت مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابوایوب انصاریؓ نے شب میں آپ کے استراحت فرماتے وقت پہرہ دیا تھا، جس پر آپ نے فرمایا تھا، "حرسک اللہ یا ابوایوب کما بت تحرس نبیہ" صاحب کتاب الروض الانف شرح السیرۃ النبویہ لابن ہشام بحوالہ

ھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا سے ابو ایوب رضؓ کے جسم کی رومیوں
ں سے حراست کرائی پھر انہوں نے اس سریہ کا تذکرہ کرتے ہوئے کہ قیصر روم
ے اس گستاخانہ کلام پر کہ تم لوگ جب یہاں سے چلے جاؤ گے ہم قبر کھود کر انکی ہڈیاں
ینک دیں گے، امیر یزیدؒ کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں، جس سے متأثر ہو کر حضرت موصوف
قبر کا صود ڈالنا تو کجا الٹی ان ہی رومیوں سے اسکی حفاظت و حراست کرائی گئی۔

اقسم لهم يزيد لئن فعلوا	(امیر) یزید نے قسم کھا کر ان (عیسائیوں)
لك لتهدن من كل كنيسة	سے کہا کہ ایسی کوئی حرکت تم نے کی تو
ارض الروم ولنبشن قبورهم	سرزمین عرب میں جتنے گرجا ہیں سب کو
حينئذٍ احلفوا لهم لدينهم	منہدم کر دیا جائے گا، اور (عیسائیوں)
يكرمن قبره وليحرسنه	کی قبروں کو اکھاڑ پھینکا جائیگا تب تو
استطاعوا	(اس دھمکی کے) نتیجہ میں ان کے دین کے
(ص ۲۴۶)	مطابق حلف لیا کہ وہ انکی قبر کا اکرام
	اور اسکی حفاظت و حراست کریں گے۔

ایسے پُرجوش مجاہد اور حرمتِ صحابہ کے جاں نثار پر سبائی راویوں کی خرافات سے
تأثر ہو کر سبّ و شتم کرنا کیا سبائیۃ زدہ ذہنیت کا ثبوت نہیں۔ اسی دار العلوم
دیوبند کے اکابر میں حضرت مولانا مدنی علیہ الرحمۃ نے محولہ بالا مکتوب میں فرمایا تھا کہ۔
"نہ خود یزید کے متعلق بھی تاریخی روایات مبالغہ اور آپس کے تخالف سے خالی نہیں"
امیر یزیدؒ کا زمانہ تو خیر القرون کا قرن اوّل تھا۔

بعث رسول الله صلى الله عليه	اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
وسلم في قرن وكان آخره	بعثت اس قرن میں ہوئی جس کا آخر
موت يزيد بن معاوية	موت یزید بن معاویہ رضؓ تھا۔
(البدایہ والنہایہ ص ۳۲۹)	

اور اس قرن ہی کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مشہور ہے کہ
بہترے زمانہ کے لوگ سب سے اچھے پھر اس کے جو اس سے ملا ہوا پھر اس کے جو اس سے

ملا ہوا ہو۔

"خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم"

یہ زمانے صحابہ و تابعین و تبع تابعین کے زمانے تھے۔ قرن اول و ثانی میں خاص کر شجاعان اسلام نے اسلام دشمن قوتوں کا استیصال کیا تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

پیغمبر ما را وعدہ فتح بلاد شام و بلاد عجم متحقق شد قال اللہ تعالیٰ لیظھرہ علی الدین کلہ۔ و ایں وعدہ بنا بر حکمت الٰہی در زمانِ آنحضرت بظہور نہ رسید لاجرم خلفاء را بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منصوب ساخت تا آں موعود منجر گردد (ازالۃ الخفاء جلد ۱ صفحہ ۲)

ممالک شام و عجم کے فتح ہونے کا وعدہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے متحقق ہوا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "وہ تمام ادیان پر (اس دین کو) غلبہ دیں گے" اور یہ وعدہ حکمت الٰہی کی بنا پر آنحضرت کے زمانہ میں ظہور میں نہ آیا (پوری طرح) بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بلاشبہ خلفاء کو مقرر و متعین کیا گیا تاکہ وہ وعدہ عملاً پورا ہو۔

خلفائے ثلثہ رضوان اللہ علیہم کے مبارک زمانوں میں فتح بلاد شام و عجم کے وعدہ خداوندی کا جو عملی ظہور ہوا تاریخ سے ثابت ہے۔ خلیفہ چہارم کے ایام اس سے خالی ہے، پھر حضرت معاویہؓ کے عہد میں یہ وعدہ خداوندی کس کس طرح پورا ہوا تاریخ شاہد ہے اور اس کے بعد خلفائے بنی امیہ کے زمانہ میں اسکا عملی ظہور ہوا۔

اقوام و ملل کے عروج و زوال کے رمز شناس جانتے ہیں جو قومیں اور ملتیں بام عروج کی جانب گامزن ہوتی ہیں ان کے افراد کو عظائم امور کے حصول کیلئے کوئی سد راہ نہیں ہوتی۔ امیر یزیدؒ کا زمانہ پہلی صدی ہجری کا وسطی زمانہ تھا صغار صحابہ اور ان کی اولاد نے دین و ملت کی سرفرازی کے لئے مہالک و مخاطرات کی پرواہ کئے بغیر جہادی سرگرمیوں میں اس جوش و ولولہ سے دنیا کو کھوند ڈالا تھا کہ انکی زبان حال سے کہا جا سکتا تھا۔

Marfat.com

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دئے گھوڑے ہم نے

اس فضا میں یزیدؒ جیسے شجیع شہسوار دشمنان دین پر غلبہ حاصل کرنے مہمات کی شرکت سے کیسے باز رہ سکتے تھے۔ مہمات کی قیادت اکثر و بیشتر اموی فی جوان مردوں کے ہاتھ میں تھی جن کے زیر قیادت ہاشمی و قریشی اکابر بخوشی رکت کرتے۔ ۳۰ھ میں بزمانہ خلافت عثمانی ایک اموی مجاہد حضرت سعیدؓ بن العاص نے ب خراسان پر جہاد کیا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے زہ حضرت حسنؓ اور حسینؓ بھی ان کی فوج میں شامل تھے (طبری جلد ۵ صـ۵۷)

اس سے تقریباً انیس برس بعد ۴۹ھ میں جیسا کہ ذکر ہو چکا ان ہاشمی و قریشی برنے ایک دوسرے اموی مجاہد امیر یزیدؒ کی سرکردگی میں شرکت جہاد کی اسرتت نت حسنؓ تو طویل علالت کے بعد فوت ہو چکے تھے مگر حضرت حسینؓ و حضرت دالله بن عباسؓ جیسے ہاشمی اکابر اموی قائد کے زیر قیادت برابر برابر شریک ہے۔ امیر یزیدؒ قائد لشکر کی امامت میں پنجوقتہ نمازیں حضرت حسینؓ اور ان کے لے کوئی چھ مہینے ادا کیں۔ تاریخ کے ان کھٹوس واقعات کو نہ قاسمی صاحب ی تاویل باطلہ سے جھٹلا سکتے ہیں اور نہ دارالعلوم دیوبند کے کوئی اور بزرگوار ئی از رتفضیلہ ملا صاحب۔

روایات کے مبالغات اور آپس کے تخالف کا جو اشارہ مولانا حسینؒ احمد مدنی نے اپنے مکتوب کیا ہی، جتنا زمانہ گزرتا گیا ایک فرقے اکاذیب کا وہ انبار در انبار اکٹھا کر کے پھیلا دیا ے زبوں اثرات عوام کے اذہان پر اسدرجہ غالب آتے گئے کہ آج کا تو ذکر کیا اب سے سو برس پہلے کا ایک واقعہ صاحب النجوم الظاہرہ (جلد ۶ صـ۱۳۲) و صاحب مرآۃ الزمان ہ صـ۴۳۴) نے مختصراً بیان کیا ہے کہ بغداد کے دارالعلوم نظامیہ میں امام ابوالخیر احمد بن اسمٰعیل افعی سے جو مفسر فقیہ اور عابد زاہد بزرگ تھے۔ کسی نے دسویں محرم کو "یزید" پر لعن کرنے کو آپ نے فرمایا ذاك امام مجاهد او مجتهد" وہ امام مجاہد یا مجتہد تھے"۔ سبائیت زدہ یت کے لوگوں کو اتنا سننے کی تاب کہاں تھی۔ امام صاحب کو جان بچانی مشکل پڑ گئی جب

Marfat.com

چھ سو برس پہلے یہ حال تھا تو آج کے دور انحطاط میں اس بحث کی بے لاگ تحقیق و تشریح پر قاسمی صاحب غیظ و غضب میں جامہ سے باہر ہو کر مفتول اور لایعنی اعتراضات کی بھرمار شروع کر دیں یا دار العلوم سے کچھ اس قسم کی آوازیں سنائی دینے لگیں جو لکھنؤ کے امام باڑہ "عفران مآب" کے کسی ذاکر کی زبان سے نکلتی ہیں تو کیا جائے تعجب کاش یہ حضرات آپس کے تخالف یا اقتصادی مصلحتوں کی پرواہ کئے بغیر ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ جس امام المجاہدین و امیر المؤمنین کی مغفرت حدیث نبوی سے ثابت ہو جس کے جوش ایمانی، غیرتِ ملی، حبِ رسولؐ و صحابہؓ رسول کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی عملاً ظہور پذیر ہو کہ یفتح مدینۃ القسطنطنیۃ رجل صالح (العقد الفرید جلد ۲ صـ ۱۳۳) یعنی قسطنطنیہ کی فصیل کے پاس ایک مرد صالح دفن ہوگا۔ پھر اسی مرد صالح کی تدفین (اور اسکی قبر کی حراست جس مجاہد کے تہورانہ و شجاعانہ حملے کے نتیجے میں دشمنوں ہی سے کرائی گئی ہو) اس پر اس طرح سب و شتم کرنا جس طرح قاسمی صاحب نے کیا ہے کیونکر جائز ہو سکتا ہے

(۳۸)

فضل یزیدؒ

کتاب "خلافت معاویہؓ و یزیدؒ" کے صـ ۵۱ و صـ ۵۷ پر امیر یزیدؒ کی سیرت کے سلسلے میں پہلے تو ائمہ اسلام و اساطین علم و فضل یعنی امام احمد بن حنبلؒ و امام غزالیؒ کے اقوال پیش کئے گئے تھے کہ اول الذکر نے امیر موصوف کو ان زہاد صحابہ و تابعین کے زمرہ میں شامل کیا ہے جن کے مواعظ سے ہدایت حاصل کی جاتی تھی، ساتھ ہی انکا ایک قول مثالاً نقل بھی کیا ہے، امام غزالیؒ نے تو اس شخص کو بڑے درجہ کا احمق بتایا ہے جو یہ گمان کرتا ہو کہ یزیدؒ نے قتل حسینؓ کا حکم دیا تھا یا اس سے رضامندی کا اظہار کیا تھا۔ حتیٰ کہ امام صاحب ان کے نام پر "رحمۃ اللہ علیہ" کہنے کو نہ صرف جائز بلکہ مستحب قرار دیا ہے، ان حضرات کے اقوال پیش کرنے کے بعد ہی حنبلی بزرگ شیخ عبدالمغیثؒ کی تصنیف فضل یزیدؒ کا ذکر کرتے ہوئے بتایا گیا تھا کہ بنی امیہ اور امیر یزیدؒ کے مخالفانہ پروپیگنڈے کی فضا میں یہ کتاب

Marfat.com

ی گئی تھی۔ چنانچہ بیان ہوا تھا کہ:۔

"پانچویں صدی ہجری کا وہ زمانہ ہے جب بنی امیہ اور خاص کر امیر یزیدؒ کے مخالفانہ پروپیگنڈے نے شدت اختیار کر لی تھی، کذب و افترا سے طرح طرح کے بہتان تراشے گئے تھے، بعض صلحائے امت احقاق کی خاطر انکشاف حقیقت پر کمر بستہ ہوئے۔ منجملہ ان کے شیخ عبدالمغیث بن زہیر الجزری تھے"، چنانچہ شیخ موصوف کی کتاب کے تعارف میں علامہ ابن کثیرؒ کے یہ الفاظ بھی نقل کئے گئے تھے۔

لہ مصنف فی فضل یزید	اور ان کی (شیخ عبدالمغیث کی) تصنیف
بن معاویۃ انی فیہ بالغرائب	(سے ایک کتاب) فضل یزید بن معاویہ
والعجائب	پر ہے۔ جس میں عجیب و غریب حالات
	بیان کئے گئے۔

ذکر محض اس واقعہ کا تھا کہ شیخ عبدالمغیثؒ نے جن کو ابن کثیرؒ نے بتایا ہے کہ "حنبلی صالحین میں مرجع عوام تھے"، اس فضا میں جس کا ذکر سطور بالا میں کیا گیا ہے، فضل یزیدؒ پر کتاب تصنیف کی تھی، لہذا مصنف اور کتاب کا ذکر کرتے ہوئے ابن کثیرؒ نے بیان کردہ یہ حکایت بھی ان کے الفاظ میں مختصراً درج کر دی گئی تھی کہ جب اس کتاب کا چرچہ ہوا تو خلیفہ الناصرؒ بہ تبدیل ہیئت شیخ موصوف سے ملے اور پوچھا کہ یزید پر لعن کیا جائے۔ شیخ نے کہا کہ لعن جائز نہیں کیونکہ لعن کا دروازہ کھول دیا جائے تو لوگ ہمارے زمانہ کے خلیفہ بھی لعن کرنے لگ جائیں گے کہ ان سے بھی منکرات سرزد ہوتے ہیں۔ یہ حکایت بطور لطیفہ بیان ہوئی تھی، اس روایت کے خلاف جو روایت دوسری کتاب میں ہے۔ بنظر اختصار ترک کی گئی تھی اور ابن کثیرؒ کا یہ فقرہ بھی جو موقع و محل اور سیاق و سباق عبارت کے اعتبار سے غیر ضروری تھا حذف کیا گیا تھا "ابن الجوزی نے شیخ کی کتاب کا رد لکھا تھا۔ اور وہ اچھا رد تھا"۔ ابن الجوزی نے اپنی کتاب کا نام لکھا تھا "الرد علی المتعصب العنید المانع من ذم یزید"، یعنی "اس ضدی متعصب کا رد جو یزید کی مذمت کا مانع ہے"۔ قاسمی صاحب کو یہی صدمہ

کہ "فضل یزید" کے ساتھ ساتھ، ذم یزید" کا تذکرہ کیوں ترک کیا گیا۔ بالفاظ دیگر وہ اس پر ناراض ہیں کہ یزید کو اچھا کہنے کے ساتھ اسے برا کیوں نہ کہا گیا، مدح کی گئی تھی اور مدح کی کتاب کا ذکر کیا گیا تھا تو لعنت بھی کی جاتی اور لعنتی کتاب کا تذکرہ بھی ساتھ ہی ہوتا چونکہ اس "حماقت" کا ارتکاب نہیں کیا گیا اس کو وہ جرم قرار دیتے ہوئے "حوالہ جات اور تراجم میں تصرف" کرنے اور ابن کثیر کی عمارتوں کو توڑ مروڑ کر ان پر بہتان باندھنے کا الزام عائد کرتے ہیں۔ مگر لطف تو یہ ہے کہ "یہ کارنامہ" بھی خود ان ہی کے قلم "فریب رقم" نے انجام دیا ہے۔ ابن کثیرؒ نے تو ابن الجوزی کا ایسا کوئی قول نقل نہیں کیا تھا جس میں یزیدؒ پر لعن کا جواز ہو۔ قاسمی صاحب نے ابن کثیر پر بہتان باندھتے ہوئے اور "جواز لعن" کا فقرہ دوسری کتاب سے بے موقع نقل کرتے ہوئے یہ بھی فرمادیا ہے کہ شیخ عبدالمغیث اور ابن الجوزی دونوں حنبلی ہیں۔ یعنی ان کے زعم باطل میں حنبلیوں کے یہاں شخص معین پر لعن جائز ہے مگر یہ تو بہتان ہے شیخ الحنابلہ امام احمد بن حنبلؒ پر جن کا مذہب و مسلک اس بارے میں بالکل واضح ہے، وکلام احمد انما فیہ لعن الظالمین جملہ لیس فیہ تصریح بجواز لعن یزید معینا رکتاب الذیل علی طبقات الحنابلہ لابن رجب سنہ ۷۹۵ھ)

امام صاحب نے تو اپنے رسالہ میں صاف صاف لکھا ہے کہ:-

"امام وقت اور خلیفہ قائم کی خواہ وہ فاسق و فاجر ہو یا نیکوکار اور پرہیزگار اطاعت واجب ہے اور وہ جب مسند خلافت پر اس طرح متمکن ہوا کہ لوگ اسکی امامت پر جمع ہو گئے ہوں اور اس سے راضی ہوں، یا وہ بزور شمشیر خلیفہ بن بیٹھا ہو اور لوگ اسے امیر المؤمنین کہنے لگے ہوں کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ ان ائمہ اور خلفاء پر طعن کرے یا اس بارے میں منازعت کرے۔ جس نے امام المسلمین کے ساتھ خروج کیا جس پر لوگ جمع ہو گئے ہوں اور جس کی خلافت ماننے لگے ہوں خواہ یا قرار برضا و رغبت ہو یا بہ جبر و کراہ۔ تو اس شخص نے مسلمانوں کی قوت کو پارہ پارہ کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

آثار کے خلاف کیا اور اگر اس خروج کی حالت میں اسکی موت واقع ہوئی تو یہ شخص جاہلیت کی موت مرا۔"

(المناقب لابن الجوزی بحوالہ حیات امام احمد بن حنبلؒ)

قاسمی صاحب کی اس کذب بیانی سے کہ حنابلہ کے یہاں لعن یزید کا جواز ہے، بات کہاں سے کہاں جا پہنچی۔ یزید بن معاویہؓ کے خلیفہ و امیر المؤمنین ہونے سے کسی کو بھی مجال انکار نہیں ہو سکتی۔ علامہ ابن کثیرؒ جن پر قاسمی صاحب بہتان باندھ رہے ہیں امیر موصوف کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔

ھو یزید بن معاویۃ امیر المومنین	وہ یزید بن معاویہ..... امیر المؤمنین
.... بویع لہ بالخلافۃ فی حیاۃ	(تھے) اپنے والد کی حیات میں خلافت
ابیہ .... ثم اکد ذلک بعد	کی بیعت ان کے لئے لی گئی.....
موت ابیہ	پھر بعد وفات ان کے والد کے اس
(البدایہ ج ۸ ص ۲۲۹)	(بیعت) کی تو کید کی گئی۔

بہذا امیر المؤمنین یزیدؒ کے خلاف جس کسی نے خروج کیا یا ان پر طعن کیا۔ امام احمد بن حنبلؒ کی مندرجہ بالا تصریحات کے اعتبار سے اس کے بارے میں قاسمی صاحب کیا لکھتے ہیں راقم الحروف نے تو واضح الفاظ میں لکھ دیا ہے کہ "حضرت حسینؓ کی طہارت طینت کی برکت تھی کہ آپ نے بالآخر اپنے موقف سے رجوع کر لیا"، اسی بات کو بہ تغیر الفاظ مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم نے جن کو قاسمی صاحب اور دوسرے دیوبندی ہمخیال "امام الہند" کہنے میں تامل نہ کرتے ہوں گے۔ یوں لکھا ہے کہ:۔

"جب وہ (حضرت حسینؓ) کوفہ پہنچے تو یکایک نظر آیا کہ حالت بالکل بدل چکی ہے۔ تمام اہل کوفہ ابن زیاد کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں..... یہ حال دیکھ کر وہ معاملہ خلافت سے دست بردار ہو گئے اور فیصلہ کر لیا کہ مدینہ واپس چلے جائیں"۔ (ص ۸۷ مسئلہ خلافت ہو)

بہر حال یہ تو جملہ معترضہ کے طور سے یہاں یوں زبان قلم پر آ گیا ہے کہ حنبلیوں کا نام جواز لعن کے سلسلہ میں لیا گیا تھا۔ ذکر تھا شیخ عبدالمغیث بن زہیر بن علی

الحرنی کی کتاب ادیان کی شخصیت کا۔ سوان کے نام کے ساتھ صاحب کتاب الذیل علی طبقات الحنابلہ المحدث الزاہد، کے الفاظ لکھ کر بتاتے ہیں کہ وہ صالح تھے، متدین، راست گفتار، امین، جمیل السیرت تھے، حمید الاخلاق تھے، اتباع سنت و آثار میں سرگرم تھے اور دیانت و امانت میں معروف، ان صفات کے بزرگ نے خلیفہ ندید پر لعن طعن سے منع کیا، کتاب لکھی، ابن الجوزی نے اس کا رد لکھا، ان کی کتاب کا نام ہی بتادیتا ہے کہ کن خرافات کا مجموعہ ہوگی یعنی "ضدی متعصب کا رد جو مذمت یزید کا مانع ہے"

ابن الجوزی کی ذہنیت کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ شیخ موصوف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت ابوبکر الصدیق رضی کے پیچھے نماز ادا فرمانے کے ثبوت میں جو تصنیف کی تھی ابن الجوزی نے ان کا رد بھی لکھ مارا تھا، اور نام رکھا تھا، افتہ اصحاب الحدیث الرد علی عبد المغیث" غرض ان دونوں بزرگواروں میں بحث و مباحثہ قائم رہا۔ حتی کہ شیخ کی ۵۸۳ھ میں وفات ہوگئی"

"مات عبد المغیث ھما متجاوران (ص۳۵۶) اس زمانہ میں امیر المومنین احمد الناصر لدین اللہ عباسی خلیفہ تھے اور یہ ایسے خلیفہ تھے کہ خلفائے اسلام میں ان سے زیادہ یا ان کے برابر کسی کی بھی مدت خلافت نہیں رہی یعنی ۴۹ برس۔ وہ خود بھی بلند پایہ عالم تھے اور علم کے بڑے قدرداں، مدرسہ نظامیہ بغداد میں دارالکتب تعمیر کرایا دس ہزار کتابیں اپنے صرف سے مہیا کیں (مراۃ الزمان ج ص۴۲۱) مختلف شیوخ و محدثین سے اجازہ حاصل کیا۔ فن حدیث میں ان کی کتاب روح العارفین ہے۔ کان لہ اشتغال بالحدیث (اعلام زرکلی ج ۱)

شیخ عبد المغیث سے خلیفہ موصوف کی اچانک ملاقات کا جو حال صاحب کتاب الذیل علی طبقات الحنابلہ نے یحیی بن الصیرفی الفقیہ کی روایت سے لکھا ہے، وہ علامہ ابن کثیرؒ کی بیان کردہ روایت سے قطعاً مختلف ہے۔ یحیی کہتے ہیں خلیفہ موصوف کی ملاقات شیخ عبد المغیث سے اچانک امام احمد بن حنبلؒ کے مزار پر ہوگئی تھی خلیفہ الناصر لدین اللہؒ کی ان سے یہ پہلی ملاقات تھی۔ شیخ سے پوچھا کیا آپ ہی وہ

Marfat.com

بعد المغیث ہیں جنہوں نے "مناقب یزید" پر کتاب لکھی ہے۔ شیخ نے جواب میں کہا کہ مناقب
پر تو نہیں لکھی لیکن میرا مذہب و مسلک یہ ہے کہ وہ (یزید) خلیفۃ المسلمین تھے، اگر
ان پر فسق کا الزام بھی تھوپا جائے تب بھی ان کی بیعت توڑ ڈالنے کا جواز نہیں ہوگا، یہ
جواب سن کر خلیفہ موصوف بہت خوش ہوئے۔ اور کہا "احسنت یا حنبلی"
خلیفہ موصوف خود مسلکاً حنبلی تھے اور ان کے والد ماجد امیر المومنین المستضی باللہ
عباسیؒ جنہوں نے امام احمد بن حنبلؒ کے مزار کی درستی کرا کے لوح نصب کرائی تھی
امام صاحب کے بڑے معتقد تھے، غیر الخلیفہ کے لئے "امام" کا لفظ استعمال نہیں
کرتے تھے۔ مگر امام صاحب کے لئے کیا گیا۔ (ص۴)

ان تصریحات سے ابن کثیرؒ کی روایت پر جو روشنی پڑتی ہے اس سے بخوبی واضح
ہے کہ قاسمی صاحب نے امیر المؤمنین یزیدؒ اموی اور امیر المؤمنین الناصر لدین اللہ عباسیؒ
پر تبرائیوں کے لہجہ میں جو بہتان باندھا ہے کہ "یزید جن منکرات پر عمل کرتا تھا خلیفہ
ناصر بھی انہی منکرات پر عمل کرتا تھا، وہ کس درجہ غلط اور سوقیانہ ہے اور یہیں سے یہ
بات بھی بیّن طور سے ثابت ہو جاتی ہے کہ قاسمی صاحب نے "لا السوغ" کا ترجمہ
کیسا غلط کیا ہے صحیح ترجمہ اس موقعہ پر وہی ہے جو راقم الحروف نے کیا ہے۔
ساغ وسوغ الامر۔ جاز فعلہ وجوزہ (المنجد ص۳۷۵)

خیر یہ تو سات آٹھ صدی پہلے کی اور دوسرے اسلامی ملکوں کے علماء کی باتیں
تھیں۔ اب قاسمی صاحب اور ان کے دیوبندی احباب یہ بھی سن لیں کہ انہیں کے
موجودہ "اتر پردیش" میں الشیخ الفاضل نورالدین بن اسماعیل بحنفی الرامغوری
متوفی ۱۲۶۸ھ کی اسی مبحث "یعنی خلیفۃ الرحمٰن اور الفاروق بین الحق والباطل" دو تالیفات ہیں
۔ اپنی کتاب "خلیفۃ الرحمٰن" میں یہ کہتے ہوئے کہ "ان یزید کان شاعرًا
عالمًا دیبرًا احسن الوجہ" لکھتے ہیں کہ ان کی پھوپی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی زوجہ تھیں۔ رسول اللہ صلعم کے قرابت داروں کا احترام واجب ہے۔
الصحبیۃ سبب القربۃ نسبًا وحسبًا جمیعًا۔ پھر کہتے ہیں کہ ان کی خلافت
کی بیعت صحابہ نے کی تھی۔ صحابہ کا اتباع واجب ہے تو ان کا استخلاف بھی

Marfat.com

اسی طرح واجب ہے۔

واذا عرفت هذا فنسبة الفسق والكفر الى يزيد بن معاوية حرام واستحلال كفر

ان امور کے جان لینے کے بعد فسق اور کفر کی نسبت یزید بن معاویہ سے کرنا حرام ہے اور اس کا جائز رکھنا کفر ہے۔

جو بہتان شراب نوشی لگائے جاتے ہیں ان کے بارے میں کہتے ہیں۔

فهذا كله بهتان عظيم لا يجوز سماعه

پس یہ سب کچھ بہتان عظیم ہے اس کا سننا بھی جائز نہیں۔

آخر میں کہتے ہیں:۔

يزيد بن معاوية كان خيرا من جميع الناس في زماننا لانه سرا ى اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فلا يخلوا لاب الخير

یزید بن معاویہ ہمارے زمانہ کے سب ہی لوگوں سے بہتر و برتر تھے کیونکہ انہوں نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا (بلکہ ان کی صحبت سے مستفیض تھے) پس ان کا ذکر اچھائی کے ساتھ کرو۔

کردار ابن سعد رضؓ

معلوم نہیں کہ اکابرین دیوبند میں سے کسی نے "ان الشیخ الفاضل" کی مصنفات کا رد لکھا تھا یا نہیں۔ خیر اس قصہ کو چھوڑئے اور یہ دیکھئے کہ عمر بن سعدؓ کے سلسلہ میں قاسمی صاحب نے کیسی شرمناک کذب بیانی کی ہے۔ فرماتے ہیں۔

"جناب عباسی صاحب نے عمر بن سعد کے بارے میں تہذیب التہذیب کی حسب ذیل عبارت نقل کرکے یہ ثابت کرنے کی سعی کی ہے کہ "عمر بن سعد کا کردار ویسا ہی بے داغ ثابت ہوتا ہے جیسا ان جیسے ثقہ و بلند پایہ تابعی کے حالات سے توقع کی جاتی ہے"

کتاب "خلافت معاویہؓ و یزیدؒ" کے تقریباً ۲۶ صفحات یعنی صفحہ ۱۹۹ تا صفحہ ۲۲۶

بدلائل و براہین قاطعہ اس بات کو ثابت کیا گیا ہے کہ صوبہ عراق کے امیر عسکر
ن سعدؓ کے کردار کے بارے میں سبائی راویوں نے جو انبار جھوٹی روایتوں کا کتابوں
اکٹھا کیا ہے بر کاہ کے برابر بھی ان کی اصلیت و حقیقت نہیں حضرت حسینؓ سے
ی قرابت قریبہ کا تفصیلاً ذکر کرنے کے بعد عرض کیا تھا کہ :-

"ان حالات کے پیش نظر حضرت حسینؓ یا ان کے کسی عزیز کے خلاف امیر
عسکر عمر بن سعدؓ کی موجودگی میں جابرانہ و متشددانہ فعل کو کجا کوئی سخت
رویہ بھی نہیں برتا جا سکتا تھا، ایسی صورت میں وضاعین کو اس مشکل کا
سامنا تھا کہ وحشیانہ مظالم اور معرکہ آرائیوں کی وضعی داستانوں کو
کس طرز پر مرتب کریں اور کیا وجہ اور سبب بیک ایسے امیر عسکر کی موجودگی
اور شمولیت کا بتائیں جس کے یہ حالات ہوں، جس کی یہ خاندانی اور
آبائی وابستگی خاندان نبوت سے ہو، جس کے یہ تعلقات قرابت ہاشمی
خاندان سے ہوں۔ جس کی کسی مخالفت خاندانی کا یا جس کے ذاتی
کردار کی کمزوری کا کوئی ادنیٰ ثبوت بھی دستیاب نہ تھا۔ وضاعین نے
چنانچہ یہ روایت وضع کر ڈالی کہ عبید اللہ عارضی گورنر کوفہ نے ملک
ری کی حکومت کا فرمان عمر بن سعد کے لئے لکھ دیا"

پھر اس لغو اور جھوٹی روایت کی اور اسی طرح کے دوسرے اکاذیب کی تلمی
تاریخ و جغرافیہ کے حوالہ جات سے کھول دینے کے بعد لکھا گیا تھا کہ :-

"ولندیزی محقق دے خوئے نے صحیح کہا ہے کہ جب اس حادثہ کے بیانات
نے افسانہ کی سی نوعیت اختیار کر لی، ابن سعدؓ کو بھی قاتل کہا جانے
لگا، اسی غرض سے یہ چند امور پیش کئے گئے کہ ایک طرف تو یہ راوی
بیان کرتے ہیں کہ "قتل حسینؓ" پر ابن سعدؓ کو ایسا رنج و قلق ہوتا ہے
کہ زار و قطار رونے لگتے ہیں، رخسار اور داڑھی آنسوؤں سے تر ہو جاتے
ہیں، خواتین اور پس ماندگان کو عزت و حرمت سے سوار کرا کے بھیجتے ہیں
دوسری طرف یہی راوی وہ بھیانک تصویر ان کے وحشیانہ

Marfat.com

مظالم کی کھینچتے ہیں جن کے تصور سے بھی دل لرز جاتا ہے مگر ان حقائق کو جب پیش نظر رکھا جائے جو بعد مسافت (مکہ و کربلا) تعداد منازل و مراحل، روانگی سفر کی صحیح تاریخ کربلا کے محل وقوع وغیرہ کے بارے میں مستند کتب، جغرافیہ و بلدان وغیرہ کے حوالہ جات سے پیش کئے گئے ہیں تو یہ سب وضعی روایات، اختراعی داستانیں اور مبالغات ہباءً منثورا ہو جاتے ہیں۔ اور عمر بن سعدؓ کا کردار ویسا ہی بے داغ ثابت ہوتا ہے جیسا ان جیسے ثقہ و بلند پایہ تابعی کے حالات سے توقع کی جا سکتی ہے۔ طبقات ابن سعد میں ہے۔

"الطبقة الاولى من اهل المدينة من التابعين" کے زمرہ میں ان کا ذکر ہے اور شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانیؒ نے تہذیب التہذیب میں مندرجہ ذیل عبارت میں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا ہے کہ کیسے کیسے لوگوں نے ان سے حدیث کی روایت کی ہے

خط کشیدہ فقرات کے بیک نظر دیکھنے ہی سے بیّن طور سے معلوم ہو جاتا ہے کہ جناب قاسمی صاحب نے صحابی دیانت کو کس شرمناک طریقہ سے مجروح کیا ہے۔ تہذیب التہذیب کی عبارت عمر بن سعدؓ کے کردار کو بے داغ ثابت کرنے کے لئے نقل نہیں ہوئی جیسا کہ قاسمی صاحب نے صریحاً کذب بیانی کی ہے بلکہ محض اس لئے نقل ہوئی ہے کہ وہ تابعی راوی حدیث ہیں اور کن کن حضرات نے ان سے روایت کی ہے۔ اس سلسلہ میں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ "عمر بن سعدؓ کو "قتل حسین" سے جب متہم کیا جانے لگا۔ متاخرین میں سے بعض کو ان کی مرویات احادیث لینے میں تامل ہوا" یہ کہہ کر متاخرین کے طرز عمل کی غلطی کو بھی واضح کیا گیا ہے۔ اب آپ خود ہی غور فرمائیں کہ معترض کے اعتراض کی کیا حقیقت باقی رہ جاتی ہے۔

امیر یزید کی ثقاہت

قاسمی صاحب نے تہذیب التہذیب کے ایک اور حوالہ پر نکتہ چینی کرتے ہوئے بڑی تفصیل اور شد و مد کے ساتھ راقم الحروف کے "دھوکہ دینے کی سعی" کو ثابت

Marfat.com

کرنا چاہیے مگر ان کو اور دوسرے معترضین کو اصل حال معلوم ہو جانیکے بعد بشرطیکہ اعتراض دنکتہ چینی خلوص نیت سے کئے گئے ہوں، اپنے دامن کے خالی جانے پر ندامت کا احساس بھی نہ ہو تو افسوس تو ضرور ہونا چاہئے، صہ۴۵ پر جو عبارت ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے۔

"تہذیب التہذیب میں امام ابن حجر عسقلانی نے امیر موصوف کا ذکر رواۃ حدیث میں کرتے ہوئے محدث یحییٰ بن عبدالملک بن عتبہ الکوفی کا یہ قول نقل کیا ہے"

اصل مسودہ میں عبارت حسب ذیل تھی۔ مگر کاتب کی غلطی سے یہ عبارت جو ایک صفحہ کتاب پر آتی اسی طرح ترک ہو گئی جیسے اس کتاب میں صہ۳۲۵ پر باوجود اس حاشیہ کے درج ہو جانے کے کہ "نہر یزید کا تفصیلی حال آئندہ صفحات پر ملاحظہ ہو" ترک ہو گئی تھی۔ سب کو معلوم ہے اور "عرض مولف" میں اس کا ذکر بھی ہے کہ رسالہ تذکرہ کراچی کے بارہ شماروں میں جو مضامین راقم الحروف کے شائع ہوئے تھے ان کے مطالعہ پر جب عام خواہش کا اظہار خطوں میں کیا گیا کہ ان کو جلد کتابی صورت میں لایا جائے مطبوعہ اوراق میں ترمیم و اضافے اس طرح کئے گئے کہ بعض عبارتیں حاشیہ پر چسپاں کر دی گئیں۔ کاپی نویس کی کاپیاں دیکھنے کی زحمت بعض عزیزوں دوستوں نے گوارا کی، ترک عبارت کا حال بعد میں کھلا جب تصحیح و طباعت کا موقع ہی نہ رہا تھا۔ وہ اصل عبارت یہ ہے۔

تہذیب التہذیب میں امام ابن حجر عسقلانی نے امیر موصوف کا ذکر رواۃ احادیث میں کرتے ہوئے محدث یحییٰ بن عبدالملک بن عتبہ الکوفی کا جن کو وہ "احد الثقات" یعنی ثقہ راویوں میں شمار کرتے ہیں، یہ قول اپنے ہی طرح کے ایک اور "ثقہ" راوی نوفل بن ابی عقرب کی سند سے نقل کیا ہے کہ اموی خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے محض اتنی سی بات پر کہ وہ کوئی شرعی جرم نہیں ایک شخص کے بیس کوڑے لگوائے تھے کہ امیر یزید کا ذکر اس نے "امیر المؤمنین" کہہ کر کیا تھا، مگر ان "ثقہ"

Marfat.com

راویوں کی روایت کا جو سب کے سب مجہول الحال ہیں - اندازہ خلیفہ موصوف ہی کے عمل اور قول سے ہو جاتا ہے جو ان ہی ابن حجر عسقلانی نے اپنی دوسری تالیف لسان المیزان میں نقل کیا ہے یعنی -

وقال ابن شوذب سمعت ابراهيم بن ابی عبد يقول سمعت عمر بن عبد العزيز يترحم على يزيد بن معاوية

(لسان المیزان ج ۶ ص ۲۹۴)

اور ابن شوذب نے بیان کیا کہ میں نے ابراہیم بن ابی عبد سے یہ بات سنی ہے وہ کہتے تھے کہ میں نے (خلیفہ) عمر بن عبد العزیز کو یزید بن معاویہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے سنا ہے -

ابو عبد الرحمٰن عبد اللہ بن شوذب الخراسانی متوفی ۱۵۶ھ جو عام طور سے ابن شوذب کہلاتے تھے بڑے پایہ کے ثقہ راوی ہیں - بخاری میں ان سے روایت لی گئی ہے - ابن معین و نسائی و ابن حبان سب ہی نے ان کو ثقہ و صدوق بتایا ہے - برخلاف وضعی روایت کے یحییٰ بن عبد الملک و نوفل بن ابی عقرب کے جو مجہول الحال ہیں - امام ابن تیمیہؒ نے الصارم المسلول علی شاتم الرسول (۵۶۹) میں ابراہیم بن میسرہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ میں نے (خلیفہ) عمر بن عبد العزیزؒ کو کسی انسان کو مارتے پیٹتے نہیں دیکھا سوائے ایک شخص کے جس نے (حضرت) معاویہؓ کی بدگوئی کی تھی - اس کے خلیفہ موصوف نے کوڑے لگوائے تھے - بات کیا تھی، کذابین نے کیسے کیا بنا دی تہذیب التہذیب میں ان ہی ابن حجر نے امیر موصوف کے فرزند عبد الرحمٰن کا ذکر رواۃ احادیث میں کرتے ہوئے محدث ابن حبان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ ان کو "فی الثقات" یعنی ثقہ راویوں میں شمار کرتے ہیں - ابن حجر یہ لکھتے ہیں کہ عبد الرحمٰن نے اپنے والد (امیر یزیدؒ) سے روایت حدیث کی کی ہے - بیٹا توثقہ اور باپ جس سے روایت لے وہ غیر ثقہ - این چہ بوالعجبی است

متاعِ دین و دانش لٹ گئی اللہ والوں کی
یہ کس کافر ادا کا غمزۂ خوں ریز ہے ساقی

یزید!

جسے خدا نے بخشا

مگر بندوں نے نہیں بخشا

منقول از ماہنامہ "تجلّی" دیوبند۔ جولائی سنہ ۱۹۶۰ء

مہینوں سے متعدد حضرات ہمیں لکھے جا رہے ہیں کہ محمود احمد عباسی صاحب کی کتاب "خلافت معاویہ و یزید" کے رد میں جو کتابیں شائع ہوئی ہیں تم ان پر کیوں نہیں کرتے جبکہ تم نے تائیدی تبصرہ کیا تھا۔ ہم جواب عرض کریں گے کہ تبصرہ بے شک کیا تھا اور ہمیں اس پر نہ شرمندگی ہے نہ بے اطمینانی۔ لیکن اوّل تو کتاب کے مصنف ماشاء اللہ حیات ہیں۔ معترضین کی جوابدہی ان ہی کے ذمہ ہے، ہم اپنے موضوعات کو چھوڑ کر اسی کے کیسے ہو رہیں۔ دوسری بڑی اور اصلی معذوری یہ ہے کہ عباسی صاحب کی کتاب کی ضبطی کے حکم پر ہائی کورٹ میں اپیل دائر ہے گویا قانونی زبان میں مقدمہ زیر سماعت ہے، وکلاء کا کہنا ہے کہ اس دوران میں کتاب کے موافق و مخالف کچھ بھی لکھنا توہین عدالت کے مرادف ہوگا۔ ہم نے اعتراض کیا کہ اور لوگ تو دھڑلے سے خلاف لکھے جا رہے ہیں، جواب ملا کہ وہ بھی ارتکاب جرم کر رہے ہیں، یہ الگ بات ہے کہ بعض اپنی خان بہادری کی وجہ سے اور بعض

Marfat.com

نظر انداز کئے جانے کے سبب اب تک بچے ہوئے ہوں کون جانے کب قانون ان سے باز پرس کر لے۔ یہ جواب وزنی تھا لہذا ہم نے قلم روک دیا اور اب بھی روکے رہیں گے جب تک عدالت فیصلہ صادر نہ کر دے۔

تاہم آج اس کتاب سے ہٹ کر ایک تماشائے عبرت یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ عباسی صاحب کا رد لکھنے کے جوش میں ہمارے ایک محترم بزرگ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند علوم و معارف کی کن بے انداز بلندیوں پر پہنچ گئے ہیں، آپ کی ایک کتاب عباسی صاحب کی کتاب کے رد میں ابھی شائع ہوئی ہے، جس پر تفصیلی گفتگو تو ہم انشاء اللہ اگلی کسی صحبت میں کریں گے کیونکہ تجلی کا دامن ابھی بعض اور مباحث سے گرانبار ہو رہا ہے فی الوقت اس کے ایک خاص جزو پر لکھنے کا ارادہ کیا ہے۔ اس لئے کیا ہے کہ دوران مطالعہ ہم اپنی بیتابی نہ دبا سکے اور بے اختیار جی چاہا کہ جو عبرت خاص ہمیں نصیب ہو رہی ہے اس میں قارئین تجلی کو بھی شریک کر لیں۔

ویسے اس دوران میں دو کتابیں اور بھی سامنے آئی ہیں ایک تو رام نگر کے ایک بزرگ کی ہے جو کافی سن رسیدہ ہونے کے باوجود جذبات کی دوڑ میں جوانوں کو مات کرتے ہیں۔ انہوں نے عباسی صاحب کے ساتھ ہمیں بھی ناپا ہے۔ مزہ یہ ہے کہ ان کا گزد یسی ہے عربی نہیں۔ اب ہم ان سے کیا کہیں کہ آپ کے جگر لخت لخت کے سامنے ڈھیر کو ابن تیمیہ کی منہاج السنۃ کے صرف چند صفحے گرد کی طرح اڑا دے سکتے ہیں۔ کاش! انہیں موقع ملے کہ کسی عربی داں سے منہاج السنۃ کے متعلقہ مباحث سبقاً سبقاً پڑھیں اور دل و دماغ کو خون کے غیر ضروری دباؤ سے بچا کر اعتدال و توازن کے ساتھ غور کریں۔

دوسری کتاب ایک علی یہادر خاں صاحب کی ہے۔ اسے پڑھ کر ہمیں گمان ہوا کہ کسی شیعہ بزرگ نے تقیہ کی مسند پر بیٹھ کر صادر کر دی ہے۔ کوئی عیب نہیں جس سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو متصف نہ کیا گیا ہو اور کوئی خوبی نہیں جو اس صحابی رسول کو چھو کر گئی ہو۔ امت کے سواد اعظم کا مسلک تو امیر معاویہؓ کے

Marfat.com

بارے میں یہ ہے نہیں لہٰذا سوائے شیعہ حضرات کے کس سے توقع ہو سکتی تھی کہ یہ آن بان دکھلائے گا۔

(چند جملے اس واہی کتاب کے بارے میں لکھ کر آگے فرماتے ہیں کہ:-)

معاملہ یہ ہے کہ قرآن کے بعد سب سے سچی کتاب بخاری میں ایک صریح و محکم روایت آئی ہے جس میں مخبر صادق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مجاہدین کے لئے مغفرت کی بشارت دی ہے جنہوں نے پہلی بار قسطنطنیہ پر حملہ کیا اور تاریخ قطعی طور پر بتاتی ہے کہ یزید نہ صرف ان مجاہدین میں شامل تھا بلکہ ان کا سپہ سالار تھا۔ چنانچہ جملہ معتبر شارحین بخاری اسے تسلیم کرتے ہیں۔ اس حدیث سے متعلق لکھا ہوا ہمارا اکتوبر ۱۹۵۸ء کا اداریہ اور اسی سے متعلق کچھ اور مواد اسی شمارے میں کسی جگہ ملاحظہ کر لیں۔

عباسی صاحب نے بھی اپنی کتاب میں اس حدیث کا ذکر کیا تھا تو حضرت مہتمم صاحب نے جس طرح اس کا جواب دیا ہے وہ خاصے کی چیز ہے غور سے پڑھئے اور سوچئے کہ قادیانی علم کلام اور حضرت موصوف کی منطق میں کیا فرق ہے یہ بھی سوچئے کہ کیا ہم حامیان حدیث کی ایسی ہی سخن سنجیاں تو نہیں جو فتنۂ انکارِ حدیث کا ایک قوی محرک بن گئی ہوں۔

دراصل آدمی جب تضادات پالتا ہے تو بڑی مشکل میں پھنس جاتا ہے تضاد اس سے بڑھ کر کیا ہوگا کہ ایک طرف تو مہتمم صاحب اس بخاری کو معتبر مانتے ہیں جس میں اللہ کے رسول نے مغفرت یزید کی خبر دی ہے اور دوسری طرف ان روایات کو بھی سینے سے لگائے ہوئے ہیں جو خبر رسول کی تکذیب و تردید کرنے والی ہیں۔ اس اجتماع ضدین کا معنوی فضل عام حالات میں منکشف نہ ہوتا لیکن اسوقت منکشف ہو کر ہی رہا جب انہیں یزید کو واصل جہنم کرنے کیلئے بشارت رسولؐ سے دامن چھڑانے کی ضرورت پڑی۔ ظاہر ہے وہ بڑی مشکل میں تھے۔ بخاری کو جھٹلائیں تو امت پیچھا نہ چھوڑے اور جھٹلائیں نہیں تو منقبت یزید کا قولادی مینار جوں کا توں قائم رہے۔ عجیب مشکل آئی۔ مگر نہیں۔ سب جانتے ہیں کہ وہ ڈنکے کی

Marfat.com

چوٹ حکیم الاسلام ہیں اور نا ممکن ہے کہ حکیم دانا کی حکمت بلیغہ کسی مرحلہ میں مات کھا جائے۔ انہوں نے شارحین حدیث کا جائزہ لیا کہ دیکھیں وہ کس طرح اس مرحلہ سخت سے گزرے ہیں۔ ان سے کمک حاصل کر کے جواب کا خبر اٹھایا اور پھر اپنے قلم گوہر رقم سے اس کا ایک ایسا لفظی پتلا بنا کر پیش کر دیا جسے انکی صلاحیت تخلیق کا ایک اچھوتا نمونہ کہا جا سکتا ہے۔

ہم قدرے طویل اقتباسات پیش کرتے ہیں تاکہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ کسی فقرے کو اس کی جگہ سے اکھیڑ کر پیش کر دیا ہے۔ اس کے بعد انہی سے مخاطب ہو کر کچھ عرض کریں گے۔ فرماتے ہیں:۔

"عباسی صاحب نے بہت بلند بانگ ہو کر غزوۂ قسطنطنیہ میں یزید کی شرکت بلکہ قیادت اور غزوہ کے سر کا ہونے کیلئے نص حدیث کے مطابق بشارت مغفرت میں اسے شامل کرنے اس کی فضیلت اور مقبولیت عنداللہ پر کافی زور لگایا ہے اور اس حدیث کے تحت مہلب کے استدلال کو نقل کیا ہے۔ جو یزید کی فضیلت بلکہ خلافت کے اثبات کے لئے کیا گیا ہے۔ ہمیں نہ اس حدیث سے انکار ہے اور نہ اس سے کہ یزید اس کے عموم میں داخل ہے اگرچہ وہ اس غزوہ میں شامل تھا، لیکن ساتھ ہی اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جیسے اس حدیث کا عموم اسے مقبولین میں داخل کر رہا ہے ویسے ہی بخاری وغیرہ کی دوسری احادیث کا عموم اسے اس مقبولیت سے خارج بھی کر رہا ہے جو ہم نے ابھی پیش کی ہیں جن میں خبر دی گئی ہے کہ میری امت کی ہلاکت چند قریشی لڑکوں کے ہاتھوں پر ہوگی۔ امارت صبیان قائم ہوگی جو امت کے برگزیدہ لوگوں کے جان و مال اور آبرو کو تلف کرے گی۔ اور یہ کہ یہ ۶۰ھ کا دور ہوگا جس میں یزید کی امارت قائم ہوئی اور اس کے افعال سے علماء نے متعین کر دیا کہ حدیث کی اس عمومی خبر کا مصداق یزید ہے پس عباسی کی پیش کردہ

Marfat.com

روایت کے عموم نے اگر یزید کو وعدۂ مغفرت میں شامل کیا تھا تو ہماری پیش کردہ روایات کے عموم نے اسے اس وعدہ سے خارج کر کے وعید میں شامل کر دیا۔ اور حدیث کے عموم نے حدیث کے عموم کی تخصیص کر دی۔ وہاں اگر مہلب نے یزید کو مشخص کر کے اسے حدیث بشارت کا مصداق ٹھہرایا اور اس کی فضیلت پر استدلال کیا تو یہاں احادیث بخاری وغیرہ سے ابن حجر اور علامہ بدرالدین عینی شارح بخاری نے یزید کو مشخص کر کے فسق پر استدلال کیا ہے وہاں صرف حدیث کا عموم اور اس سے استدلال ہے، یہاں حدیثوں کے عموم کے ساتھ صحابہ کے اقوال اور تاریخی واقعات بھی ہیں جو یزید کی تعیین اور تشخیص کے مؤیدات ہیں،، (صہ ۱۵۵ و صہ ۱۵۶)

اقتباس کو غور سے ٹھیر ٹھیر کر پڑھئے۔ معلوم ہونا چاہئے کہ غزوہ قسطنطنیہ میں یزید کی جو شرکت اس حد تک ناقابل تردید ہے کہ خود مہتمم صاحب بھی اسے تسلیم کرنے پر مجبور ہیں لیکن اسے بھی وہ حرف شرط کے ساتھ بیان فرما رہے ہیں کہ:

"اگر وہ اس غزوے میں شامل تھا"

کیا اس سے صاف ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ ایک طرف رسول اللہ کی اس پیشین گوئی سے خفا ہیں جو بخاری میں محفوظ ہو گئی ہے اور دوسری طرف اللہ کی اس تقدیر سے دل برداشتہ ہیں کہ کیوں یزید کو اس غزوے میں شرکت کا موقعہ ملا، آفت یہ ہے کہ اس غزوے میں یزید کی شرکت ایسی اٹل تاریخی حقیقت ہے کہ اس کی تکذیب خاص قسم کے دیدہ دلیروں کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔ مہتمم صاحب بھی تکذیب نہیں فرما رہے ہیں۔ مگر بمبانہ شرطیہ لکھ کر یہ تاثر عوام کو دینا چاہتے ہیں کہ یزید کی شرکت تاریخی حیثیت سے ایسی مسلم نہیں کہ اگر مگر کی گنجائش نہ ہو۔ ایسا خلاف واقعہ تاثر دینے کو ممکن ہے کھرے قسم کے جج بددیانتی اور فریب ہی قرار دیں لیکن ہم نیازمندوں کو کہاں جرأت ہو سکتی ہے کہ حکمت بلیغہ و لطیفہ کے سوا اسے کچھ بھی کہہ سکیں۔

Marfat.com

بنیادی سوال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئیاں کیا حیثیت رکھتی ہیں؟ کیا وہ نجومیوں اور قیافہ شناسوں کی پیشین گوئیوں کی مماثل ہیں کہ زیادہ تر درست ثابت ہوں تو کبھی غلط بھی ہو جائیں۔ کیا انہیں مرزا غلام احمد قادیانی کی پیشین گوئیوں جیسا سمجھا جائے اور تاویل کی بھی گنجائش نہ نکلے تو کہہ دیا جائے کہ فلاں پیشین گوئی دراصل فلاں شرط پر منحصر تھی وہی شرط معدوم رہی تو پیشین گوئی بھی معلق رہ گئی حالانکہ خود مرزا صاحب نے پیشین گوئی کرتے وقت ایسی کوئی شرط نہ لگائی ہو۔

ہم ہزار بار پناہ مانگتے ہیں ان لوگوں سے جو ایسا تصور کریں یا تصور نہ کریں مگر ایسی باتیں کہیں جن کا لازمی ثمرہ یہی نکلتا ہو۔ ہمارا تو ایمان ہے کہ اللہ کے رسول نے کوئی پیشین گوئی اٹکل پچو نہیں کی۔ کوئی فیصلہ کن خبر بلا وحی آسمانی نہیں دی آئندہ کے لئے جو بھی صریح و محکم خبر آپ کی زبان صداقت نظام سے نکلی، وہ اللہ کے دئے ہوئے علم یقینی کی روشنی میں نکلی اور پہاڑ ٹل سکتا ہے مگر حضور کی دی ہوئی صریح و محکم خبر نہیں ٹل سکتی۔

حضرت محترم! یہی ایمان آپ کا بھی ہوگا۔ اور ان اسلاف کا بھی ہوگا جنہوں نے بخاری والی پیشین گوئی کو نہ جانے کس کس وقت کی روایات سے محدود و مقید کرنا چاہا ہے لیکن اس تحدید و تقیید کا منطقی نتیجہ اس کے سوا کیا ہے کہ پیشین گوئی نعوذ باللہ برباد ہو کر رہ جائے اور جو بات آپ یزید کے بارے میں کہہ رہے ہیں وہی بات شیعہ حضرات بھی کہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ خلفائے ثلاثہ مبشر بالجنۃ ہیں تو یہ بشارت یقیناً اس پر منحصر ہوگی کہ ان سے بعد میں لائق وعید حرکات سرزد نہ ہوں۔ بعد میں انہوں نے اہل بیت کا حق چھینا، دنیا میں پھنسے اور نہایت مجرمانہ حرکات کیں اس لئے بشارت کالعدم ہو گئی۔

ہم نے اسی دار العلوم کی چٹائی پر بیٹھ کر جس کے مہتمم آج آپ ہیں پڑھا تھا کہ جن صحابہ کو عشرہ مبشرہ کہا جاتا ہے کہ ان کی مغفرت تو یقینی ہے، کیونکہ اللہ کے رسول مغفرت کی بشارت یونہی نہیں دے دیا کرتے بلکہ اللہ کے عطا فرمودہ علم صحیحہ و

نطعیہ کی روشنی میں دیتے ہیں جو غلط ہو ہی نہیں سکتا۔ اگر کسی مبشر بالجنۃ سے کچھ
فعال ایسے بھی سرزد ہو جائیں جو بظاہر معصیت معلوم دیں، تو دو صورتوں میں
سے ایک صورت ضرور ہوگی یا تو یہ ظاہری حالت محض مغالطہ ہوگی اور حقیقتاً یہ
فعال معصیت نہ ہوں گے۔ یا پھر معصیت ہونے کے باوجود ان برائیوں میں
شامل ہوں گے جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے کہ اِنَّ الْحَسَنٰتِ
یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ بے شک بھلائیاں برائیوں کو میٹ دیتی ہیں اس طرح
بشارت مغفرت اٹل رہے گی اور اللہ کے سچے نبی کا فرمودہ غلط نہ ہو سکے گا۔
عقلی و منطقی اعتبار سے بھی صاف سی بات ہے کہ اللہ کے علم میں تو سبھی کچھ ہے
کہ فلاں شخص یا گروہ زندگی بھر کیا کرے گا۔ اگر وہی اپنے نبی کو کسی بھی طرز کی وحی
کے ذریعہ خبر دیتا ہے کہ فلاں شخص یا گروہ مغفور ہے تو نا ممکن ہے کہ وہ مغفور نہ ہو
اس سے بھی بعض بدنما افعال کا صدور ہوتا ہے تو وہی دو توجیہیں کیجائیں گی جو
ہمی عرض کیں۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اس سے کسی ایسے فعل کا ارتکاب ہو جائے
واللہ کے حضور ناقابل معافی ہو اور مغفرت کی بشارت استثنا کی بھٹی میں خاک
ہو کر رہ جائے۔ اللہ بے خبر نہیں تھا کہ فلاں شخص یا گروہ زندگی بھر کیا کرے گا، اگر وہ
یسی حرکات کرنے والا ہوتا کہ جہنم جائے بغیر باز نہ آتا تو اللہ تعالیٰ بشارت مغفرت
ی نہ دیتے۔ دی تو ثابت ہوا کہ اس کی حرکات لائق عفو ہیں۔

اس معارضے کا جواب بھی آپ نے اگلی سطروں میں دینے کی سعی کی ہے
راسے ہم ایک فاحش قسم کا مغالطہ تصور کرتے ہیں۔

آپ نے فرمایا:۔

"دوسرے یہ کہ یہ حدیث عام ہے اور بلاشبہ اس کا وعدۂ مغفرت بھی
جہادِ قسطنطنیہ کے ہر شریک کے لئے عام ہے جن میں یزید بھی داخل ہے
مگر انہی قدرتی شرائط کے ساتھ جو طبعاً ایسے مواقع پر قواعد شرعیہ کے
تحت ملحوظ ہوتی ہیں۔ مثلاً حدیث نبوی میں ارشاد ہے امتی امۃ
مرحومۃ، میری امت امتِ مرحومہ ہے (جس کے تمام افراد کیلئے

جو قیامت تک آنے والے ہیں رحمت اور مغفرت موعود ہے) مگر اسی شرط کے ساتھ کہ وہ امت اجابت میں شامل رہیں۔ اگر معاذ اللہ کوئی مرتد ہو کر امت دعوت میں چلا جائے تو دوسری نصوص سے اس حدیث کی تخصیص ہو جائیگی، اور وہ فرد اس دعدے سے خارج ہو جائیگا اس لئے اس حدیث کا یہ وعدہ قدرتی طور پر بشرط بقاء اجابت ہوگا مطلقاً نہ ہوگا اسی طرح یہاں بھی جہاد قسطنطنیہ کے سب شرکاء کیلئے وعدۂ مغفرت عام ہے مگر اسی طبعی شرط کے ساتھ کہ یہ لوگ انہی قلبی کیفیات و احوال اور باطنی نیات و جذبات پر باقی رہیں جن کے ساتھ انہوں نے اس وقت جہاد کیا تھا۔ لیکن بعد میں اگر کسی کے قلبی احوال بگڑ جائیں اور تقوی کے وہ مقامات باقی نہ رہیں جو بوقت جہاد تھے تو طبعاً وہ حکم مغفرت بھی اس خاص فرد کے حق میں باقی نہ رہے گا۔ مثال کے طور پر مسلم و بخاری ہی کی ایک روایت کو لے لیجئے کہ آدمی اہل جنت کا عمل کرتے کرتے جنت سے اتنا قریب ہو جاتا ہے کہ اس میں اور جنت میں بالشت بھر کا فصل رہ جاتا ہے مگر نوشتہ تقدیر سامنے آجاتا ہے اور وہ جہنم میں چلا جاتا ہے اور ایسے ہی برعکس ظاہر ہے کہ یہ جنت و نار کی انجام کار تبدیلی احوال کی تبدیلی ہی پر دائر ہے، اندریں صورت اس شخص کی نیکی کرتے رہنے کے دور میں ہر شخص اسے یہی کہے گا کہ فلاں آدمی تو جنتی ہے لیکن غور کیا جائے تو جنتی درحقیقت اس آدمی کو نہیں کہا جاتا بلکہ اس کے احوال و اعمال کو کہا جاتا ہے، وہ جب بھی بدل کر جہنمی ہو جائیں گے جب ہی پہلا حکم بدل جائے گا۔ ٹھیک اسی طرح جہاد قسطنطنیہ والی حدیث بشارت مغفرت کے عموم میں یزید بھی شامل تھا جس کے معنی یہ تھے کہ اس کے اس وقت کے احوال و اعمال مقبول یا معفو رتھے۔ الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ۔ جب وہ بدلے تو طبعاً وہ بشارت بھی اس کے حق میں باقی نہ رہی۔ اب اگر بدلے ہوئے حالات میں بھی کوئی پہلے

ہی حکم کی رٹ لگائے تو شریعت کے اصول و قوانین کا معارضہ ہے،
پس جب یزید کا اچھا حال تھا بشارت قائم تھی جب بدل گیا تو بشارت
بھی اُٹھ گئی" (ص ۱۵۶ و ص ۱۵۷)

یہ آپ کے فرمودات ایسے بے احساس مطالب پر مشتمل ہیں کہ حیرت ہوتی ہے
آنجناب خوب جانتے ہیں کہ قرآن و حدیث کی بشارتیں دو طرز کی ہیں۔ ایک تو یہ کہ بعض اعمال
و افعال کے بارے میں اللہ اس کے رسول خبر دیتے ہیں کہ جس نے فلاں عمل کیا وہ
جنت میں گیا اور فلاں عمل کیا تو جہنم میں گیا۔ قرآن و حدیث میں اس کی مثالیں اتنی
کثرت سے ہیں کہ یہاں نقل کی ضرورت نہیں۔ یہ بشارتیں کسی ایسے فعل و عمل کے
لئے نہیں ہوتیں جو کسی خاص وقت اور زمانے میں محدود ہو بلکہ ان کی حیثیت
دائمی ہوتی ہے اور حشر تک ان کا دائرہ وسیع ہے۔ مثلاً اپنے مسلمان بھائی کو اچانک
غیر متوقع مسرت بہم پہنچانا یا ہمسائے کی مدد کرنا یا مقروض کی گردن چھڑانا وغیرہ ایسے
افعال ہیں جن پر قرآن و حدیث میں جنت کی بشارتیں دی گئی ہیں اور ظالم کا ساتھ دینا
یتیموں کا مال کھا جانا ہمسائے کو ستانا وغیرہ ایسی حرکات ہیں جن پر جہنم کی وعیدیں آئی
ہیں۔ ظاہر ہے یہ اعمال کی حرکات کسی خاص زمانہ تک محدود نہیں بلکہ قیامت تک کے
لئے ہیں۔ ان سے متعلق بشارتوں اور وعیدوں میں کسی خاص فرد یا گروہ کا بھی ذکر نہیں ہے
بلکہ ہر مسلمان ہر زمانے میں ان کا مصداق و مورد ہے۔ ان کا منشاء صرف ترغیب
و تنذیر ہے، صرف نمایاں کرنا ہے کہ فلاں عمل لائق التزام ہے اور فلاں حرکت قابل
اجتناب، ان کی مثال اِن مفید منفرد جڑی بوٹیوں کی سی ہے جن کے اثرات و خواص محققین
نے قرابادین میں لکھ دئے ہوں، ان جڑی بوٹیوں میں سے چند کا انتخاب کر کے حکیم مریض
کے لئے نسخہ لکھتا ہے تو وہ قطعاً یہ تحقیق شدہ اثر کی حامل ہوتی ہیں لیکن مریض کے نظام
بدن میں کوئی اور ایسا فساد پایا جاتا رہا ہو جس سے یہ اثر کالعدم ہو جائے یا وہ بعد میں ایسی
مضر اشیاء استعمال کرے جو اس اثر کو ملیامیٹ کرنے والی ہوں تو یقیناً نسخے سے
فیض یاب نہ ہو سکے گا، اسی طرح جن اعمال و افعال کے نتیجہ میں جنت یا جہنم کی بشارت

فرد یا گروہ کی تعیین کے بغیر حشر تک کے لئے دے دی گئی۔ ان کا نتیجہ اسی صورت میں پیدا ہو سکتا ہے کہ آدمی خود ہی اس کے نتیجہ کو مخالف اعمال سے برباد نہ کر دے۔ ایک شخص ہمسائے کی مدد کرتا ہے تو یقیناً یہ نعل حسب بشارت جنت میں لے جانے کا ذریعہ ہے لیکن یہی شخص سود کھاتا ہے، جوا کھیلتا ہے تو یہ بشارت اس کے کام نہ آئے گی۔ اور جس طرح بدپرہیزی کے سبب نسخے کا فائدہ نہ ہونا خود نسخے کی اثر انگیزی اور افادیت کا انکار نہیں کرتا اسی طرح اس شخص کا جہنم رسید ہو جانا مذکورہ بشارت کی اثر انگیزی اور افادیت کو غلط قرار نہیں دے گا۔

لیکن قرآن و حدیث نے ایک اور انداز کی بشارتیں بھی دی ہیں جو بعض افراد یا گروہوں کے لئے مخصوص ہیں اور ان کا پھیلاؤ تمام زمانوں پر نہیں بلکہ خاص زمانے پر ہے۔ مثلاً ابولہب کا نام لے کر جہنم کی خبر دی یا رسول اللہ نے متعین کر کے کسی شخص کو جہنمی کہا جیسے کہ ایک مجاہد کے بارے میں آپ نے فرمایا تھا کہ یہ جہنمی ہے۔ حالانکہ وہ نہایت پامردی کے ساتھ اہل کفر سے لڑ رہا تھا لیکن اللہ نے رسول کو خبر دی تھی کہ یہ دین کی حمایت میں نہیں بلکہ قومی عصبیت میں لڑ رہا ہے اور خودکشی کر کے مرے گا۔ ایسا ہی ہوا۔

اس طرح کی بشارتوں اور وعیدوں کا وہ معاملہ نہیں جو پہلی طرز کی بشارتوں کا ہے۔ ان میں نہ چون و چرا کی گنجائش ہے نہ استثناء کی۔ یزید کے بارے میں جس بشارت پر گفتگو ہے وہ دوسری ہی قسم میں داخل ہے قسطنطنیہ پر پہلا غزوہ ظاہر ہے کہ ایک خاص وقت کا قصہ ہے اور بشارت نے ان تمام افراد کو نامزد کر دیا ہے جو اس غزوے میں شریک ہوئے ہیں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے ایک بادشاہ اعلان کرے کہ فلاں میدان میں جو لوگ پہلی بار پہنچیں گے انھیں دس دس ہزار اشرفیاں انعام دی جائیں گی۔ کھلی بات ہے کہ جو گروہ پہلی بار اس میدان میں پہنچ گیا اس کا ہر ہر فرد انعام کا مستحق ہو گیا۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ نہیں۔ اگر ایک قاتل ڈاکو یا بدکردار باغی وہاں پہنچا ہے تو اسے انعام نہیں دیا جائے گا، ہم کہیں گے کہ اوّل تو شاہی آن اور آئینی تقاضے کے تحت یہ بھی

لازماً مستحق انعام ہوگا۔ دوسرے یہ اتفاق ایک علم انسانی اعلان میں پیش آسکتا ہے لیکن کیا اس بادشاہ کے اعلان میں بھی پیش آئے گا جسے پہلے ہی معلوم ہے کہ کون کون شخص میدان میں پہنچے گا؟

ہمیں تو نظر آرہا ہے کہ تردید کے جوش میں آپ نے قصداً یا سہواً یاور کرلیا ہے کہ رسول اللہ ص کی پیشین گوئیاں بھی عام انسانوں جیسی تھیں یا پھر نجومیوں کی سی اٹکل پچو نعوذ باللہ من ذالک۔ حالانکہ رسول اللہ ص کی ذات گرامی اس پستی سے بلند تھی کہ آپ یونہی بلا اشارہ غیبی بشارتیں دیتے پھریں اللہ نے آپ کو اطلاع دی کہ قسطنطنیہ (مدینہ قیصر) پر پہلا غزوہ کرنے والے گروہ کی مغفرت کی جائے گی جبھی آپ نے زبان سے خوش خبری نکالی۔ کیا اللہ تعالیٰ کو وہ بات معلوم نہ تھی جو آج آپ کو معلوم ہے کہ یزید بعد میں اس حد تک بدکردار ہو جائے گا کہ بشارت ہی لنگڑی ہو کر رہ جائے گی۔ اگر واقعی یزید اس بشارت سے مستثنیٰ ہو سکتا تو اللہ سے زیادہ کسے خبر ہو سکتی تھی کہ جس گروہ کو زبان رسول سے مغفور کہلایا ہے ہیں ان میں یزید بھی مع اپنے قافیہ "پلید" کے موجود ہوگا اور اسے جنت بھیجنا ہمارے لئے ممکن نہ ہوگا۔ اس خبر کے ہوتے ہوئے لازماً وہ کوئی جملہ، لفظ، حرف بشارت کے ساتھ ساتھ ہی ایسا ضرور کہلوا دیتے کہ استثنیٰ کی گنجائش نکل آتی نہیں کہلوایا، تو یہ کہاں کی حق پسندی ہے کہ استثنیٰ کا یہ طبعزاد کارنامہ آپ یا ہم انجام دیں۔

آپ اگر کوئی مثال دے سکتے ہیں تو دیں کہ کسی موقت اور محدود پیشین گوئی میں بھی وہ استثنیٰ منطق ظہور میں آتی ہو جس کا زیر بحث پیشین گوئی میں شوشہ نکالا گیا ہے۔ یہ کیا آپ عوام کو مغالطہ میں ڈالنے والی باتیں کر رہے ہیں۔ ذرا اپنی اس مثال کو دیکھئے۔

امتی امۃ مرحومۃ۔ ظاہر ہے یہ کسی قسم کی محدود و موقت بشارت نہیں بلکہ ایک دائمی اور ہمہ گیر اعلان ہے اس لئے اسے غزوہ قسطنطنیہ کی نظیر میں نہیں لایا جا سکتا پھر اس کی تشریح کرنے میں آپ نے جو انداز اختیار فرمایا ہے اس سے تو اندازہ ہوتا ہے کہ جوش تحریر میں آپ فکر و بصیرت سے بالکل کام نہیں لے سکے ہیں، ذرا انصاف کیجئے اگر کوئی مرتد ہو جائے تو دوسری نصوص کو ڈھونڈنے کی کیا ضرورت پیش آئے گی جبکہ

Marfat.com

خود یہی حدیث کافی وشافی ہے۔ یہ شخص تو خود ہی ارتداد کے راستہ امت محمد ﷺ کے دائرہ سے نکل گیا پھر "مرحومہ" کے زمرے میں رہنے کا کیا سوال جو خواہ مخواہ اور روایات تلاش کی جائیں۔ بشارت امت محمدیہ کے لئے ہیں نہ خارجین امت کے لئے۔

رہا یہ کہنا کہ "اس حدیث کا وعدہ قدرتی طور پر بشرط بقائے اجابت ہوگا مطلقاً نہ ہوگا" تو یہ بھی طول لاطائل سے کم نہیں۔ بے ضرورت نکتہ سنجیاں کبھی کبھی بات کا بتنگڑ بنا دیتی ہیں۔ اس حدیث کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ امتِ محمدیہ کا کوئی بھی فرد اس بشارت سے مستثنیٰ نہیں اور "بقائے اجابت" وغیرہ کی شرطیں لگانا لقمہ دینے کے مرادف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی بھی آدمی چاہے کتنا ہی گناہ گار رہا ہو لیکن اگر بظاہر مسلمان مرا ہے تو اسے "مرحوم" کہا جاتا ہے۔ رحم یا رحمت کیا آپ اسی کو سمجھتے ہیں کہ مجرم یکسر معاف کر دیا جائے؟

اگر ایسا ہے تو اس غلط خیال کی اصلاح فرما لیجئے۔ رحم یا رحمت یہ بھی ہے کہ مجرم جتنی سزا کا مستحق تھا اس میں کچھ تخفیف کر دی جائے۔ پھانسی کا مستوجب قرار دیا ہوا مجرم جب اقتدارِ اعلیٰ کو رحم کی درخواست پیش کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا ہے کہ وہ جیل سے بھی رہا کئے جانے کی درخواست دے رہا ہے۔ پھر جب یہ اقتدارِ اعلیٰ اس کی پھانسی معاف کر کے عمر قید باقی رہنے دیتا ہے تو یہی کہا اور سمجھا جاتا ہے کہ درخواست رحم منظور ہو گئی حالانکہ عمر قید ابھی باقی ہوتی ہے۔ یہی معاملہ امتِ محمدیہ کا بھی ہے کہ کوئی بھی مسلمان جو گناہ کرے گا اس کی سزا دینے میں اللہ تعالیٰ نرمی، درگزر اور رعایت سے کام لے گا۔ کتنے تو یونہی بخش دئے جائیں گے، کتنے ہی آنحضورؐ کی شفاعت سے فیض یاب ہوں گے اور ما بقی کو عذاب تو دیا جائے گا مگر اس سے کچھ یا کافی کم جتنے کہ وہ اپنے اعمال قبیحہ کے باعث سزاوار تھے یہی وہ رحم و رحمت ہے جس کی نوید اس حدیث میں دی ہے اور کوئی معقولیت نہیں ہے کہ آپ زیر بحث بشارت سے یزید کو خارج کرنے کے لئے اسے پیش کریں۔ پھر تماشا ہے کہ بات کو گول کرنے کے لئے آپ نے اچانک تصوف کی زبان بولنی شروع کر دی "قلبی احوال کا بننا بگڑنا" یہاں چہ معنی دارد اور "مقامات" کا تذکرہ کس لئے؟ کیا آپ کہنا چاہتے ہیں کہ جن لوگوں کو اللہ اور رسولؐ نے مغفور کہا ہو انہیں طریقت

وتصوف کی زبان میں "صاحب مقامات" اور صاحب دل بھی ہونا چاہئیے؟ نہیں ہوں گے تو ہم محض مسلمان ہونے کو کافی نہ سمجھتے ہوئے اللہ اور رسول کی دی ہوئی مغفرت تسلیم نہیں کریں گے۔ یوں تو آپ قسطنطنیہ کے حیں شریک کو چاہے بڑے اطمینان سے خارج از بشارت کر سکتے ہیں۔ چند معمولی لغزشیں بیان فرما دیجئے اور کہہ دیجئے کہ "قلبی احوال و باطنی نیات وجذبات" بگڑ گئے اور "تقویٰ کے مقامات" سے یہ شخص گر گیا لہذا مغفرت ضبط۔ اے حضرت! یہ کیا سلوک ہے جو آپ بشارت رسول سے کر رہے ہے۔ حالانکہ جن عبارتوں کو آپ نے قسطلانی اور عینی وغیرہ سے نقل کیا ہے۔ انھیں بھی زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ جو شخص مغفرت کا اہل ہی نہ رہے یعنی مرتد ہو جائے وہ بشارت سے خارج ہو جائیگا تو کیا آپ یزید کو کافر و مرتد کہتے ہیں؟ ——— اگر کہتے ہیں تو اقرار کیجئے۔ نہیں کہتے تو یہ قلبی احوال اور مقامات تقویٰ کی کیا تک؟ افسوس آپ جوش تردید میں یہ بھی بھول گئے کہ آنجناب مشہور واعظ ہیں۔ آپ ہی کی زبان سے ہزاروں سامعین نے بارہا اس طرح کے قصے سنے ہیں کہ فلاں شخص اتنا بد کار ایسا بد نہاد اور بدمعاش کبابی تھا، مگر اللہ کے یہاں اس کی فلاں نیکی مقبول ہو گئی اور جنت میں داخل کر دیا گیا اس طرح فلاں شخص نہایت زاہد و متقی تھا مگر اس کی ایک ہی لغزش اسے اللہ کے یہاں مبغوض بنا گئی اور جہنم میں پھینک دیا گیا لیکن یزید کے معاملہ میں آپ کے زاویہ نظر کا یہ حال ہے کہ پوری قطعیت کے ساتھ فرماتے ہیں:—

> "مغفورٌ لھم" کو ایسا حکم سمجھنا کہ یزید کے مرتے دم تک کے تمام فسق و فجور کی مغفرت ہو گئی یا وہ ہمیشہ کے لئے سیئات سے محفوظ اور معصوم بنا دیا گیا محض ذہنی اختراع ہے حدیث کا مدلول نہیں"
>
> کمال ہے ایک ہی عمل نیک پر بعض بدترین گناہ گاروں کی مغفرت بس مسند وعظ ہی تک تھی۔ یزید کا معاملہ آیا تو اللہ کی شان غفاری اوجھل ہو گئی۔ کس نے کہا ہے کہ یزید ہر طرح کے گناہ سے معصوم و محفوظ تھا۔ یہ دعویٰ تو سوائے انبیاء کے کسی کے لئے بھی نہیں کیا جا سکتا۔ مانے لیتے ہیں کہ یزید اتنا ہی بڑا معصیت کیش تھا

جتنا آپ اور صدیوں کا شیعی پروپگنڈہ باور کرانا چاہتا ہے۔لیکن ان لوگوں کے گناہوں کا نقشہ بھی تو آپ اسی ہولناک انداز میں کھینچتے ہیں جنھیں اللہ کی نکتہ نوازی نے ایک ہی عمل کے بدلے بخش دیا۔ پھر یہ یزید کیا کسی اور اللہ کا بندہ تھا جسے اس کی نکتہ نوازی سے کوئی حصّہ نہیں مل سکتا۔

حدیث رسول پر اگر قلبی ایمان ہو اور جذباتی لگاوٹیں آڑے نہ آئیں تو یہ یقین کر لینے میں کوئی دقّت نہیں کہ جن لوگوں کی مغفرت کا مژدہ اللہ کی طرف سے بزبان رسول سنا دیا گیا ان میں چاہے بظاہر ہمالیہ جیسی برائیاں ہوں تو بھی ان سے مغفرت الٰہی کا وعدہ منسوخ نہ ہو سکے گا۔ آپ کے اور ہمارے بنیادی عقائد بھی اس کی تردید نہیں تائید ہی کرتے ہیں۔ دیکھ لیجئے امام اعظم ابو حنیفہؒ اپنی الفقہ الاکبر میں صاف فرماتے ہیں:۔

وما کان من السیئات دون	اور شرک و کفر کے علاوہ چاہے جو بھی گناہ
الشرک والکفر ولم یتب عنہا	آدمی سے سرزد ہوئے اور ان سے اس نے
صاحبہا حتی مات مومناً فانہ فی	توبہ بھی نہیں کی۔ ہاں مرتے دم تک مومن
مشئیۃ اللہ تعالیٰ ان شاء عذبہ	ہی رہا کافر مرتد نہ ہوا تو اس کا معاملہ اللہ
وان شاء عفا عنہ ولم یعذبہ	کی مرضی پر ہے چاہے وہ عذاب دیں چاہے
بالنار اصلا (ص۱۰۶ متن)	معاف کر دیں اور آگ سے دور رکھیں۔

یہی بات اللہ نے قرآن میں کہی ہے کہ شرک و کفر کے علاوہ ہم ہر گناہ معاف کر سکتے ہیں۔ ملّا علی قاری حنفی کی شرح فقہ اکبر دیکھئے۔ انھوں نے مزید صراحت کر دی ہے کہ وما کان السئیات کا مطلب یہ ہے کہ کفر و شرک کے علاوہ چاہے کوئی بھی کیسا ہی گناہ ہو اور لم یتب عنہا سے مراد یہ ہے کہ چاہے وہ شخص کسی بھی صغیرہ و کبیرہ گناہ سے توبہ کئے مر گیا ہو۔

تو حضرت محترم! اس بنیادی عقیدے کے باوجود آپ کیوں اس کے درپے ہیں کہ رسول اللہ کی صریح و محکم بشارت کے بعد بھی یزید کو جہنّم ہی میں پہنچا کر دم لیں اور

Marfat.com

ایک ایسے یقین کو جو اللہ کے سچے رسول کی بشارت پر سر تسلیم خم کر دینے کا ثمرہ ہے "ذہنی اختراع" کے طنزیہ الفاظ سے تعبیر کریں جبکہ کافر و مشرک ہونا آپ خود بھی نہیں مانتے۔ کون دعوے سے کہہ سکتا ہے کہ یزید اگر ایسا ہی بُرا تھا جیسا مشہور رہے تب بھی اس نے مرتے وقت تک توبہ نہیں کی ہو سکتا ہے اس اللہ کے بندے کو بھی کسی وقت اپنے رب کے حضور توبہ استغفار کی توفیق ہو گئی ہو، تب تو اور بھی امکان مغفرت بڑھ جاتا ہے لیکن یہ سیدھی سی بات سمجھ میں نہیں آتی تو چھوڑ دیجئے امام اعظم تو صاف ہی فرما رہے ہیں کہ کفر و شرک کے علاوہ چاہے دنیا بھر کے گناہ کئے ہوں اور کبھی توبہ کی بھی توفیق نہ ہوئی ہو لیکن کافر و مشرک ہوئے بغیر مرا ہے تو مغفرت کا اہل ہے اور اللہ چاہے تو بلا عذاب جنت میں بھیج سکتا ہے۔

رسول اللہ کی پیشین گوئیاں اگر اللہ ہی کے عطا فرمودہ علم پر مبنی تھیں تو یزید کے بارے میں اللہ کی مشیت بخاری والی روایت سے بلا الہام معلوم ہو گئی پھر آخر کیوں یزید کی مغفرت آپ کو ہضم نہیں ہوتی۔ کیا ایسا تو نہیں کہ قرآن کی آیات اور امام اعظم کے بیان کے فرمودہ بنیادی عقیدے پر سے آپ کا بھروسہ اٹھ گیا؟

جن روایات و اجتہاد سے آپ نے یزید کو خارج از بشارت کیا ہے ان کی داخلی قوت و ضعف اور حیثیت کا تو ہم اس وقت جائزہ لیں گے جب پوری کتاب پر تفصیلی گفتگو کا موقع آئے گا۔ فی الوقت اتنا ہی عرض کرنا کافی ہو گا کہ اپنی لائی ہوئی روایت کی جو تشریح آپ نے پیش فرمائی ہے اسے اگر چون کا تو ں بھی مان لیا جائے تب بھی ان سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ یزید بہت گناہ گار تھا۔ یہ تو ثابت نہیں ہوتا اور نہیں ہو سکتا کہ وہ کافر و مشرک تھا یا مرتد ہو کے مرا۔ پھر اسے آپ کس بنیاد پر بشارت سے خارج کئے دے رہے ہیں جبکہ قرآن کا متفق علیہ عقیدہ جو ابھی ہم نے امام اعظم کی زبان سے بیان کیا ہے۔ آپ کا بھی عقیدہ ہے۔ کیا ضرورت لاحق ہو رہی تھی یزید کے فسق و فجور کی روایات ڈھونڈ کر لانے اور ان کے ذریعہ بخاری کی مستحکم حدیث کو تختۂ مشق بنانے کی جبکہ بنیادی عقیدے کی رو سے فسق و فجور مغفرت کے منافی نہیں ہے

Marfat.com

اور یزید کا فاسق و بدکار ہونا بخاری والی بشارت میں استثناء کا آرا چلانے پر مجبور نہیں کرتا۔ ایسی کوشش تو جب ہوتی ہیں جب روایات باہم متعارض ہوں۔ تعارض نہیں تو یہ اکھاڑ پچھاڑ کیسی؟

ہم کہتے ہیں کہ اصولاً اگرچہ یہ بات درست ہے کہ مرتد کی مغفرت نہیں ہو سکتی لیکن ہر مسلمان سمجھ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے ذریعہ کسی فرد یا مخصوص افراد کی مغفرت کا اعلان فرما دیں تو آپ سے آپ طے ہو جاتا ہے کہ یہ لوگ مومن ہی مریں گے مرتد نہ ہوں گے۔ آخر اللہ کے علم میں تو ہے ہی کون کیا کرے گا، کس انجام کو پہنچے گا۔ وہ اگر کسی کے مقدر میں ارتداد تقدیر فرما دیں تو نا ممکن ہے کہ اس کی مغفرت کی بشارت بھی دیں، مغفرت کی بشارت اسی تقدیر پر مبنی کی جا سکتی ہے کہ مبشر افراد کا خاتمہ ایمان پر ہی ہوتا ہے۔ جب یہ بات ہے تو انصاف کیجئے کہ جن اسلاف نے بخاری والی بشارت صریحہ کے ذیل میں مرتد کی مغفرت نہ ہونے کا تذکرہ فرمایا ہے۔ انھوں نے کہاں تک برمحل بات کہی ہے۔ آخر کیا جوڑ ہے۔ اس بشارت سے ارتداد کی نکتہ آفرینی کا جبکہ یہ حضرات خود بھی یزید کو مرتد نہیں کہتے۔ سوائے اس کے کیا کہا جائے کہ شیعی پروپگنڈے کے تحت یزید کو فاسق فاجر اور قاتل حسین رضؓ یقین کر لینے کے بعد ان لوگوں کا جی کسی طرح نہیں چاہتا کہ یزید کی مغفرت کا فیصلہ خداوندی ٹھنڈے دل سے تسلیم کر لیں۔ پس کوئی نہ کوئی فی نکالتے ہیں، چاہے بات بنے یا نہ بنے۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ پہلے غزوۂ قسطنطنیہ کے مجاہدین میں سے ایک بھی مرتد نہیں ہوا، ہوتا کیسے جن کے لئے خود عالم الغیب والشہادہ نے ہی مغفرت طے کر دی ہو وہ کیوں کر کافر و مشرک ہو کر دنیا سے جا سکتے ہیں۔ اللہ کو پورا علم تھا کہ اس گروہ مومنین میں کوئی مرتد ہونے والا نہیں۔ اگر ہونے والا ہوتا تو ضرور وہ رسول کی زبانی دی ہوئی بشارت صریحہ میں کوئی ایسا لفظ لکھوا دیتے جو استثناء کی گنجائش دیتا۔ پھر آخر لوگوں کو کیا ہوا ہے کہ ہر مومن کے لئے چاہے وہ کتنا ہی بڑا گناہ گار ہو امکان مغفرت کا عقیدہ رکھنے کے باوجود وہ رسول اللہ کی بشارت سے یزید کو نکالنے کی زبردستی کر رہے ہیں

Marfat.com

ورالمل بے جوڑ طریقے پر ارتداد کا حکم بیان فرما رہے ہیں۔ جرأت ہے تو کہہ دو یزید مرتد تھا بے شک بشارت رسول کے ذیل میں ارتداد کی بحث کھڑی کرنا یہ کیا بوالفضولی ہے کہ یزید کو مرتد بھی نہیں کہتے اور ارتداد کی بحث بھی بیچ میں لاتے ہو۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ یزید کی حد تک تم نے خوارج و معتزلہ کا عقیدہ اختیار کر لیا ہو کہ معصیت کا مرتکب کافر ہو جاتا ہے۔

اور آپ نے بخاری و مسلم کی روایت کو جو بطور مثال پیش کیا ہے تو اس کا حاصل کاغذ سیاہ کرنے کے سوا کیا ہے (ناظرین ورق الٹ کر صفحہ [illegible] کے اقتباس کو پھر پڑھ لیں) بھلا جس شخص کی تقدیر ہی اللہ نے یہ بنائی ہو کہ عمر کا بڑا حصہ نیکیوں میں گزارتے ہوئے جنت کے قریب ہی قریب ہوتا چلا جائے اور پھر اچانک کوئی انتہائی مبغوض عمل کر کے جہنم میں جا پڑے تو اس میں اور حدیث بشارت میں کیا جوڑ؟ اس حدیث میں تو بعض غیر معین افراد کی حالت کا بیان ہے کیا قسطنطنیہ کے غزوۂ اولیٰ کے محدود متعین شرکاء میں سے بھی کسی کے بارے میں اللہ یا رسول نے یہ بتایا ہے کہ وہ جنت سے قریب تو ہو گیا تھا مگر جہنم میں ڈال دیا گیا۔ یزید کو آپ جہنمی کہتے رہیں مگر جس حدیث میں اللہ کے سچے رسول نے بشارت دی ہے اس میں تو یہ نہیں کہا گیا کہ یزید جہنم میں گیا اور دوسری جو ادھر ادھر کی روایات آپ یزید کو پرلے سرے کا گناہ گار ثابت کرنے کے لئے لائے ہیں تو ان سے بھی خود آپ ہی کے عقیدے کے مطابق یزید کا ناقابل مغفرت ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ زندگی بھر گناہ کرتے رہنے کے باوجود کوئی شخص مرتد نہیں ہو جاتا اور مرتد نہ ہونا بالاتفاق مغفرت کا اہل رہتا ہے، پھر بھی آپ یزید کو جہنم رسید کرنے کے درپے رہیں تو یہ بشارت رسول کے ساتھ گستاخی آمیز سلوک نہ ہوگا تو اور کیا ہوگا اور سلطان الانبیاء کی پیشین گوئیوں کو من جانب اللہ ماننے والے اور اللہ کے علم کو خطا سے پاک سمجھنے والے کلیجہ مسوس کر نہ رہ جائیں گے تو کیا کریں گے۔

ایک اور مغالطہ ہے جو یہاں یا تو خود آپ ہی کو معلوم ہوا ہے یا پھر آپ نے عوام کو دینا چاہا ہے۔ بخاری و مسلم کی پیش فرمودہ روایات میں مغفرت کا ذکر نہیں ہے بلکہ جنت کے قریب پہنچنے کا ذکر ہے، مغفرت قریب جنت کو نہیں دخول

Marfat.com

جنت کہتے ہیں مغفور وہی ہے جو جنت میں داخل کر دیا جائے نہ کہ ابھی باہر ہی ہو۔ اللہ اور رسول ؐ نے تعلیم دی ہے کہ آخر دم تک اللہ سے ڈرتے رہو، مغفرت طلب کرتے رہو زندگی بھر کے اعمال حسنہ پر بھروسہ نہیں، زعم مت کرو۔ اسی تعلیم کی بنیاد پر اُمّت مسلمہ میں یہ دعا عام ہے کہ "اے اللہ ایمان پر خاتمہ کرنا"۔

لہٰذا اگر بخاری و مسلم کی روایات میں بعض لوگوں کے اچانک انقلاب حال کا ذکر آیا ہے تو اس میں تعجب کیا اور بحث کیسی؟ اسے آپ اس گروہ کی مزاج پرسی میں کیوں پیش کر رہے ہیں جسے مغفور کہہ دیا گیا یعنی داخل جنت۔ کیا یزید کو جنت میں سے بھی گھسیٹ کر دوزخ میں ڈالیں گے۔

آپ فرماتے ہیں :۔

"اندریں صورت اس شخص کی نیکی کرتے رہنے کے دوران ہر شخص اسے یہی کہے گا کہ فلاں آدمی تو جنتی ہے لیکن غور کیا جائے تو جنتی درحقیقت اسی آدمی کو نہیں کہا جاتا بلکہ اس کے احوال و اعمال کو کہا جاتا ہے۔ وہ جب بھی بدل کر جہنمی ہو جائیں گے جب ہی پہلا حکم بدل جائے گا اور یہ شخص جہنمی کہلائے گا"۔

دیکھ لیجئے ہم نہیں کہتے تھے آپ رسول اللہ کی بشارت کو عام آدمی کی بشارت سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ محترم! عام آدمی کا تو بے شک یہی حال ہے کہ وہ ظاہرہ اور موجودہ احوال کو دیکھ سکتا ہے اسے نہیں معلوم کہ کل کیا ہونا ہے یا کسی کے دل کا کیا حال ہے۔ ہو سکتا ہے جو شخص آج نیک ہے وہ کل بد ہو جائے یا وہ آج بھی بد ہی ہو لیکن نیک بن رہا ہو لیکن اللہ اور رسول کی شان میں تو یہ جرأت نہ فرمائیے کہ انھوں نے یزید کے اس وقت تک کے ظاہرا اعمال کا لحاظ کر کے مغفور لھم کہہ دیا یعنی دخول جنّت کی بشارت دے دی اور بعد میں اچانک اس سے بدکاریوں کا اظہار ہوا تو وہ چونکے کہ ارے ہم نے کس مردود کو مغفور بنانے کا اعلان کر دیا تھا یہ تو بدمعاش نکلا، جھونکو جہنّم میں۔

Marfat.com

آپ خدا کے لئے غور کیجئے یہ مطلب نہیں نکلتا تو اور کیا مطلب نکلتا ہے۔ اوّل تو آپ کی تقریر یوں ہی مضحکہ خیز ہے کہ رسول کی پیش گوئی ایسے افراد کے بارے میں نہیں ہے جو اس وقت سامنے موجودہ احوال کو دیکھ کر عام آدمیوں کی طرح رسول اللہؐ نے ان کے منتی ہونے کا گمان کر لیا ہو۔ یزید اچھا برا جو کچھ بھی تھا اس وقت آپ کے سامنے نہیں تھا اس کے مجموعی اعمال و افعال کے نشیب و فراز پر پیشین گوئی کا مدار ہوتا۔ دوسرے یوں افسوسناک ہے کہ رسول اللہؐ کو بھی آپ علم و خبر کے معاملہ میں باقی انسانوں پر قیاس کر رہے ہیں کہ ظاہر ایں نکو کار دیکھا تو جنتی کہہ دیا اور بدکار دیکھا تو جہنمی ٹھیرا دیا۔ حالانکہ اللہ کا آخری پیغمبر نہ مرزا غلام احمد جیسا تخمینی کار تھا، نہ عام آدمیوں کی طرح ظاہر بیں۔ اس نے غیبی معاملات میں جو بھی صریح فیصلہ دیا ہے وہ اس علم یقینی کے تحت دیا ہے جو اللہ کا بخشا ہوا تھا اور ناممکن ہے کہ وہ غلط ہو جائے یزید کی دشمنی میں کم سے کم حرمت رسول سے تو بکھیلئے۔ یہ کیا کفر آمیز کلام ہے کہ اللہ کے رسول تو مجاہدین قسطنطنیہ کو مغفرت کی بشارت دیں اور آپ اس بشارت کا حلیہ اس انداز میں بگاڑیں کہ گویا اللہ کے رسول کی پیش گوئی اٹکل کا تیر تھی جو کہیں تو نشانے پر بیٹھا کہیں چوک گیا۔ بڑا قہر ہے کہ یزید دشمنی اور تردید عباسی کے جوش میں آپ مغفرت کے معروف و مسلّم مفہوم کو بھی ملیامیٹ کر گئے ہیں۔ آپ نے مغفرت کو کوئی ایسا ہی حاضر انعام ظاہر کرنا چاہا ہے جیسے دنیا کے نقد انعام ہوتے ہیں۔ چنانچہ عواقب پر غور کئے بغیر آگے اسی باطل خیال کو آپ نے بایں الفاظ پیش فرمایا ہے:۔

"اس سے بھی زیادہ اقرب اسی حدیث کی تشریح یہ ہے کہ جہاد قسطنطنیہ سے یزید کی سابقہ سیئات کی مغفرت کر دی گئی تو وہ مغفورٌ لہم میں حقیقتاً داخل ہو گیا لیکن بعد کی سیئات کی مغفرت کا اس میں کوئی وعدہ نہیں تھا اس لئے آئندہ کے فسق کا حکم دوسرا ہو گا۔"

آپ خیال کرتے ہوں گے کہ یہ نکتہ میں نے نہایت بلیغ پیدا کیا۔ بے شک بلیغ تو ہے مگر اس کی بلاغت کا زہریلا نشتر اس متفق عقیدے کا سینہ چاک کر گیا ہے جو امّت مسلمہ عشرہ مبشرہ کے بارے میں رکھتی ہے، ہم نے آپ ہی کے مدرسے میں یہ پڑھا تھا

Marfat.com

کہ عشرہ مبشرہ ان دس صحابیوں کو کہتے ہیں جن کی مغفرت کا اللہ نے فیصلہ فرما دیا۔ اب یہ سوچنا بھی جرم ہے کہ بعد کی کسی لغزش سے یہ جہنم میں جا سکتے ہیں، اگر وہی بات سچ ہو جو اب آپ فرما رہے ہیں تو کسی بھی مبشر بالجنۃ کے بارے میں اطمینان نہیں کیا جا سکتا کہ وہ سچ مچ جنت میں گیا۔ کیونکہ اللہ کے سوا کون یقینی فیصلہ دے سکتا ہے کہ وعدہ مغفرت کے بعد کی زندگی میں اس نے ایسا کوئی عمل نہیں کیا جو داخل گناہ ہو پھر تو اللہ کے وعدۂ مغفرت کے بعد کی زندگی کوئی قیمت ہی نہ رہی۔

اگر مغفرت کوئی ایسا نقد انعام ہوتا جو فوراً مل جایا کرتا تب تو یہ کہنا کچھ معنیٰ رکھتا تھا کہ "جس وقت تک یزید کے احوال و اعمال مقبول و مغفور تھے وہ بشارت مغفرت میں شامل تھا" لیکن جب کہ مغفرت حاضر انعام نہیں بلکہ مرنے کے بعد والا صلہ ہے تو آخر کیا فائدہ ہو سکتا ہے اس بات کا کہ آج اللہ بشارت مغفرت دے اور کل جہنم میں ڈال دے۔

حدیث رسول کی رو سے پہلا غزوہ قسطنطنیہ ایک عظیم تر اور محمود ترین کارنامہ ثابت ہوتا ہے جس کا انکار خود آپ بھی نہیں کر سکتے، اس کارنامہ کا انعام اگر آپ کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے یہی دیا ہے کہ پہلے وعدۂ مغفرت فرمایا پھر اسے منسوخ کر دیا تو پھر یوں کہیے کہ نعوذ باللہ اللہ میاں بھی مذاق ہی کرتے ہیں۔ بھلا یہ عارضی وعدۂ مغفرت کے کوڑی قیمت رکھتا ہے ماسوائے تمسخر کے کیا حاصل ہو سکتا ہے اس کا؟ خالی الفاظ جو صابن کے جھاگوں سے بھی زیادہ بے حقیقت ہیں۔ ہم تو کسی طرح بھی خزائن ارض و سما کے جواد و کریم مالک سے یہ توقع نہیں رکھ سکتے کہ وہ ایک عظیم لائق انعام کارنامے کے بدلے خالی الفاظ پکڑا دے گا جن کا رتی برابر فائدہ نہ ہو۔

شاید آپ کہیں گے کہ اس بشارت کا فائدہ یہ تو ہوا کہ سابقہ خطائیں معاف ہو گئیں، ہم عرض کریں گے تب آپ اس تعریف کو بدل دیجیے جو آج تک عشرہ مبشرہ صحابیوں کے سلسلے میں بشارت مغفرت کی ہوتی آئی ہے یعنی وہاں بھی یوں کہئے ان اصحاب کا مغفور رہنا طے نہیں بلکہ صرف یہ طے ہے کہ جس وقت بشارت دی گئی اس وقت تک کے قصور معاف ہو گئے، بعد کے اعمال میں یہ بشارت مفید نہ ہوگی۔ جس وقت یہ

Marfat.com

تبدیلی آپ فرمالیں گے اس وقت ہم ضرور جھانک کر دیکھیں گے کہ یزید جہنّم کے کس طبقے میں ہے اور ساتھ ہی آپ کے سامنے اللہ کے رسول کے وہ ارشادات اور علمائے امت کے وہ فرمودات پیش کریں گے جن سے بلاریب وشک واضح ہوتا ہے کہ مبشر بالجنّہ کا مطلب صرف سابقہ گناہ معاف ہوتا نہیں بلکہ طے شدہ مغفرت ہے اور مبشر ہستیاں کسی بھی گناہ کے باعث دوزخ میں نہیں ڈالی جائیں گی چاہے وہ گناہ وقت بشارت سے قبل ہوا ہو یا بعد میں۔

ہم جانتے ہیں شعوری طور پر آپ بھی اسی کے قائل ہیں۔ چنانچہ دیکھ لیجئے آپ نے تحریر فرمایا :—

"پس جب یزید کا حال اچھا تھا بشارت قائم تھی جب بدل گیا تو بشارت بھی اُٹھ گئی"

اگر بشارت کا مطلب آپ یہی سمجھتے کہ سابقہ گناہ معاف ہو گئے تو بشارت قائم رہنے اور اُٹھنے کا کیا سوال باقی رہ جاتا تھا۔ آپ قدرتی طور پر یہ لکھتے کہ بشارت درست ہے پچھلے گناہ معاف ہوئے، اب اگلے گناہوں کے سبب یزید دوزخ میں ڈالا جائیگا نیز یہ زحمت نہ اُٹھانی پڑتی کہ دور دراز روایات سے حدیث بخاری میں استثناء نکالیں بلکہ اس کھڑاگ کے بغیر ہی آپ کہہ دیتے کہ ہاں بخاری والی بشارت ٹھیک ہے۔ یزید کے غزوہ قسطنطنیہ تک کے گناہ بخشے گئے۔ اب آگے کو جو گناہ اس نے کئے ہیں ان کے سبب ہم اسے دوزخ میں دھکیل دیں گے۔ بشارت قائم رہنے اور اُٹھنے کا ذکر کرنا ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ خود آپ کے نزدیک بھی بشارت مغفرت کا عمل صرف سابقہ گناہوں کی مغفرت پر ختم نہیں ہو جاتا اور حدیث بخاری میں استثناء نکالنے کے لئے صفحے کے صفحے سیاہ کرنا ہی اس حقیقت کی شہادت ہے کہ خود آپ بھی بشارت مغفرت کا یہی مطلب سمجھتے ہیں کہ وہ ایک حقیقی انعام ہے جو مل کر رہتا ہے یہ نہیں کہ لفظی وعدہ ہوا اور حقیقتاً کچھ بھی نہ ملتا ہو۔ تب آخر یزید ہی سے اتنا عناد و بغض کیوں ہے کہ اپنے عقیدہ و خیال کے برعکس بشارت مغفرت کے ایک طبعزاد معنی سمجھانے کی سعی فرما رہے ہیں۔ آپ لوٹ پھر کر زیادہ سے زیادہ وہی کہہ سکتے ہیں جو پہلے

Marfat.com

اقتباس میں کہا ہے، یعنی کہ ہم نے تو دیگر روایات واقوال ہی سے یزید کو خارج از بشارت کرکے شامل وعید کیا ہے تو ہم وہی معارضہ پیش کریں گے کہ آپ کی جمع فرمودہ تمام منطق کا زیادہ سے زیادہ حاصل یہی نکلتا ہے کہ یزید بڑا گناہ گار تھا اسے لوگوں نے فاسق و فاجر کہا ہے لیکن فاسق فاجر کی مغفرت کا امکان تو آپ بھی تسلیم کرنے پر مجبور ہیں پھر کیوں نہیں سرکار دو عالم کی دی ہوئی بشارت پر سر جھکاتے کیوں اس بات کو ناممکن تصور فرماتے ہیں کہ پہلا غزوہ قسطنطنیہ اللہ اور رسول کے نزدیک اجر و جزا کے اعتبار سے ایسا ہی عظیم تر عمل خیر ہو جس کے آگے سارے گناہ ہیچ ہوں۔ آخر کیا آپ کو نہیں معلوم کہ سابقون الاولون کا انفاق کیا ہوا۔ ایک رتی سونا بعد میں انفاق کئے ہوئے احد پہاڑ کے برابر۔ . . . . سونے سے زیادہ وزنی مانا گیا ہے۔ اس سے یہ حقیقت واشگاف ہوتی ہے کہ بعض اعمال بظاہر معمولی ہوتے ہوئے بھی اللہ کے نزدیک بہت محبوب ہوتے ہیں۔ تو کیوں آپ یہ باور نہیں کرتے کہ غزوہ قسطنطنیہ بھی ایسا ہی محبوب ترین عمل ہوگا۔ رسول اللہ کا خصوصیت سے اس کے بارے میں بشارت دینا آخر کھیل تو نہیں تھا کسی عام آدمی کی سی قیاسی بات تو نہیں تھی۔ کوئی غیبی اہمیت ہی تھی جو زبانِ رسول پر یہ بشارت آئی۔ اگر مجاہدین قسطنطنیہ کی مغفرت کا مدار ظاہری اعمال خیر ہی پر ہوتا جیسا کہ آپ ثابت کرنا چاہتے ہیں تو اس بشارت کا آخر حاصل کیا تھا۔ اعمال خیر کے حاملین تو عام قانون شریعت ہی کے تحت مغفرت پالیں گے یہ خصوصی بشارت چہ معنی دارد؟

بڑا رنج ہے کہ آپ جیسا حلیم و ضابط انسان یزید دشمنی میں اس قدر آگے بڑھ گیا ہے کہ ذہنی توازن ہی کا سراغ نہیں ملتا۔ ذرا سی روایت کو دیکھئے جو آپ نے بخاری و مسلم سے اپنے حق میں نقل فرمائی ہے۔ اوّل تو آپ نے اس کی ترجمانی درست نہیں کی دوسرے یہ تو الٹی یزید کے حق میں جا رہی ہے:۔

"آدمی جنت کا عمل کرتے کرتے جنت سے اتنا قریب ہو جاتا ہے کہ اس میں اور جنت میں بالشت بھر کا فصل رہ جاتا ہے مگر نوشتہ تقدیر سامنے آجاتا ہے اور وہ جہنم میں چلا جاتا ہے اور ایسے ہی برعکس" (صفحہ ۱۵۶)

ترجمانی تو یوں ہونا ہے کہ آدمی جب نوشتہ تقدیر پہ بات رکھ دیتے ہیں تو

Marfat.com

مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم نے کوشش میں کوئی کوتاہی نہیں کی تھی لیکن تقدیر ہی ساتھ نہ دے سکی دن رات بولتے ہیں کہ ہم نے تو سب کچھ کر لیا مگر تقدیر ہی میں ناکامی تھی تو کیا کریں۔

لیکن جنت دوزخ میں جانے کا معاملہ ایسا نہیں کہ تقدیر کو الزام دیا جائے اللہ تعالیٰ کا واضح قانون ہے کہ ہر شخص اعمال کا بدلہ پائے گا نہ یہ کہ کسی کو باوجود نیکو کار رہنے کے اس لئے جہنم میں جھونک دیا جائے گا کہ اس کی تقدیر میں جہنم لکھ دیا گیا تھا۔ اللہ کی تقدیر ایسی بے قاعدہ نہیں، وہ جس کے لئے جنت یا جہنم لکھے گا۔ لازماً کچھ اعمال بھی ایسے لکھے گا جن کا ارتکاب کر کے وہ جہنم یا جنت کا حقدار بنے۔ ایک شخص زندگی بھر نیکیاں کرتا ہے تو نا ممکن ہے کہ وہ جہنم میں بھیج دیا جائے جہنم ہی اس کی تقدیر ہے تو لازماً کوئی ایسا فعل بھی اس کے لئے مقدر ہوگا جس کی معنوی قباحت اس کے سارے اعمال نیک پر فوقیت لے جائے گی اور اس کی سزا میں وہ جہنم رسید ہوگا۔ اسی طرح برعکس۔ تو آنجناب نے جس انداز سے حدیث کی ترجمانی کی ہے وہ سہو پر مبنی ہے۔ اس سے تو اللہ کے انصاف کے بارے میں غلط فہمی پیدا ہوتی ہے۔

رہا اس حدیث کا یزید کے حق جانا تو یہ بھی سامنے کی بات ہے۔ آخر اس حدیث سے یہی تو ظاہر ہوا نا کہ اچھے یا برے کسی ایک طرح کے بے شمار اعمال کا بہت بڑا انبار بھی یہ قطعی فیصلہ کرنے کے لئے کافی نہیں کہ یہ شخص لازماً اسی جزا کا مستحق ہوگا جسے یہ انبار متعین کر رہا ہے، ساری عمر نیک عمل کئے مگر آخر میں کوئی ایسا عمل کر گزرا جو معنوی گراوٹ میں بدترین تھا تو اس توقع کے بالکل برخلاف جو ساری عمر کے نیک افعال سے کی جا سکتی تھی۔ وہ دوزخ میں جھونک دیا جائے گا اور اسی طرح برعکس۔

یہی تو ہے مفہوم اور منشاء اس حدیث کا۔ پھر یہ سمجھنے میں کیا دشواری رہی کہ یزید کی بداعمالیوں کا جو فلک بوس انبار نظر آ رہا ہے وہ جہنمی ہونے کے فیصلۂ قطعی کا ضامن بلکہ حدیث ہی کے مطابق کوئی ایک وزن دار عمل یا چند اعمال صالحہ اسے داخل جنت بھی کر سکتے ہیں۔ بشارت رسول کو تاویل کا تختۂ مشق بنانے کے بجائے آپ غیر جانب دار ہو کر سمجھنے کی سعی کیوں نہیں کرتے۔ اچھی طرح سوچئے کیا

Marfat.com

یہ آپ کی بیان فرمودہ روایت حدیث بشارت کو مجروح کرنے کی بجائے اس کی تائید مزید نہیں کرتی ؟

یہ کیا کہا کہ:۔

"جنتی درحقیقت اس آدمی کو نہیں کہا جاتا بلکہ اس کے احوال واعمال کو کہا جاتا ہے"۔

مجلس وعظ میں تو اس طرح کے نکتے داد دے سکتے ہیں لیکن علمی مباحث میں ان کا کوئی وزن نہیں، احوال واعمال تو آنسانی خواص واوصاف ہیں جن کا انسان سے ہٹ کر کوئی ٹھوس وجود نہیں۔ جنت اور دوزخ میں آدمی کا جسم جاتا ہے نہ کہ افعال و اعمال۔ پھر اس منطق سے فائدہ؟ یہ تو ایسی ہی منطق ہے جیسے ہم ابوجہل کو برا بھلا کہتے لگیں تو آپ ٹوکیں کہ نہیں بھئی اسے برا مت کہو اس کے اعمال وافعال کو کہو۔ اس کے بعد ایک قدم بڑھ کر آپ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ نہیں بھئی اعمال وافعال کو بھی برا مت کہو کہ اللہ کی مرضی بغیر ذرہ ادھر سے ادھر نہیں ہو سکتا اور جو کچھ ابوجہل نے کیا وہ تو تقدیر الٰہی تھا، تقدیر الٰہی کو برا کہنا سخت گستاخی ہے منطق کو غلط استعمال کیا جائے تو کنکھجورہ بن جاتی ہے۔

بے شک اعمال وافعال ہی کی وجہ سے کسی شخص کو اچھا یا برا کہتے ہیں لیکن اعمال وافعال انسان سے ہٹ کر مستقل بالذات وجود نہیں رکھتے کہ ان کی رسی بٹ کر یزید کے لئے پھانسی لٹکا دی جائے۔

پھر چلئے مان لیا اعمال وافعال ہی کو اچھا برا کہنا بنیادی حقیقت ہے، لیکن کیا رسول اللہ کی صریح بشارت کے بعد بھی یہ سمجھنے میں کوئی دقت باقی رہ جاتی ہے کہ یزید کا ایک ہی فعل جہاد اس کے تمام اعمال بد سے بڑھ گیا اور اللہ نے اسے جنت دینے کا فیصلہ فرما دیا۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ جنت کی بشارت اگر اعمال ظاہرہ سے متعلق ہوتی تو محض دس ہی صحابیوں کو اس کا شرف نصیب نہ ہوتا بلکہ بے شمار صحابی تھے جن کے اعمال ظاہری اس بشارت کے مستحق تھے۔ اللہ کا خصوصیت سے دس کو نامزد کرنا واضح کرتا ہے

Marfat.com

کہ ان دس کی خاص اہمیت و پذیرائی منظور ہے، ان کے بعض اعمال ایسی خصوصیت سے مقبول بارگاہ ہوئے ہیں کہ اب ان کا کوئی عمل اس مقبولیت کو بدل نہیں سکتا۔ آخر غزوہ قسطنطنیہ والی بشارت ہی اعمال ظاہرہ سے کیوں متعلق کی جارہی ہے۔ کیوں نہیں سوچا جاتا کہ یہ غزوہ اپنے شرکاء کے لئے ناقابل تنسیخ مقبولیت کا باعث بنا ہے اور یہی تنہا تمام معاصی کا کفارہ ہے جیسا کہ ابھی چند روایات پیش کرتے ہیں :۔

کوئی جاہل ہو تو صبر کر لیا جائے کہ کسی ایک عمل کی اتنی بڑی قدر و قیمت اس کی سمجھ میں نہیں آرہی ہے کہ اس سے سارے گناہ دھل جائیں لیکن آپ جیسے عالم بھی ایسی ہی بے خبری کا مظاہرہ کرنے لگیں تو دل خون ہوتا قدرتی ہے۔ خصوصاً جبکہ خود ہی ایک ایسی حدیث بھی بیان فرما رہے ہیں جو ایک ہی عمل سے متقابل اعمال کے پورے ڈھیر کو بے اثر بنا دینے کا ثبوت لا رہی ہے۔ قرآن و حدیث سے ایسی ایک نہیں ہزار نصوص پیش کی جا سکتی ہیں جن سے بعض اعمال کی بے انداز عظمت و رفعت کا پتہ چلتا ہے۔ ہم صرف کتاب الجہاد ہی کی چند حدیثیں پیش کرتے ہیں کہ بخاری والی بشارت سے متعلق ہے بخاری و مسلم کی روایت ہے :۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رباط یوم فی سبیل اللہ خیر من الدنیا وما فیہا۔

رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں ایک دن چوکیداری کرنا تمام دنیا اور اس کی ہر شئے سے بہتر ہے۔

اللہ اکبر! مقابلہ نہیں صرف چوکیداری کی یہ شان ہے کہ محض ایک دن کی چوکیداری تمام دنیا و ما فیہا سے بڑھ کر ہو گئی اور بخاری و مسلم ہی میں ہے :۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لغدوۃ فی سبیل اللہ او روحۃ خیر من الدنیا وما فیہا

رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جہاد کے راستے ایک صبح یا ایک شام جانا دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے۔

اور بخاری میں ہے :۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما غبرت قدما عبد فی

رسول اللہ صلعم نے فرمایا جس بندے کے قدم جہاد کی راہ میں گرد آلود ہوئے انہیں جہنم

سبیل اللہ فتمسّہُ النارُ۔

کی آگ چھو ہی نہیں سکتی۔

اور مسلم میں ہے:۔

انّ النّبی صلی اللہُ علیہ وسلم قال القتل فی سبیل اللہ یکفّرُ کُلّ شیءٍ اِلا الدّین

حضورؐ نے فرمایا اللہ کی راہ میں قتل ہوجانا سوائے قرض کے جملہ معاصی و مثالب کو معدوم کر دیتا ہے۔

یہ چند مثالیں ہیں اس بات کی کہ بعض اعمال وکیفیت وکمیت کے لحاظ سے بظاہر معمولی ہیں اللہ کے نزدیک کس قدر محبوب ہیں کہ ان کے مقدس قدموں میں گناہوں کے ہمالیہ بھی ریزہ ریزہ ہوجاتے ہیں۔ اس طرح کی مثالوں کے لئے تلاش کی ضرورت نہیں۔ حدیث کے جس باب کو کھول لیجئے بلا دقت کئی مثالیں مل جائیں گی۔ "صحابیت" ہی کو دیکھ لیجئے کہ تنہا ایک شرف ہے مگر کیا غیر صحابی کی عمر بھر کی عبادتیں بھی اس کی برابری کر سکتی ہیں؟

پھر آخر ان لوگوں کے ایمان کو کیا ہوگیا ہے جو یزید کے معاملہ میں لوہے کے باٹ ترازو اٹھالاتے ہیں اور اس کے اعمال وافعال کو سیروں کے حساب سے تول کر فیصلہ دیتے کہ بڑے اعمال کا وزن کئی سیر زیادہ ہوگیا لہذا جہنم میں ڈالو۔ وہ لوگ حق شناسی کی کس منزل میں ہیں جو اللہ کے رسول کی دی ہوئی بشارت مغفرت کو یزید کے لئے اس لئے تسلیم کرتے کو تیار نہیں کہ ان کی نگاہ میں وہ بڑا گناہ گار تھا حالانکہ خود ان کا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ کفر وشرک کے علاوہ ہر معصیت معاف ہو سکتی ہے، اور ہر مومن بہرحال مغفرت کا اہل ہے۔ گناہ وثواب کو اپنے ترازو سے مت تولو اللہ کے ترازو پر نظر رکھو۔

سچ کہتے ہیں بشارت رسول سے یزید کو خارج کرنے کی کوشش جس انداز سے آپ نے کی ہے، اس سے کچھ ایسا منظر سامنے آتا ہے کہ جیسے اللہ کا معصوم رسول نبارمندہ کے جہرمٹ میں بیٹھا ہے اور کہہ رہا ہے کہ سن لو اے لوگو! قسطنطنیہ پر جو لوگ پہلا جہاد کریں گے ان کے لئے اللہ نے مغفرت لکھ دی۔

اس پر کچھ لوگ اٹھتے ہیں اور ناک بھوں چڑھا کے کہتے ہیں کہ نہیں رسول اللہؐ

Marfat.com

ان لوگوں میں تو یزید بھی شامل ہے اسے جنت میں داخل ہوتا ہم کیسے دیکھ سکیں گے یہ دیکھئے آپ نے تو فلاں وقت یہ فرمایا تھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یزید پرلے سرے کا بدکار تھا۔ پھر آپ کو یا اللہ میاں کو کیا حق ہے کہ اسے مغفرت سے نوازیں! ہم تو اسے خارج کریں گے۔

کیسا ہولناک منظر ہے یہ! گستاخی اور گمراہی سے لبریز۔ حالانکہ جتنی بھی روایتوں میں رسول اللہؐ کی زبان سے صراحتاً یزید کا فسق و فجور دکھلا دیا گیا ہے وہ سب بلا استثناء جھوٹی اور گندی ہیں۔ ان کے بعض راوی ائمہ فن کی تصریحات کے مطابق اتنے لئیم ہیں کہ ان کے نفس کی گراوٹ شاید یزید کی شہرت یافتہ گراوٹوں سے بھی بڑھ کر ہو۔ اس شخص کی پستی کا کیا ٹھکانہ ہوگا جو رسول اللہ پر بہتان باندھے اور اپنے دل کی گھڑی ہوئی بات ان کی طرف منسوب کرے۔ رہیں وہ روایتیں جن سے صراحتاً نہیں بلکہ اجتہاداً اور اشارتاً فسق و فجور ظاہر ہوتا ہے تو وہ بھی اپنے متن اور اسلوب کے اعتبار سے اسکی گنجائش رکھتی ہیں کہ یزید ان کی زد میں نہ آئے۔ تاہم چلئے ساری روایتیں تسلیم اور یزید کا فسق و فجور بجا لیکن جب فسق و فجور آدمی کو کافر نہیں بناتے اور اللہ ہر گناہ سوائے شرک و کفر کے معاف کر سکتا ہے تو ان کی نکاوت حس کے مریضوں کا کیا حشر ہوگا جو اللہ کے رسول سے بے بنیاد معارضہ کریں اور بے محابا کہیں کہ یزید کو ہم نہیں بخشنے دیں گے پھر حضورؐ ہی کے ارشاد صریح کو مجروح کرنے کی کوشش فرمائیں۔ ہزار بار پناہ بہادری سے اور لاکھ بار توبہ اس بے دانستی سے کہ پرائے شگون میں آدمی اپنی ہی ناک کاٹ لے۔

تلبیس تلبیس کا لفظ ہم نے ہلکا بولا، جن روایتوں کو محققین و ناقدین نے یکسر من گھڑت اور مردود قرار دے دیا ہے۔ انہیں رسول اللہؐ کی طرف منسوب کر کے نقل کرنا اس سے سخت لفظ کا مستحق ہے، آپ کہتے ہیں:۔

"ابو عبیدہ نے رسول اللہ سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ میری امت کا امر و حکم عدل کے ساتھ قائم رہے گا یہاں تک کہ وہ شخص اسے تباہ کرے گا جو بنی امیہ میں سے ہوگا جسے یزید کہا جائے گا" ص ۱۵۱

پھر معصومیت سے فرماتے ہیں :۔

"لیکن ہم نے اس قسم کی روایتوں کو اس لئے پیش نہیں کیا کہ ان کی سندوں میں کلام کیا گیا ہے۔"

واحسرتا! اتنا مشہور حکیم الاسلام اور ایسے حربے! جنہیں اور کوئی استعمال کرے تو اوچھے کہلائیں مہ

غیر پھرتا ہے ترے خط کو لئے یوں کہ اگر کوئی پوچھے کہ یہ کیا ہے تو چھپائے نہ بنے

بیان بھی فرمائے جاتے ہیں اور پیش نہ کرنے کا بھی دعویٰ ہے۔ دل خون ہو جاتا ہے یہ دیکھ کر کہ جن روایتوں کا موضوع و جعلی ہونا فن اور درایت ہر لحاظ سے کھلا ہوا ہے انہیں بھی آپ جیسے ممتاز مسلمان بلا تکلف اسی طرح بیان کر دیں کہ :۔

"ابو عبیدہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔"

اور آپ کا دل نہ کانپے کہ کس کذب وافترا کو خیر البشر سرور کونین فداہ امی وابی سے منسوب کر رہے ہیں۔ مزید یہ بے انصافی کہ سیر کو تولہ بنا کر پیش کریں یعنی :۔

"ان کی سندوں میں کلام کیا گیا ہے۔"

'ارے کلام تو بخاری تک کی بعض سندوں میں کیا گیا ہے، کیا آپ کی علمی دیانت یہی کہتی ہے کہ جو روایات مردود موضوع ہوں ان کے لئے ایسے ہلکے اور پھسپھسے الفاظ استعمال کریں تاکہ عوام اصل کیفیت سے بے خبر رہیں اور یہی سمجھیں کہ کلام تو سبھی کتب حدیث کی بعض روایات پر کیا گیا ہے یہ ایسا اہم معاملہ نہیں کہ روایت کو بالکل ہی نظر انداز کیا جائے۔

زید نے طلحہ کے سینے میں خنجر بھونک دیا، اس کی جائداد دبالی اس کے عیال کو جھوٹے مقدموں میں پھنسا دیا۔ اب ذرا اس شخص کے حسن بیان کو داد دیجئے جو ان ہولناک مظالم کا بیان ان الفاظ میں کرتا ہے :۔

"زید سے طلحہ کے حق میں لغزش ہوئی۔"

کیا کہتے ہیں اس سے بھی ہلکا کوئی لفظ لائے ہوتے۔ ہم کہتے ہیں بد دیانتی صرف روپیہ ہضم کرنا نہیں، یہ بھی بد دیانتی ہی ہے کہ سیر بھر کی چیز کا بیان اس انداز میں کیا جائے

Marfat.com

کہ سننے والے کو تولہ بھر محسوس ہو۔ گھڑی ہوئی واہی روایتوں پر صرف یہ ریمارک کہ ان کی سندوں میں کلام کیا گیا ہے، فن حدیث سے مذاق اور علمی دیانت سے قریب مبین ہے۔

دوسرا نمونہ

عباسی صاحب نے کہیں یہ لکھ دیا تھا کہ بعض ائمہ نے عدم بلوغ کے سبب حسین و حسن رضی اللہ عنہما کی صحابیت نہیں مانی بلکہ انہیں تابعین میں شامل کیا ہے۔

یہ لکھنا غضب ہو گیا۔ اسے آپ نے عباسی صاحب کا بدترین جرم قرار دے کر پچاس کے قریب صفحات سیاہ کر ڈالے ہیں۔ ان صفحات کی معنوی قدر و قیمت کیا ہے اس کا تو ہم پوری کتاب کے نقد میں جائزہ لیں گے۔ فی الحال آپ کا سب کہا درست مان کر عرض کرتے ہیں کہ بجا فرمایا۔ حضرت حسینؓ صحابی تھے۔ صحیح مسلک یہی ہے کہ بلوغ کو شرط نہ مانا جائے اور حسینؓ کی صحابیت تسلیم کی جائے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ خود عباسی صاحب بھی ان کی صحابیت کے منکر ہیں۔

ہم اس سوال کا واضح جواب دیتے ہیں کہ وہ ہرگز منکر نہیں جس کا جی چاہے انکا اپنا چھاپا ہوا ایڈیشن دیکھ لے۔ وہ برملا و ربالا ستقلال حسینؓ کو صحابی ہی مانتے ہیں بس ان کا قصور یہ ہے کہ انہوں نے بعض ائمہ کا خیال نقل کر دیا۔ تو کیا یہ جھوٹ نقل کیا ہے؟ کیا آپ یہ کہیں گے کہ کسی بھی عالم تو امام نے ایسا نہیں کہا تھا عباسی صاحب نے جھوٹ موٹ لکھ دیا؟ اگر ایسا کہہ سکتے ہیں تو کہہ کے دیکھئے ہم اس وقت بتائیں گے کہ کتنے ارباب علم نے واقعتہً یہ کہا ہے اور بلوغ کی شرط کو صحابیت ٹھیرایا ہے۔

مگر آپ نہیں کہہ سکتے لہذا عباسی صاحب کا جرم صرف یہ رہا کہ انہوں نے بعض ائمہ کا ایسا قول نقل کر دیا جسے امت کی اکثریت نے پسند نہیں کیا ہے اور وہ اس کے خلاف حسینؓ کی صحابیت تسلیم کرتی ہے۔

اچھا ذرا دیکھئے بالکل اسی نوعیت کا ایک جرم خود آپ بھی ہاتھوں ہاتھ کر گزرے ہیں جو نوعیت کی حد تک ایسا ہی ہے مگر معنوی قباحت اور اثرات بد کے لحاظ اس سے کہیں زیادہ ہولناک ہے۔

Marfat.com

جس طرح حضرت حسینؓ کی صحابیت بعض علماء نے تسلیم نہیں کی۔ حالانکہ زیادہ علماء اسے تسلیم کرتے ہیں، اسی طرح بعض لوگوں نے یزید کو کافر تک کہہ دیا، حالانکہ سواد اعظم اور علمائے حق کی غالب ترین اکثریت اسے کافر نہیں کہتی۔ بلکہ حق یہ ہے کہ اسے کافر کہنا خوف خدا سے بے پرواہ ہونے کی بدترین علامت ہے۔

تو لازم تھا کہ آپ بھی یزید کی تکفیر کا تذکرہ نہ کرتے۔ لیکن آپ تو دھڑلے سے کہہ رہے ہیں کہ :۔

"بعض ائمہ کے یہاں تو یزید کی تکفیر تک کا مسئلہ بھی زیر بحث آگیا یعنی جن کو اس کے قلبی دعاوی اور اندرونی جذبات کھلنے پر ان کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے اس پر کفر تک کا حکم لگا دیا" ص۱۲۶

پھر آپ نے ابن ہمامؒ کے بھی کچھ فقرے نقل کئے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعض لوگوں نے یزید کو کافر کہہ دیا۔ آخر عباسی صاحب کے اور آپ کے فعل میں کیا فرق رہا؟ انہوں نے اگر بعض ائمہ کا قول نقل کر کے آپ کے بقول حضرت حسینؓ کی تخفیف کرنی چاہی حالانکہ اکثر علماء حسینؓ کو صحابی ہی مانتے ہیں تو آنجناب نے بھی تکفیر یزید کا قول نقل کر کے یزید کو ذلیل کرنا چاہا، حالانکہ اکثر علماء اسے مسلمان ہی مانتے ہیں، خود آپ بھی کافر نہیں کہتے۔

یہ تو رہی آپ کے اور عباسی صاحب کے جرم میں سادات و یک جہتی۔ اب دیکھئے کہ معنوی قباحت میں آپ کتنے آگے گئے۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اگر ایک شخص حسینؓ کی صحابیت مشکوک کر رہا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ انہیں نعوذ باللہ جہنمی قرار دے رہا ہے "صحابیت" ایک اصطلاح ہے جس کے مفہوم میں بعض لوگوں نے بلوغ کو بھی شامل کیا ہے۔ حضرت حسینؓ چونکہ رسول اللہؐ کی حیات میں بالغ نہیں ہوئے تھے اس لئے ان لوگوں کا خیال ہے کہ صحابی کی اصطلاح ان پر صادق نہیں آتی۔ یہ خیال غلط سہی لیکن کیا یہ بھی اس کا لازمی مفہوم نکلتا ہے کہ حسینؓ کو ان لوگوں نے محاسن اور مناقب سے خالی اور عذاب الٰہی کا مستحق قرار دے دیا۔؟ ظاہر ہے کہ نہیں اور بالکل نہیں، تابعین بھی بڑی مرتبت والے رہے ہیں اور ہر زمانے میں اللہ کے ایسے

Marfat.com

نیک بندے ہو گزرے ہیں جو صحابی نہ ہوتے ہوئے بھی جنتی تھے - تو ثابت ہوا کہ عباسی صاحب اگر صحابیت حسینؓ کو مشکوک بھی بنا رہے ہیں تو اس سے کوئی بڑا نقصان لازم نہیں آتا اور ذات حسینؓ سے صرف ایک ایسے وصف کا انکار ہوتا ہے جو اگرچہ بجائے خود بہت بڑا ہے لیکن جنتی ہونے کی شرط لازم نہیں ہے -

لیکن جو شخص کسی مومن کا ایمان مشکوک کر کے اس کے کفر و ارتداد کا رجحان پیدا کر رہا ہے وہ تو بڑا بھیانک مجرم ہے کہ ایک مومن کی مغفرت کا امکان ہی ختم کئے دے رہا ہے اسے ڈرنا چاہیئے کہ ایسا نہ ہو یہ کفر اسی کی طرف لوٹ جائے، کیا قہر ہے کہ عباسی صاحب آپ کے ممدوح کا صرف ایسا وصف مشکوک کرنا چاہیں جو محض فضائل کے درجہ کا ہو- مغفرت و نجات کا مدار نہ ہو تو وہ مجرم، گستاخ اور بدنیت لیکن آپ ان کے ممدوح کے تمام ہی اوصاف یکسر ملیامیٹ کر دینا چاہیں اور بلا غل و غش اسے دوزخ میں دھکیلنے کا ارادہ کریں تو آپ دیانت دار! ورحکیم الاسلام :

آواز دو انصاف کو انصاف کہاں ہے

خدا اور بندوں کی شرم چاہیئے اس شخص کو جو دوسروں کی معمولی تلخ گفتاری کو بھی گردن زدنی قرار دے لیکن خود برملا دوسروں کو ماں بہن کی گالیاں دے جائے - ہم کہتے ہیں ماں بہن کی گالی کیا چیز ہے قتل کر دینا بھی اس سے کم جرم ہے کہ آدمی کسی مومن کو کافر بنائے یا بنانے کی جرأت نہ پائے تو کم سے کم تک ہی پھیلائے - مومن کے لئے کفر سے بڑی گالی دنیا میں کوئی نہیں - صحابیت حسینؓ کا پچاس بار بھی انکار کرنا یزید کو ایک بار کافر کہنے سے ہزار درجہ کم قبیح ہے-

جرم در جرم آپ کا یہ ہے کہ یزید پر لعنت بھیجنے کو صحیح مسلک نہ سمجھتے ہوئے ادھاس سے کلیتہً پرہیز کرتے ہوئے بھی آپ نے صفحے کے صفحے یہ دکھانے میں صرف کر دیئے ہیں کہ وہ مستحق لعنت تھا اور اس کے ملعون ہونے کے فلاں فلاں دلائل ہیں غیرت ہوتی ہے یہ دیکھ کر کہ جواز لعنت کے سلسلہ میں تو آپ کو کئی عالموں کے نام یاد آئے اور انکی کتابیں چھانیں لیکن عدم جواز کے لئے جبل علم و فراست علامہ ابن تیمیہؒ یاد نہ آئے اور ان کی "منہاج السنۃ" کو نہ چھوا کہ دلائل سے آنکھیں چار کرتے اور

Marfat.com

اور جامد تقلید کے بجائے شعور و ادراک کی روشنی میں کسی فیصلہ پر پہنچتے۔ اگر آپ کو فرصت نہ ہو تو ہم شاگردوں سے کہیے ابن تیمیہؒ کے دلائل پیش کر دیں۔ ہمیں یقین ہے آپ نے منہاج السنۃ نہیں پڑھی ہے ورنہ کبھی یہ بے دلیل دعویٰ نہ کرتے کہ یزید نے حضرت حسینؓ کے دانتوں پر چھڑی ماری تھی۔

لعنت بھیجو، کہ لیاں دو، جو چاہے کرو، اللہ کا رسولؐ تو کہہ چکا ہے کہ اول جیش من امتی یغزون مدینۃ قیصر مغفور لھم، اور اللہ کا رسول اٹکل پچو نہیں کہتا، اللہ کی طرف سے کہتا ہے۔ سارا عالم مل کر زور لگا لو، اللہ کی مشیت اٹل ہے۔

وَاِنْ یُّرِدْكَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ بِفَضْلِهٖ۔	اور اگر اللہ ارادہ کرے تیرے لئے خیر کا تو کوئی اس کے فضل کو لوٹا نہیں سکتا۔

نصیبہ ور تھے وہ لوگ جنہیں قسطنطنیہ کے غزوۂ اولیٰ کی شرکت نصیب ہوئی اور اللہ نے انہیں بخش دیا، کمال ہے کہ جو بدعتی حضرات رسول اللہ کا درجہ دینے کے لئے انہیں عالم الغیب اور حاضر و ناظر اور نہ جانے کیا کیا کہا کرتے ہیں وہ بھی یزید دشمنی میں اتنے ڈھیٹ ہو گئے ہیں کہ رسول اللہ کا فرمودہ تاویل کی خراد پر چڑھ جائے تو چڑھ جائے مگر یزید جنت میں نہ جانے پائے، مبارک ہو شیعوں کو کہ انہوں نے خود تو حضرت حسینؓ کو کوفہ بلایا اور بدترین بزدلی اور عہد شکنی کے مرتکب ہو کر ان کی مظلومانہ موت کو دعوت دی لیکن الزام سارا ڈال دیا یزید کے سر اور حب حسینؓ کا ڈھونگ رچا کر بغض یزید کی وہ ڈفلی بجائی کہ اہل سنت بھی رقص کر گئے۔

کتنا کامیاب فریب ہے کہ اصلی قاتل تو سرخرو ہوتے اور سیاہی ملی گئی اس یزید کے منہ پر جو اپنی حکومت کی حفاظت کرتے ہیں اسی طرح حق بجانب تھا جس طرح دنیا کا کوئی بھی حکمراں ہوتا ہے۔ ہم انسانی تاریخ میں کسی ایسے حکمراں کو نہیں جانتے جس نے بوقت ضرورت اپنے تحفظ کے لئے ممکنہ تدابیر سے کام نہ لیا ہو۔ یزید ہی نے حضرت حسینؓ کو باغی کہنے کے لئے اشعریوں کو انتظام و انصرام کا حکم دیا تو یہ کوئی انوکھا فعل نہ تھا۔ ہاں اس نے یہ ہرگز نہیں کہا تھا کہ انہیں مار ڈالنا، جو کچھ پیش آیا بہت

Marfat.com

یا سہی مگر یزید قاتل نہ تھا نہ قتل کا آرڈر دینے والا - پھر بھی قتل کی ذمہ داری اس پر
آتے ہو تو اس میں سے کچھ حصہ، بہت بڑا حصہ ان بدنہاد کوفیوں کو بھی تو دو جنہوں
نے خطوں کے پلندے بھیج بھیج کر حضرت حسینؓ کو بلایا اور وقت آیا تو رسول اللہ کے نواسے
و ہجوم آفات میں چھوڑ کر نو دو گیارہ ہو گئے، یہ سب شیعہ تھے، پرلے سرے کے
والفضول اور عہد شکن - انہوں نے حضرت علیؓ کو بھی ناک چنے چبوائے، میدان وغا
بن بیٹھ گئے، اسد اللہ کی جبر شکن تلوار کو کند کر کے رکھ دیا اور پھر انہی کے عالی مقام
بیٹے حسینؓ کو سبز باغ دکھا کر مروا دیا - آج یہ ناٹک کھیلتے ہیں کہ ہم حسینؓ کے فدائی ہیں
و اس ناٹک میں کتنے ہی سنی حضرات بھی بطور اکسٹرا شامل ہو گئے ہیں - واہ رے
مال فن! ہو سکے تو یزید دشمنی میں حد سے آگے جانے والے اہل سنت غور کریں کہ
ہ کس معصومیت سے دھوکا کھا گئے ہیں - کیسا جادو کا ڈنڈا ان کے سر پر پھیرا گیا ہے
و صحابہ کے دشمنوں نے کس طرح یزید کی آڑ میں نہ صرف حضرت معاویہؓ بلکہ یزیدؒ
کی بیعت کرنے والے متعدد جلیل القدر صحابہ کو سب شتم کرنے کا راستہ نکالا ہے۔

حسینؓ کی مفروضہ صحابیت

مہتمم صاحب نے "صحابیت" کی بحث میں حافظ ابن حجر کا یہ فرمودہ تو
فتح الباری سے نقل کر دیا:-

"اور ان میں سے بعض نے یہ بھی شرط لگائی ہے کہ آدمی حضورؐ کی ساتھ جمع
ہونے کے وقت بالغ بھی ہو اور یہ قید مردود ہے - کیونکہ یہ حسنؓ
جیسے کمسن افراد کو (جو حضورؐ کے ساتھ جمع ہونے کے وقت کم سن تھے)
صحابیت سے خارج کر دیتی ہے -" ص ۳۵ -

لیکن انہی حافظ ابن حجر کی جو مستقل کتاب = الاصابہ فی تمیز الصحابہ"
کے نام سے صحابہ ہی کے بارے میں ہے اسے اٹھا کر نہیں دیکھا - حالانکہ صحابیت کے لئے

"بلوغ" کی جس شرط کا ذکر عباسی صاحب نے کیا تھا اور مہتمم صاحب نے اسے جرم عظیم قرار دے کر پچاس صفحات لکھ ڈالے تھے، اسی شرط کے بارے میں حافظ ابن حجر جلد اوّل صفحہ پر رقمطراز ہیں :-

واطلق جماعة ان من رأى النبي صلى الله عليه وسلم - فهو صحابي وهو محمول على من بلغ سن التمييز اذ من لم يميز لا تصح نسبة الروية اليه نعم يصدق ان النبي صلى الله عليه وسلم رآه فيكون صحابيا من هذه الحيثية ومن حيث الرواية يكون تابعيا -

اور ایک جماعت نے صحابیت کی تعریف کو اس درجہ عام اور وسیع کر دیا ہے کہ وہ کہتے ہے جس نے بھی رسول اللہ کو دیکھا وہ صحابی ہوا - تو یہ عموم و اطلاق دراصل محمول ہوگا اس بات پر کہ وہ دیکھنے والا سن تمیز کو پہنچ گیا ہو، اس وجہ سے کہ اگر سن تمیز ہی کو نہ پہنچا ہو تو رویت کی نسبت اس کی طرف درست نہیں ہو سکتی ہاں یہ ضرور تصدیق کی جا سکتی ہے کہ اس نے رسول اللہ کو دیکھا - پس اس دیکھنے کی نسبت سے اسے صحابی کہا جائے گا مگر روایت کے معاملہ میں اس کا درجہ مقام تابعی کا ہوگا -

اب کہیئے - یہ ابن حجر تو اس ارشاد میں سن تمیز کو کم سے کم روایت کی حد تک شرط لازم قرار دے رہے ہیں، اہل علم اس فرق کو خوب سمجھتے ہیں "تابعین" کا مقام یہ ہے کہ ان کی روایتیں نہ تو "مرفوع" سمجھی جاتی ہیں نہ وہ (الا صحاب کلھم عدول) کے دائرے میں آتے ہیں - علمائے سلف میں کتنے ہی ائمہ فن ہیں جو تابعین کے مراسیل کو حجت قاطعہ نہیں مانتے -

رہیں وہ گل افشانیاں جو تقریباً پانچ سال کے حسین رضؓ کو اعلیٰ درجہ کا ذی شعور، دانا معاملہ فہم، نکتہ شناس اور ہر آئینہ کامل و اکمل ثابت کرنے کے لئے مہتمم صاحب نے کی ہیں تو انیس و دبیر کے مرثیوں پر جھومنے والے تو ان کی داد دے سکیں گے مگر عقل و علم اور نفسیات عامہ کی بارگاہ میں ان کا کوئی مقام نہیں - اگر پانچ چھ سال کا لڑکا بھی

سن تمیز کا حامل اور ذی شعور و نکتہ شناس کہا جا سکتا ہے تو مان لینا چاہیئے کہ ماں کا دودھ چھوڑتے ہی ابن آدم ذی شعور و صاحب تمیز ہو جاتا ہے اور اس کی نقل و اقتباس پر اعتماد کر لینا چاہیئے۔ خدا ہی جانے حضرت حسینؓ کی بے نہایت ذکاوت و فراست اور تدبیر و تدبّر کے وہ جلوے مہتمم صاحب کو تاریخ کی کس دوربین سے نظر آئے جن کے اظہار کا صرف ایک ہی موقع حضرت حسینؓ کو ملا تھا اور اسی موقع پر ان کی سیاست، ان کی مردم شناسی، ان کے تدبّر اور ان کی قائدانہ صلاحیتوں کا تار و پود حالات کے بے رحم ہاتھوں نے بکھیر کے رکھ دیا تھا، شاعری الگ چیز ہے، اس کا بھی ایک مقام ہے، مگر ٹھوس علمی و تاریخی بحثوں میں شاعرانہ خیال آفرینیاں ہزیمت اور فرار کے مرادف ہوا کرتی ہیں۔

اب غور کیا جائے کہ حافظ ابن حجر جب اپنی "الاصابہ" میں وہ کچھ لکھ گئے ہیں جو ابھی نقل ہوا تو آخر فتح الباری میں وہ بات کیوں کہی جو مہتمم صاحب نے نقل کی۔ اس کے جواب میں جو کچھ ہم کہنا چاہتے ہیں وہ "چھوٹا منہ بڑی بات" کے مساوی ہوگا، لیکن اس کے بغیر چارہ بھی نہیں ہے، جذباتی عصبیت بلا ہی ایسی ہے کہ ابن حجر تو کیا ان سے بہت بڑے لوگ بھی اس کی وسیہ کاری سے بچ نہیں سکے ہیں۔ ہر صاحب علم جانتا ہے کہ اصول و قواعد شخصیتوں کے غلام نہیں ہوا کرتے۔ شخصیتیں اصول و قواعد کی میزان میں تولی جاتی ہیں۔ ایسی صورت میں کیا یہ کوئی دلیل ہے کہ :-

"چونکہ حسنؓ و حسینؓ جیسے کمسن افراد اصطلاحی صحابیت کے دائرے سے خارج ہوتے جاتے ہیں اس لئے صحابیت کی تعریف میں بلوغ کی شرط مردود ہے"

اگر اہل بیت کی عقیدت میں جذباتی غلو کی آمیزش نہ ہوتی تو ابن حجر کو اس جگہ کم سے کم "مردود" کا لفظ نہیں لکھنا چاہیئے تھا کیونکہ یہ "قول مردود" تو ان سعید بن المسیب کا بھی تھا جن کی جلالت شان عظمت علمانہ اور بصیرت مومنانہ کے حافظ ابن حجر ہی نہیں تمام سلف و خلف قائل ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے فتح الباری جلد ۷ میں صفحہ نمبر ۲ پر ابن حجر ہی رقمطراز ہیں :-

کذا رواہ عن سعید بن ایسے ہی سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ وہ

Marfat.com

المسیب انہ کان لا یعد فی الصحابۃ الا من اقام مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم سنۃ فصاعدًا او غزا معہ غزوۃ فصاعدًا۔

ان لوگوں کو صحابی شمار نہیں کرتے تھے جنہوں نے کم سے کم ایک سال یا کچھ زائد حضورؐ کی صحبت نہ اٹھائی ہو یا حضورؐ کے ساتھ ایک یا زیادہ غزوے نہ کئے ہوں۔

گویا بلوغ تو کجا وہ دو چار دس پانچ دن کی صحبت و قربت کو بھی اصطلاحی صحابیت کے لئے کافی نہیں سمجھتے۔

سعید بن المسیب ہی نہیں ابن حجر کے جذباتی تحکم کی زد میں ایک بہت بڑے صحابی حضرت انس رضی اللہ عنہ بھی آگئے ہیں۔ ملاحظہ کیجئے فتح الباری کی وہ پوری عبارت جس سے ایک ٹکڑا لے کر مہتمم صاحب نے مطلب برآری کی ہے:۔

ومن اشترط الصحبۃ العرفیۃ اخرج من لہ رویۃ او من اجتمع بہ لکن فارقہ عن قرب کما جاء عن انس انہ قیل لہ ھل بقی من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم غیرک قال لا مع انہ کان فی ذلک الوقت عدد کثیر ممن لقیہ من الاعراب ومنھم من اشترط فی ذلک ان یکون حین اجتماعہ بالغًا وھو مردود ایضًا لانہ یخرج مثل الحسین بن علی ونحوہ من احداث الصحابۃ فتح الباری ج ۷ ص ۲ مصری

اور جنہوں نے صحبت عرفیہ کو مشروط کیا ہے انہوں نے ان لوگوں کو صحابیت کے دائرے سے خارج کر دیا ہے جنہیں حضورؐ کا صرف دیدار نصیب ہوا یا جو حضورؐ کے ساتھ تو رہے مگر جلد ہی جدا ہو گئے جیسا کہ حضرت انسؓ کے بارے میں منقول ہے کہ کسی نے ان سے پوچھا کہ کیا اس وقت آپ کے علاوہ بھی کوئی صحابی زندہ ہے، انہوں نے جواب دیا نہیں۔ حالانکہ اسوقت ایسے دیہاتی کثیر تعداد میں زندہ تھے جنہوں نے رسول اللہؐ سے ملاقات کی تھی اور انہی میں سے وہ لوگ ہیں جنہوں نے بلوغ کو صحابیت کی شرط قرار دیا ہے۔ یہ شرط بھی مردود ہے، کیونکہ اس کی وجہ سے تو حسین ابن علی جیسے لوگ صحابیت سے نکل جاتے ہیں۔

ذرا خط کشیدہ لفظ "ایضاً" (بھی) پر غور کیجئے۔ اس کا صاف مطلب اس کے

Marfat.com

سو اکیا ہے کہ ماقبل کا قول بھی مردود تھا اور یہ قول بھی مردود ہے۔ ماقبل کا قول کس کا تھا، جلیل القدر صحابی رسولؐ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا۔ انہوں نے صرف دیدار رسولؐ یا مختصر ملاقات کو اصطلاحی صحابیت کے لئے کافی نہیں سمجھا تو چاہے ابن حجر کو علمی حیثیت سے اس سے اختلاف ہوتا، لیکن یہ تو نہ کہنا چاہیئے تھا کہ یہ قول مردود ہے — ایک کثیر الروایت اور عظیم المرتبت صحابی کا قول مردود! انا للہ وانا الیہ راجعون! اسی کا نام ہے جذباتیت کہ آدمی طوفان میں تنکے کی طرح بہہ جاتا ہے۔ خوب ہے یہ حبِ اہل بیت کہ بڑے سے بڑے صحابی کی آبرو بھی مجروح ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

(حضرت سعید بن المسیبؒ کا جو قول اوپر نقل ہوا یہ اسد الغابہ کے مقدمہ میں بھی صـ۱۲ پر چند حروف کے فرق سے نقل ہوا ہے) ابن حجر کے فرمودات کی اگر کوئی اچھی تاویل پیش کر سکے تو ہمیں خوشی ہوگی۔ فن حدیث کی حد تک ہمیں ان بزرگوں سے اتنی گہری عقیدت ہے کہ شاید ہی کسی اور سے ہو۔ خدا کرے ان کی عبارت کا مطلب ہم نے غلط سمجھا ہو اور وہ کچھ اور کہنا چاہتے ہوں۔ لیکن یہ حقیقت تو ہر حال میں آئینہ ہو گئی کہ عباسی صاحب کا یہ کہہ دینا کہ صحابیت کے لئے بعض علماء نے بلوغ کی شرط لگائی ہے فی الحقیقت کوئی جرم نہیں تھا بلکہ تابعین اور صحابہ تک اصطلاحی صحابیت میں شرطیں لگاتے آئے ہیں اب اسے کیا کیجئے کہ عشقِ اہلِ بیت کی روایتی ترنگ لوگوں کی دکاوت حس کو دس سے ضرب دیدے اور دوسروں کی سادہ باتوں سے وہ ایران و توران کے نکات پیدا کرتے چلے جائیں حد ہو گئی سادہ فریبی کی۔ مہتمم صاحب فرماتے ہیں:۔

"اسی طرح جب آیت مباہلہ نازل ہوئی تو پھر آپؐ اپنے اہل بیت کو لے کر نصاریٰ کے مقابلہ میں مباہلہ کے لئے تشریف لے گئے[1] جن میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے اور فرمایا کہ اللّٰھم ھٰؤلاء اھل بیتی۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں روایت موجود ہے تو کیا نبی کے ساتھ رہنا بلکہ نبی کی

---

[1] ملاحظہ ہو عرض مؤلف طبع سوم "کتاب خلافت معاویہ ویزید" جس میں مباہلہ کی وضعی روایتوں کی حقیقت بیان کی گئی ہے

چادر میں نبی کے بدن مبارک سے قریب تر ہو کر رہنا صحبت و مجاورۃ
نہیں حتیٰ کہ اس موقع پر نصاریٰ کے اسقف (لاٹ پادری) نے ان
آفتاب و ماہتاب چہروں کو دیکھ کر جن میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ
بھی شامل ہیں کہا تھا کہ اے گروہ نصاریٰ میں یہ ایسے چہرے دیکھ رہا
ہوں کہ اگر وہ اللہ سے پہاڑوں کو ٹل جانے کا سوال بھی کریں گے تو اللہ
پہاڑوں کو ٹلا دے گا، اس لئے ان سے مباہلہ کر کے اپنے کو تباہی میں
مت ڈالو۔ گویا اس اسقف نے بھی اہل بیت اور حسنؓ و حسینؓ کے
مبارک چہروں پر مقبولیت اور نور فطرۃ کا مشاہدہ کر لیا اور کفار تک
بھی نبیؐ کے رفقاء اور ساتھیوں کے آثار مقبولیت و محبوبیت کو دور
سے دیکھ کر پہچان لیتے تھے جو اسی شرف صحبت کے آثار تھے، تو کیا یہ
شرف صحبت کا ثبوت نہیں" ص۴۳

عامی بھی سمجھ سکتے ہیں کہ بحث لغوی صحابیت کی نہیں اصطلاحی صحابیت کی ہے، اس میں نبیؐ کی چادر میں رہنے اور جسم سے قریب تر ہونے کو بطور دلیل پیش کرنا افسوسناک حد تک سطحی ہے اور "آفتاب و ماہتاب" کے الفاظ تو صاف بتا رہے ہیں کہ بلبل روایت کے دہن میں تشیع کی زبان بول رہی ہے۔ للہ کوئی بتاؤ اگر حسنؓ و حسینؓ آفتاب و ماہتاب تھے تو ابوبکرؓ و عمرؓ بلکہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ میں کیا آیا؟ مدح کا یہ انداز تو غالی شیعہ بھی مشکل ہی سے اختیار کریں گے۔

پھر لاتحدود عقیدت کا دوسرا کرشمہ دیکھئے کہ جو حسینؓ اپنی تمام تر سعی و جہد کے باوجود ابن زیاد کی فوجوں سے اپنا جان و مال نہ بچا سکے۔ جنہوں نے حفظ جان کی خاطر تین راہوں میں سے کسی ایک کا اذن چاہا مگر نہ ملا۔ جنہوں نے تقریر کے ذریعہ پوری کوشش کر دیکھی کہ حریف کو اپنے جان و مال سے باز رکھیں اور رب اکبر کے حضور دعائیں بھی کیں مگر کامیاب نہ ہوئے، انہی کے بارے میں ایک ایسی روایت کو جزم کے ساتھ بیان فرمایا جا رہا ہے جس میں ان کی خواہش پر پہاڑ ٹل جانے کا دعویٰ ہے۔ یہ مقام تو خیر البشر سید الانس والجن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حاصل نہیں ہوا مگر حاصل ہوا تو مہتمم صاحب

Marfat.com

کے نزدیک ان حسنؓ و حسینؓ کو جن میں سے اوّل الذکر کا تو یہ حال رہا کہ انہوں نے معاویہؓ کے جبل و اقتدار کو خواہش ادعا اور تمنا کے تیشے سے ریزہ ریزہ کر دینے کا خواب دیکھنے کی بجائے حقائق کی چوکھٹ پر گردن خم کی۔ حقیقت کو حقیقت جانا اور اپنا تاج خلافت معاویہؓ کے سپرد کر کے اپنی، اپنے خانوادے کی اور امت مسلمہ کی عافیت و امن کا وہ شاندار دروازہ کھولا جس کی ایمانی بشارت ان کے محترم نانا صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی اور ثانی الذکر کی سرگزشت یہ ہے کہ وہ وعدہ فراموش کوفیوں کے جھوٹے وعدوں کا شکار ہو کر حالت یاس و بے کسی میں اپنی اور اپنے ساتھیوں کی جانیں تیغ و سنان کو سونپ گئے۔ دنیا ان باتوں سے سنے گی نہیں تو اور کیا کرے گی۔ آنکھیں بند کر کے روایات پر اعتماد کرنے ہی کا نتیجہ ہے کہ تعقل پسند لوگ نفسِ حدیث ہی سے بیزار ہوتے چلے جاتے ہیں۔ دانشورو! اگر روایت کی سندوں کو جانچنے پرکھنے کی فرصت نہیں پاتے تو کم سے کم اسی بنیادی اصول کو ملحوظ رکھ لیا کرو کہ مشاہدات و واقعات اور حقائق ثابتہ کا منہ چڑانے والی روایتیں اعتنا کے لائق نہیں ہوا کرتیں۔

ہمیں نہ حضرت حسینؓ کی مقبولیت سے انکار ہے نہ "نور فطرۃ" سے، چاہے یہ الفاظ اپنے اطلاق اور مصداق میں کتنے ہی مجمل و مبہم ہوں لیکن یہ ضرور کہیں گے کہ کسی نصرانی لاٹ پادری کے سہارے رسول اللہؐ کے نواسوں کا طرۂ افتخار اونچا کرنا اچھے مذاق و وجدان کی علامت نہیں ہے، پھر بھی ایک بچکانہ سی استدلال ہوگا کہ مقبولیت اور نور فطرۃ (؟) کو اصطلاحی صحابیت کی دلیل قرار دیا جائے۔ کیا اویس قرنی کی مقبولیت اور نور فطرۃ میں کوئی شک ہے جنہوں نے ایک بار بھی رسول اللہؐ کو نہیں دیکھا تھا یا بعد کے بے شمار اولیاء اللہ کی مقبولیت اور نور فطرۃ کے آپ منکر ہیں؟ اگر نہیں تو یہ کیسے دعویٰ کر بیٹھے کہ مقبولیت اور نور فطرۃ شرف صحبت ہی کا ثبوت ہو سکتے ہیں۔

صحابیت کے لئے نفس صحبت کو کافی نہ سمجھنے کے سلسلہ میں تو شروع ہی سے ائمہ و علماء گفتگو کرتے چلے آئے ہیں۔ اسد الغابہ کا مقدمہ دیکھئے۔ ابن الاثیر لکھتے ہیں:۔

وقال القاضی ابوبکر محمد بن الطیب لا خلاف بین

قاضی ابوبکر محمد بن الطیب نے کہا کہ اہل لغت کے یہاں اس باب میں دو رائیں نہیں ہیں کہ

Marfat.com

اهل اللغة فی ان الصحابی مشتق من الصحبة وانه لیس مشتقا علی قدر مخصوص منها بل هو جار علی کل من صحب قلیلا او کان او کثیرا وکذلک جمیع الاسماء المشتقة من الافعال ولذلک یقال صحبت فلانا حولا وشهرا وساعة فیوقع اسم الصحبة لقلیل ما یقع علیه منها وکثیره قال ومع هذا فقد تقرر لامة عرف انهم لا یستعملون هذه التسمیة الا فیمن کثرت صحبته ولا یجیزون ذلک الا فیمن کثرت صحبته لا علی من بقیه ساعة او صحبه حظا او سمع منه حدیثا فوجب لذلک ان لا یجری هذا الا من هذه حاله۔

صحابی صحبت سے مشتق ہے اور یہ اشتقاق صحبت کی کسی خاص مقدار پر مبنی نہیں ہے بلکہ ہر صحبت اس کے دائرے میں آجاتی ہے چاہے وہ کم ہو یا زیادہ اور ایسا ہی حال ہے ان تمام دیگر اسماء کا جو افعال سے مشتق ہوتے ہیں۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ "میں فلاں کا صاحب رہا سال بھر یا مہینے بھر یا چند لمحے" پس اسم صحبت کا اطلاق ہر قلیل و کثیر صحبت پر ہوتا ہے۔ کہا کہ باوجود اس کے لفظ صحبت اُمّت کے لئے ایک اصطلاحی لفظ بن گیا ہے اور لوگ اسے صرف کثیر صحبت ہی کے لئے استعمال کرتے ہیں اور کثیر صحبت ہی کے لئے صحابیت کا خطاب جائز رکھتے ہیں۔ نہ کہ ہر اس شخص کو صحابی کہتے ہیں جس نے رسول اللہ ﷺ سے پل بھر کے لئے ملاقات کی ہو یا آپ کے ساتھ چند قدم چلا ہو یا آپ سے ایک آدھ حدیث سنی ہو۔ پس واجب ہوا کہ یہ لفظ صحابی انہی لوگوں کے لئے استعمال کیا جائے جنہیں کثیر صحبت حاصل رہی ہو۔

اب کیا ان لوگوں[1] کو جو یہ خیال کرتے ہیں کہ حالت ایمان میں رسول اللہ ﷺ کو صرف ایک نظر دیکھ لینا ہی آدمی کو صحابی بنا دیتا ہے چیخ پڑنا چاہیے کہ ابن الاثیر اور سعید بن المسیب اور حضرت انس رضؓ نے جرم عظیم کر ڈالا۔ اگر نہیں تو پھر آخر شرط بلوغ ہی کا تذکرہ عباسی صاحب کا اتنا بھیانک جرم کیوں ہو گیا کہ مہتمم صاحب نے اس پر طوفان اٹھا کے رکھ دیا۔ (عامر عثمانی)

---

[1] مثلاً امام بخاریؒ کو

قطعہ تاریخ فارسیہ

از قلم۔ علامہ تمنا عمادی مقیم ڈھاکہ مشرقی پاکستان

چہ کتابے نوشت محمودم
نیک تریاقِ زہر تاریخ است

ہست جامے جہاں نما کہ درو
حالِ ہر سر و جہر تاریخ است

تشنۂ حق ازیں شود سیراب
شاخِ شیریں ز بہر تاریخ است

طبع چوں گشت معدنِ تاریخ
فقرۂ خوش ز بہر تاریخ است

سالِ طبع مسیحیش روشن

ز آفتاب سپہر تاریخ است

سنہ ۱۹۶۱ء

ایضاً

بول اٹھا جستے بھی دیکھی یہ کتاب بیمثیل
کلمۂ صدق کی تصدیق ہی تحقیق مزید

مصرعِ سالِ طباعت تیہ تمنا لکھدو
لوحِ دیباچۂ تحقیق ہے تحقیق مزید

سنہ ۱۳۸۱ھ

Marfat.com

۴۹۸

نذرِ عقیدت

از قلم علّامہ تمنّا عمادی ڈھاکہ

(بزبان اردو)

اہلِ حق بھی کہیں باطل سے دبا کرتے ہیں
راست گوئی میں کبھی شرم و حیا کرتے ہیں

خلطِ مبحث نہیں کرتے ہیں پسند اہلِ صفا
حق سے باطل کو ہمیشہ یہ جُدا کرتے ہیں

پُرسشِ حشر سے ڈرتے ہیں جو کچھ لکھتے ہیں
دل میں محسوس بہت خوفِ خدا کرتے ہیں

جانتے ہیں، کہ ہے کتمانِ حقیقت کیا چیز
جو سمجھ کر کبھی قرآن پڑھا کرتے ہیں

ان کے مذہب میں تقیّہ نہ تعصب نہ غلو
حق کے جو بندے ہیں وہ حق ہی کہا کرتے ہیں

حق کو حق، اور جو باطل کو بتائے باطل
اس سے جو لوگ خفا ہیں وہ جفا کرتے ہیں

اہلِ باطل کی حمایت کو جو اٹھ بیٹھے ہیں
انسے پوچھے تو کوئی، آپ یہ کیا کرتے ہیں

دھمکیاں دے، کہ کوئی آنکھیں دکھائے انکو
گھڑکیوں سے کبھی حق گو بھی ڈرا کرتے ہیں؟

اُن کو پروا نہ کبھی "لومۃ لائم" کی رہی
دین کا کام جواز بہرِ خدا کرتے ہیں

کوئی مومن نہیں رہتا ہے مُداہن ہو کر

Marfat.com

صاف ہی بات سدا اہلِ صفا کرتے ہیں

بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ اے حضرت محمود احمد
آپ کے حق میں بہت لوگ دعا کرتے ہیں۔

لاتخف! ربّك يجزيك جزاءً حسنًا
جو برا کہتے ہیں تم کو وہ بُرا کرتے ہیں

"آفریں باد بریں ہمّتِ مردانہ تو"
آدمی کیا ہیں، ملک تک بخدا کہتے ہیں

آپ کی داد تمنّا ہی نہیں دیتا صرف
اہلِ انصاف سبھی مدح و ثنا کرتے ہیں

ایضاً بزبان پارسی

خامۂ محمود چوں رایتِ املا کشید
پایۂ تاریخ را از ہمہ بالا کشید

از پئے احقاقِ حق و زپئے تکذیبِ کذب
زحمتِ ہر روزہ برد محنتِ شبہا کشید

طاقتِ ذہن و قلم، قوتِ صدق و صفا
از چہ فسوں ہر دو را در حدِ حصا کشید

وہ چہ کتابے نوشت جاذبِ انظارِ خلق
سوئے خود از ہر طرف دامنِ دل را کشید

نسخۂ تاریخ را طبلۂ عطّار ساخت
گل ز جمنہا ربود، عطر ز گلہا کشید

ہر سطرش در جہاں معجزۂ ہمچو میل
کحلِ بصیرت بہر دیدۂ عمیا کشید

طرفہ نہاد است خواں، داد صلا بر آں
از پئے روشن دلاں سفرۂ یغما کشید

شکرِ خدا، کاندریں، دورۂ ماں دستِ حق
برّخش از نقش چاپ معمرِ زیبا کشید

دجل، کہ نہادہ بود، رختِ خود اندر جہاں
بر سرِ خود چادرے از پرِ عنقا کشید

فارسِ میدان کذب پیش ازیں ہر کہ بود
در تنِ دامانِ یاس پیشِ جہاں پا کشید

دل بتولّا نہاد، رخ بتبرّا کشید
بود بدل ہر کرا رفض ز اہلِ وفا

نقشِ نوی در ثنا کلکِ تمنا کشید
بست چو محمودِ من نقشِ خوشے در سیر

Marfat.com

۵۰۰

قطعۂ تاریخ فارسی

(از حکیم محمد ظہیر الدین عباسی جونپوری مقیم کراچی)

چوں علی رضؓ جامِ شہادت نوش کرد
متحد شد کل گروہِ مؤمنیں

پس معاویہ رضؓ بغیر اختلاف
شد امیر اجتماع المسلمین

کاتبِ سرِّ نبوّت بود او
ہم صحابی ہم امیر المؤمنین

بعد ازاں ابن معاویہ رضؓ یزید رحؒ
بر صحابہ شد امیر المؤمنین

بود او ابنِ صحابی رسول صؐ
خود امیر ابن امیر المؤمنین

کرد امامت بر صحابائے رسول صؐ
یوم حج او بود امام المسلمین

بود داماد بنی ہاشم یزید رحؒ
از بنی اعمام خیر المرسلین

آں یزید رحؒ نامور مغفور شد
از حدیث رحمۃ للعالمین

تہر او شد باقیات الصالحات
کرد جاری او برائے مؤمنیں

عالم و شیریں بیان بود است او
گفت ابن عمؓ خیر المرسلیں

کردہ تعریفِ یزید رحؒ متقی
عالمانِ اولین و آخریں

معجزہ کرد ایں کتابِ لاجواب[1]
اے مسلماں! ایں کرامت را ببیں

درمیانِ ہر دو سنّی فرق شد
غیر لاعن شد جدا از لاعنین

از حوالہ شد مزیّن ایں کتاب
کرد تصنیف از بیانِ صادقیں

کرد باطل اعتقادِ فاسدہ
ماحی کذب و دغل، بدعاتِ دیں

حضرت محمود[2] باشد بے گماں
عالم و فاضل، محقق بالیقیں

کاتبِ حالاتِ اسلافِ نکو
مصلح تاریخ عہدِ اولین

کرد تصحیح روایاتِ قدیم
دور شد اغلاط از تحریریں

کاشفِ رمزِ حقیقت زندہ باد
زندہ باد اے واقفِ اسرارِ دیں

زندہ باد اے کہ نعیم علم و عمل
از طفیلِ رحمۃ للعالمین

---

[1] عبداللہ بن عباس [2] خلافت معاویہ رضؓ و یزید رضؓ

Marfat.com

گفت ہاتف، خوب ترشد ایں کتاب — می شود از تخرجہ تاریخ ایں

۱۹۹۶-۳۵ = ۱۹۶۱ء

سر جدا کرد ایں کتاب لاجواب — از تمامی ہا جیان ولاعنین

تخرجہ ک + ل = ۵ + ۳۰ = ۳۵

ولہٗ

قطعہ اردو

غزالی ثانی ہیں محمود احمد — مورخ، وسیع النظر اور اعلم

مجدد ہیں تجدید تاریخ میں وہ — کیا جھوٹی باتوں کا شیرازہ برہم

وہ تالیف صادق ہیں ابن حزم ہیں — درایت میں ہیں خلدون معظم

یہی ابن تیمیہ تنقید میں ہیں — دلائل میں ہیں ابن عربی اعظم

جو تاریخ تصنیف ڈھونڈ لے تم

تو کہدو۔ وہ ہادی معظم مکرم

سنہ ۱۳۸۱ھ

(ایضاً)

(از قلم سید خورشید علی صاحب مہر نقوی حج پوری مقیم کراچی)

قطعہ تاریخ از صفائے قلب مہر

۱۹۶۱ء

بمژدۂ انبساط تالیف "تحقیق مزید" — مولفہ صداقت پسند محمود عباسی مروی

۱۳۸۱ھ

حضرت محمود عباسی نے لکھی وہ کتاب — عالم تمثیل میں جسکی نہیں دید و شنید

مہر کو تھا اسکی تاریخ طباعت کا خیال — بولا ہاتف۔ جامع و بیمثل "تحقیق مزید"

۱۳۸۱ھ

Marfat.com

کتابیات

۱- اخبار الطوال ابو حنیفہ الدینوری
۲- اخبار القرامطہ یا لیمن
۳- ادب الخلفاء الاموی
۴- ازالۃ الخفا شاہ ولی اللہ
۵- الاستیعاب ابن عبدالبر
۶- اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ابن حجر
۷- الاصابہ فی تمیز الصحابہ ابن حجر
۸- الاعلام قاموس التراجم الزرکلی
۹- اعلام الموقعین ابن قیم
۱۰- الامامۃ والسیاستہ
۱۱- البدایہ والنہایہ ابن کثیر
۱۲- اتمام الوفا فی سیرۃ الخلفا الخضری
۱۳- التنبیہ والاشراف مسعودی
۱۴- تقریب التہذیب ابن حجر
۱۵- الروض الانف شرح سیرۃ النبوۃ
۱۶- اسلام۔ معتقدات و آئین (لامن)
۱۷- العواصم من القواصم قاضی ابوبکر ابن العربی۔
۱۸- انساب الاشراف بلاذری
۱۹- انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (انگلش)
۲۰= " " برٹانیکا (گیارہواں اڈیشن)
۲۱- تاریخ ادبیات فارسی براؤن (انگلش)
۲۲- تاریخ ادبیات عرب نکلسن (")
۲۳- تاریخ ابن خلدون۔
۲۴- تاریخ ابن عساکر
۲۵- تاریخ الامم والملوک طبری۔
۲۶- تاریخ خطیب بغدادی۔
۲۷- تاریخ الخمیس دیار بکری۔
۲۸- تاریخ عرب امیر علی (انگلشن)
۲۹- تاریخ عرب ہتی (انگلش)
۳۰- تاریخ عروج وزوال رومۃ الکبریٰ
۳۱- تاریخ کعبۃ المعظمہ ازراقی۔
۳۲- الجامع اللطیف
۳۳- جلاء العیون ملا باقر مجلسی
۳۴- جمہرۃ الانساب ابن حزم
۳۵- جمہرۃ الخطیب العرب احمد زکی صفوت
۳۶- حملہ حیدری مرزا رفیع باذل
۳۷- حیات الحیوان دمیری
۳۸ خلیفہ معاویہ لامن (فرنچ)
۳۹= خلیفہ یزید " "
۴۰= سنن ابی داؤد
۴۱= سنن نسائی۔

۴- سیرۃ ابن ہشام
۴- سیرۃ النبیؐ علامہ شبلی
۴- سیرۃ الحلبیہ
۴- شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید
۴- شیعیان ہند مسٹر ہولسٹر
۴ صحیح البخاری
۴ " مسلم
۴ طبقات ابن سعد
۵- طبقات الشافعیہ
۵- عثمان ڈاکٹر طٰہٰ حسین
۵- علی و بنوہ "
۵ عقد الفرید احمد بن عبد ربہ
۵ عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب
۵ فاطمیین مصر ڈاکٹر زاہد علی۔
۵- فتح الباری شرح بخاری۔
۵- کتاب اغانی ابوالفرج اصفہانی
۵- کتاب الخراج وصنعۃ الکتاب ابوالفرج قدامہ
۵- کتاب السلوک الجندی
کتاب الصافی الکلینی
المحبر ابوجعفر محمد بن حبیب

۶۲- کتاب المعارف ابن قتیبہ
۶۳- کتاب نسب قریش مصعب الزبیری
۶۴- مجاہد اعظم شاکر حسین نقوی۔
۶۵- محاضرات تاریخ الخضری۔
۶۶- مسند احمد بن حنبلؒ
۶۷- مصباح الظلم امداد امام
۶۸- معجم البلدان یاقوت حموی۔
۶۹- مقاتل الطالبین ابوالفرج اصفہانی
۷۰- مقتل حسین۔ ابی مخنف لوط بن یحییٰ ازدی۔
۷۱- مقدمہ تاریخ ابن خلدون۔
۷۲- الملل والنحل ابن حزم
۷۳- " " شہرستانی۔
۷۴- منہاج السنۃ ابن تیمیہؒ
۷۵- الموطا، امام مالک
۷۶- میزان الاعتدال ذہبی۔
۷۷- ناسخ التواریخ سپہر کاشانی۔
۷۸- نزہت القلوب حمداللہ مستوفی
۷۹- وقعۃ الصفین نصر بن مزاحم
۸۰- ہمارے اسمٰعیلی مذہب کی حقیقت اور اس کا نظام۔ ڈاکٹر زاہد علی

Marfat.com

از قلم محمد عبداللہ فائق کرتپوری مقیم کراچی

تھا سراپائے حقیقت در حجاب ناروا — ہمّتِ محمود احمد پردۂ باطل درید
از پئے تاریخ فائق فکر کی کیا بات ہے — کہدو مقبولِ جہاں ہے نقشِ تحقیق مزید

۱۳۸۱ھ

رباعی و قطعۂ تاریخ

(از پروفیسر محمد مسلم صاحب مسلم عظیم آبادی)

محمود ہے محمود کی تالیف جدید — الحق کہ یہ ہے باب حقیقت کی کلید
مسلم نے کیا مصرع تاریخ یہ عرض — کیا خوب ہے یہ آپ کی "تحقیق مزید"

۱۳۸۱ھ

قطعہ

محدثوں نے کھنگالی بہت حدیث و خبر
مورخوں نے دکھائی مہارتِ تنقید
کیا نہ عدل کسی نے بنو امیہ سے
رہے ستم زدہ اب تک معاویہؓ و یزیدؒ
عجم کے اہلِ قلم تھے وہ شاطر عیّار
سفید کو جو سیہ کر دیں اور سیہ کو سفید
تھی یہ سعادتِ عظمیٰ نصیبِ عباسی
حجاب باطل اٹھا رونما ہوا خورشید
چمک اٹھے گا اب اک ایک گوشۂ تاریک
کہ پھیلی مشعلِ تحقیق کی ضیائے مزید
امام کوئی بھی معصوم ہو رسول کے بعد — نہیں ہے اس سے کوئی
حسین ابن علیؓ "گفت" می کنم بیعت — محمد ابن علیؓ
جناب ابن عمرؓ ہم وفائے بیعت کرد — جمیع ما